قائدِ اعظم: تقاریر و بیانات

۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء تا ۲۶ نومبر ۱۹۳۱ء

جلد اول

ترجمہ

اِقبال احمد صدیقی

بزمِ اقبال

۲۔ کلب روڈ، لاہور

قائدِ اعظم: تقاریر و بیانات

۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء تا ۲۶ نومبر ۱۹۳۶ء

جلد اوّل

ترجمہ

اِقبال احمد صدّیقی

بزمِ اقبال

۲۔ کلب روڈ، لاہور

ناشر : پروفیسر محمد حنیف شاہد
سیکرٹری رڈائریکٹر بزم اقبال، لاہور

مطبع : گنج شکر پرنٹرز، لاہور

اشاعت دوم : ۲۰۱۶ء

صفحات : ۵۸۴

قیمت : ۴۰۰ روپے

قائداعظم: تقاریر و بیانات

عرضِ ناشر

محسنِ ملّت، بانیِ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی تقاریر و بیانات کا پہلا مجموعہ (از ۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء تا ۲۶ نومبر ۱۹۳۱ء) اُردو زبان میں شائع کر کے "بزمِ اقبال" لاہور قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح کی طویل سیاسی زندگی کے سفر میں اُن کی تقاریر و بیانات کو تاریخ ساز اہمیت حاصل ہے۔ یہ دستاویزات انگریزی میں ہیں۔ ڈاکٹر ایم۔ رفیق افضل نے یہ دستاویزات بعنوان :

Selected Speeches and Statements of the Quaid-i-Azam

Mohammad Ali Jinnah (1911- 34 and 1947-48)

مرتّب کیں اور یہ مجموعہ ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان نے شائع کیا۔

پروفیسر جمیل الدین احمد نے قائد اعظم کی تقاریر و بیانات دو جلدوں میں مرتّب کی تھیں۔ جنہیں شیخ محمد اشرف نے شائع کیا (پہلی جلد ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۴ء دوسری جلد ۱۹۴۴ء تا ۱۹۴۸ء)۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ قائد اعظم محمد علی جناح کی تقاریر و بیانات کے اس سلسلے کو اردو زبان میں منتقل کر کے عام پاکستانی قارئین تک بھی پہنچایا جائے۔ یہ خدمت کُہنہ مشق صحافی، ادیب جناب اقبال احمد صدیقی نے کئی سال کی محنت اور لگن سے انجام دی ہے۔

امسال جب میں نے "بزمِ اقبال" کا انتظام سنبھالا تو قائد اعظم مرحوم و مغفور کی تقاریر و بیانات کی یہ پہلی جلد کمپوزنگ اور پیسٹنگ وغیرہ کے مرحلوں سے گزر کر مطبع

میں جانے کے لیے تیار تھی مگر مالیاتی دشواری اس پیش رفت میں حائل تھی۔ میری یہ کوشش رہی کہ جلد از جلد مالیاتی مشکلات پر قابو پا کر "بزم اقبال" کے اشاعتی پروگرام کو مستحکم بنیاد فراہم کر سکوں۔ اللہ کے فضل و کرم سے چند ماہ کی کوشش سے مجھے اس حد تک کامیابی ہوئی ہے کہ "بزم اقبال" کے چند اہم منصوبوں کی تکمیل کروں جن میں سے ایک یہ کتاب ہے جو نئے شمسی سال کے آغاز کے ساتھ ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں۔

آج جب یہ سطور قلم بند کر رہا ہوں تو ملّتِ اسلامیہ پاکستان اور عالَم اسلامی سخت مشکلات میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کشمیر کا مسئلہ ہو یا بوسنیا کا' قفقاز (چیچنیا) میں روسی جارحیت ہو یا فلسطین میں اسرائیلی دہشت گردی' یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے پر تُلی ہوئی ہیں۔

آزمائش کا یہی مرحلہ ہوتا ہے جب مُسلم اُمّہ اپنا دفاع بقول قائد اعظم ایمان' اتحاد اور تنظیم کی قوّت سے کر سکتی ہے اور درپیش مشکلات پر قابو پا سکتی ہے:

عہدِ نو برق ہے' آتش زنِ ہر خرمن ہے
ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کہن ایندھن ہے
ملّتِ ختمِ رُسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا
(اقبالؒ)

☆

۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء

اظہار احوال واقعی

۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ء میرے ذہن میں دو وجہ سے محفوظ ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ اس روز میں نے صحافت کی وادی خارزار میں پہلا قدم رکھا اور دوسری یہ کہ اس شب آل انڈیا ریڈیو نے دہلی سے گاندھی جناح مذاکرات کی ناکامی کی ایک سطری خبر سنائی۔ شام خبروں کا ترجمہ کرنے میں گذری تھی۔ ایڈیٹر نے ترجمے کی تعریف کی تھی اور رات کو جب مذاکرات کی ناکامی کا اعلان ہوا اور وجوہات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو ایڈیٹر نے مجھ سے وجوہات کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا بادی النظر میں مسٹر جناح نے کہا ہو گا کہ آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانان ہند کی واحد با اختیار اور نمائندہ تنظیم ہے اور گاندھی جی نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہو گا اور اس بات پر زور دیا ہو گا کہ ہند میں ایسے مسلمان موجود ہیں جو آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام سے اتفاق نہیں کرتے اور ان کی تنظیمیں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایڈیٹر نے خبر لکھنے کے لئے کہا میں نے خبر لکھ کر پیش کی۔ انہوں نے پڑھی۔ خوب ہے اور بولے آپ اخبار نویس بن سکتے ہیں اور بن سکتے ہیں کیا معنی بن گئے خبر اپنے ہاتھ سے کاتب کو دید یجئے۔

میں اخبار کے دفتر میں داخل ہوا تو عربی' اردو' فارسی' انگریزی اور علم السیاسیات سے نہایات معمولی سی شدبد زاد راہ کے طور پر میرے ہمراہ تھی۔

۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے دوران میں نے دلی کے ایک کثیر الاشاعت اخبار کے نیوز ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ خبروں کا ترجمہ میرے احاطہ کار میں شامل نہ تھا۔ خبروں کا ترجمہ کرانا' ان کی نوک پلک درست کرنا اور ان کی ترتیب میرا فرض منصبی تھا لیکن قائد اعظم کی تقریروں اور بیانات اور مرکزی مجلس قانون ساز یا کسی اہم مقدمے کی روئیداد کا ترجمہ خود کرتا۔ قائد اعظم کی تقریروں اور بیانات وغیرہ کا ترجمہ گویا میری جانب سے قائد اعظم کے ساتھ اپنی بے پناہ عقیدت اور محبت کے اظہار کا ایک ذریعہ تھا۔

اسے بھی ایک حسن اتفاق ہی سمجھ لیجئے کہ میں پاکستان پہنچا تو ستمبر کی ۲۱ تاریخ (۱۹۴۷ء) تھی یعنی وہی ستمبر کا آخری عشرہ دو تین مہینے غیر نصابی سرگرمیوں میں (نعرے بازی میں) گذرے اور جب اس سے فراغت پائی اور ٹیلی فون کی سہولت ہاتھ آئی تو پہلا ٹیلی فون روزنامہ زمیندار' میں کیا یہاں ایک بار پھر ترجمہ کے امتحان سے گذرا اور ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء سے مئی ۱۹۵۳ء تک روزنامہ زمیندار' مختلف حیثیتوں یعنی مترجم' سب ایڈیٹر' وقائع نگار اور نیوز ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت مولانا ظفر علی خاں کے قویٰ مضمحل نہ ہوئے تھے۔ اخبار کے ایک ایک لفظ بالخصوص ترجمہ پر ان کی نظر ہوتی غلطی تو مقناطیس کی طرح ان کی نظروں کو اپنی طرف کھینچتی اور وہ صبح سویرے (نماز فجر کے بعد طویل سیر سے واپسی پر) برے ترجمے پر کڑی نکتہ چینی اور اچھے ترجمے پر ستائش کے بعد ناشتے کی میز پر جاتے۔ ۱۹۴۹ء میں وقائع نگاری کا فریضہ مجھے سونپا گیا اس زمانے میں ہائی کورٹ کی کارروائی انگریزی میں ہوتی' سیاستدان انگریزی میں تقریریں کرتے اور بیانات بھی زیادہ تر انگریزی میں ہی جاری کئے جاتے یعنی انگریزی سے اردو میں ترجمے کی تلوار بدستور سر پر لٹکی رہی۔ ۱۹۵۲ء میں فرانس کی بین الاقوامی خبر رسا ایجنسی (اژانس فرانس پریس) کی جانب سے نامہ نگار برائے پنجاب کی پیشکش ہوئی تو میں نے سمجھا تھا کہ اب ترجمے سے گلو خلاصی ہو جائیگی لیکن ان دنوں رجحان میں ایک صحت مند تبدیلی آئی یعنی تقریریں اردو میں شروع ہوئی اور بیانات اور خبریں بھی اردو میں آنے لگیں یعنی ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۸ء تک

انگریزی سے اردو کی بجائے اردو سے انگریزی میں ترجمہ ہونے لگا۔ ۱۹۶۸ء کے بعد جب میں نے غیرپابند یا آزاد صحافی کی حیثیت سے کام شروع کیا تو جسم و جان کو یکجا رکھنے کے لئے جس قدر کام کیا اس میں ترجمے کا عنصر بہت زیادہ تھا۔ میں ان بے شمار تحریروں کا ذکر نہیں کرتا جو پاکستان یا بیرون پاکستان ہوا کے دوش پر ہوئیں اور پلک جھپکتے میں نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ یعنی ۱۹۴۴ء میں یہ سلسلہ شروع ہوا اور ۱۹۹۴ء ختم ہونے میں چند ماہ باقی ہیں اور ترجمہ کا سلسلہ جاری ہے۔

قائد اعظم کی تقریروں اور تحریروں کے ترجمے پر جو "بولے سو کنڈی کھولے" کی کہاوت صادق آتی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک عزیز یہ شکوہ کر رہے تھے کہ تحریک پاکستان کے بارے میں اردو زبان میں مواد بہت کم ہے اور جو ہے اس میں "میں" کی تکرار ناگوار حد تک بہت زیادہ ہے۔ میں نے کہا اگر آپ تحریک پاکستان کی کہانی قائد اعظم کی زبانی پڑھنا چاہتے ہیں تو قائد اعظم کی تقریریں اور تحریریں پڑھیئے۔ انہوں نے کہا وہ بھی تو انگریزی میں ہیں۔ میں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ قائد اعظم کی جملہ (منتخب نہیں) دستیاب تقریروں اور تحریروں کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے پھر آپ دیکھیں گے کہ تحریک پاکستان کی تصویر کس طرح ابھر کر سامنے آتی ہے۔ وہ عزیز بولے پھر کر دیجئے اور میں نے اس برتے پر کہ زندگی میں بے شمار تقریروں اور ان گنت بیانات کا ترجمہ کیا حامی بھر لی۔

جہاں تک حضرت قائد اعظم کا تعلق ہے میں نے ان کی بہت سی تقریریں سنیں یعنی ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۸ء تک میں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ پٹنہ اور دہلی میں ان کے فی البدیہہ خطبہ صدارت سنے' مرکزی مجلس قانون ساز میں انہیں تقریر کرتے سنا' منٹو پارک/ ہمم بالشان اوف پر ہجوم عام جلسوں میں ان کی تقریر سنی' طلباء سے انہیں خطاب کرتے سنا ان کا انداز خطابت میرے ذہن میں رچا بسا ہے لیکن جب میں ترجمہ کرنے بیٹھا تو علمی اعتبار سے مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہوا اور اس کے اعتراف میں مجھے مطلق کوئی تکلف نہیں۔ قائد اعظم سے مجھے جتنی بے پناہ عقیدت اور محبت ہے اس سے کہیں زیادہ میں ان سے مرعوب ہوں۔ ترجمہ کرنے کے ضمن

میں میری حوصلہ افزائی بہت ہوئی اور حوصلہ بڑھانے والوں میں محی ڈاکٹر وحید قریشی سر فہرست ہیں۔ میری خواہش اور تمنا یہ رہی کہ کاش وہ اس مسودہ پر نظرثانی کر ڈالیں ایک بار انہوں نے وعدہ بھی فرمایا لیکن ان کی صحت اور عدیم الفرصتی آڑے آ گئی اب پھر ان سے یہ التجا کر رہا ہوں لیکن اگر اس بار بھی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تو صاحبان علم و فضل سے یہ استدعا ہے کہ وہ اس کتاب کو تسویدی مسودہ پر محمول کریں اور اپنی آراء سے اس عاجز کو استفادے کا موقعہ عطا فرمائیں۔

۲۷ ستمبر ۱۹۹۲ء

اقبال احمد صدیقی
۲۲۷۔ ای' سیٹلائٹ ٹاؤن' راولپنڈی

اظہار تشکر

میں ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، اس کی مجلس منتظمہ اور بالخصوص جناب ڈاکٹر منیر الدین چغتائی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی (صدر ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان بحیثیت عہدہ) اور جناب ڈاکٹر عبدالشکور احسن ڈائریکٹر ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں کہ انہوں نے سوسائٹی کی شائع کردہ کتاب Selected Speaches and Statements of the Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah [1911-34 And 1947-48] کا ترجمہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ تقریریں اور بیانات جناب ڈاکٹر ایم۔ رفیق افضل نے جمع کئے اور اس پر انہوں نے جس قدر محنت کی وہ قابل داد ہے اور ڈاکٹر صاحب موصوف ستائش کے مستحق ہیں ان کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

اقبال احمد صدیقی

۲۲۷۔ ای، سیٹلائٹ ٹاؤن

راولپنڈی

ترتیب

مسودہ قانون برائے توثیق قانون مسلم اوقاف

تقریر امپیریل لیجس لیٹو کونسل

۱۷ر مارچ ۱۹۱۱ء

۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء کو دی آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے امپریل لیجس لیٹو کونسل میں ایک مسودہ قانون پیش کیا جس کا مقصد وقف کی شکل میں اپنے کنبوں اور اپنے وارثوں کے حق میں اپنی املاک کے تصفیہ کے ضمن میں ملک معظم کی مسلم رعایا کے حقوق کی صراحت کرنا ہے۔

دی آنریبل مسٹر ایم اے جناح: "جناب والا! میں ملک معظم کی مسلم رعایا کے وقف کی شکل میں اپنے کنبوں اور وارثوں کے حق میں اپنی املاک کے تصفیہ۔ کے ضمن میں حقوق کی صراحت کے لئے مسودہ قانون پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اس سے قبل کہ میں اس مسودہ قانون کے حسن و قبح پر گفتگو کروں میں جناب وائسرائے (لارڈ ہارڈنگ) کے لئے ممنونیت سے پر تشکر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں نہ صرف اپنی جانب سے بلکہ مسلمانوں کی طرف سے بھی کہ انہوں نے وہ منظوری عطا کی جو مشیران حکومت کے نزدیک کونسل کے قانون مجرہ ۱۸۶۱ء کی دفعہ ۱۹ کے تحت لازمی تھی۔ اس مسودہ قانون کے حسن و قبح پر روشنی ڈالنے سے قبل میں ایک نکتے کی وضاحت کرنا

چاہتا ہوں اور جو یہ ہے کہ جب سے مشہور مقدمہ فتح محمد اسحاق بنام اسمایا (ابو الفتح محمد اسحاق بنام رسمایا دھر چودھری' ۲۳ نومبر اور ۱۵ دسمبر ۱۸۹۴ء) متذکرہ ایل۔ آر۔ ۲۲ انڈین اپیلز صفحہ ۷۶' کا فیصلہ ہوا ہے اس فیصلے کے خلاف مسلمانوں میں شدید احساس اور اضطراب پیدا ہو گیا ہے یہ کہ ان جذبات کا مختلف طریقوں سے اظہار کیا جا رہا ہے' حکومت کو عرضداشتیں بھیج کر' مختلف انجمنوں' کانفرنسوں اور اجتماعات میں قرار دادیں منظور کر کے اور اب یہ سلسلہ گذشتہ پندرہ برس سے ملک کے اطراف و اکناف میں جاری ہے۔ اس موضوع پر مسلمان فرقے کے ان جذبات کی یہ صورت حال تھی کہ میں نے گذشتہ برس حکومت سے کچھ سوالات کئے حکومت ہند کی طرف سے ان سوالوں کے جواب دیئے گئے۔

ان سوالات کے ضمن میں کونسل کو زحمت دوں گا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حکومت نے اس وقت اس امر کا اعترف کیا کہ پریوی کونسل کے فیصلے کے خلاف بہت سخت اعتراضات کیئے جا رہے ہیں۔ میں نے جو سوالات کیئے اور جو جوابات دیئے گئے وہ حسب ذیل ہیں:

> کیا حکومت کو اس امر کا علم ہے کہ قانون وقف کی موجودہ صورت حال کے خلاف' جیسا کہ اس کی پریوی کونسل کے حالیہ فیصلے میں صراحت کی گئی ہے' مسلمانوں میں سخت اضطراب پھیلا ہوا ہے؟
>
> کیا حکومت اس موضوع پر قانون کو متن اور مسلمانوں کی خواہشات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کسقدر جلد؟
>
> جواب تھا:
>
> حکومت کو اس بات کا علم ہے کہ وقف کے موضوع پر قانون کی پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کے مختلف فیصلوں میں جو صراحت کی گئی ہے اس کے خلاف سخت اعتراضات کیئے جا رہے ہیں۔

اس وقت حکومت کو جو مشورہ دیا گیا ہے اس کے مطابق حکومت
کوئی ایسی قانون سازی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے جس سے وہ
تمام فیصلے منسوخ ہو جائیں جن پر اعتراض کیئے جا رہے ہیں۔
تاہم وہ قانون سازی کے تعلق میں ایسی ضمنی تجاویز پر غور کرنے
کے لئے ہر وقت تیار ہے جن کا مقصد کنبوں کے لئے محدود
نوعیت کی املاک کا تصفیہ ہو بشرطیکہ اس نوع کی تجاویز کو مسلمان
فرقے کی عام رضامندی حاصل ہو۔

حکومت کی طرف سے یہ جواب آنے کے بعد میں اس ملک کے سربرآوردہ مسلمانوں سے صلاح مشورہ کیا اور بہت غور و فکر کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مسئلہ کو، جو مسلمانوں کے لئے حد درجہ اہمیت کا حامل ہے، حل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ایک مسودہ قانون اس کونسل میں پیش کر دیا جائے۔ میں نے اس بات کا ذکر کیا کہ برسوں سے اضطراب پھیلا ہوا ہے۔ حال ہی میں مسلم لیگ نے، جو اس ملک میں مسلمانوں کی بڑی رائے عامہ کی نیابت کرتی ہے، اپنے گذشتہ اجلاس میں ایک قرار داد منظور کی جس میں کہا گیا کہ حکومت کو اس نوع کا قانون بنانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک انجمن نے جو ندوۃ العلماء کے نام سے موسوم ہے اور جو پڑھے لکھے مولویوں اور ایسے فاضل افراد پر مشتمل ہے جو اس قانون کا (کماحقہ) علم رکھتے ہیں، حکومت کو ایک عرضداشت بھیجی ہے۔ مجھے علم نہیں کہ یہ عرضداشت حکومت کو موصول ہو چکی ہے یا نہیں لیکن مجھے یہ علم ہے کہ اس عرضداشت پر ملک کے طول و عرض میں مسلمانوں سے دستخط کرائے جا رہے تھے اور سارے ملک سے مسلمانوں کے ہزار ہا دستخط کرائے گئے تھے اور میں باور کرتا ہوں کہ یہ عرضداشت حکومت کو بھیجی جا چکی ہے۔ اگر ابھی تک نہیں پہنچی تو یہ راہ میں ہو گی۔ اس عرضداشت کی ایک نقل مجھے اس عظیم المرتبت فاضل مولوی نے ارسال کی ہے جو مولوی شبلیؒ کے نام نامی سے معروف ہیں اور جو مسلمان فرقے میں بڑا اثر و رسوخ رکھتے ہیں اور جہاں تک مسلمان فرقے کا تعلق ہے ان کی رائے بہت وقیع تصور کی جاتی ہے۔ اس عرضداشت میں وہ

مستند آراء کے حوالے دیتے ہیں اور فرقے کے محسوسات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ میں اس کا محض ایک اقتباس پیش کروں گا:

"گزشتہ چند برسوں کے دوران اس موضوع پر مسلمانوں کے محسوسات سخت ہوتے جا رہے ہیں اور ان کا اظہار مختلف طریقوں سے ہو رہا ہے۔ مسلم لیگ کے اجلاس میں اور دیگر مسلم کانفرنسوں میں سنی اور شیعوں کی سماجی اور مذہبی نوعیت کی انجمنوں میں قراردادیں منظور کی گئیں جن میں حکومت سے کہا گیا کہ وہ اس موضوع پر قانون بنائے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک ممتاز وکیل یا ایک عظیم مسلمان وکیل خان بہادر مولوی محمد یوسف نے کچھ عرصہ قبل ایک مبسوط کتابچہ حکومت ہند کو ارسال کیا۔ دی رائیٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی نے بھی اس موضوع پر نہایت پرزور اور واضح انداز میں لکھا اور سید حسین بلگرامی نے جو حال ہی میں وزیر ہند کی انڈیا کونسل کے ایک رکن تھے اس موضوع پر لارڈ مورلے سے رابطہ قائم کیا۔"

لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ اس نکتہ پر اس ملک میں جذبات بہت ہی شدید ہیں۔ اب اس کونسل کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ وہ کون سا سوال ہے جو مسلمان فرقے کو اس درجہ مضطرب کر رہا ہے؟ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ ہے پریوی کونسل کا ۱۸۹۴ء کا فیصلہ جس نے ہمارے خیال کے مطابق جہاں تک ایک مسلمان کے اس اختیار کا تعلق ہے کہ وہ اپنے کنبے' اپنے بچوں اور اپنے وارثوں کے لئے اپنی املاک کا ایک وقف کی شکل میں تصفیہ کرکے مسلم قانون کو مفلوج کر دیا ہے۔ اس مسئلہ کی قانونی تاریخ نصف صدی یا اس سے بھی زیادہ مدت پر محیط ہے۔ پہلا فیصلہ' جس کا مجھے علم ہے' ۱۸۳۸ء میں سنایا گیا تھا۔ اس فیصلے کے جلو میں دیگر متعدد فیصلے آئے۔ لیکن براہ راست اس سلسلے سے متعلق نہیں تا آنکہ ۱۸۷۳ء میں بمبئی ہائی کورٹ نے اس نکتے پر فیصلہ دیا جس سے قطعی طور پر مخالفانہ فیصلوں کی ایک لہر کے دور کا آغاز ہو

گیا۔ اس وقت سے سارے ملک کے مختلف ہائی کورٹوں نے کم و بیش متضاد فیصلے سنائے تا آنکہ ۱۸۹۴ء میں پریوی کونسل نے، جو سلطنت کی اعلیٰ ترین عدالت ہے، قانون وقف علی الاولاد پر شدید ترین ضرب لگا دی۔ میں آپ کو بتا دوں کہ موضوع یہ ہے۔ اسلامی قانون دو چیزوں سے آشنا ہے۔ ایک ہبہ ہے اور دوسرا وقف۔ دو ادارے۔ دوسرے لفظوں میں ہبہ کا مطلب ہے کلیتاً" ہدیہ کر دینا۔ اسلامی قانون ایک مسلمان کو اس امر کا اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنی املاک کو کلیتاً" ہدیہ کر دے یعنی وہ اپنی املاک منتقل کر دیتا ہے اور اس کے لئے معاملہ ختم شد کے مصداق ہو گا۔ جیسے ایک انگریز قانون دان کہے گا انتقال کلی۔ وہ قانون ہدیہ کے تحت مختلف النوع املاک کی تخفیف نہیں کر سکتا جیسے باحیات ملکیت، گزارہ، عطا کردہ گزاذہ اور مسلسل گزارہ۔ لہٰذا وہ اپنے کنبے یا اپنے بچوں کے لئے مستقبل کی نوعیت کا کوئی بندوبست نہیں کر سکتا اسے بلا کسی تامل کے اپنی املاک کو دے دینا ہو گا پھر اسلامی قانون کی دوسری شاخ آتی ہے جو وقف کے نام سے معروف ہے۔ وقف جیسا کہ میں سمجھتا ہوں، مشابہہ ہے۔۔۔ کسی حد تک مشابہہ ہے۔ قانون انگلیشیہ کے ٹرسٹ کے قانون سے اور جو آگے چل کر دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ یہ نجی ٹرسٹ ہو سکتے ہیں جو بالآخر خیراتی ادارے میں تبدیل ہو جائیں یا سیدھے سادے خیراتی ٹرسٹ یا دوسرے لفظوں میں نجی ٹرسٹ جو آخر کار خیراتی ٹرسٹ بن جائیں یا سیدھے سادے خیراتی یا مذہبی ٹرسٹ۔ اب اس مسودہ قانون میں ہمارا جس مسئلہ سے تعلق ہے وہ نجی ٹرسٹ ہیں جنہیں بالآخر خیراتی ٹرسٹ کی جانب مراجعت کرنا ہے کیونکہ آج بھی اسلامی قانون کے مطابق اور دنیا کے دیگر جملہ ممالک کے قوانین کے مطابق جن کا ماہرین فلسفہ قانون کو بخوبی علم ہے آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی املاک خیراتی مقاصد کے لئے مختص کر سکتے ہیں اور ان پر ان قواعد کا اطلاق نہیں ہوتا جو ہمیشگی کے قوانین کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں۔ تاہم ہمارا محض اس ٹرسٹ سے تعلق ہے جنہیں میں نجی ٹرسٹ کا نام دوں گا جنہیں بالآخر خیرات کی طرف مراجعت کرنا ہے۔ یہاں میں کونسل کو یہ یاد دلا دوں کہ ایک مسلمان کا اختیار وصیت محدود ہے وہ وصیت کے ذریعہ اپنی جائیداد کا صرف ایک تہائی

حصے کا تصفیہ کر سکتا ہے' اور وہ بھی ہبہ یا ہدیہ کے قواعد کے ساتھ مشروط ہے یعنی وہ تا حیات املاک یا دیگر نوعیت کی املاک کی تخلیق نہیں کر سکتا جو ٹرسٹ کے انگریز یا کسی اور قانون کو معلوم ہیں اور مزید یہ کہ وارثوں یا کسی ایک مخصوص وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی بجز اس کے کہ تمام ورثاء واصی کے انتقال کے بعد اپنی رضامندی کا اظہار کر دیں۔ اب جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں بمبئی ہائی کورٹ نے ۱۸۷۳ء میں قانون محمدی کے خلاف فیصلہ صادر کیا اس کے بعد ۱۸۸۲ء اور ۱۸۸۴ء میں دیگر فیصلے ہوئے جنہوں نے ایک طرح سے پچھلے فیصلوں کو کالعدم قرار دیدیا اور اس طرح کے متضاد فیصلے اور اعلانات ہند کی مختلف ہائی کورٹوں میں کیئے گئے حتیٰ کہ ۱۸۹۴ء میں ہمارے سامنے پریوی کونسل کا فیصلہ آیا جس کا ماحصل حسب ذیل ہے:

> یہ کہتا ہے کہ اس نوع کا وقف یعنی وقف علی الاولاد قانون محمدی کے تحت آتا ہے' لہٰذا بلا شبہ ہم اس قانون کی حدود کے باہر نہیں جا سکتے لیکن وہ کہتا ہے کہ کافی حصہ خیرات کے لئے مخصوص ہونا چاہئے۔ خیرات کی مد میں کافی' کتنا ہو گا؟ اس کی کسی طرح بھی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ خیرات کے لئے کافی تخصیص ہی کسی نہ کسی معینہ مدت کے اندر ہونی چاہیے۔ قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ یہ مدت بہت طویل نہیں ہونی چاہیے۔ وہ وقت یا مدت کی کسی حد کا تعین نہیں کرتے لہٰذا اس نے ہمارے قانون میں عظیم ترین بے یقینی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ایک مسلمان جو اس نوع کا وقف یعنی وقف علی الاولاد بنانا چاہتا ہے یہ نہیں جانتا کہ دستاویز کے تحت خیرات کی مد کا اطلاق کتنی مدت میں ہو گا۔ اسے یہ بھی علم نہیں کہ کسی عدالت کی نظر میں خیرات کی مد میں کافی حصہ کتنا ہو گا۔ ایک عدالت یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ خیرات کی مد ایک نسل کے بعد شروع ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں وقت کی کسی نہ کسی مد کا ذکر

کیا گیا ہے۔ کوئی عدالت یہ کہہ سکتی ہے کہ خیرات کا معاملہ دو نسلوں کے بعد آسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

پھر خیرات کی مد میں کافی حصہ کتنا ہو گا؟ ایک عدالت فیصلہ کر سکتی ہے کہ چھٹا حصہ کافی ہو گا۔ دوسری عدالت کہہ سکتی ہے کہ کم سے کم نصف ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا پریوی کونسل نے یہ دو مسئلے اٹھا کر ہمارے قانون میں عظیم ترین بے یقینی کو راہ دے دی لیکن اہم نکتہ' خاص نکتہ جس سے ہمارا تعلق ہے یہ ہے کہ پریوی کونسل کا یہ کہنا ہے کہ جب تک کافی حصہ خیراتی مد کے لئے مختص نہ کیا جائے وقف باطل ہے۔ لہٰذا ناقص ہے ہم کہتے ہیں پریوی کونسل کے امراء کے لئے انتہائی پاس ادب اور نہایت احترام کے ساتھ کہ یہ فیصلہ اسلامی قانون کے صحیح اصولوں کے مطابق نہیں ہے اور ہمارے قانون کے بارے میں ان کی صراحت اسلامی فقیہہ کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔ اگر کوئی شخص ہمارے قانون کے مندرجات کے مطابق وقف علی الاولاد قائم نہیں کر سکتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کنبے اور بچوں کے لئے کوئی بندوبست نہیں کر سکتا اور اس کے عواقب یہ ہیں کہ مسلمان خاندان شکست و ریخت سے دوچار ہو رہے ہیں۔ بلا شبہ اس فیصلہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے پہلے تو اوقاف تلاش کئے گئے۔ قدیم اوقاف جو برسوں سے موجود تھے اور ان پر عمل درآمد ہو رہا تھا ہند کے طول و عرض میں تلاش کئے گئے اور انہیں خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ فیصلہ کا یہ ایک اثر ہوا۔ فیصلہ کا دوسرا اثر یہ ہے کہ یہ آپ کو اپنے خاندان اور بچوں کے لئے کوئی بندوبست کرنے سے روکتا ہے۔ لہٰذا' جناب والا! اس وقت ہمارے قانون کی یہ صورت حال ہے' مسلمان فرقہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اصلاح احوال کا واحد راستہ یہ ہے کہ مقننہ سے اپیل کی جائے۔ میں اس مرحلہ پر مستند آراء یا قانون پیش کرنا نہیں چاہتا۔ میں غیر ضروری طور پر اس کونسل کا وقت لینا نہیں چاہتا لیکن میں امید کرتا ہوں کہ میں نے اپنے نکات کی پوری طرح سے وضاحت کر دی ہے۔

عظیم ترین وکلاء کی آراء مثلاً" دی رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی' جو بہت معروف ہیں ان کی کتاب میں جو قانون محمدی پر نصاب کی کتاب ہے' تفصیل کے ساتھ درج

ہے۔ سر رالینڈ ولسند کی رائے بھی جو قانون محمدی کے ایک اور ممتاز وکیل ہیں یہی ہے۔ میں ان کی کتاب سے، جس میں اس موضوع پر جملہ نصابی کتب کے تراجم جمع کر دیئے گئے ہیں، صرف ایک اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تمام نصابی کتب کے جملہ تراجم پیش کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں:۔

(ملاحظہ ہو ولسن کا قانون محمدی تیسرا اڈیشن صفحہ ۴۷۸)

مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب اور دو یادگار فیصلوں دونوں میں عربی کی دیگر غیر مترجمہ کتابوں سے اس ضمن میں شہادتوں کے ڈھیر لگا دیئے لیکن منقولہ بالا اقتباسات جو ایک معیاری کتاب سے لئے گئے اور جو طالبان علم کو انگریزی لباس میں ملبوس دستیاب ہو سکیں گی، یقینی طور پر اتنے ہی حتمی ہیں (کسی مخالف شہادت کی عدم موجودگی میں) جتنی کوئی بھی مثبت شہادت ہو سکتی ہے۔ جہاں تک حنفی مکتبہ فکر سے منسلک ہندی مسلمانوں کے معمولات کا تعلق ہے کتاب کی تالیف کے وقت (سترھویں صدی) نیز وسطی ایشیا کے معمولات سمیت ان کتابوں کی تالیف کے وقت جن پر مولفین نے انحصار کیا (بارھویں اور تیرھویں صدیوں میں) یہاں یہ اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ ترکیہ میں بڑی حد تک یہی معمول تھا جیسا کہ ایک صدی قبل دوسن نے بیان کیا اور یہ کہ ورثاء کے لئے بندوبست کے جواز کے ضمن شیعہ اور شافعی اہل الرائے اصحاب حنفی مکتبہ فکر سے اتفاق کرتے ہیں جیسا کہ دفعات ۴۶۰ اور ۴۸۴ (الف) میں ظاہر کیا گیا ہے۔

پس وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پریوی کونسل کا فیصلہ اسلامی قانون کے مطابق نہیں ہے۔"

"پھر ایک اور اقتباس ہے جس کے ضمن میں میں کونسل کو زحمت دوں گا جو نہایت عظیم مستند شخصیت سر ڈبلیو سی پیٹھے رام، جو ایک زمانے میں بنگال کے چیف

جسٹس بھی رہے کی طرف سے آیا۔ پریوی کونسل کے فیصلے کے بعد انہیں ۱۸۹۷ء کے لاکوارٹرلی ریویو میں ایک مقالہ لکھنے کا اتفاق ہوا جس میں انہوں نے کافی سے زیادہ توجہ اصلی اسناد پر مرکوز کی اور وہ نتیجہ اخذ کیا جس کی جانب میں کونسل کی توجہ مبذول کراؤنگا۔ یہ ایک مقالہ ہے جس کا عنوان ہے "وقف کا قانون محمدی" انہوں نے مختلف عدالتی فیصلوں کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے ماحصل اس طرح بیان کیا:

عدالتی فیصلے میں جیسا کہ لارڈ ہوب ہاوس نے صادر کیا اس میں ایک ٹکڑا ایسا ہے جس کی وجہ سے مجھے یقین ہے کہ باشندگان ہند، مسلمانوں کی طرح ہندو بھی ممنون ہوں گے۔ یہ حسب ذیل ہے:

> نہایت مبسوط دلائل اور فیصلے جو بی کانی میاہ کے مقدمے میں پیش کیے گئے بعض شبہات کا اظہار کیا گیا کہ کیا اس نوع کے مقدمات پر قانون محمدی کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ کہا گیا کہ احسان اللہ چودھری کے مقدمے کے فیصلہ نے قانون محمدی کی جگہ انگریزی قانون کو دے دی واضح طور پر خالصتاً مسلمان کی املاک کے بندوبست پر قانون محمدی کا ہی اطلاق ہونا چاہیے۔

فل بنچ کے فیصلے کے اعلان کے بعد ہند میں مسلمانوں نے اس موضوع پر کافی بحث مباحثہ کیا اور مجھے اس واقعہ پر کافی تعجب ہوا کہ جس مسلمان نے بھی اس موضوع پر مجھ سے بات کی اس نے مسٹر جسٹس امیر علی کی رائے سے اتفاق کیا اور وکلاء اور عام آدمیوں دونوں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ وقف کے بارے میں مسلمانوں کا جو تصور ہے اس کی نوعیت وہی ہے جو اس فیصلے میں بیان کی گئی ہے۔ تقریباً اسی زمانے میں اس موضوع پر ایک صاحب سے گفتگو ہوئی جو اس وقت تو حکومت ہند کے ایک اہم عہدے پر متمکن تھے لیکن جنہوں نے سرکاری حیثیت میں برسہا برس اسلامی ممالک میں گذارے تھے انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ فل بنچ کی اکثریت نے جو فیصلہ دیا ہے وہ قانون محمدی کے مطابق نہیں ہے اور یہ کہ یہ بات ان کے علم میں ہے کہ ترکیہ اور مصر دونوں ملکوں میں اراضی کا بہت بڑا رقبہ وقف کی

شکل میں خاندانی تحویل میں ہے اور یہ وقف بالکل اسی طرح تشکیل دیئے گئے جس طرح مسٹر جسٹس امیر علی انہیں قانون محمدی کے تحت جائز قرار دیتے ہیں۔ چونکہ یہ معاملہ مجھے کافی اہم نظر آیا میں نے سوچا کہ یہ مناسب ہو گا کہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ اسلامی ملکوں کے مسلمان جج اس وقت اس قانون کا کیا مفہوم لیتے ہیں اور اس پر کس طرح عمل درآمد کرتے ہیں۔ مجھے نہایت آسانی سے کتابوں کے دو فرانسیسی تراجم دستیاب ہو گئے جن میں اس سارے موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی اور ان میں اس امر کی بھی نشاندہی کی گئی تھی کہ ترکیہ' عرب اور مصر میں اس ادارے کو کس طرح سمجھا جاتا ہے۔

یہاں میں ایک لمحے کے لئے رک کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک زمانے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وقف علی الاولاد پر اسلامی قانون کا اطلاق نہیں ہوتا اور یہ کہ اس پر اس انگریزی قانون کا اطلاق ہونا چاہئے جو ہمیشگی کے خلاف ہے۔ اس تصور کو جسکی طرف پچھلے فیصلوں میں اشارہ کیا گیا تھا لارڈ ہوب ہاؤس نے مشہور زمانہ مقدمے' ۲۲ انڈین اپیلز صفحہ ۷۶ میں ان واضح ترین الفاظ میں بالکل کالعدم قرار دیدیا۔

واضح طور پر املاک کے اسلامی بندوبست پر قانون محمدی کا ہی اطلاق ہونا چاہیے۔

پھر وہ تراجم پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا جناب والا! آپ دیکھیں گے کہ اس وقت پریوی کونسل کے فیصلے کے تحت مسلمانوں کے لئے ایک لاینحل مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے۔ دوسرے ممالک میں جیسے ترکیہ' عرب اور مصر میں اور میں باور کرتا ہوں' اگرچہ مجھے مکمل یقین تو نہیں' لیکن میں باور کرتا ہوں کہ ہند کی دیسی ریاستوں میں مثلاً" نظام کی قلمرو میں اور دیگر ریاستوں میں بھی اس نوعیت کے معاملات میں صحیح قانون محمدی کا ہی اطلاق ہوتا ہے۔ پھر' اگر ایسا ہے اور اب تک ہمارا یہ موقف صحیح ہے کہ پریوی کونسل نے ہمارے قانون کی جو صراحت کی ہے وہ درست نہیں ہے تو جناب والا! پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمیں اس صورت حال سے دوچار رہنے دیا جائے جو میں نے ابھی بیان کی ہے اور مسلمان کو اس کے اس اختیار اور حق سے محروم رکھا جائے جو دوسروں کو کسی نہ کسی نظام قانون کے تحت ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ اپنے خاندان

اور بچوں کے لئے مناسب بندوبست کردے ؟ آیئے اس فیصلے کے تحت ایک طرف وہ اختیار تو سلب کر لیا دوسری طرف اسلامی قانون کے تحت ایسا کوئی متبادل اختیار موجود نہیں ہے جس کے ذریعے وہ اس دشواری کو عبور کر سکے لہٰذا اگر میں اس بات کو اس طرح سے کہہ سکوں کہ آپ نے جس اسلامی، قانون کے ایک اہم عضو کو تو کاٹ دیا لیکن اسکی جگہ آپ نے مطلق کچھ نہیں لگایا۔ لہٰذا جناب والا! جیسا کہ میں نے کہا' سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑ دیا جائیگا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ہم سب جانتے ہیں کہ وقف کا ادارہ کلیتاً" مذہبی زندگی' معاشرتی زندگی اور فرقے کے اقتصادی زندگی کے بنیادی اصولوں کے ساتھ منسلک ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا۔ اور ہے۔ کہ مسلمان خاندان درہم برہم ہوجائینگے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قانون محمدی کے تحت جائیداد کے قانون میں انقلاب برپا ہو جائیگا۔ اس مرحلے پر میں متذکرہ بالا عرضداشت سے ایک اور اقتباس پیش کرونگا۔ اس عرضداشت میں کہا گیا ہے :-

> مسلمان فرقہ ایک طویل عرصے سے یہ محسوس کر رہا ہے کہ پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کے بعض فیصلوں کی وجہ سے جو اپنوں ہندوستان عدالتوں کے مسلمانوں کی املاک کے تصفیہ کے سلسلہ میں فیصلوں کے خلاف اپیل کے ضمن میں کئے ایک ایسا ادارہ شکست و ایخت سے دوچار ہے جس کی اساس اعلیٰ ترین مذہبی اور معاشرتی اقدار پر استوار تھی اور جس نے ماضی میں بہت سے مسلمان خاندانوں کو افلاس کی زد سے بچایا تھا جبکہ نیک مسلمانوں کو وہ عمل کرنے میں مدد دی تھی جسے وہ عظیم مذہبی عمل سے تعبیر کرتے ہیں۔

"اس نکتہ پر میں کونسل کی توجہ ایک عظیم روسی پروفیسر کے قول کی جانب مبذول کرانا چاہونگا جو اس نظام کی توثیق کرتے ہیں جو ایک انگریزی قانون دان کی' جس کی تربیت انگریزی قانون کے اصولوں کے مطابق ہوئی ہو' دانست میں مختلف وجوہات کی بنا

پر انگریزی فلسفہ قانون کے نقطہ نظر سے باطل نظر آیگا۔ لیکن ہمیں ہر فلسفہ قانون کو الگ الگ دیکھنا ہوگا۔ روسی پروفیسر کی جس نے اس مسئلہ کا، ایسا معلوم ہوتا ہے، گہری توجہ سے مطالعہ کیا، رائے یہ ہے۔

"یہ ان اقتصادی مسائل کا نہایت معقول اور خوشگوار حل ہے
جن کی وجہ سے وہ والدین پریشان تھے جنہیں اپنے ورثاء کا
مستقبل عزیز تھا۔"

لہٰذا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اقتصادی اصولوں کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہترین حل ہے جو ممکنہ طور پر آپ کو میسر آسکتا ہے پس جناب والا! جب یہ صورت حال ہو تو ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ ہم حکومت سے اپیل کریں اور آج میں اپنی حکومت سے اپیل کرتا ہوں اور جناب والا! میں آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ حکومت ہند کو اس مسودہ قانون کی پوری حمایت کرنی چاہئے اس مسودہ قانون کا مقصد کوئی نیا قانون یا نیا اصول منضبط کرنا نہیں ہے۔ اس مسودہ قانون کا مقصد اسلامی قانون کو از سر نو پیش کرنا ہے جو پریوی کونسل کے فیصلوں کے باعث درہم برہم ہوگیا ہے۔ یہ ارادہ بھی نہیں کہ وقف کے عام قانون کی صراحت کی جائے جس پر یقیناً" قانون محمدی کا اطلاق ہونا چاہئے۔

اب مسودہ قانون کی دفعات کی طرف آتے ہوئے۔ آپ دیکھیں گے کہ مسودہ قانون کا پہلا جزو تمہید اور وضاحتوں کے سوا کچھ نہیں ہے دفعہ ۳ جو مسودہ قانون کا نہایت اہم جزو ہے یہ کہتی ہے :۔

۳۔ اس قانون کے مندرجات کے تحت کوئی بھی شخص جو اسلام کا "پیروکار ہو" نابالغ اور فاترالعقل نہ ہو منجملہ دیگراں حسب ذیل مقاصد کے لئے وقف قائم کر سکتا ہے۔

(ا) اپنے خاندان، اپنے بچوں اور ورثاء کی دیکھ بھال اور گزر بسر کے لئے کلیتاً" یا جزوی طور پر اور

(ب) جب واقف حنفی مسلمان ہو تو اپنی زندگی کے دوران اپنی گزر بسر اور دیکھ بھال یا وقف شدہ املاک کرایہ اور منافع سے اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لئے

لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں ہمیشہ یہ تصور کیا جائیگا کہ (یہ اوقاف) مختص ہیں غریبوں کے لئے یا مستقل نوعیت کے دیگر مذہبی' نیک یا خیراتی مقاصد کے لئے۔"

اب ہماری معروضات یہ ہیں کہ یہ قانون محمدی کے اعادے کے سوا کچھ نہیں۔

پھر دفعہ ۴ ایسی دفعہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ایک تحریر ہونی چاہئے۔ اس تحریر پر دستخط ثبت کئے جائیں جنکی تصدیق دو یا دو سے زیادہ گواہ کریں اور اسکا اندراج (رجسٹر) ہو۔ یہ دفعہ جو صرف تفصیل کا معاملہ ہے اور اصول کا معاملہ نہیں ہے' محض ایک دستاویز کو مستند شکل دینے کے لئے ہے اور مندرجہ ذیل دفعات شبول دفعہ ۴ یعنی دفعات ۵ اور ٦ -- اندراج (رجسٹریشن) کے بارے میں ان جملہ اہتمامات کا مقصد قرض خواہوں کے ساتھ فریب دہی کو روکنا ہے کیونکہ یہ بھی ایک نکتہ تھا منجملہ دیگر نکات کے جن پر نہ صرف ہند کی ہائی کورٹوں نے بلکہ پریوی کونسل نے بھی زور دیا کہ موجودہ صورت حال نے قرض خواہوں کے ساتھ فریب کاریوں کا وسیع دروا کیا اور سہولت بہم پہنچائی۔

"اس سے عموماً املاک کی قدرو قیمت میں کمی واقع ہوگی اور اس لئے یہ بات مالک اور ان لوگوں کے مفاد میں ہوگی جنکے نام املاک منتقل کی جائینگی کہ حق ملکیت کو واضح' ٹھیک ٹھاک اور نمایاں رکھنے کے لئے جملہ تحفظات کا اہتمام کردیا جائے

" تبدیل شدہ حالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور تہذیب کی ترقی اور ارتقا کی وجہ سے اس شکایت میں بہت وزن ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اپنے بچوں اورانکے بچوں وغیرہ وغیرہ کے لئے وقف قائم کرتا ہے اور حتمی طور پر اسے خیراتی حد میں جانا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقف کا اندراج نہ ہو۔ یہ ایک وصیت ہو سکتی ہے' یہ ایک مصدقہ دستاویز ہو سکتی ہے۔ یہ دستاویز ورثاء کی درازوں میں رکھی رہے اور یہ سمجھیں کہ انہیں رکھنے کے لئے اس جائیداد کا الگ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ پس جہاں تک ان کا تعلق ہے شاید اس دستاویز کو کسی خفیہ دراز میں محفوظ رکھنا انکے مفاد میں ہو۔ اگلی نسل اس پر اعتراض کرے اور کہے کہ سابقہ نسل کا مفاد صرف انکی زندگی کے دورانیہ کے لئے تھا اور انہیں صرف اس سے آمدنی حاصل کرنے کا استحقاق تھا

اور اسے رہن رکھنا نادرست تھا۔ قرض خواہ جن سے اس وقت رقم ادا کی تھی ایک زبردست الجھن میں مبتلا ہو جائیگا اور قرض خواہوں کے ساتھ اس طرح کی فریب کاری کے سدباب کے لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ دستاویز کا اندراج کیا جانا چاہئے پھر تو ساری دنیا کو اس کا علم ہو جائیگا کیونکہ اندراج نوٹس ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص وہ حق ملکیت حاصل کرتا ہے تو اپنی ہی ذمہ داری پر کرتا ہے۔ دفعہ ۱۰ جس کا تعلق صرف مصدقہ اوقاف سے ہے کسی طور بھی قانون محمدی کو تبدیل نہیں کرتا یہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اگر آپ مصدقہ دستاویز یا وصیت کے ذریعہ وقف قائم کرنا چاہتے ہیں تو اسکا اندراج ہونا چاہئے یہ بھی قرض خواہوں کے ساتھ فریب کاری کے سدباب کے لئے ہے۔ دفعہ ۱۱ کا مقصد ان مذکورہ اشخاص کو ایک خاص مدت کے دوران وصیت کا اندراج کرانے کا اختیار دینا ہے جنکا وصیت میں تذکرہ ہو۔

"لہٰذا جناب والا! کونسل یہ دیکھے گی کہ اس مسودہ قانون کا مقصد قانون سازی یا قانون ملکیت یا وقف کی عمومی وضاحت نہیں ہے جس پر قانون محمدی کا اطلاق ہونا چاہئے۔ یہ کسی طرح سے بھی قانون محمدی کے خلاف نہیں جاتا' بلکہ اسکے برخلاف' اس مسودہ قانون کی اہم غرض اور واحد مقصد اسلامی قانون کا اسکے متن سے ہم آہنگی کے ساتھ اور مسلمان فرقے کی خواہشات اور شدید احساسات کے مطابق اعادہ کرنا ہے جو احساسات پریوی کونسل کے فیصلوں کے زبردست نتائج و عواقب کے پیش نظر بالکل جائز ہیں لہٰذا میں کونسل سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس مسودہ قانون کو پیش کرنے کی اجازت دے دے۔ یہ مسودہ قانون ملک کے سامنے ہوگا اور اس وقت ہم یہ دیکھ سکیں گے کہ کیا اس کے خلاف کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے اور میں نہایت جرات سے یہ کہتا کہ مسودہ قانون کی تفصلات سے متعلق متعدد تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں۔ بلاشبہ ان سب پر دیگر مراحل میں پورا غور و خوض کیا جائیگا جب ہم ان مرحلوں میں پہنچیں گے۔ لہٰذا میں کونسل سے کہتا ہوں اور حکومت سے کہتا ہوں کہ وہ اس مسودہ قانون کی حمایت کرے اور مجھے اس مسودہ قانون کو پیش کرنے کی اجازت عطا کرے۔"

ابتدائی تعلیم کا مسودہ قانون

امپیریل لیجس لیٹو کونسل میں تقریر

۱۹ر مارچ ۱۹۱۲ء

"۱۹ مارچ ۱۹۱۲ء کو مسٹر جی ۔ کے ۔ گوکھلے نے امپیریل لیجس لیٹو کونسل میں تجویز پیش کی کہ ابتدائی تعلیم کی توسیع کے بہتر اہتمام کے بارے میں مسودہ قانون کو مجلس منتخبہ کے حوالے کر دیا جائے انریبل مسٹر ایم ۔ اے جناح نے مسٹر گوکھلے کے مسودہ قانون کی پر زور حمایت کی اور اس پر کونسل کے اراکین کے اعتراضات کو نمٹایا"

"جناب والا! میں نہیں سمجھتا کہ اس کونسل میں کوئی بھی اس اقدام کی زبردست اہمیت سے انکار کر سکتا ہے۔ اس کونسل میں اکثر و بیشتر یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک حکومت کسی قرارداد یا کسی قانون کو قبول کر لینے پر آمادہ نہ ہو وہ اس کونسل میں منظور نہیں ہو سکتا۔ اب میں اس معاملے میں کسی طور پر بھی حکومت کو طعنہ دینا نہیں چاہتا

یہ کونسل۔۔ جیسی کہ اب اسکی تشکیل کی گئی ہے۔ ہمیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ ہم اس کونسل میں حکومت کو شکست دے کر سرکاری اراکین کو غیر سرکاری اراکین سے تبدیل کر کے سرکاری بنچوں پر اس ملک کے لوگوں کو بٹھا دیں اب کونسل کی جو بھی ہیئت اور ساخت ہے یہ بخوبی سمجھا جاتا ہے کہ کونسل سے یہ کہنا بالکل ناممکن ہے کہ وہ کسی بھی قرارداد یا قانون پر اپنے ضمیر کے مطابق رائے دے۔ لیکن غیر سرکاری ارکان کا۔ جو ایک اقلیت میں واحد عمل یہ رہ گیا ہے کہ وہ جملہ مسائل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں جب یہاں میرا کام صرف اتنا ہی رہ گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس نوعیت کے ایک اہم قانون کے بارے میں مجھے اپنی خاموش رائے نہیں دینی چاہیئے بلکہ مجھے اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیئے اور مجھے اس مسودہ قانون کی حمایت میں اپنے دلائل پیش کرنا چاہیئے مجھے اس بات کا بہت دکھ ہے کہ میرے کچھ ہم وطن اس مسودہ قانون کے خلاف ہیں پس جناب والا! یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ اس طرح کا اختلاف رائے ہو۔ میں اس کونسل کو ایک بات کا یقین دلا سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرے لوگوں کی عظیم اور بھاری اکثریت میرے ساتھ ہے۔ گذشتہ روز جب میں شادی کے متعلق مسودہ قانون پر گفتگو کر رہا تھا تو میں نے نہایت صاف گوئی کے ساتھ اور کھلم کھلا یہ اعتراف کیا تھا کہ میں ایک اقلیت کی حمایت کر رہا ہوں اور میرے لوگوں کی اکثریت اس قانون کے خلاف ہے لیکن میرا باطنی تیقن اس قانون کے حق میں تھا اور میں نے یہ محسوس کیا کہ اس تجویز کی حمایت کرنا میرا فرض ہے اسی جذبے کے تحت میں ان لوگوں سے کہتا ہوں جو اس مسودہ قانون کے خلاف ہیں میری اس بات کو تسلیم کریں کہ میرے ہم وطنوں کی عظیم اکثریت۔ ہندو اور مسلمان، اس مسودہ قانون کے حق میں ہے اور اس کی حمایت کرتی ہے۔ جب یہ صورت ہو تو جناب والا! مجھے دہرا اطمینان ہے نہ صرف یہ کہ میرا باطنی تیقن اس مسودہ قانون کے حق میں ہے جو ہمیشہ میری اولین اور مقدم ترین وجہ ہوگی۔ میرے لئے کسی قانون کی مخالفت یا حمایت کرنے کی لیکن مجھے ایک اضافی مسرت بھی حاصل ہے کہ میرے ہم وطنوں ان کی اکثریت کی رائے بھی اسکے حق میں ہے۔ جناب والا!

اس مسودہ قانون کے حسن و قبح کے بارے میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے آنریبل مسٹر گوکھلے نے۔ جنہیں میں اگر اجازت ہو تو' ہدیہ تبریک پیش کروں کہ انہوں نے اس لیاقت اور ماہرانہ طریقے سے اس مسئلہ سے نمٹا اور ملک کی خدمات سرانجام دیں اور میں یہی دعا کرتا ہوں کہ ہند کو ان کی طرح کے اور بہت سے فرزند عطا ہوں۔ واضح طریقے سے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس مسودہ قانون کا بنیادی اصول یہ ہے کہ منتخب علاقوں میں جبریت کو رواج دیا جائے۔ اس کا حکومت کے پاس کیا جواب ہے؟ آنریبل سرہارکورٹ بٹلر' ان کا جواب میرے لئے بہت خوش کن نہیں تھا۔ یہ بہت ناخوش کن بھی نہیں تھا' وہ تھا۔ میں کہونگا کچھ بین بین آنریبل سرہار کورٹ بٹلر نے کہا کہ جہاں تک مقصد کا تعلق ہے جو ہمارے پیش نظر ہے ہم متفق ہیں لیکن ہم صرف اسکے حصول کے طریقوں اور راہوں پر اختلاف کرتے ہیں اور آنریبل سرہار کورٹ بٹلر نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے نزدیک دشمن جہالت کو ختم کرنے کے' جو ہم سب کی خواہش ہے' بہترین طریقے اور راستے ہونگے توسیع' بتدریج توسیع جسکی رفتار اس سے قدرے تیز تر ہو جس پر ہم گذشتہ ڈیڑھ سو برس سے گامزن ہیں یعنی رضاکارانہ نظام کے اصول کی بتدریج توسیع۔ پس جناب والا! لہذا اصل مسئلہ۔ اور میری خواہش ہے کہ میں کونسل کی توجہ اصل مسائل کی جانب مبذول کراؤں میں انفرادی طور پر کونسل کے اراکین سے نمٹنا نہیں چاہتا۔ آج اس کونسل کے سامنے یہ ہے کہ حکومت جو طریقہ تجویز کرتی ہے کیا وہ بہترین طریقہ ہے کیا یہ مناسب طریقہ ہے یا نہیں؟ اب جناب والا! میرا جواب یہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر انصاف سے کام لیا جائے تو اس کونسل میں یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے اور یہ امر اس کونسل سے باہر بالکل منصفانہ طریقے سے تسلیم کیا جا چکا ہے کہ برطانوی حکمرانی کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس ملک میں ابتدائی تعلیم کو نظرانداز کیا گیا ہم ۱۵۰ برس سے برطانوی حکومت کے زیر نگیں ہیں۔ اور جناب والا! آنریبل مسٹر گوکھلے نے اس کونسل کے سامنے جو اعدادوشمار ایک سے زیادہ بار پیش کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ملک میں ابتدائی تعلیم کا حال احوال کیسا ہے اور اسکی

صورت کیا ہے ہم اس نظام یعنی رضاکارانہ نظام کی توسیع کا اصول گذشتہ پچاس ساٹھ برس نہایت سنجیدگی سے چلا رہے ہیں اور ہمیں اسکے نتیجے کا علم ہے۔ ایک لفظ میں یا ایک جملے میں میں کہنا چاہوں تو آپ سست رفتاری کے ساتھ دکھی چال چل رہے ہیں اور اس سست رفتار دکھی پر ہی ہمیں اعتراض ہے اس طریقے سے آپ نے حتمی طور پر ظاہر کیا ہے اور آنریبل مسٹر گوکھلے نے بھی اعداد و شمار کے ذریعہ یہ قطعی طور پر ثابت کیا کہ اسکول جانے کی عمر کے تمام بچوں کو اسکول بھیجنے کے لئے ۱۷۵ برس درکار ہونگے میں نہیں چاہتا کہ مجھے ایک لمحے کے لئے بھی یہاں غلط سمجھا جائے میں حکومت کی مساعی کو گھٹانا نہیں چاہتا۔ میں پورے طور پر یہ تسلیم کرتا ہوں کہ گذشتہ چند برسوں میں ممبر ، تعلیم نے جو وہاں پورا قلمدان سنبھالے بیٹھے ہیں ہم میں سے بہت سوں کی توقع سے پہلے اس کونسل میں یہ خوش گوار صورت حال پیدا کردی۔ میں اس بات سے اختلاف نہیں کرتا' جناب والا! کہ کوششیں کی گئیں۔ دہلی دربار میں ہمارے فرمانروا شہنشاہ کا ابتدائی تعلیم کے لئے پچاس لاکھ روپے کے عطیئے کا اعلان نہایت خوش آ-ئند تھا۔ اگر میں نہایت ادب کے ساتھ یہ کہہ سکوں یہ جو تیز رفتار طریقے حال ہی میں اختیار کئے گئے وہ بھی بیشتر اس مہمیز کا نتیجہ تھا جو غیر سرکاری تنقید نے لگائی اور اس کا سہرا آنریبل مسٹر گوکھلے کے سر بندھتا ہے لیکن ایک بار اس قانون کو مسترد کر دیا گیا اور ایک بار پھر ہمیں رضاکارانہ نظام کے اصول کے حوالے کر دیا گیا تو مجھے اس باب میں تو شبہ نہیں کہ حکومت اپنی سی تو پوری کرے گی لیکن اس میں وہ بات نہ ہو گی جو اس ملک میں لازمی نظام کو اپنانے سے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا میں کہتا ہوں جناب والا! کہ مسئلہ یہ ہے ہم مطمئن نہیں ہیں کہ آپ جو طریقے اور راستے تجویز کرتے ہیں وہ بہترین ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ترقی کی رفتار بے حد سست ہو گی اور ہمیں یقین ہے کہ عوام کا مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہو گا جب تک کہ اس ملک میں جبر کا اصول رائج نہیں کیا جائے گا۔ کسی ملک میں بھی جبر کے بغیر ابتدائی تعلیم ہمہ گیر نہیں ہو سکی لیکن آنریبل سرہارکورٹ بٹلر کا جواب ہے ابھی وقت نہیں آیا۔ (بے شک وہ اس کی نشاندہی نہیں کرتے کہ وقت کب آئے گا۔ اسے انہوں نے پردہ راز

میں رہنے دیا جس کے لئے وہ زبردست ستائش کے مستحق ہیں) وہ کہتے ہیں اول تو آپ ہند کا دنیا کے دیگر ممالک کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہند کے حالات بعض صورتوں میں دنیا کے دیگر ممالک کے حالات سے مختلف ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آنریبل سرہارکورٹ بٹلر بھی یہ تو مانیں گے کہ ہند کے لوگ بھی' اگر میں یہ کہوں' اسی صنف سے تعلق رکھتے ہیں یعنی بنی نوع انسان۔ اس صورت میں' میں سمجھتا ہوں کہ ہم دنیا کی جملہ اقوام اور تمام ممالک سے مشابہت رکھتے ہیں اور اگر ہند کے حالات مختلف ہیں جنہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ کسی حد تک ہیں۔ یقیناً" یہیں تو ایک مدبر آتا ہے۔ یہیں تو ایک سیاستدان آتا ہے یہ اس کا کام ہے کہ وہ ان مخصوص حالات کا مقابلہ کرے اور وہ تحفظات فراہم کرے جو ضروری ہیں۔ یہ کہنے کا کہ ہند مختلف ہے کوئی فائدہ نہیں۔ ہند میں متعدد زبانیں ہیں۔ کئی ایک ذاتیں ہیں اور کئی عقیدے ہیں۔ اس کا کئی ذاتوں' مذاہب اور عقائد سے کیا تعلق ہے؟

بلاشبہ ہمیں ان حالات پر غور کرنا ہو گا اور ان کا انتظام کرنا ہو گا اور میں مدبر سے اپیل کرتا ہوں۔ پھر آنریبل سرہارکورٹ نے کچھ اعداد و شمار دیئے۔ میں انگلستان یا جزائر فلپائن سے بحث نہیں کر رہا ہوں۔ انہوں نے سیلون' بڑودہ اور دیگر مقامات کے معاملات پر گفتگو کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ سرہارکورٹ بٹلر نے جو اعداد و شمار پیش کئے وہ کلیتا" درست نہیں ہیں لیکن چونکہ آنریبل مسٹر گوکھلے اعداد و شمار اور ہندسوں کے ماہر ہیں میں اس معاملے کو ان پر چھوڑتا ہوں کہ جب وہ آنریبل سرہارکورٹ بٹلر سے نمٹنے کے مرحلے پر پہنچیں گے تو وہ جواب دے دیں گے۔ میں اتنا کہتا ہوں کہ اعداد و شمار' جیسا کہ میں سمجھتا ہوں' درست نہیں ہیں۔ پھر جناب والا! اگلا نکتہ جو سرہارکورٹ بٹلر نے اٹھایا یہ تھا کہ مدراس کے لئے کافی عمارتیں اور شافی اساتذہ نہیں ہیں۔ پس جناب والا! میں گذارش کروں گا کہ اس دلیل میں زیادہ زور نہیں ہے۔ دلیل میں اصل وزن یہ ہے کہ آپ کے پاس پیسے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کے پاس پیسے ہیں تو آپ کو اساتذہ مل جائیں گے اگر آپ کے پاس پیسے ہیں تو آپ کو مدارس کے لئے عمارتیں مل جائیں گی۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ آپ کے پاس پیسے ہیں یا نہیں۔ لہٰذا

جناب والا! اگر میں اس حد تک درست ہوں کہ آپ کا طریقہ یعنی رضاکارانہ نظام کی تدریجی توسیع اچھا نہیں ہے۔ حسب، دلخواہ نتائج نہیں دیتا اور نہیں دے گا' ملک کی ترقی کے لئے زیادہ ہی ست رو ہے اور اگر ہمارا طریقہ درست ہے یعنی منتخب علاقوں میں نظام جبر' پھر ایک بار جب آپ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ہم درست ہیں تو فی الفور دوسرا سوال ہمارے سامنے آ جاتا ہے پیسے کہاں ہیں اور ہم یہ کام کیسے کریں گے۔ سرہارکورٹ بٹلر کے استدلال کے احترام کے باوصف جناب والا! میں اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا کہ آپ کو نہ اساتذہ مل سکتے ہیں اور نہ مدارس کے لئے عمارتیں اگر آپ کے پاس پیسے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کو مل جائیں گے۔ فی الحقیقت تھوڑی سی یا بغیر کسی مشکل کے ساتھ' صرف آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی ناقابل عبور دشواری نہیں ہے۔ لہذا جناب والا! اگلا سوال جس کا میں جواب دینا چاہتا ہوں وہ سوال ہے سرمائے کا۔ اب جناب والا! یہ بہت ہی پرانی کہانی ہے کہ آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے اور میں جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے پیسہ حاصل کیجئے' پیسے حاصل کیجئے' پیسہ حاصل کیجئے' میں صدر سے اپیل کرتا ہوں پیسہ حاصل کیجئے میں اپیل کرتا ہوں صدر سے صدر کی حیثیت سے نہیں بلکہ وزیر خزانہ کی حیثیت سے میں کہتا ہوں کہ پیسہ حاصل کیجئے اگر آپ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس کافی پیسہ نہیں ہے' کھوج لگائیے اور محاصل کے نئے ذرائع استعمال کیجئے۔ لیکن جناب والا! اس مسودہ قانون کا تقاضا کیا ہے؟ اس سے قبل کہ میں پیسہ حاصل کرنے کے وسیع تر سوال سے بحث کروں اس مسودہ قانون کا تقاضا کیا ہے؟ جہاں تک میں سمجھتا ہوں' اس مسودہ قانون کی احتیاج یہ ہے۔ اول تو آپ کو پوری کرنی ہو گی وہ جسے میں کہتا ہوں شرط نظیر اور شرط نظیر ہے کہ تاوقتیکہ کسی مخصوص علاقے میں اسکول جانے کی' عمر کے ۳۳ فیصد بچے یا وہ تعداد جو بعدازاں قواعد و ضوابط میں متعین کی جائے گی جنہیں اس مسودہ قانون کے تحت گورنر جنرل بشمول کونسل منضبط کریں گے۔۔۔ لیکن میں آنریبل مسٹر گوکھلے کی مقرر کردہ تعداد ۳۳ فیصد ہی لیتا ہوں۔۔۔ اولاً" تاوقتیکہ آپ کے پاس اسکول جانے کی عمر کے ۳۳ فی صد بچے اسکولوں میں موجود نہ ہو کوئی مقامی ادارہ اس

کی توسیع کا اطلاق یا اس مسودہ قانون کی دفعات کا نفاذ اس مخصوص علاقے میں نہ کر سکے گا۔ اب جناب والا! جیسا کہ آنریبل مسٹر گوکھلے نے کہا کہ اس سے شاہی خزانہ پر لگ بھگ تین کروڑ روپے کا بار پڑے گا مجموعی اخراجات کا اندازہ ساڑھے چار کروڑ روپے ہے۔ ایک تہائی کی ادائیگی مقامی اداروں کے ذمہ ہو گی کیونکہ صرف اسی شرط کے تحت وہ اس مخصوص علاقے میں اس مسودہ قانون کا نفاذ کرا سکیں گے۔ اس کے برخلاف آنریبل سرہارکورٹ بٹلر کہتے ہیں یہ (رقم) دوگنا ہو گی۔ انہوں نے اس ضمن میں نہ کوئی دلیل ہمارے سامنے پیش نہیں کی نہ اعداد و شمار۔ بس محض یہ بیان کر دیا کہ یہ دوگنا ہو گی۔ آنریبل مسٹر گوکھلے نے جو رقم بتائی اس کے ذیل میں دلائل بھی دیئے اور اعداد و شمار بھی اور لہٰذا بصد احترام میں یہ کہوں گا کہ میں محض بیانات پر دلائل کو ترجیح دیتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ جب تک کہ مجھے اس کے خلاف پیش نہ ہو جائے جو مجھے نہیں ہے تو میں آنریبل مسٹر گوکھلے کی رقم۔۔۔ تین کروڑ روپیہ۔۔۔ کو ہی درست تصور کروں گا۔ اب جناب والا! میں دریافت کرتا ہوں کہ شاہی خزانے سے تین کروڑ روپے کی رقم نکلوانا کوئی ایسی ناقابل عبور دشواری ہے۔ کیا یہ ہند جیسے ملک کے لئے جس میں ۳ سو ملین نفوس آباد ہوں کوئی ایسا بہت زبردست کام ہے؟ میں کہتا ہوں' جناب والا! کہ اس دلیل میں کچھ نہیں ہے۔ میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں میں کہتا ہوں سرمایہ اکٹھا کیجئے اور اگر ضروری ہو تو لوگوں پر ٹیکس لگا دیجئے' لیکن مجھ سے کہا جائے گا کہ ہمیں بہت غیر مقبولیت کا سامنا کرنا پڑے گا اور مجھ سے کہا جائے گا کہ ہم یہ سب کچھ کیوں کریں۔ میرا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ سب کچھ اس ملک کے عوام کی بہتری کے لئے کرنا چاہیے جن کی جانب سے آپ پر کسی اور کے مقابلے میں زیادہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے میرا جواب یہ ہے کہ آپ کو اس الزام کو دور کر دینا چاہیے جو بجا طور پر برطانوی حکومت کے خلاف لگایا جاتا ہے یعنی ابتدائی تعلیم کو نظرانداز کرنا۔ میرا جواب ہے کہ یہ ہر مہذب حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام کو تعلیم دے اور اگر آپ کو غیر مقبولیت کا سامنا کرنا پڑے اور اگر آپ کو کسی خطرے کا مقابلہ کرنا پڑے تو فرض کے نام پر اس کا ہمت سے مقابلہ کیجئے اور یہاں میں

اس کونسل میں بغیر کسی پس و پیش کے کہتا ہوں کہ میدان جنگ میں اس جدوجہد کے دوران تمام تعلیم یافتہ طبقہ آپ کے ساتھ ہو گا۔ لہٰذا خوف زدہ نہ ہوئیے اور ڈرانے والوں کی بات نہ سنئے جو کہتے ہیں کہ اگر آپ نے ابتدائی تعلیم کے کاز کی حمایت کی اور اس کے لئے لڑے تو آپ غیر مقبول ہو جائیں گے۔

اب سرہارکورٹ بٹلر کی تقریر کا اگلا نکتہ جس سے میں نمٹنا چاہوں گا یہ ہے' انہوں نے کہا کہ مقامی حکومتوں نے جنہوں نے اظہار رائے کیا ہے اور جن کے بارے میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے وہ ملک کے مقامی حالات سے باخبر ہوں گے کم و بیش ہر ایک نے اس مسودہ قانون کی مخالفت کی ہے۔ مقامی حکومتوں نے اس اقدام کی مخالفت میں متعدد وجوہ پیش کی ہیں۔ انہوں نے محض یہ کہا ہے کہ مقامی حکومتیں اس اقدام کے خلاف ہیں۔ انہوں نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ مقامی حکومتوں کے دلائل اور اعتراضات میں سے کون سے دلائل اور کون سے اعتراضات ان کے خیال میں زوردار اور وزنی ہیں۔ لیکن جناب والا! مجھے اس فائل کے مطالعہ کا موقع ملا ہے جس قدر بھی میرے لئے ممکن ہو سکا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مقامی حکومتوں نے' جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں' اس مسودہ قانون کی مخالفت کی ہے اول سیاسی خطرے کی بنیاد پر' اس میں عوام کا ایک چھوٹا سا غیر سرکاری حلقہ بھی شامل ہے جو اس مسودہ قانون کا مخالف ہے۔ دوم: ابتدائی تعلیم کی توسیع کا رضاکارانہ نظام بہتر ہے۔ سوم: بعض مقامات پر سماجی خطرے کی جانب بھی اشارہ کیا گیا اور چہارم: محصول لگانے اور لاگت کی بنا پر۔ لاگت کے اس سوال کو میں پہلے ہی نمٹا چکا ہوں اور میں مزید اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خزانہ کا قلمدان میری تحویل میں نہیں ہے اور میں سرکاری بنچ پر متمکن نہیں ہوں ورنہ میں اس اقدام پر اٹھنے والی لاگت کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کی غرض سے راہوں اور طریقوں کی جستجو میں مصروف ہو جاتا۔ میں نے اس مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کر لی ہے جو درحقیقت مسئلہ ہے یعنی رضاکارانہ نظام بہتر ہے یا جبری نظام بہتر ہے۔ اس لئے دو نکتے اور ہیں یعنی سیاسی خطرہ اور سماجی خطرہ۔ اب اس کونسل میں ایک دو ممبروں کے سوا کسی نے سماجی خطرے کی بات نہیں کی۔ میرے دوست آنریبل نواب

عبدالمجید نے کہا ہے کہ ہڑتالیں ہوں گی اور ہمارے درمیان اشتراکی آجائیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ آنریبل نواب مجید نے سیاسی خطرے کا عنصر داخل کیا ہے کہ اگر آپ نے تعلیم دی تو وہ شورشی بن جائیں گے۔ بس جناب والا! میں دیانت اور خلوص کے ساتھ حکومت سے اپیل کرتا ہوں کیا آپ فالواقع یہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم کے معنی سرکشی ہیں؟ میں کہتا ہوں' جناب والا! کہ حکومت کی بیباک اور آزادانہ تنقید یا حکومت کے قانوں کی ' مملکت کے ہر فرد کا فرض ہے۔ مگر میں آپ کو بتا دوں کہ اس ملک میں تعلیم یافتہ طبقوں سے بہتر آپ کے کوئی دوست نہیں میری مراد ہے حکومت کے دوستوں سے لیکن اگر مجھے یہ کہنے کی اجازت ہو کہ ہم برطانوی حکومت سے محبت کرتے ہیں لیکن ہم اپنے ملک سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ہم آگے آتے ہیں اور حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہم غلط ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ ہم کہتے ہیں کہ آپ غلط ہیں اس لئے آپ غلط ہیں۔ لیکن یقیناً" حکومت کے اعمال اور حکومت کے اقدامات کی بے باک اور آزادنہ تنقید سے بغاوت سرزد نہیں ہوتی۔ لہٰذا' جناب والا! میں کہتا ہوں کہ کیا آپ سنجیدگی کے ساتھ یہ استدلال کرسکتے ہیں کہ تعلیم کا مطلب ہے سرکشی؟ کیا آپ کی مراد یہ ہے کہ اگر آپ ایک لڑکے کو ذرا پڑھنا اور لکھنا سکھا دیں تو وہ ایک سیاسی شورشی بن جائے گا؟ کیا آپ متانت کے ساتھ اس کا یقین کر سکتے ہیں؟ تاہم اس کے برخلاف ہمیں تعلیم کی برکات کا علم ہے اور ہمیں یہ آگہی برطانوی حکومت سے ہی حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے یہ روشنی ہمیں دکھائی۔ وہ ہمیں اس سطح پر لے آئے کہ ہم اس کونسل میں کھڑے ہوسکتے ہیں اور اپنی قوم اور اپنے ملک کے معاملات پر بحث و تمحیص کر سکتے ہیں۔ میں دریافت کرتا ہوں جناب والا! کہ اگر ان کے پاس تعلیم نہ ہوتی تو آنریبل نواب مجید کہاں ہوتے؟ میں دریافت کرتا ہوں' جناب والا' کہ آنریبل محمد شفیع کہاں ہوتے (میں دیکھتا ہوں کہ وہ یہاں نہیں ہیں) اگر وہ تعلیم سے بے بہرہ ہوتے؟ لہٰذا' جناب والا! ان برکات سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو تعلیم اس ملک میں لاتی ہے۔ پھر یہ کہا جاتا ہے اوہو لیکن لوگ تو اپنے جاموں سے باہر نکل جائیں گے'۔ اگر میں یہ جملہ

استعمال کر سکوں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے پیشے اختیار نہیں کریں گے' وہ زیادہ حقوق کا مطالبہ کریں گے۔ ہڑتالیں ہوں گی۔ وہ اشتراکی بن جائیں گے'۔ پس' جناب والا! کیا آپ صرف اس خوف سے کہ وہ زیادہ حقوق مانگیں گے۔ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو اپنے جوتے تلے دبا کر رکھنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انہیں جہالت کی تاریکی میں رکھنا چاہتے ہیں کہ مبادا وہ آپ کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوں اور کہیں کہ ہمارے بھی کچھ حقوق ہیں اور وہ آپ کو ہمیں دے دینے چاہئیں۔ کیا یہ انسانیت کا احساس ہے؟ کیا یہ انسانیت کی روح ہے؟ میں کہتا ہوں' جناب والا! کہ یہ زمینداروں اور وڈیروں کا فرض ہے کہ وہ کچھ کم خود غرض ہوں۔ میں کہتا ہوں' جناب والا! کہ یہ تعلیم یافتہ طبقے کا فرض ہے کہ وہ قدرے کم خود غرضی شعار کریں۔ وہ بلند وبالا چبوتروں پر ہی فروکش نہ رہیں انہیں اپنے لوگوں سے ملنے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے۔ ورنہ انہیں تیار رہنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے فرائض بجا طور پر انجام نہیں دیتے تو انہیں ان کے چبوتروں سے نیچے اتار لیا جائے میں کہتا ہوں' جناب والا! کہ یہ ہر فرد کا بنیادی حق ہے کہ اگر اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو تو وہ کہہ سکے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ اس دلیل میں کچھ نہیں دھرا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ انگلستان میں اور دیگر ممالک کے بعض طبقوں میں یہ کہا جاتا ہو کہ ابتدائی تعلیم غلطی تھی۔ لیکن ایسا کن لوگوں کی طرف سے کیا جاتا ہے؟ ان کے جانب سے نہیں جو اس سے متمتع ہوئے بلکہ ان کی طرف سے جو خود غرضانہ مصالح سے متاثر ہوئے' کیونکہ انہوں نے ظلم سہا۔

یہ طبقہ ہے جو کہتا ہے کہ ہمہ گیر ابتدائی تعلیم کو رواج دینا ایک غلطی تھی۔

لہذا' جناب والا! میں کہتا ہوں کہ جہاں تک سماجی خطرے کا تعلق ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے میں کہتا ہوں جہاں تک سیاسی خطرے کا تعلق ہے ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ آپ کے زیادہ دوست ہوں گے۔ آپ کے زیادہ ذہین دوست ہوں گے جو آپ کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے اور اس طرح آپ کا کام نسبتاً" زیادہ آسان ہو جائے گا۔ آپ کے پاس غیر محتاط لوگ کم ہوں گے جو اس وقت جاہلوں پر اپنا تسلط رکھ سکتے ہیں

اور جو انہیں آپ کے خلاف اس وقت کھڑا کر سکتے ہیں جب کوئی کاز نہیں۔' جب کوئی وجہ نہیں خود اپنے مقصد کی خاطر۔ لہٰذا میں کہتا ہوں جناب والا! اور مجھے یہ کہنے میں مطلق ہچکچاہٹ نہیں کہ مجھے یقین ہے کہ آنریبل مسٹر گوکھلے کا طریقہ کار اس ملک کے مفاد میں بہترین ہے۔

صرف ایک ہی بات اور ہے جناب والا! اس سے قبل کہ میں اپنی تقریر کو ختم کروں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان باتوں کا تزکرہ واقعتاً" ضروری ہے لیکن ایک شخص اس بنا پر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ مبادا اسے غلط سمجھ لیا جائے۔ مسلمان فرقے کو موجودہ حالات میں اور بالخصوص بعض حلقوں میں' میں نہیں سمجھتا کہ کسی مسلمان کے لئے یہ کہنا از بس ضروری ہے کہ وہ اس کونسل کے اندر یا باہر ایسا کوئی کام نہیں کرے گا جو اس کے فرقے کے مفاد یا کاز پر امکانی طور پر اثر انداز ہو سکے۔

میں' جناب والا! اس تعلق میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں اگر اس مسودہ قانون کو مجلس منتخبہ کے حوالے کیا گیا' جیسی کہ میری خواہش ہے' اگر مجلس منتخبہ نے اس مسودہ قانون میں چند ایسی ضروریات کا اہتمام نہ کیا جو میرے نزدیک مسلمانوں کا تحفظ کر سکیں اور اگر یہ مسودہ قانون ان مقتضیات کے بغیر اس کونسل کے سامنے آگیا جو میرے خیال میں اس ملک کے لوگوں کے موجودہ حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے مفاد میں ضروری ہوں گے تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس مسودہ قانون کی اس وقت تک مخالفت کرتا رہے گا۔ جب تک ان تقاضوں کو اس مسودہ قانون میں سمو نہیں دیا جاتا۔ لیکن آج یہ سوال' یہ نکتہ اس کونسل کے سامنے نہیں ہے لہٰذا میں اتنا کہنے پر اکتفا کروں گا کہ اگر اس مسودہ قانون کو مجلس منتخبہ کے حوالے کیا جاتا ہے اور اگر اس مسودہ قانون میں ان ضروریات کا اہتمام نہیں ہے اور وہ ترامیم، اضافے موجود نہیں ہیں۔ جو میری دانست میں مسلمانوں کے مفاد میں بالکل جائز ہیں تو یقیناً" سب سے پہلے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اس مسودہ قانون کی موجودہ صورت، حال یہ کہ اسے مجلس منتخبہ کے حوالے کردیا جائے اور اس تجویز کی حمایت میں مجھے، کوئی تامل نہیں۔

مسودہ قانون برائے توثیق قانون مسلم اوقاف

امپیریل لیجس لیٹو کونسل میں تقریر

اپریل ۱۹۱۳ء

امپیریل لیجس لیٹو کونسل میں قانون مسلم اوقاف کی توثیق کے لئے مسودہ قانون پر مجلس منتخبہ کی رپورٹ برائے غور و خوض پیش کرتے ہوئے آنریبل مسٹر ایم۔اے۔جناح نے فرمایا

جناب والا! میں تجویز کرتا ہوں کہ اس مسودہ قانون کے بارے میں مجلس منتخبہ کی رپوٹ پر غور کیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں کے ان حقوق کا اعلان کرنا ہے جن کے تحت وہ اپنی املاک کا وقف کی شکل میں اپنے کنبوں' بچوں اور وارثوں کے لئے بندوبست کر سکیں۔

یہ تجویز پیش کرتے ہوئے' جناب والا! مجھے صرف چند نکات کو نمٹانا ہے اور جو کچھ مجھے کہنا ہے وہ ان اعتراضات کے بارے میں کہنا ہے جو مختلف صوبوں' بالخصوص ہائی کورٹ کے ججوں' ڈسٹرکٹ ججوں اور غیر مسلم رائے عامہ کی جانب سے کیئے گئے ہیں۔ ایک اعتراض جو اس مسودہ قانون کے خلاف کیا گیا ہے وہ عوام الناس کا سوال ہے۔ اس کا جواب' جناب والا! بہت آسان ہے اور جیسا کہ میں نے اس مسودہ قانون

کو پیش کرتے ہوئے اپنی تقریر میں وضاحت کی تھی کہ ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ قانون محمدی کا مسلمانوں پر اطلاق کر دیا جائے اور اس لئے عوامی حکمت عملی' جو اسلامی فقہ کے لئے اجنبی ہے' کا سوال اٹھانا میری دانست میں خارج از بحث سوال ہے اور جہاں تک اسلامی فقہ کا تعلق ہے عوامی حکمت عملی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی اور اس مسودہ قانون کے مندرجات بہر نوع اس کے خلاف ہیں۔ لہٰذا میں اس نکتہ کا یہ سادہ سا جواب دیتا ہوں۔

ایک اور نکتہ یہ تھا کہ ہمیں قرض خواہوں کا تحفظ کرنا چاہئے۔ اس تعلق میں' جیساکہ کونسل کو علم ہے' اس مسودۂ قانون میں' جیساکہ یہ اصلاً" پیش کیا گیا تھا' بعض دفعات موجود تھیں جن کا مقصد قرض خواہوں کے ساتھ فریب کاری کا سدباب کرنا تھا۔ ان دفعات پر جب مجلس منتخبہ میں بہ کمال احتیاط غور کیا گیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مخصی قانون (پرسنل لاء) کی جس کا اطلاق اس ملک کے مسلمانوں پر ہوتا ہے' خلاف ورزی کئے بغیر ان دفعات کو برقرار رکھنا بہت مشکل ہو گا۔ جب صورت حال یہ تھی تو مجلس منتخبہ نے نہایت محتاط غور و فکر کے بعد یہ متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اندراجات (رجسٹریشن) سے متعلق دفعات کو حذف کر دیا جائے۔ لیکن جہاں تک اس نکتے کا تعلق ہے اور یہ دوسرا نکتہ ہے جس سے ہمارا تعلق ہے اور یہ واحد نکتہ ہے جس سے ہمیں سروکار ہے اور اعتراضات کا تعلق ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے' جناب والا! کہ قانون محمدی جس شکل میں کہ یہ آج موجود ہے' قرض خواہوں کے ساتھ فریب کاری کے خلاف تحفظات مہیا کرتا ہے۔ قرض خواہوں کے ساتھ فریب کاری کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اول ایک وہ فریب کاری جو وقف کے قیام کے وقت کی جائے۔ جہاں تک قانون کے اس جزو کا تعلق ہے' جیساکہ میں نے پہلے کہا' قانون محمدی میں تحفظات موجود ہیں۔ پھر ان فریب کاریوں کے ضمن میں جو قیام وقف کے بعد قرض خواہوں کے ساتھ کی جائیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قانون اندراجات (رجسٹریشن ایکٹ) پہلے سے موجود ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہر وقف کا جو تحریراً" قائم کیا جائے اس کا اندراج کرایا جائے۔ اندراج کرانے کے ضمن میں نوٹس بذات

خود اس حد تک کافی تحفظ ہے۔ بلا شبہ ایک مسلمان زبانی بھی وقف قائم کر سکتا ہے اور یہ کسی حد تک قرض خواہوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ قانون محمدی ہے اور آپ قانون محمدی پر تجاوز نہیں کر سکتے۔ اگر آپ مسلمان کو مجبور کریں کہ وہ صرف تحریری طور پر وقف قائم کرے اور کسی اور طریقے سے نہیں کر سکتا تو آپ اس حد تک قانون محمدی پر تجاوز کر رہے ہونگے اور اس لئے میں ذاتی طور پر تو اس امر کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ میں کسی ایسی دفعہ کو قبول کر لوں جو کسی طور پر بھی مسلمانوں کے مخصی قانون کو مسترد کرنے یا اسے متاثر کرنے کا امکان رکھتی ہو۔ ایک شخص کی حالت کافی مخدوش ہوتی ہے جس نے زبانی وقف قائم کیا ہو اور جب وہ یہ ثابت کرنے کے لئے عدالت میں آتا ہے اور اس لئے آج کل لوگ زبانی وقف قائم نہیں کرتے۔ اس طرح وہ خدشہ جس سے خوف کھایا جا رہا ہے بہت ہی معمولی سا ہے۔ جبکہ اس خدشے کو دور کرنے کے لئے کوئی اقدام جس سے قانون محمدی کی خلاف ورزی کا خطرہ لاحق ہو جائے بہت بڑا ہے۔ دونوں کی اہمیت کا وزن کرنے سے ایک کا پلڑا اس قدر جھک گیا کہ میں نے محسوس کیا کہ میں ممکنہ طور پر اس دفعہ کو شامل نہیں کر سکتا۔

"ایک بات اور جناب والا! اور میں اپنی گفتگو کو مکمل کر لونگا اور وہ یہ ہے کہ میرے ہندو دوستوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ ان دفعات میں سے ایک یعنی آخری دفعہ جس کا میں نے ذکر کیا' زبانی اوقاف کو باقاعدہ شکل دینا ہے' جہاں تک میں سمجھتا ہوں' واحد خطرہ ہے۔ اس تعلق میں میرے ہندو دوستوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ مسلمانوں کو کہیں زیادہ متاثر کرتا ہے۔ یہ قرض خواہوں کے مقابلے میں جو ہندو ہو سکتے ہیں مسلمانوں کو زیادہ بڑی حد تک متاثر کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ مسلمان کی ملکیت کی قدروقیمت کو بہت بڑی حد تک کم کرے گا۔ لہٰذا یاد رکھئے جناب والا! کہ اس دفعہ کو یا اس تجویز کو قبول نہ کر سکنا یعنی مسلمانوں کو زبانی اوقاف قائم کرنے سے باز رکھنا' یہ اندیشہ نہایت معمولی سا ہے کہ میرے ہندو دوستوں کو نقصان ہو گا لیکن مسلمانوں کو بھی مساوی نقصان ہو گا اگر زیادہ نہ ہوا۔ لہٰذا ہم بھی یقیناً" یہ پسند کریں

گے' اگر ایسا کرنا ہمارے لئے ممکن ہو' کہ ہم خود اپنے مفاد میں اس دفعہ کو شامل کر لیں کیونکہ بصورت دیگر جہاں تک اس ملک کے مسلمانوں کا تعلق ہے وہ غیر منقولہ املاک کی قیمت یقینی طور پر کم کرتا ہے۔ لہذا میرے ہندو دوست مجھے علم ہے' میرے ساتھ ہمدردی کریں گے کہ میرے قانون نے میرے ہاتھ اس حد تک باندھ رکھے ہیں کہ کسی طور بھی میں اسے تبدیل کرنے سے قاصر ہوں۔ اور حکومت کی پوزیشن اور بھی زیادہ دشوار ہے کہ اپنے منشور میں انہوں نے اس بات کا عہد کر رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں پر قانون محمدی کا اطلاق کریں گے اور ہندوؤں پر ہندو قانون کا اور راہ میں حائل ان دشواریوں کی وجہ سے آخرکار ہمیں اندراجات کے بارے میں دفعات کو حذف کرنا پڑا۔ ان معروضات کے ساتھ مجھے امید ہے اور یقین ہے کہ کونسل اس مسودہ قانون کو متفقہ طور پر منظور کرے گی۔ جناب والا! میں صرف ایک بات اور کہونگا اور وہ یہ ہے کہ میں اپنی جانب اور مسلمانان ہند کی جانب سے ہزا یکسی لینسی وائسرائے اور ان کی حکومت کا مخلصانہ شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس احسن طریقہ سے اس مسودہ قانون کو اس کونسل میں قبول کیا اور اسے نمٹایا۔

اس معاملے میں حکومت نے ایسا کردار ادا کیا کہ ہم نے یہ محسوس کیا گویا یہ ہماری اپنی حکومت ہے۔ ان کے جذبے' ان کے محسوسات اور ان کی امداد کی بدولت ہی میں اس مسودہ قانون کو اس کونسل میں پیش کر سکا مجھے بھروسا ہے کہ حکومت ہمیشہ یہ تاثر چھوڑے گی کہ یہ ہماری اپنی حکومت ہے۔ اور اگر ہمیں کبھی کوئی معقول گلہ ہوا' کوئی معقول شکایت ہوئی اور ہم نے اسے جائز اور مناسب طریقے سے آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ بھی ہمارے ساتھ جائز اور مناسب رویہ اختیار کریں گے اور مجھے اعتماد ہے کہ اس کے بعد بھی جو دیگر امور اس کونسل کے اندر یا باہر پیش کئے جائیں گے حکومت ہمارے ساتھ اسی جذبے اور اس طرح کے رویئے کے ساتھ پیش آئے گی۔

کونسل میں طویل بحث و مباحثے کے بعد مسودہ قانون کے منظور ہو جانے پر آنریبل مسٹر ایم۔اے۔جناح نے اپنی اختتامی تقریر

میں فرمایا:

جناب والا! سب سے پہلے مجھے معزز اراکین کا شکریہ ادا کرنا چاہیے' جنہوں نے میرے بارے میں شفقت آمیز زبان میں گفتگو کی اور میں حکومت کا اور معزز ممبر قانون کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے اس کام کو مشفقانہ انداز میں سراہا جو میں نے اس معاملے میں کیا۔ لیکن میں خاص طور پر خصوصیت کے ساتھ اپنے پرانے اور محترم دوست آنریبل بابو سرندرناتھ بینرجی کی جانب سے مبارک باد کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ مسٹر بینرجی بنگال کی کافی بڑی رائے عامہ کی نیابت کرتے ہیں اور ان کی جانب سے بحیثیت ایک ہندو کے مبارکباد کو میں خصوصیت کے ساتھ سراہتا ہوں اور اس کے لئے میں ان کا بہت بہت شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی حمایت پر میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔

جہاں تک آنریبل مسٹر وجے راگھو اچاریہ کے بارے میں یہ کہوں گا کہ معزز رکن آج مخالفت کے موڈ میں تھے۔ مسودہ قانون کی دفعات کی مخالفت کرتے کرتے آخر میں انہوں نے از راہ عنایت اس کی حمایت پر ہی تان توڑی۔ مسودہ قانون میں عیب جوئی اور یہ کہتے ہوئے کہ مسلمانوں کو ایسا قانون مل رہا ہے جو انہیں بزرگی کا نظام عطا کرے گا انہوں نے اس کی تائید کی۔ اب میں آنریبل ممبر سے اپیل کرتا ہوں کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم یہ سب کچھ قانون محمدی کے افسانے کی آڑ میں کر رہے ہیں۔ ہم پریوی کونسل کا سامنا نہیں کرنا چاہتے۔ اگرچہ اب وہاں رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی بھی موجود ہیں۔ ہم انگریز ججوں کی وجہ سے پریوی کونسل کا سامنا کرنے سے خوف زدہ ہیں۔ واقعتاً میں آنریبل ممبر اور ان کے تجربہ سے فریاد کرتا ہوں۔ انہیں بخوبی علم ہے کہ پریوی کونسل کی تاریخ میں اس عدالت نے کبھی اپنے فیصلہ پر نظرثانی نہیں کی اور جناب والا! کیا یہ درست ہے کہ ان جیسا تجربہ کار قانون دان مجھے یہ بتائے کہ میں اس عدالت کے سامنے کیوں نہیں جاتا جو اس نکتہ کا فیصلہ کر چکی ہے اور اس سے نظرثانی کی درخواست کروں۔

پھر اس معزز رکن نے نہایت سخت تنقید کی اور کہا کہ یہ مسودہ قانون محمدی

قانون نہیں ہے بلکہ قانون محمدی وہ ہے جس کا پریوی کونسل نے اپنے فیصلے میں تذکرہ کیا ہے۔ پس' ان کے پورے احترام کے ساتھ' انہیں اپنی رائے قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہر شخص کو اپنی رائے قائم کرنے کا حق ہے۔ میں بعد ادب ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مستند ترین اہل الرائے اصحاب' ممتاز مسلمان اور انگریز ججوں نے اس عظیم عدالت ——— پریوی کونسل ——— کے پورے ادب اور احترام کے ساتھ یہ اعلان کیا ہے کہ ان کا فیصلہ قانون محمدی کے مطابق نہیں ہے۔ میرے پورے فرقے کی ماسوا چند استثنا کے ——— اور ان کا بھی میرے دل میں احترام ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنی رائے قائم کرنے کا حق ہے ——— یہ رائے ہے کہ پریوی کونسل کا فیصلہ قانون محمدی کی درست تعبیر نہیں ہے۔ لہٰذا جناب والا! ہمارے پاس واحد حل یہی تھا کہ ہم حکومت سے فریاد کریں اور حکومت نے ہماری مشکل کو حل کر دیا اس سے کوئی حسد پیدا نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے کسی طرح کا بھی کوئی رشک پیدا نہیں ہونا چاہئے اور اس سے کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہوتا کہ ان چکردار طریقوں سے ہمیں ایک نظام قانون مل جاتا ہے۔ یعنی نظام بزرگی' جو قانون محمدی نہیں ہے۔

تاہم جناب والا! میں ان تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ معزز رکن نے میری تائید کر دی ہے۔ میں معزز رکن کی تائید کو سراہتا ہوں قطع نظر اس سے کہ انہوں نے (تائید) کس طریقے سے کی۔ پھر دفعہ ۳ کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ وہ دفعہ یہاں آتی ہی کیوں ہے؟ میں نے بذات خود معزز رکن کے سامنے وضاحت کی اور اگر وہ قانون محمدی کے بارے میں کسی بھی نصابی کتاب کا مطالعہ کریں تو وہ یہ دیکھیں گے کہ دفعہ ۳ میں جس بات کا اعادہ کیا گیا ہے وہ قانون محمدی کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی جن مقاصد کو قانون محمدی تسلیم کرتا ہے جن کے لئے آپ وقف قائم کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر ایک شخص حنفی ہے کہ وہ اپنی دیکھ بھال یا اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لئے ——— وہ ایک مقصد ہے جس کے لئے وہ ایک وقف قائم کر سکتا ہے اور پریوی کونسل کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر آپ خیرات کی حد میں منتقلی کو کسی

مدت کے لئے التوا میں ڈالتے ہیں اور اگر یہ التوا طویل مدت کے لئے تجویز کیا گیا ہو تب یہ وقف خلاف قانون ہو گا۔ لہٰذا اگر ایک حنفی مسلمان اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لئے وقف قائم کرتا ہے اور اگر یہ دفعہ شامل نہیں کی جاتی تو پریوی کونسل کا فیصلہ برقرار رہتا ہے اور آپ صرف کسی عدالت میں یہ معاملہ لے جائیں اور وقف کو باطل قرار دلوا دیں۔ اس لئے یہ امر بالکل ضروری ہے اس مقصد کا جسے پریوی کونسل کے فیصلے نے مسترد قرار دے دیا تھا اس دفعہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جائے کہ یہ بھی ایک مقصد ہے جس کی خاطر آپ ایک وقف قائم کر سکتے ہیں۔ پھر آخری نکتہ قرض خواہوں کے بارے میں نکتہ تھا۔ پس' میں کونسل کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ صورت حال کیا ہے۔ آنریبل رائے بہادر مسٹر سیتاناتھ رائے کے نام سے اس ضمن میں ایجنڈے پر کچھ ترامیم تھیں۔ جنہیں انہوں نے ازراہ عنایت واپس لے لیا ہے۔ اب میں معزز رکن کو اس امر کا یقین دلا سکتا ہوں کہ جہاں تک پہلی ترمیم کا تعلق ہے میرے ذہن میں اس ضمن میں مطلق کوئی شبہ نہیں' اور میں ہر قانون دان کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں' کہ کوئی بھی قرض خواہ جسے پہلے ہی ضمانت دی جا چکی ہے' ضمانت دینے کے بعد وقف کے قیام سے متاثر نہیں ہو گا۔ واحد مسئلہ' جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ ان قرض خواہوں کا سوال ہے جن کے پاس کوئی ضمانت نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اپنے وقف کے قیام کے وقت دیوالیہ تھا اور اس لئے وقف قائم کرتا ہے کہ وہ اپنے قرض خواہوں کے ساتھ فریب کر سکے' انہیں ہرا سکے یا ادائیگی کو ملتوی کر سکے تو میں بغیر کسی پس و پیش کے کہتا ہوں کہ کوئی بھی عدالت ایسے وقف کو قانون محمدی کے تحت باطل قرار دیدے گی۔ اگر آپ یہ ثابت کر سکیں کہ وقف قائم کرنے کا مقصد قرض خواہوں کو ہرانا' یا قرض خواہوں کے ساتھ فریب کرنا یا ادائیگی میں تاخیر کرنا تھا' آپ کو صرف یہ ثابت کرنا ہو گا اور وقف کو ختم کر دیا جائے گا۔ پراونشل ان سالو-نسی ایکٹ موجود ہے' اور پریذیڈنسی ٹاؤن ان سالو-نسی ایکٹ موجود ہے۔ اگر کوئی بھی شخص ان قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو دیوالیہ پن سے متعلق کوئی بھی عدالت اس کے وقف کو باطل قرار دیدے گی۔ لیکن دشواری جو

واقعتاً پیدا ہوتی ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی دشواری ہے اور وہ ہے دستاویزی وقف یا زبانی وقف کی صورت میں یعنی یہ کہ وقف اس وقت قائم کیا گیا جب واقف دیوالیہ نہیں تھا اور اپنے قرض خواہوں کو مات دینے' ان کے ساتھ فریب کرنے اور ادائیگی میں تاخیر کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس وقت ایک ٹھیک ٹھاک زبانی وقف قائم کیا گیا۔ اس کے وارث قیام وقف کی حیثیت کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق جائیداد کا تصفیہ کر دیتے ہیں۔ دوسری یا تیسری نسل اٹھتی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ ایک زبانی وقف قائم کیا گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایک یا دو نسلوں کے بعد ایک شخص عدالت میں آتا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ زبانی وقف قائم کیا گیا تھا تو میں آپ سے دریافت کرتا ہوں قانون دانوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے انسانوں کی حیثیت سے کہ کون سی عدالت اس ثبوت کو تسلیم کرے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص کبھی بھی یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے گا کہ وقف قائم کیا گیا تھا۔ لیکن وہ چھوٹا سا خطرہ موجود ہے لیکن وہ خطرہ کسی دوسرے فرقے کے مقابلے میں مسلمانوں کو کہیں زیادہ متاثر کرتا ہے۔

یہ یوروپ کے باشندوں کو متاثر کرتا ہے لیکن یوروپی لوگ معمولاً غیر منقولہ املاک کی خرید و فروخت سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ خطرہ موجود ہے اگرچہ بہت معمولی سا ہے اور یہ کسی اور فرقے کے مقابلے میں ہم پر کہیں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے کیونکہ جیساکہ معزز رکن نے نہایت صاف گوئی کے ساتھ یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ مسلمانوں کی املاک کی قدر و قیمت کو گھٹاتا ہے۔ ہماری دشواری یہ ہے کہ ہم قانون محمدی کی ان دفعات کو کیسے مسترد کر سکتے ہیں جو ایک مسلمان کو زبانی وقف قائم کرنے کا اختیار دیتی ہیں۔ ہم ایسا کرنے سے قاصر ہیں لہٰذا دوسرے فرقوں کے دلوں میں جو تھوڑا خدشہ موجود ہے میں ان سے کہتا ہوں کہ اس حد تک وہ بھی اسے ہمارے ساتھ گوارا کر لیں جو دوسروں کے ساتھ زیادہ بڑی حد تک نقصان برداشت کر رہے ہیں۔ صرف ایک اور بات اور میری گفتگو اختتام کو پہنچ جائے گی۔ اس سے قبل کہ میں بیٹھ جاؤں میں

چاہتا ہوں کہ آنریبل لاء ممبر نے مجلس منتخبہ میں اس مسودہ قانون کے ضمن میں جو میری نہایت قابلانہ اور بیش قیمت مدد فرمائی اس کا ذاتی طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور اس میں میں اپنے لائق سیکرٹری سر ولیم و نسینٹ کو شریک سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بھی اس معاملے میں مجلس منتخبہ سے پہلے اور مجلس منتخبہ کے بعد اور مجلس منتخبہ کے دوران ہمیں بیش قیمت مدد دی۔

بمبئی صوبائی کانفرنس

۱۶ویں بمبئی صوبائی کانفرنس منعقدہ احمد آباد میں خطبہ صدارت

۲۱ر اکتوبر ۱۹۱۶ء

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے سولھویں بمبئی صوبائی کانفرنس کی صدارت فرمائی جو ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں احمد آباد میں منعقد ہوئی۔ جن شخصیات کا پچھلے دنوں میں انتقال ہو گیا تھا انھیں خراج تحسین و عقیدت پیش کرنے کے بعد مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ہند کے عمومی حالات اور ہند اور برطانوی پارلیمان کے مابین موجودہ تعلقات پر تبصرہ کیا۔ پھر انہوں نے صوبائی حکومت' مقامی حکومت' بری اور بحری افواج میں افسروں کے عہدوں کو ہندیانے' قانون دفاع ہند' مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم کے نفاذ اور ہندو مسلم اتحاد جیسے اہم مسائل پر سیر حاصل بحث کی۔ انہوں نے ہندوؤں سے یہ اپیل بھی کی کہ وہ مسلمانوں کے لئے جداگانہ حق رائے دہی کا خیر مقدم کریں۔ کیونکہ یہ مسلمان فرقے کے لئے مینڈیٹ بن گیا ہے۔

"مندوب بھائیو' خواتین اور حضرات! مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ مجھے سولھویں بمبئی صوبائی کانفرنس کی صدارت کی دعوت دے کر آپ نے مجھے اس عظیم ترین اعزاز سے نوازا ہے جو اس پریذیڈنسی کے عوام کے احاطہ عطا میں ہے۔ مجھے اس کا تو علم نہیں کہ آپ کی نگاہ انتخاب مجھ پر کیوں ٹھہری لیکن جیسے یہ طلبی مجھ تک پہنچی خادم مقصد کی حیثیت سے میں نے اس کی تعمیل اپنا فرض گردانا اور میں آج یہاں آپ کے درمیان موجود ہوں۔ آج آپ نے جو مجھے جس معزز مقام پر بٹھا دیا ہے اس کے لئے میں آپ کا صمیم قلب کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ صدر کی حیثیت سے میں اپنے فریضہ کی انجام دہی کے لئے کوشش کروں گا اور مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ اپنے مباحث کے دوران ان فرائض کو سرانجام دینے کے ضمن میں مجھے آپ کی مکمل حمایت اور پورا تعاون حاصل رہے گا۔

"بہت برسوں بعد جب کہ سورت میں وہ بدقسمت اختلافات رونما ہوئے یہ پہلا موقعہ ہے کہ متحدہ صوبائی کانفرنس انعقاد پذیر ہو رہی ہے اور لہٰذا یہ ذمہ داری۔۔۔۔ منفرد ذمہ داری۔۔۔ مجھ پر اور آپ پر عائد ہوتی ہے کہ ہم پریذیڈنسی اور ملک کی رائے عامہ کا ٹھیک ٹھیک اظہار کریں۔

صوبائی کانفرنس منعقدہ پونہ کے بعد ہم' نہیں' بلکہ پوری سلطنت ایک عظیم ترین سپاہی' لارڈ کچنر اور سر فیروز شاہ مہتا کی شکل میں ایک عظیم ترین سیاستدان اور مدبر سے محروم ہو گئی۔

"ہم ایسی عظیم شخصیتوں کی رحلت پر سخت رنجور ہیں بالخصوص اس نازک مرحلے پر جب ہند اور پوری سلطنت تناؤ کی لپیٹ اور ایک عظیم بحران سے گذر رہی ہے۔

"سر چمنوں بھائی مادھو لال کے انتقال سے بھی ہم بہت افسردہ ہیں کہ ان کی رحلت سے ہم صنعت و تجارت' جس کے لئے احمد آباد اس قدر مشہور ہے' کے ایک کپتان سے محروم ہو گئے۔

"میں بہت گہرے رنج و الم کے ساتھ کہتا ہوں کہ مسٹر داجی اباجی کھیر کی رحلت سے ہم ایک مستحکم آزادانہ نقطہ نظر کے حامی ہند کے کاز کے خاموش مگر جاں نثار

کارکن سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے انڈین نیشنل کانگرس کی اس کے طوفانی اور دشوار ابتدائی ایام سے ہی عظیم، مسلسل اور بیش قیمت خدمات سرانجام دیں۔

"مجھے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسٹر گوبند راؤ اپاجی پٹیل کے انتقال سے ہم صوبہ گجرات میں عوامی کاز کے ایک پرجوش اور سرگرم کارکن سے محروم ہو گئے۔ میری دعا ہے کہ ان عظیم اور جاں نثار لوگوں کی ارواح کو، جنہوں نے سلطنت اور عوام کے لئے کام کیا، سکون آ جائے۔ اور آیئے ہم دعا کریں کہ ہمیں ان کے نعم البدل میسر آ جائیں جو ان کی روایات کو زندہ رکھیں جو ان کی نیک مثالوں اور اس زبردست سلطنت کے وقار اور عظیم نام کو برقرار رکھیں۔

"اس وقت منجملہ دیگراں وہ سوال جو سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں ہمارے خیالات میں معمور اور ذہنوں پر مسلط ہیں۔ جنگ اور اس زبردست جدوجہد کے جو ساری مہذب دنیا پر چھائی ہوئی ہے کامیابی پر منتج ہونے کے بعد کیا ہو گا؟ ہند نے شروع ہی سے وفاداری اور خلوص کے ساتھ برطانوی سلطنت کا ساتھ دیا ہے اس لئے اپنے خزانوں کا منہ کھول دیا اور سلطنت کے دفاع کی خاطر فلینڈرز، افریقہ، مصر اور میسوپوٹیمیا کے جنگ کے میدانوں میں اس کے سپوتوں نے اپنا خون بہایا۔ یہ بات بھی آخر کار ایک بار کہہ ہی دی جائے کہ ہند کے عوام برطانوی سلطنت کا حصہ ہونے پر فخر کرتے ہیں اور یہ کہ ان کی وفاداری اتنی ہی سچی اور مستحکم ہے جتنی کہ کسی انگریز کی سلطنت کے کسی اور حصے میں ہو سکتی ہے جس سے برطانیہ عظمٰی خارج نہیں ہے۔ اور اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ہند اخیر تک برطانوی سلطنت کا وفاداری سے ساتھ دے گا۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کی غلام نسل یا لارڈ ہارڈنگ کے الفاظ میں "بااعتبار محکوم" کی حیثیت سے مزید برقرار نہ رہے۔ بلکہ وہ تقاضا کرتا ہے کہ اسے سلطنت کے دیگر اراکین کی طرح مساوی شریک کار بنا دیا جائے۔

"یہ زبردست مسرت کی بات ہے کہ وردن میں دشمن اپنی مساعی میں ناکام ہو گیا۔ فرانسیسیوں کی جانب سے وردن کے دلیرانہ اور شریفانہ دفاع نے ساری دنیا سے خراج تحسین وصول کیا۔ دشمن کی اس منفرد ناکامی، رومانیہ کی آمد اور پوری طرح کیل

کانٹے سے لیس انگلستان کی فوج نے اتحادیوں کے لئے مغرب میں کامیاب حملے کی راہ ہموار کر دی۔ اب اقدام دشمن کے ہاتھ میں نہیں رہا' موجوں کا رخ بدل گیا ہے اور ہمیں امید کرنی چاہیے کہ اب وہ وقت دور نہیں جب اتحادیوں کی افواج اپنی حتمی فتح سے ہمکنار ہوں گی اور یہ عظیم جنگ پروشیا کی وحشیانہ اور جنگجویانہ جارحیت کی مکمل شکست پر منتج ہو گی۔

''آج ہم اپنے ملک اور صوبے کی صورت حال پر غور و خوض کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ بہت سے سوالات اور مسائل ہیں جو ہمارے مخلصانہ اور سنجیدہ غور و خوض کے طلبگار ہیں۔ ہم ان سوالات پر بحث مباحثے اور ان مسائل پر تبادلہ خیالات کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ قدرتی طور پر صورت حال کا عام جائزہ لینے کے بعد ان سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے: گزشتہ نصف صدی کے دوران ہم نے کتنی ترقی کی؟ ہماری صورت حال کیا ہے؟ ہمارا مستقبل کیا ہے؟ راہ میں حائل دشواریوں کو دور کرنے کے لئے ہمیں کون سے قدم اٹھانے چاہئیں؟ اپنے ملک کی ترقی کو آگے بڑھانے اور اپنی محبوب منزل یعنی تاج برطانیہ کے تحت خود مختار حکومت اور صوبائی خود مختاری' جس کی حکومت ہند کی جانب سے مراسلہ دہلی مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۱۱ء میں پیش بینی کی گئی' کے جلد از جلد حصول کے لئے کیا اقدام کرنا چاہیے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ملک میں امن و امان ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہے۔ اگرچہ ہند کے دو عظیم ترین فرزند مسٹر دادا بھائی نوروجی اور مسٹر رامیش چندر دت۔۔۔۔ موخرالذکر کو تو ہند کے انتظامی امور کا زبردست تجربہ ہے۔۔۔ اس بیان سے اتفاق نہیں کرتے کہ ملک میں حقیقی خوشحالی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ملک کا انتظام و انصرام بہت عمدہ اور اعلیٰ ہے۔ اور کلکٹر اور کمشنر اضلاع میں اپنے فرائض لگن کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں اور یہ کہ ان کے دلوں میں رعیت کی فلاح و بہبود کا بہت خیال ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ برطانوی افواج اور برطانوی بحریہ ہماری جان و مال کی حفاظت کر رہے ہیں ہمارے گھربار بالکل محفوظ ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ سب کچھ اچھا ہے اور افسر شاہی عوام کی جانب سے ہر چیز کا بطریق احسن انتظام کر رہی ہے۔ فرض کیجئے یہ

سب کچھ درست ہے اور مان لیجئے امن و امان اور خوشحالی ہے اور عمدہ نظم و نسق کلیتا" افسر شاہی کے ہاتھوں میں ہے۔ کیا یہ کوئی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کا نظم و نسق اور انتظام و انصرام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اجارہ کے طور پر افسر شاہی حکومت کے ہاتھوں میں رہے؟ کیا یہ کوئی استدلال ہے کہ چونکہ افسر شاہی نے بعض مخصوص حالات میں ملک کے امور نصف صدی یا اس سے زیادہ مدت کے دوران خوش اسلوبی کے ساتھ چلائے اس لئے اسے دائمی پٹہ دے دیا جائے۔۔۔ قطع نظر اس سے کہ تبدیل شدہ حالات کیا ہیں اور وہ حالات کتنے ہی کیوں نہ بدل گئے ہوں۔ کیا یہ کوئی دلیل ہے کہ بری اور بحری افواج میں افسری کے دروازے ہند کے سپوتوں پر بند کر دیئے جائیں؟ کیا یہ کوئی دلیل ہے ہندیوں کو والنٹیر کور میں شمولیت کے حق سے محروم رکھا جائے اور قانون اسلحہ کا نفاذ جاری رکھا جائے؟

پارلیمان اور ہند

پہلا سوال جو پیدا ہوتا ہے کہ کیا نظم و نسق کا یہ نظام جسے افسر شاہی چلا رہے ہیں جو نہ ان لوگوں کے کنٹرول میں ہیں اور نہ ان کے سامنے جواب دہ ہیں جو انہیں تنخواہیں دیتے ہیں مزید جاری رکھا جا سکتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ وزیر ہند کے سامنے جواب دہ ہیں اور وزیر ہند پارلیمان کے سامنے ذمہ دار ہیں۔ میں انگلستان کے ایک سربرآوردہ اخبار "مانچسٹر گارڈین" کا ایک اقتباس پیش کروں گا جو حال ہی میں اس کے کالموں میں ہند کے معاملات کے بارے میں پارلیمان کی ذمہ داری کے ضمن میں شائع ہوا:

> ایک نئے وائسرائے اور ایک نئے وزیر ہند نے عہدے سنبھالے ہیں۔ سات برس قبل جب لارڈ مورلے تبدیل ہوئے اور جب گذشتہ موسم گرما میں مسٹر آسٹن چیمبرلین نے وزارت ہند کا قلمدان قبول کیا ہند کے معاملات کو پارلیمان میں ایک نائب وزیر نے نمٹایا اور یقیناً یہ ایک خلاف ضابطہ اور بعض اوقات تو رسوائی کی بات بن گئی کہ ایوان کو ایک بار بھی یہ موقعہ نہیں ملا

کہ وہ ہند کے حالات کے بارے میں مسٹر چیمبرلین کا ایک جامع بیان سنتا یا ان کی حکمت عملی سے آگاہی حاصل کرتا اور پوری سلطنت یہ محسوس کرتی ہے کہ حالات کی رفتار سے شاہی نظام میں ہند کی پوزیشن بہت متاثر ہو رہی ہے جیسا کہ مابعد از جنگ حکمت عملی کا ہر اقدام انگلستان اور اس کے اتحادی طے کر سکتے ہیں۔ مزید برآں آج ہند کی داخلی زندگی اتنی سرعت کے ساتھ تبدیل ہو رہی ہے جتنی تیزی کے ساتھ اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی اور حکومت نے ملازمتوں کے بارے میں شاہی کمشن کی رپورٹ کی اشاعت کا فیصلہ کر کے انتظامی اصلاحات کی تجاویز پر بحث و تمحیص کی دانش اور ضرورت کا اعتراف کیا ہے' وقت آ گیا ہے کہ پارلیمان ہند کے معاملات پر زیادہ متانت کے ساتھ توجہ دے اور یہ کہ اس سرکاری مفروضے کا بھرم کھل گیا ہے کہ ہند ماسوا اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے۔ اگر پارلیمان کو اس زبردست محکوم ملک کی حکومت کو نظر انداز ہی کرنا ہے تو پھر اس پارلیمان کی ضرورت ہی کیا ہے جو خود کو شاہی کے لقب سے یاد کرتی ہے؟

"خواتین و حضرات! کیا یہ ایک بے ضابطہ بات نہیں ہے کہ ایک ملک کے داخلی معاملات کی' جس کی آبادی تین سو ملین اور اس سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہو' نگرانی اور انتظام ایک غیر ملکی افسر شاہی کرے (جیسا کہ اکثر وزراء اور مصنفین کہتے ہیں) جو ملک کے عوام کے سامنے جواب دہ نہ ہوں اور ان لوگوں کی زیر نگرانی نہ ہوں جو محاصل ادا کرتے ہیں اور صرف وزیر ہند کے سامنے ذمہ دار ہو جس نے کبھی ہند کا منہ نہیں دیکھا اور اس کی کونسل جو سبکدوش افسروں پر مشتمل ہو جو ہند سے سات ہزار میل کے فاصلے پر تشریف فرما ہوں اور پھر وزیر ہند بھی پارلیمان کے سامنے صرف نظریاتی طور پر اپنی کارکردگی کے لئے جواب دہ ہوں اگرچہ عملاً شائد ہی کبھی پارلیمان

نے ان کی کارکردگی پر جواب طلبی کی ہو یا اس کا تنقیدی جائزہ لیا ہو۔ لارڈ کورٹنی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں وزیر ہند کی پوزیشن پر اظہار ناپسندیدگی کیا:

وزیر ہند کابینہ کے رکن ہیں اور انہیں دارالعوام کا اعتماد حاصل رہنا چاہیے۔ اخیر میں قومی رائے یہاں بھی راہ پائے جیسی کہ کسی اور جگہ ہوتی ہے۔ مزاحمت اور رکاوٹوں کے ذریعہ مداخلت بھی اس بے شعوری سے ہوتی ہے کہ اس کا زور بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ حکومت ہند کے اخراجات کا کوئی جزو بھی دارالعوام کی مجلس فراہمی کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا۔ وزیر نوآبادیات کی تنخواہ پر پارلیمان رائے دیتی ہے اور اس طرح اس امر کا امکان ہوتا ہے کہ پارلیمان کے اجلاس میں سال بسال ان کی حکمت عملی کا جائزہ لے لیا جائے۔ وزیر ہند کی تنخواہ ہند ادا کر دیتا ہے اور یہ معاملہ کبھی دارالعوام کے سامنے نہیں آتا۔ اجلاس کے اختتام پر جب میزانیہ کی دوسری خواندگی ہند کا میزانیہ پیش کیا جاتا ہے اور یہ ہند کے مالی حالات پر تبصرہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بے ہنگم سا بحث مباحثہ ہوتا ہے اور پھر ایک قرار داد آ جاتی ہے جس میں صرف اس بات کی تصدیق کر دی جاتی ہے کہ ہند کے حسابات میں کل آمد و خرچ کا اظہار کیا گیا یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس سے دارالعوام کی زبردست بے اعتنائی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اگر وزیر ہند کی تنخواہ کا معاملہ بھی اسی طرح سے پیش کیا جائے اور رائے لی جائے جس طرح کا معاملہ وزیر نوآبادیات کے ساتھ کیا جاتا ہے اور حقیقی مباحثے کا موقعہ فراہم کیا جائے تو تجربہ یہ بتاتا ہے کہ یہ اس کے بے جا استعمال کی بجائے صحیح مصرف ہو گا۔

"لیکن میں اس سے آگے جانا چاہتا ہوں: کیا یہ ممکن ہے یا فطری بات ہے کہ

قاعدے کے طور پر اراکین پارلیمان ہند کے داخلی نظم و نسق اور ترقی پر اثر انداز ہونے والے مسائل سے نبرد آزما ہوں۔ جب کہ یہ دیکھا گیا ہے کہ آسٹریلیا' کینیڈا اور جنوبی افریقہ کے معاملے میں' جن کی آبادی چند ملین انسانوں پر مشتمل ہو گی' یہ ممکن نہیں ہے۔ کیا یہ ایک معجزاتی بات نہ ہو گی کہ وہ لندن میں بیٹھی ہوئی پارلیمان سے ہند کے امور کو کامیابی کے ساتھ چلواتے رہیں؟ لوگوں کی روز افزوں ضروریات کے پیش نظر اور ہند میں ہر چند سال بعد جو زبردست ترقی اور تبدیلی رونما ہو رہی ہے اس کی موجودگی میں کیا یہ ممکن ہے کہ ہند پر وہائٹ ہال یا ڈاؤننگ اسٹریٹ سے حکومت کی جائے؟ جو لوگ ہند سے واقف ہیں اور ہند کو سمجھتے ہیں ان پر یہ امر واضح ہے کہ وہ (ہند) مزید محض اطاعت نہیں کرتا رہے گا؟ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ خود اپنے معاملات کو چلائے۔ امن' خوشحالی' اور سلامتی جو ایک قرن پہلے اس کو مطمئن کر دیتے تھے اب کافی نہیں ہیں۔ نوجوان ہند کی روح بیدار ہو چکی ہے اور اب سیاسی آزادی کی طلب گار ہے۔ تاہم ہماری جسمانی اور مادی ضروریات خواہ کتنی بھی عمدگی کے ساتھ کیوں نہ پوری کر دی جائیں وہ کافی نہیں ہوں گی۔ ہند اس مرتبے پر فائز ہونا چاہتا ہے جس پر اسے اقوام عالم کا وہ احترام حاصل ہو جائے جو اس کے قومی وقار اور خود داری کی شان کے شایاں ہو۔ اب یہ چند عہدوں کا سوال نہیں ہے۔ اب یہ چند شکایات کو دور کرنے یا داخلی نظم و نسق سے متعلق امور میں اصلاح کا سوال نہیں رہا۔ یہ حکمت عملی کو مکمل طور پر تبدیل کرنے کا سوال ہے۔ مسئلہ جو درپیش ہے وہ تفصیلات سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق حکومت کے بنیادی ڈھانچے سے ہے ہمیں ایک مدبر کی ضرورت ہے جو موجودہ صورت حال سے نمٹ سکے اور حکومت ہند کے دستور کو نئے طرز سے از سر نو تعمیر کر سکے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ملک میں بے اطمینانی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک سیاسی شورش برپا ہے جو حکومت کو ہراساں کر رہی ہے یہ کہا جاتا ہے کہ ہوم رول لیگ کی تحریک پسندیدہ نہیں ہے۔ لیکن اس سب کچھ کا سبب کیا ہے؟ یقیناً یہ محض کچھ زیادہ پرواز فکر کی علامات نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگ بہتر معلومات کے فقدان کی وجہ سے وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ یہ

لوگوں کے سیاسی شعور کی بیداری کے باعث ہے جو ایک نئے دستور کے متقاضی ہیں اور جو آزردہ ہو جاتے ہیں اور بجا طور پر آزردہ ہوتے ہیں۔۔۔ جب ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے سماجی' تجارتی اور سیاسی طور پر۔ اس آزردگی کو بے وفائی سے تعبیر کرنا غلطی ہے۔ یہ دانشمندی ہو گی کہ بے اطمینانی اور بے چینی کی بنیادی وجہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے۔

ایک نیا جذبہ

ایک نیا جذبہ چہار سو پھیلا ہوا ہے۔ یہ نوجوانان ہند جو' اگر لارڈ مورلے کے الفاظ میں کہا جائے جب ہمارے جامعات سے نکلتے ہیں تو آزادی' قوم پرستی اور سیلف گورنمنٹ کے تصوارت کے نشہ سے سرشار ہوتے ہیں' انہیں مطمئن کرنا ہو گا۔ یہ بات ان کے لئے وجہ تسکین نہیں ہو سکتی کہ آزاد ادارے صرف مغرب کا خصوصی استحقاق ہیں۔ میری عاجزانہ رائے میں موجودہ صورتحال سے نمٹنے کے لئے انڈین سول سروس کے اراکین کو یہ محسوس کرنا چاہیے کہ جیسے حکومت ہند مطلق العنانیت سے افسر شاہی کی طرف منتقل ہوئی اب وقت آگیا ہے کہ یہ افسر شاہی کی جانب سے جمہوریت کی طرف منتقل کروی جائے۔ انہوں نے اعلیٰ نگرانی کا گرز بہت عرصے گھمایا اور یہ نہیں کہ ہند میں ان کی عملداری سے ملک کو فائدے حاصل نہیں ہوئے لیکن وقت آگیا ہے کہ خواہ کتنی ہی نارضامندی سے اور قدرتی طور پر نارضامندی سے انہیں اپنی اعلی نگرانی اور عملداری کو تج دینا چاہئے۔ برطانوی حکمرانی کی وجہ سے جو گوناں گوں فوائد حاصل ہوئے ان میں عظیم ترین فائدہ 'ہرچند کہ بالواسطہ طور پر' جو ہند نے انگریزوں سے پایا وہ حب الوطنی کے حقیقی جذبے کا ظہور تھا۔ سول سروس کے ایک رکن کے جس نے افسر شاہی کی حکومت پر بہت غور کیا الفاظ میں اس بات کو اس طرح کہا جاسکتا ہے "یہ حب الوطنی ہے جو اپنے آئیڈل کی جستجو خوبی عظمت یا کسی بادشاہ کی پرستش میں نہیں بلکہ عوام کی ترقی میں کرتا ہے۔ اس جذبے سے آگہی اور برطانوی حکمرانی کے مادی فوائد سے توانائی پا کر ہند اب جمہوریت کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ افسر شاہی کا کام پورا ہوگیا اگرچہ انڈین سول سروس آسمانی فرشتوں پر

مشتمل تھی تاہم افسر شاہی حکومت کے ناقابل اصلاح نقائص ان کے بہترین ارادوں کو متناقص بنا دیتے ہیں اور انہیں سیاسی ترقی کے دشمن کا روپ دے دیتے ہیں اب اسے علیحدہ ہو جانا چاہئے اور اس ملک کے مفاد میں جس کی انہوں نے اتنی طویل مدت اور اس صدق دلی کے ساتھ خدمت کی اس کی عملداری دوسرے لوگوں کو منتقل کردینی چاہیئے۔ ذلت کے ساتھ نہیں بلکہ وقار کے ساتھ اور فخر کے ساتھ جس طرح ایک جہاز ساز تکمیل ہونے پر جہاز ملاحوں کے حوالے کردیتا ہے۔ خدا کرے کہ وہ ہند کو جنت عطا کردیں۔ اس کے لئے دست کشی اور ایثار کی ضرورت ہوگی ان کی اپنی قوم کی خاطر نہیں بلکہ ہند کی خاطر، انسانیت کی خاطر۔ اس کے لئے ایسی ہمدردی اور مفاہمت کی ضرورت ہوگی جیسی کہ کسی قوم نے غیر ملکیوں کے لئے کبھی محسوس نہ کی ہو۔ کیا سول سروس کے اراکین اس اعلیٰ و ارفع فریضہ کو سرانجام دے سکیں گے جو اس ملک کے تین سو ملین باشندوں کی جانب سے ان پر واجب ہوتا ہے؟ مجھے ہز ایکسی لینسی لارڈ ہارڈنگ کی تقریر سے ایک اقتباس پیش کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ جو انہوں نے یونائیٹڈ سروس کلب میں ایک بڑی تعداد میں نمائندہ افسروں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائی۔ انہوں نے کہا:

(انگلستان نے اس ملک میں مغرب کی ثقافت اور تہذیب کو ان کے جملہ آورشوں، حریت اور خود داری سمیت رائج کردیا۔ اب اس کے لئے اتنا کافی نہیں کہ وہ ہند کی مادی شکل وصورت کو ہی ملحوظ خاطر رکھے۔ اب اس کے لئے یہ از بس ضروری ہے کہ وہ ان امنگوں کی آبیاری کرے جس کے بیج اس نے خود بوئے۔ انگریز افسروں پر یہ بتدریج آشکار ہورہا ہے کہ ان کے پیش روؤں کے مقاصد بلند تھے اور ان کی کامیابیاں قابل ذکر لیکن اس سے بھی زیادہ اعلیٰ و ارفع مقصد حال اور مستقبل کے لئے ان کے سامنے موجود ہے یعنی ہند کی ترقی کے غیر یقینی اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں کی یقینی اور محفوظ راہوں کی طرف

رہنمائی۔ رہنما، فلسفی اور دوست کا نیا کردار آپ کے سامنے جلوہ گر ہے اور آپ کی عظیم ترین مساعی کی شان کے شایاں۔ یہ آپ میں تخیل اور ہمدردی کے اوصاف کا تقاضا کرتا ہے اور آپ پر ایثار اور قربانی کا فرض عائد کرتا ہے کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ آپ بتدریج لیکن یقینی طور پر خود کو ان اختیارات سے محروم کرلیں جو آپ نے اب تک استعمال کئے۔ '(تقاریر لارڈ ہارڈنگ صفحہ ۴۲۸)

"یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اگر آپ ایک قوم کو اس کی اپنی حکومت میں اس کی شراکت، خود اپنی مستقبل بنانے سے محروم کردیں تو آپ اس کی توانائیوں کو زنگ آلود کردیں گے، اس کے کردار کو مسخ کردیں گے اور اس کی خودداری کو گویا سرخ لوہے سے داغدار کردیں گے۔ اور دانشوروں کے نزدیک ایسی حکومت کے معنی ترقی نہیں بلکہ تنزل ہوتے ہیں۔

صوبائی حکومت: "اب میرے سامنے سوال یہ آتا ہے کہ کرنا کیا چاہیے۔ چونکہ یہ ایک صوبائی کانفرنس ہے اب میں خود کو صرف صوبائی حکومت تک ہی محدود رکھوں گا۔ پہلا اصول جسے پیش نظر رکھنا چاہیے وہ ہے اصول تفویض اختیارات اور لا مرکزیت۔ لیکن اس سے، جیسا کہ میں سمجھتا ہوں، مراد یہ ہے کہ قانون سازی اور انتظامی امور میں شاہی اختیارات کو برقرار رکھا جائے اور انہیں محفوظ کرلیا جائے تاکہ بروقت ضرورت استعمال کیا جاسکے اور اس کی مقامی حکومت کے مسودہ قانون سے بہتر کوئی مثال نہیں ہوسکتی جسے دارالعوام نے آئرلینڈ کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے کی غرض سے منظور کیا۔ پروفیسر مارگن آئرلینڈ کے نئے دستور کی مستند وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں، مسودہ قانون کلیتاً" وفاقیت کے زمرہ سے باہر ہے۔ کہ یہ قانون سازی اور انتظامی امور میں تفویض اختیارات کی تجویز کے ساتھ حاکمیت اعلیٰ کی تقسیم نہیں کرتا جو وفاق کا ایک وصف ہے۔ آئرلینڈ میں انتظامی اختیارات بدستور ملک معظم کی تحویل میں رہیں گے۔ قانون سازی کا اختیار شاہی ویٹو اور شاہی پارلیمان کی برتری سے

مشروط ہوگا اور اسے قانون سازی کا دوگونہ اختیار ہوگا۔ اور آیرلینڈ کی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف شاہی عدالت سماعت اپیل کی مجاز ہوگی دوسرے لفظوں میں شاہی اختیار کو انتظامی' قانون سازی اور عدالتی زمروں میں بالادستی حاصل ہوگی۔ ہند میں انتظامیہ' اور قانون سازی کے اختیارات کی صورت حال بالکل اس سے مماثلت رکھتی ہے اگر چہ دونوں میں حکومت خود اختیاری کا عنصر کم و بیش مفقود ہے۔ شاہی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان قانونی تعلق اسی اصول پر مبنی ہے۔ صوبائی کونسل میں کہنے کو تو غیر سرکاری ارکان کی اکثریت ہے۔ غیر سرکاری نمائندے منتخب اور نامزد ارکان میں منقسم ہیں یعنی نامزدگی حکومت اور یوروپی نمائندوں کی جانب سے۔ ایسے امور میں جو لوگوں کو متاثر کریں لیکن ان کا براہ راست تعلق یوروپی لوگوں سے نہ ہو وہ حکومت کی حمایت کرتے ہیں۔ نامزد اراکین چونکہ حکومت کے نامزد کردہ ہیں اس لئے قدرتی طور پر وہ حکومت کی تائید سے رغبت رکھتے ہیں۔ گزشتہ تجربے نے یہ ظاہر کردیا ہے کہ متعددومواقع پر واقعتاً ایسا ہوا اس لئے صوبائی کونسل میں غیر سرکاری اراکین کی اکثریت کی حیثیت دراصل سراب کی سی ہے۔ اور اس سے عوام کے نمائندوں کو کوئی حقیقی اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ صوبائی کونسل کی حیثیت اس وقت ایک ایسے مشاورتی ادارے کے سوا کچھ نہیں جس کے پاس نہ کوئی اختیار ہو نہ حکومت کی موثر نگرانی۔ عوام اور ان کے نمائندں کا صوبہ کی حقیقی حکومت کے ساتھ اتنا سا ہی تعلق ہے جتنا کہ ۱۹۰۹ء کی اصلاحات سے قبل تھا۔ بجز اس کے کہ ہزا یکسی لینسی گورنر کی انتظامی کونسل میں ایک ہندی ممبر کا اضافہ کردیا اور اس ضمن میں بھی نامزدگی کلیتاً" حکومت کے ہاتھ میں ہے اور ہندی ممبر کے انتخاب میں عوام کا کوئی عمل دخل نہیں۔ ۱۹۰۹ء کی اصلاحات کے ضمن میں جو مقصد حکومت کے پیش نظر اور جیساکہ وزیراعظم نے دارالعوام میں مسودہ قانون برائے انڈیا کونسل کی دوسری خواندگی کے موقعہ پر (یکم اپریل ۱۹۰۹) کہا تھا کہ ان حالات میں یہ پسندیدہ بات ہوگی کہ ہند کے لوگوں کو اس امر کا احساس دلایا جائے کہ یہ قانون ساز کونسلیں محض کٹھ پتلیاں نہیں ہیں جن کے تار افسر شاہی ہلائیں گے' یہ بالکل واضح ہے کہ یہ حاصل نہیں ہوا۔

نظام انتظامیہ

" صوبے کے عوام کو صوبائی حکومت میں حقیقی اور موثر عمل دخل فراہم کرنے کے لئے جس کے لئے وہ تیار ہیں ہمارے صوبے میں انتظامیہ کا جو نظام نافذ کیا جانا چاہیے اس کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے:۔

ا۔ صوبے میں ایک گورنر ہونا چاہیے جس کا تقرر انگلستان سے کیا جائے اور جو انتظامیہ کا سربراہ ہو۔

۲۔ ایک کابینہ یا انتظامی کونسل جو چھ اراکین پر مشتمل ہو جن میں سے تین ہندی ہوں حسب ذیل قلمدانوں کے ساتھ۔

(الف) صوبائی (بشمول قانون اور انصاف' ممبر داخلہ سے مشابہہ)

(ب) خزانہ

(ج) زراعت' آبپاشی اور تعمیرات عامہ

(د) تعلیم

(ڈ) مقامی خود اختیاری حکومت (بشمول صفائی اور طبی امداد)

(ر) صنعت اور تجارت

درانحالیکہ انڈین سول سروس کے اراکین انتظامی کونسل کی رکنیت کے لئے تقرری کے اہل ہوں گے لیکن ان کے لئے کونسل میں نشستوں کی تخصیص نہ کی جائے جیسی کہ آج کل دستور کے تحت یہ لازمی ہے کہ انتظامی کونسل میں ایک مخصوص تعداد کی تقرری پبلک سروس سے کی جائے۔

بہترین افراد کو مقرر کیا جائے خواہ وہ انگریز ہوں یا ہندی

۳۔ کونسل کے اراکین کی وقیع اکثریت منتخب اراکین پر مشتمل ہو جن کا انتخاب مختلف حلقے اور مفادات کریں۔ مسلمان اور ہندوؤں کی جہاں کہیں بھی وہ اقلیت میں ہوں ان کی تعداد اور حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مناسب' کافی اور موثر نیابت ہونی چاہیے۔ ماہر کے علاوہ کوئی نامزد غیر سرکاری رکن نہیں ہونا چاہیے۔

۴۔ کونسل کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ جملہ صوبائی قوانین منظور کر سکے اور صوبائی

محاصل کا تعین کر سکے۔ میزانیہ اور عام نظم و نسق کے بارے میں جملہ قرار دادوں پر عمل در آمد ہونا چاہیے الا حکومت کسی کو ویٹو کر دے۔ زیادہ گاہ بگاہ اجلاسوں اور طویل مسلسل نشستوں کا انتظام ہونا چاہیے۔ لیکن انتظامی حکومت کے اراکین کا انحصار انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنے عہدوں پر برقرار رہنے کے لئے کونسل کی اکثریت کی حمایت پر نہیں ہونا چاہیے۔ صوبائی حکومت کی دوبارہ تشکیل شدہ اور قانون ساز کونسل کی نگرانی میں کام کرتے ہوئے، صوبے کے داخلی نظم و نسق پر پوری نگرانی ہونی چاہیے۔ اسے آزادانہ مالیاتی اختیارات ہونے چاہئیں اور صوبائی حکومت اور حکومت ہند کے درمیان موجودہ مالیاتی تعلق پر بڑی حد تک نظر ثانی کی جائے یا اگر ضروری ہو تو انہیں الٹ دیا جائے۔ صوبائی حکومت کے لئے لازمی ہو کہ وہ حکومت ہند کو سالانہ عطیہ دے جو ایک قطعی مدت کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ اس انتظام کے تحت شاہی اور صوبائی حکومت اپنے اپنے علی حدہ مالیاتی نظام کو ترقی دے۔ صوبائی حکومت کو مخصوص حد کے اندر محصول لگانے اور قرض لینے کے اختیار تفویض کر دیئے جائیں۔

"صوبائی خود مختاری کی کوئی اسکیم اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے مطابق بلدیاتی اداروں میں بھی وسیع نوعیت کی تبدیلیاں نہ لائی جائیں۔

"خطبہ صدارت میں کوئی حتمی اور قطعی تجویز پیش کرنا ہمیشہ امر محال ہوتا ہے لیکن یہاں میں پھر ایسی چند تجاویز پیش کرنے کی جسارت کروں گا جو ان بنیادی اصولوں کو متاثر کرتی ہیں۔ جن پر ہند میں حکومت خود اختیاری کی اساس استوار ہے اور اس مرحلے پر میں ایک نہایت مستند شخصیت لارڈ مورلے کے مراسلہ اصلاحات مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۰۹ء سے ایک اقتباس پیش کروں گا، وہ کہتے ہیں: وہ اصول جو اس مقصد سے ہم آہنگ اقدامات تجویز کریں شاید ہی زیادہ عمدگی اور وضاحت کے ساتھ بیان کئے جا سکیں جس طرح اس قرار داد میں بیان کئے گئے ہیں جسے حکومت ہند نے ۱۸ مئی ۱۸۸۲ء کو شائع کیا تھا۔ مجھے علم نہیں کہ میں ان خیالات کے اظہار کے لئے بہتر پیرایہ کہاں سے لاؤں جو اس اہم عنوان کے تحت ہماری حکمت عملی پر محیط ہو(امور ہند پر لارڈ مورلے کی تقاریر مطبوعہ مدراس۔ لارڈ مورلے کا مراسلہ تجاویز اصلاحات صفحہ (xiii)

"یہ قرار داد اس مشہور و معروف وائسرائے لارڈ رپن کی حکومت نے کتنا پہلے ۱۸۸۲ء میں منظور کی تھی لیکن اس پر آج تک نہ مکمل عمل ہوا اور نہ ہی اسے حقیقی طور پر نافذ کیا گیا۔ مختلف اداروں میں جس اولین اور مقدم ترین تبدیلی کو لانا ناگزیر ہے وہ یہ ہے کہ وہ پورے کے پورے منتخب ادارے ہوں اور نگرانی کا اختیار محض صوبائی حکومت صرف اپنے تک مخصوص اور محدود رکھے اور موجودہ سرکاری نگرانی کا اختیار جسے کلکٹر اور کمشنر استعمال کرتے ہیں ختم کر دیا جائے۔ بلدیاتی ادارے اپنے چیئرمین خود منتخب کریں اور بلحاظ عہدہ' صدارت کا طریقہ منسوخ کر دینا چاہیے محصول آبکاری کا ایک حصہ یا آمدنی کا کوئی اور ذریعہ ان اداروں کو تفویض کر دیا جائے تاکہ اپنے فرائض منصبی کی سرانجام دہی کے لئے ان کے پاس کافی وسائل موجود ہوں۔

"ایک بار پھر لارڈ مورلے کے مراسلہ اصلاحات سے اقتباس پیش کرتا ہوں وہ کہتے ہیں:

میں جسارت کرتا ہوں کہ اس یادگار دستاویز سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ اس وقت کی مقامی خود اختیاری حکومت کی تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے حکومت ہند نے جو استدلال اختیار کیا وہی استدلال ہمارے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں' یہ تجویز بنیادی طور پر نظم و نسق میں اصلاح کی خاطر پیش نہیں کی جا رہی ہے بلکہ یہ اس لئے زیادہ پسندیدہ امر ہو گا کہ یہ سیاسی اور عوامی تعلیم کا وسیلہ بن جائے گا' اور پھر اس دلیل میں کافی وزن معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انتظامیہ کے سربراہ طریقہ کار کے مطابق بلدیاتی اداروں کے چیئرمین رہیں گے۔ اس بات کا امکان بہت ہی کم ہو گا کہ یہ ادارے اپنے اراکین کو مقامی امور کے انتظام کی موثر تربیت کے مواقع فراہم کر سکیں یا غیر سرکاری اراکین مقامی معاملات میں حقیقی دلچسپی لے سکیں۔ غیر سرکاری اراکین کو یہ احساس دلانا چاہیے کہ حقیقی قوت انہیں سونپ دی گئی ہے اور انہیں حقیقی ذمہ داریاں نبھانی ہیں۔ یہ پیش قدمی کسی حد تک تجربے کا تقاضا کرتی ہے۔ اہل انتظامی عملہ کے لئے سرمایہ موجود نہیں تھا۔ بہت سے مقامات پر مثالی اداروں میں سرکاری عنصر کو غلبہ حاصل تھا۔ غیر سرکاری اراکین کو اس حد تک آمادہ نہ کیا جا سکا

کہ مقامی معاملات میں وہ متوقع حقیقی دلچسپی کا مظاہرہ کریں کیونکہ ان کے اختیارات اور ان کی ذمہ داریاں حقیقی نہیں تھیں اگر مقامی خود اختیاری حکومت کو ایک تربیت گاہ کی حیثیت سے قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہو سکی تو اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مقامی اداروں کی تشکیل اس "سچے اصول" کے مطابق نہ ہوئی جس کا قرار داد میں اعلان کیا گیا تھا کہ نگرانی اندر سے ہونی چاہیے نا کہ باہر سے۔ حکومت مقامی اداروں کی کارروائیوں پر نظر ثانی کرے اور ان کی جانچ پڑتال کرے لیکن انہیں احکام جاری نہ کرے' مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ حکومت ہند اب اس اصول کی تصدیق کرے گی اور اسی پر اپنی حکمت عملی سرگرمی کے ساتھ تشکیل دے گی جسے ان کے پیشروؤں نے ۱۸۸۲ء میں بااختیار طریقے سے ترتیب دیا تھا۔ یہ توقع کرنا تفصیلات کے معاملے میں جانچ پڑتال کی موجودگی میں مقامی حکومت خود اختیاری کوئی ترقی کر سکتی ہے بے سود سی بات ہو گی۔ حکومت اور مختلف بلدیاتی اداروں کے اختیارات کی دستور میں صاف صاف وضاحت کر دی جائے تا کہ مقررہ حدود میں ہر معاملے کے تعین کے ساتھ ساتھ جھنجھلاہٹ اور غلط فہمی کا خدشہ کم سے کم رہ جائے۔ تاہم گورنر جنرل بشمول کونسل اس امر کے خواہشمند ہیں کہ بلدیاتی اداروں کو ممکنہ طور پر زیادہ سے زیادہ آزادی کار عطا کر دی جائے۔ (لارڈ مورلے کا مراسلہ اصلاحات تتمہ صفحہ (xiii--xiv

"میں نے چند عمومی قسم کی گذارشات پیش کی ہیں اور صوبائی حکومت اور مقامی حکومت خود اختیاری کے مسئلہ کو نمٹایا ہے۔ بہت سے مسائل ہیں اور اہم مسائل ہیں جو میں دیکھتا ہوں کہ قرار دادوں کی شکل میں ایجنڈے پر موجود ہیں اور مجھے کوئی شک نہیں کہ ان قرار دادوں کو پیش کرنے والے مقررین ان مسائل سے مناسب طریقے سے نمٹ لیں گے لیکن میں ان چند اضطراب انگیز مسائل کا تذکرہ کئے بغیر اپنا خطبہ ختم نہیں کر سکتا اس دوران میں جو سب سے زیادہ ہیجان خیز مسائل ہیں وہ ہیں بری اور بحری افواج میں ہندیوں کی افسروں کی حیثیت سے شمولیت کا سوال۔ سب سے زیادہ اذیت ناک اور اہانت آمیز قدغنوں کا خاتمہ جو قوانین کے تحت معرض وجود میں

آئیں اور انہوں نے یہ پابندی عائد کر دی ہے کہ ہندی والنٹیر کور میں شامل نہیں ہو سکتے قطع نظر اس سے کہ زندگی میں ان کا رتبہ اور مرتبہ کیا ہے' قانون اسلحہ کا ہند کے لوگوں پر نامنصفانہ اطلاق جس سے یوروپی باشندے مستثنیٰ ہیں۔ طباعت و اشاعت کا قانون اور اس کی یک طرفہ دفعات اور مزید براں اس کا انتظامیہ کی جانب سے نفاذ جس کی عدالتی جانچ پڑتال بھی نہیں ہو سکتی جہاں تک کہ اعلیٰ عدالتوں کے اب تک کے فیصلوں کا تعلق ہے' قانون دفاع ہند' جو خالصتاً جنگ سے متعلق قانون ہے اور جس کی ہند کے لوگوں کے نمائندوں نے اس وقت منظوری دی تھی جب وہ امپریل کونسل میں ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا بعض مقدمات میں اسے اس انداز سے استعمال کیا گیا ہے جو سرا سر ناپسندیدہ ہے۔ منتخب علاقوں میں ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی قرار دینے میں ناروا اور غیر منصفانہ تاخیر جو لوگوں کی زبردست عدم اطمینان اور مایوسی کی وجہ بن گئی ہے۔

ہندی اور بری اور بحری افواج

اگر بری اور بحری افواج کا مسئلہ لے لیں اب تک جو صرف دو دلیلیں پیش کی گئی ہیں وہ ہیں کہ ملک کے لوگ موزوں نہیں ہیں بجز ان فرقوں یا قبیلوں کے جنہوں نے پیشہ سپہ گری کو نسلاً بعد نسلٍ وراثتی پیشہ کے طور پر اپنایا۔ اب پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا یہ درست مفروضہ ہے؟ آغاز جنگ کے وقت والیان ریاست اور ہند کے لوگوں کے جملہ طبقوں اور فرقوں نے بیک آواز اپنے مال اور خون سے رضاکارانہ طور پر سلطنت کی حمایت کرنے کی پیش کش کی۔ انگلستان میں نوجوان طلباء نے جن کا ہند کے تمام علاقوں سے تعلق تھا اور جو ان کی جامعات میں زیر تعلیم تھے علاقائی فوجی کی حیثیت سے بھرتی کی پیش کش کی۔ جواباً ان سے کہا گیا کہ چونکہ وہ ہندی ہیں اس لئے ان کی خدمات قبول نہیں کی جا سکتیں۔ پھر انہوں نے وزیر ہند کو عرضداشتیں ارسال کیں جن میں انہوں نے اس امتیازی سلوک پر برہمی کا اظہار کیا۔ کہا گیا کہ ہند پر اثر انداز ہونے والے سارے کے سارے فوجی سوال پر جنگ کے بعد غور کیا جائے گا۔ بنگال میں والنٹیر کور شروع کرنے کے لئے ایک تحریک چلائی گئی جس میں سر ایس۔ پی

سنہا نے سرگرم حصہ لیا۔ ایک گرانقدر رقم جمع کی گئی۔ معزز خاندانوں کے ۶ سو نوجوانوں نے خود کو بھرتی کے لئے پیش کیا تاکہ لام پر جا کر سلطنت کی جنگ لڑیں۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیا ایک سپاہی کا پیشہ ایک وکیل، ایک ڈاکٹر یا ایک شاعر یا ایک سائنسدان سے زیادہ ذہانت، زیادہ اہلیت اور ہنرمندی کا متقاضی ہے؟ اگر ہندی ایک سپاہی اور پرائیویٹ حیثیت میں خوب ہیں تو افسروں کا عہدہ سنبھالنے کے لئے کیوں خوب نہیں؟ اس جنگ میں ہندیوں نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں اس سے بہتر اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے متعدد کو قابل فخر وکٹوریہ کراس ملا جو ایک سپاہی کے لئے عظیم ترین اعزاز اور تمغہ ہے جو اسے شہنشاہ عطا کر سکتے ہیں۔

"دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک فوج کو جس میں ہندی عنصر کا زبردست غلبہ ہو برطانوی حکومت کے خلاف بھڑکایا جا سکتا ہے۔ میں اس کا اس سے زیادہ جامع جواب نہیں دے سکتا جو صدر انڈین نیشنل کانگرس سر ایس۔ پی سنہا نے دیا۔ انہوں نے کہا "میں اس کے جواب میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ افراتفری اور بغاوت پر اکسانے والے ایک جاہل اور کرائے کی فوج کو تو گمراہ بنانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن وہ ایک سچی قومی فوج کو جو ان لوگوں میں سے ترتیب دی جائے جنہیں تعلیم کے فروغ اور خود اختیاری اداروں کے ذریعہ زیادہ وفا شعار بنا دیا گیا ہو۔ سپہ گری کے پیشہ کا در وا ہو جانے سے تخیل کو مہمیز لگے گی اور ہند کا جذبہ مردانگی اس انداز سے ابھرے گا جو کسی اور طرح سے ممکن نہیں۔ اور کیا یہ ہند کے لئے بہت بڑی بات ہے کہ اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو روس اپنی محکوم نسلوں کے ساتھ روا رکھتا ہے۔۔۔ خاص طور پر ہند کی طرف سے اپنے فرزندوں کی شجاعت اور ان کی لگن اور شاہی پرچم کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرنے کے بعد۔" (کانگرس کے خطبات صدارت ۳۴-۱۹۱۱ مطبوعہ مدراس ۱۹۳۴ء صفحات ۹-۲۰۸)

ان دلائل کا بحریہ پر بھی یکساں طور پر اطلاق ہوتا ہے جہاں ہند کے فرزند تجارتی جہاز کے ملاح سے بلند تر رتبہ کی تمنا بھی نہیں کر سکتے۔ وہ وقت دور نہیں جب شاید

ہند کو اس سوال پر غور کرنا پڑے کہ ہند کے دفاع اور شاہی بحریے کی اعانت کے لئے اسے کس نوعیت کا بحریہ تشکیل دینا چاہیے۔ قانون طباعت و اشاعت آغاز سے ہی ایک بہت ناخوشگوار قانون تھا۔ اسے ہند میں صحافت کی آزادی کے لئے زبردست تہدید قرار دیا گیا تھا۔ لیکن اسے جس قدر کرخت انداز سے نافذ کیا گیا اس کی وجہ سے اس کی زبردست مخالفت کی گئی اور سخت بے اطمینانی پیدا ہوئی۔ اس قانون میں جو تحفظات فراہم کئے گئے تھے وہ فریب نظر ثابت ہوئے اور کلکتہ ہائیکورٹ کے فیصلے کے مطابق نفاذ پذیری کے ناقابل رہے۔ وہ وقت آن پہنچا ہے جب حکومت کو سرکاری اور غیرسرکاری اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کردینی چاہیے جو ۱۹۱۰ء سے اس پر عمل درآمد کا جائزہ لے اور اس ضمن میں سفارش کرے کہ اس قانون کے بارے میں عوام کی جائز برہمی اور بے اطمینانی کو دور کرنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔

قانون دفاع ہند

ملک نے قانون دفاع ہند کو جنگ سے متعلق ایک قانون کے طور پر قبول کرلیا تھا لیکن اس پر عملدرآمد نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ ایک خطرناک ہتھیار ہے جو انتظامیہ کے ہاتھوں میں دے دیا گیا جن کے خلاف کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی بھی نہیں ہو سکتی۔ دانشمندی کی بات یہ ہوگی کہ اسی طریقہ کار کا اتباع کیا جائے جو انگلستان میں اختیار کیا گیا ہے یعنی ایک کمیٹی ہو جسے انتظامی افسروں کے احکام پر نظر ثانی کا اختیار حاصل ہو اور ایسی کمیٹی میں مساوی تعداد میں ہندی اراکین بھی شامل ہوں۔

"مجھے ہز ایکسی لینسی گورنر سے واقفیت کا اعزاز اور شرف حاصل ہے اور اگر میں یہ کہہ سکوں کہ لارڈ ولنگڈن سرتاپہ شفیق اور متواضع ہیں۔مجھے امید ہے کہ میں کسی راز کو افشاں نہیں کر رہا ہوں جب میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے یہ بات ذاتی طور پر معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقاصد اور ہماری امنگوں سے مکمل ہمدردی رکھتے ہیں اور انکی حمایت میں کافی کچھ کیا ہے۔ لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ نہایت افسوس کی

بات تھی کہ حکومت بمبئی نے جس کے وہ سربراہ ہیں یہ مناسب سمجھا کہ اس عظیم انگریز خاتون مسز بیسنت کے خلاف قانون دفاع ہند کے تحت کارروائی کی جائے۔ بعض امور میں ہم ان کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں یا نہیں کرتے یا ہم ان کے ہم خیال ہیں یا نہیں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ میں اس پریزیڈ-نسی کی رائے عامہ بلکہ پورے ملک کی ترجمانی کررہا ہوں کہ مقامی حکومت کے اس صوبہ میں مسز بیسنت کے داخلے کی ممانعت کا حکم بے حد افسوس اور دکھ کے ساتھ وصول کیا گیا' یہ اس پریزیڈینسی کے نیک نام پر بہت بڑا دھبہ ہوگا اور میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ خود حکومت کی عظمت اور اس کے وقار کے لئے زبردست نقصان کا باعث ہوگا۔

جہاں تک ابتدائی تعلیم کے مفت اور لازمی قرار دینے کا تعلق ہے اس ضمن میں اتنا کچھ کہا جاچکا ہے کہ میں اس مرحلہ پر اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن ہند کی نشاۃ ثانیہ کے خواب کی تعبیر صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے جب حکومت خوداختیاری کی صحیح اور حقیقی بنیاد رکھی جائے اور جو آخر کار قومی نوعیت کے درست نظام تعلیم پر استوار ہو جو وقت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایسے افراد پیدا کرے گا جو ہمارے ملک کے معاملات کو چلانے کی اہلیت سے بہرہ ور ہوں گے۔ مجھے مستقبل قریب میں ایسا موقعہ میسر آسکتا ہے جب میں شاید اس اہم مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا چاہوں گا۔

تعلیم یافتہ طبقہ۔

"اس سے قبل کہ میں اس موضوع کو خیرباد کہوں میں یہ بتادوں کہ اکثر یہ بات ایک مرغوب دلیل کے طور پر کہی جاتی ہے کہ ہند حکومت خوداختیاری کے لئے اس بنا پر موزوں نہیں ہے کہ ملک میں تعلیم یافتہ لوگ بہت ہی قلیل تعداد میں ہیں اول تو حکومت اگرچہ انہیں تعلیم کے معاملے میں حال ہی میں تحریک ہوئی ہے ' نے کبھی بھی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ ہند میں ابتدائی یا پرائمری تعلیم کے مسئلہ سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش نہیں کی۔ یہ مسئلہ ہمیشہ کسی ایک یا دوسرے سبب کی وجہ سے' جیسے سرمایہ کے فقدان' اسکولوں کے لئے عمارتوں کی نایابی' تربیت یافتہ اساتذہ کی قلت'

طاق نسیاں کی زینت بنایا گیا دوسری طرف ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس کافی تعداد میں تعلیم یافتہ لوگ موجود نہیں ہیں ۔ انگریزوں کی صد سالہ حکمرانی کے بعد آخر اس کا ذمہ دار کون ہے؟ لوگوں کی حکومت خود اختیاری کے لئے موزونیت کی آزمائش یہ نہیں ہے کہ ہر مرد' عورت اور بچہ کو پہلے تعلیم دی جائے۔ اس دلیل کے ڈھول کا پول ہماری نیشنل کانگریس کے صدر آنجہانی مسٹر جارج یول نے ۱۸۸۸ء میں نہایت عمدگی کے ساتھ کھولا تھا۔ پروفیسر تھورولڈ راجرس کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں کہا تھا کہ سو سال قبل انگلستان میں دس میں سے ایک مرد اور بیس میں سے ایک عورت لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ایک دو صدیاں اور پیچھے چلے جائیں تو انگلستان کے عوام' مرد اور لڑکے' اعلیٰ اور ادنیٰ معدودے چند کے سوا جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن دارالعوام موجود تھا (خطبات صدارت کانگرس' ۱۸۸۵ تا ۱۹۱۰ مطبوعہ مدراس ۱۹۳۵ صفحہ ۴۱) اور میں باور کرتا ہوں کہ ہند میں اس وقت بیس ملین لوگ ایسے ہیں جو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔

ہندو اور مسلمان

اب میں اس جاذب توجہ مسئلہ کی طرف آتا ہوں جس نے سارے ہند میں ہلچل مچادی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین باہمی یگانگی کے اعلان کی وجہ سے جو شہر بمبئی میں گزشتہ بڑے دن کے موقعہ پر کیا گیا۔ میں باور کرتا ہوں کہ جملہ اہل الرائے اصحاب کو اس امر کا پورا یقین ہوگیا ہے کہ ہماری حقیقی ترقی کی کنجی دو بڑے فرقوں کے مابین خیر سگالی' اتفاق' یک جہتی اور تعاون میں مضمر ہے۔ ترقی کا صحیح نقطہ ماسکہ ان کے اتحاد پر مرکز ہے اور یاد رکھیے کہ یہ معاملہ ایسا ہے جو کلیتاً" ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے یہ تین برس قبل کی بات ہے جب آل انڈیا مسلم لیگ نے تاج برطانیہ کے زیر سایہ حکومت اختیاری کو اپنا مطمع نظر قرار دیا تھا جسے کراچی کے اجلاس میں

انڈین نیشنل کانگریس نے سراہا اور جہاں حسب ذیل قرار داد منظور کی گئی:۔

کہ کانگرس کا یہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ کے اس فیصلہ پر کہ اس کا مطمح نظر ہند کے لئے برطانوی سلطنت میں حکومت خود اختیار کا حصول ہوگا اپنی پر جوش ستائش کو ضبط تحریر میں لاتا ہے اور اس عقیدے کے ساتھ اپنی مکمل ہم آہنگی کا اظہار کرتا ہے جس کا اعلان لیگ نے اپنے گزشتہ اجلاس میں اس درجہ گرم جوشی کے ساتھ کیا کہ ملک کے سیاسی مستقبل کا تمام تر انحصار ملک کے مختلف فرقوں کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون پر ہے جو کانگرس کا بھی محبوب نصب العین ہے۔ یہ کانگرس اس توقع کا بصمیم قلب خیر مقدم کرتی ہے جس کا لیگ نے اظہار کیا ہے کہ مختلف فرقوں کے رہنما اس امر کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ وہ قومی بہبود سے متعلق مسائل پر مشترکہ اور متفقہ کارروائی کے لئے اساس تلاش کر لیں گے اور عوام کے تمام طبقوں سے مخلصانہ اپیل کرتی ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے جو ہم سب کو دل سے عزیز ہے امداد اور اعانت کریں' (اینی بسنت: ہند کی کشمکش آزادی' کلکتہ ۱۹۱۵ صفحہ ۵۶۴)

"اس وقت سے آل انڈیا مسلم لیگ کا پروگرام انڈین نیشنل کانگرس سے زیادہ سے زیادہ قریب آتا گیا۔ گائے کے ذبیحہ اور موسیقی در بازار کے علاوہ صرف ایک مسئلہ جو نہ صرف سنگین ثابت ہوا بلکہ ایک سد راہ بن گیا جس نے اب تک دونوں فرقوں کو علیحدہ رکھا۔ اس کے لئے مصالحت کے صحیح جذبے اور "لو اور دو" کی ضرورت ہے۔ مسلمان چاہتے ہیں کہ انہیں ملک کی مجالس قانون ساز اور بلدیاتی اداروں میں مناسب' کافی اور موثر نمائندگی حاصل ہو جائے۔ یہ ایسی طلب ہے جس کو کوئی صحیح الخیال ہندو ایک لمحہ کے لئے بھی متنازعہ تصور نہیں کرتا۔ لیکن مسلمان مزید یہ چاہتے ہیں کہ بلدیاتی اداروں اور مقننہ کے ایوانوں میں ان کی نمائندگی کا حصول جداگانہ رائے دہی کے طریقے سے ہو یہ جداگانہ طریقہ انتخاب کا سوال از سر

تاپا ۱۹۰۹ء سے ملک کے سامنے ہے اور صحیح یا غلط مسلمان فرقہ فی الحال یہ تہیہ کئے بیٹھا ہے کہ وہ جداگانہ طرز انتخاب پر اصرار کرے گا۔ ہم میں سے بہت سے لوگوں کے لئے اس سوال پر مزید بحث و تمحیص اور استدلال کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ فرقے کا فیصلہ قرار پا گیا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں جداگانہ انتخابات حکمت عملی نہیں بلکہ مسلمانوں کی ضرورت کا معاملہ ہے جنہیں سکتے اور غفلت کی نیند سے بیدار کرنا ہے جس میں وہ ایک عرصہ دراز سے گرفتار ہیں۔ لہٰذا میں اپنے ہندو بھائیوں سے اپیل کروں گا کہ موجودہ حالات میں انہیں مسلمانوں کا بھروسا اور اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو اس ملک میں آخر کار اقلیت میں ہیں۔ اگر وہ جداگانہ طرز انتخاب کے حصول کا عزم کر چکے ہیں تو ان کے مطالبے کی کوئی مزاحمت نہیں ہونی چاہئے۔

"اور دیگر مسائل بھی ہیں جن کی ہندو اور مسلمانوں دونوں کے ۔لئے حد درجہ اہمیت ہے اور جن کی خاطر متحدہ اور متفقہ کارروائی کی ضرورت ہے۔ تفصیلات میں اختلاف جیسے مسلمانوں کے لئے مجالس قانون ساز اور بلدیاتی اداروں میں مناسب نمائندگی کا کیا طریقہ کار ہو اسے لا ینحل مسئلہ نہیں بنا دینا چاہئے۔ کسی نہ کسی فریق کو راہ دے دینی چاہئے ۔ لہٰذا میں اپنے ہندو دوستوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فیاضی اور فراخدلی کا مظاہرہ کریں اور مسلمانوں کی دیگر سرگرمیوں کا خیر مقدم کریں، اور ان کی حوصلہ افزائی کریں خواہ اس کے لئے انہیں جداگانہ انتخابات کے اس معاملے میں ایثار ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اور مجھے شاید اس ضمن میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں زیادہ تفصیل سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملے جو آئندہ بڑے دن کے موقعہ پر منعقد ہو رہا ہے اور جسکی صدارت کے لئے مجھے دعوت دی گی ہے۔ لیکن کانگرس اور لیگ نے جو کمیٹیاں مقرر کی ہیں وہ اصلاحات کے بارے میں تجاویز مرتب کرنے کے لئے جلد کلکتہ میں اپنے اجلاس منعقد کریں گی اور بے حد خلوص کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ وہ دونوں ایک ایسی اسکیم وضع کریں گی جسے ہند کی جانب سے متحدہ مطالبے کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

"تاہم ایک بات بالکل واضح ہے کہ سوال یہ نہیں ہے کہ چند اور نشستیں

مسلمانوں کو یا ہندوؤں کو دے دی جائیں۔ سوال یہ ہے' جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں' کہ پہلے اقتدار افسر شاہی سے جمہوریت کو منتقل ہوجائے۔ آیئے ہم اپنی پوری توجہ اور توانائی فی الحال صرف اس مسئلہ پر مرکوز کردیں۔

"ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہیئے اور اس انتقال کو ممکنہ طور پر جلد سے جلد عمل میں لانے کے لئے ہر آئینی اور جائز طریقہ بروئے کار لانا چاہیئے۔ لیکن حقیقی نئے ہند کی نمود کے لئے جملہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو خیرباد کہہ دینا ہوگا۔

"اس وقت ہند ایک ناگفتہ بہ حالت میں ہے اور اسے اس کیفیت سے نکالنے کے لئے تمام ہندیوں کو قربانی دینا ہوگی اور اپنی اچھی چیزوں کی نہیں بلکہ اپنی برائیوں کی جنہیں وہ آنکھیں موند کر سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں' اپنی نفرتوں کی اور اپنے تفرقوں کی' اپنے فخرومباحات کی جن پر انہیں شرمسار ہونا چاہیئے۔ اپنے لڑائی جھگڑوں کی اور غلط فہمیوں کی۔ یہ وہ قربانیاں ہیں جنہیں خدا بھی پسند کرے گا۔

"اب خواتین وحضرات میری گفتگو اختتام کو پہنچی۔ آخر میں میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں' کہ بالآخر' بہت کچھ خود ہم پر ہی منحصر ہے۔ ہندو اور مسلمان متحد اور مستحکم ہوں جب تین سو ملین لوگوں کی آواز ملک کے طول و عرض میں گونجے گی تو وہ ایسی قوت کو جنم دے گی جسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہ سکے گی میں سمجھتا ہوں کہ ہند نے ایک موڑ طے کرلیا ہے وہ زبردست مصائب سے گزرا ہے اور صدیوں تک انہیں صبروتحمل کے ساتھ برداشت کیا ہے۔ اب ایک روشن اور عظیم مستقبل اس کے سامنے ہے۔ ہم سیدھی راہ پر رواں دواں ہیں اور سرزمین موعود ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ موٹو ہے' آگے بڑھو' اور نوجوان ہند کو راہ دو۔ لیکن آگے بڑھتے ہوئے ہمیں محتاط رہنا ہوگا اور اس مطمح نظر کو جو ہمارے پیش نظر ہے کبھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ اور دانش اور دوراندیشی ہمارا وظیفہ حیات ہو۔"

نواں سالانہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ

منعقدہ لکھنؤ، دسمبر ۱۹۱۶ء

۳۰ر دسمبر ۱۹۱۶ء

آنریبل مسٹر ایم۔ اے جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ منعقدہ دسمبر ۱۹۱۶ء کی صدارت فرمائی اسی تاریخ ساز اجلاس میں کانگرس اور مسلم لیگ کے مابین ایک سمجھوتہ ہوا جو "میثاق لکھنؤ" کے نام سے معروف ہے۔ اپنے خطبہ صدارت میں مسٹر جناح نے سیاست ہند کے ہر پہلو۔۔ جنگ اور مابعد جنگ تعمیر نو کے مسائل، ہند کی داخلی صورت حال، ہند کی امنگوں کے بارے میں سرکاری رویہ، ہندو مسلم تعلقات، تجاویز اصلاحات، سلطنت میں ہند کی پوزیشن اور مسئلہ خلافت پر روشنی ڈالی۔

خواتین و حضرات! آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے نویں سالانہ اجلاس کی صدارت کے لئے میرا انتخاب کر کے مجھے جس عظیم اعزاز سے نوازا ہے اس کا شکریہ

ادا کرنے کے لئے میرے لئے رسمی الفاظ کے استعمال کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ اعلیٰ ترین اعزاز ہے جس سے مسلمان فرقہ کسی کو نواز سکتا ہے اور جس کی آرزو صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنے افکار و اوقات نہایت فیاضی کے ساتھ فرقے کے مقاصد کی خدمت کے لئے وقف کر دیئے ہوں۔ مجھے اس امر کا بدرجہ اتم احساس ہے کہ میں نے اس نوعیت کے امتیاز کا اہل قرار پانے کے لئے کچھ بھی تو نہیں کیا اور نہ ہی اپنی بے مائیگی کے واضح ادراک کے پیش نظر اس کی خواہش کی جسارت کر سکتا ہوں تاہم یہ انتخاب میرے فرقے کی جانب سے ایک فرمان (مینڈیٹ) کی شکل میں میرے سامنے آیا اور ایسی صورتوں میں انفرادی مصالح عظیم تر خواہش کی راہ نہیں روک سکتیں۔ میں اس منصب کی عظیم اور بھاری ذمہ داریوں کو صرف اس یقین کے پیش نظر قبول کرتا ہوں کہ میں اس کار عظیم کی انجام دہی میں جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے' آپ کی غیر مشروط ہمدردی' آپ کے ولولے اور مستعد تعاون پر انحصار کر سکتا ہوں۔

"بمبئی پریذیڈ ینسی صوبائی کانفرنس جو چند ہفتے قبل احمد آباد میں منعقد ہوئی کے صدر کی حیثیت سے مجھے اظہار رائے کرنا پڑا۔ لیکن جس وقت میں نے اس کانفرنس کی صدارت کی ہامی بھری اس وقت مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ مجھے یہ منفرد اعزاز حاصل ہو جائے گا اور آپ کے صدر کی حیثیت سے اتنی سی قلیل مدت کے بعد ہی اپنے خیالات کے اظہار کی ذمہ داری نباہنی پڑ جائے گی۔ میں نے اپنی اس تقریر میں بہت سے موضوعات کا احاطہ کر لیا تھا۔ اس وقت میں نے جو کچھ کہا اب میں اسے دہرانا نہیں چاہتا اور نہ ہی میں ہند کے داخلی نظم و نسق سے متعلق بہت سے بڑے اور گرما گرم سوالات اور مسائل کو نمٹانا چاہتا ہوں۔ بلا شبہ وہ امور آپ کے غور و خوض کے لئے قرار دادوں کی شکل میں متعلقہ مقررین آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ اس وقت سارے ملک کی توجہ کلیتاً" جنگ اور اس کے بعد کیا ہو گا کے سوال پر مرکوز اور مرتکز ہے۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ان خطوط پر اس صورت حال سے نمٹوں اور میں کوشش کروں گا کہ میں اپنے حقیر خیالات کو آپ کے غور و فکر کے لئے پیش

کر دوں اس توقع اور اعتماد کے ساتھ کہ میری نحیف آواز ان لوگوں تک پہنچ جائے گی جو ہند کا مستقبل تھامے ہوئے ہیں۔

سالانہ جائزہ

"اس عظیم الشان سالانہ اجتماع میں ہند کے گوشے گوشے سے مسلمانوں کے نمائندے موجود ہیں۔ یہ لوگ اس سرزمین پر ہمارے مستقبل کو متاثر کرنے والے بڑے اور اہم مسائل پر باہمی صلاح مشورے کے لئے تشریف لائے ہیں یہ بے محل نہ ہو گا کہ ہم ان حالات کا ایک وسیع جائزہ لے لیں جو ہمارا مقدر بن گئے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سالانہ جائزے کا وقت ہے' یہ وقت ہے گذشتہ سال کے تجربات کی روشنی میں اپنی صورتحال کو جانچنے اور پرکھنے کا' مستقبل کے تقاضوں سے نمٹنے کے لئے ذہانت کے ساتھ طور طریقوں کی تیاری کا اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ وقت ہے اپنے منتہائے مقصود کو تازہ کرنے کا جو ہمارے یقین' ہماری امید اور سعی کی بہاروں کو غذا فراہم کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ بنیادی سبب ہے جس کی خاطر آل انڈیا مسلم لیگ جیسی سیاسی تنظیمیں اپنے سالانہ اجلاس منعقد کرتی ہیں۔ تاہم وہ حالات جن میں آج ہم یہاں جمع ہیں غیر معمولی ہیں اور ہمارے ملک کی تاریخ میں ایک نئے عہد کا آغاز کرتے ہیں۔ انسانوں کے مشترکہ امور میں جو عظمت اور وجدانی کیفیت کا حامل ہے جس کے لئے بنی نوع انسان کے شریف ترین اور بے حد بہادر لوگ جیئے اور مرے اور ہر زمان و مکاں میں مصائب برداشت کئے وہ آج ہند کو اس کے خواب غفلت سے جھنجھوڑ رہا ہے۔ پورا ملک اپنے مستقبل کی آواز پر بیدار ہو رہا ہے اور بے قرار امید کے ساتھ نئے افقوں پر نظریں دوڑا رہا ہے۔ ملک میں متانت کا ایک نیا جذبہ' اعتماد اور عزم رواں دواں ہے۔ چہار طرف نئی زندگی کے لئے تڑپ نظر آ رہی ہے۔ اگر ہند کے مسلمان نئی توقع میں جو ہند کے محب وطن فرزندوں کو اکسا رہی ہے بھرپور شرکت نہیں کریں گے یا اپنے ملک کی آواز پر لبیک کہنے میں ناکام رہے تو وہ خود اپنی اور اپنی سابقہ روایات کی نفی کریں گے۔ ان کی نظریں بھی ملک کے ہندو ابنائے وطن کی طرح مستقبل پر جمی ہوئی ہیں۔

"لیکن حضرات! آل انڈیا مسلم لیگ یاد رکھیئے کہ اس لمحے آپ کے فرقے اور سارے ملک کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں آپ اس تاریخی ہال میں اور لیگ کے اس تاریخی اجلاس میں جو فیصلے کریں گے وہ اس قوت اور وزن کے حامل تصور کیئے جائیں گے جن کا ہند کے ستر ملین مسلمانوں کے منتخب نمائندے جائز طور پر مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ان فیصلوں کی نوعیت پر ایک بڑی حد تک انحصار ہو گا ہند کے مستقبل کی تقدیر کا ہند کے اتحاد کا اور دستوری آزادی کے ضمن میں ہمارے مشترکہ مقاصد اور ہماری امنگوں کا۔ فیصلے کا لمحہ آن پہنچا ہے۔ راہیں بالکل واضح اور صریح ہیں۔ انتخاب ہمارے ہاتھوں ہیں۔

جنگ

"مستقبل کے مورخین جب اس عہد کے طوفان اور ہیجانوں کی داستان رقم کرنے بیٹھیں گے تو وہ ان واقعات کی بے پناہ اثر انگیزی اور وسعت کو ہرگز نظرانداز نہیں کریں گے جنہوں نے موجودہ نسل کی متحد رائے اور مساعی پر ہند کے مستقبل کو منحصر کر دیا۔ بلا شبہ ان واقعات کا نکاس دنیا کو ہلا دینے والے اس بحران سے ہوا جس نے اگست ۱۹۱۴ء میں یوروپ کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ اس تاریک عہد نے جو اجتماعی اذیت' ابتلا' تباہی اور بنی نوع انسان کی بربادی کی شکل میں جو کچھ دیا وہ حساب کتاب کے اس معیار سے ماورا ہے جس سے تاریخ آشنا ہے۔ اس وہشتناک المیہ کے آغاز سے ہی ان وحشی قوتوں کے عناصر برہنہ شکل میں نمودار ہونا شروع ہو گئے جن کے چہروں پر ثقافت' کی روشن اور جھلملاتی نقاب پڑی ہوئی تھی جو مہذب زندگی اور معاشرے کی بنیادوں کو بھی بہا لے جانے کی غمازی کرتی ہے۔ وہ مسائل جو اس وقت تین براعظموں کے جنگ کے میدانوں میں موت کی گرفت میں ہیں ان اصولوں کی اساس سے متعلق ہیں جن پر جدید تہذیب کی عمارت استوار کی گئی اور جس کی اٹھان کے سلسلے میں ان گنت نسلوں نے اپنی توانائی اور محنت صرف کی۔ حریت' عدل' حق اور قانون عامہ' مطلق العنانیت' جارحیت' افراتفری اور وحشی قوت کے خلاف نبرد آزما ہے اور یہ مہلک مقابلہ بنی نوع انسان کے مستقبل کا فیصلہ کرے گا کہ آیا خاتمہ

دنیا کی تباہی و بربادی پر ہو گا جو ایک ظالم کی آہنی ایڑی تلے خون میں نہائی عالم کسمپرسی میں پڑی ہو گی اس کے ساتھ ساری انسانیت امید اور یقین سے محروم غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہو گی یا یہ گھناؤنا وحشتناک خواب ختم ہو جائے گا اور دنیا تہذیب اور آزادی کے دلیر محافظین کے خون کے طفیل نجات پائے گی' اپنا ورثہ امن دوبارہ حاصل کر لے گی اور وسیع تر اور زیادہ شاندار عمل اور تعمیر نو کے عہد میں داخل ہو جائے گی۔

ہند کی وفا کیشی

یہ زبردست مسائل ہیں اور ہر ہندی کا خون جو معمولاً" اخلاقی شعور کے فوری ادراک کے عطیہ سے بہرہ مند ہے اس احساس سے کھولنے لگتا ہے کہ وہ اس سلطنت کا شہری ہے جس نے آزادی اور حق کے مقصد کی برتری کے لئے سعی بلیغ کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگادیا ہے۔ اس خدمت اور ایثار کے ضمن میں موافقت کی غرض سے ہند نے جو کچھ پیش کیا وہ برطانیہ کی عظیم قوم کے مقاصد کو بے محابہ اور برجستہ خراج تحسین تھا اور تہذیب کے پاسبانوں کی تعداد میں اضافے کے لئے ضروری عطیہ دیا جو کس قدر دلیری کے ساتھ سائنسی بنیادوں پر منظم بربریت کی موجوں کو پسپا کر رہے ہیں۔ ہند کے لوگوں کی آمادگی کے ساتھ اس خدمت میں طبقے یا عقیدے کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ یہ سرزمین کے ہر حصے سے اور ہر فرقے کی جانب سے مساوی آمادگی اور لگن کے ساتھ پہنچی ہے اس خدمت میں کوئی حساب کتاب کی تحریک بھی کارفرما نہیں رہی یہ فرض کے واضح اور ضروری شعور اور اخلاقی ہمدردی سے ظاہر ہوئی اور ایک محفوظ سیاسی سرمایہ کاری کی غرض سے کاروباری خواہش کا نتیجہ نہیں تھی۔ ہند نے سلطنت کے ساتھ اپنی وفا کیشی کی کوئی قیمت نہیں لگائی۔

تعمیر نو

جنگ جیسے زبردست انقلاب کے بعد دنیا خاموشی کے ساتھ حیات اور افکار کی پرانی ڈگر پر تو رواں دواں نہیں ہو جائے گی۔ موجودہ نسلیں جس معاشرتی اور سیاسی

انتظام سے آشنا ہیں اس کا بیشتر حصہ تو ہماری نظروں کے سامنے خون اور آگ کے طوفان میں بہا جا رہا ہے۔ مادہ پرستی کا دبیز غلاف اور محبوب موقف' عادت کی سہل انگاری' روایت اور ان اداروں کا' جو اپنا وقت پورا کر چکے ہیں' اعضاء شکن وزن' مغربی جمہوریتوں کی زندگی سے ان کی اس عظیم جہد للبقا کے دباؤ کے تحت خارج ہو گیا ہے۔ انہیں خود انہیں کے منہ پر مار دیا گیا ہے۔ عنصری جذبات کی گرم بھٹی میں چھوٹی موٹی چیزیں بھی جل کر خاکستر ہو رہی ہیں' سونا کثافت سے پاک ہو رہا ہے اور جب یہ خوفناک آزمائش گذر جائے گی تو آزاد شدہ روح خود میں محسوس کرے گی' زمانہ ماقبل تاریخ کی سی سہولت اور طاقت منصوبہ بندی کے لئے' تعمیر کے لئے اور مستقبل کی تازہ اور بہتات سے بھرپور زیادہ آزاد حالات کی تخلیق کے لئے انتخاب کی راہ لامحدود ہو گی اور مختلف جہتوں میں جراتمند تعمیری مساعی کی ضرورت اہم اور فوری ہو گی۔ جنگ کے بعد یوروپ کو نئی قسم کی مدبرانہ صلاحیتوں کی احتیاج ہو گی جو امن کے زبردست امور کو سرانجام دے سکے۔ آزادی کی زبردست فتح کو محفوظ کرنا ہو گا۔ آزاد قوم کو آزادی اور حساس طریقے سے زندہ رہنے کا گر سیکھنا ہوگا۔ اس کی حدود کو وسیع تر اور اس کی خود حفاظتی کی صلاحیت مستحکم اور اس میں اضافہ کرنا ہو گا۔

ہند کا مسئلہ

"ان امور کی بڑی اور مختلف قوموں کے معاملے میں جن پر برطانوی سلطنت مشتمل ہے منفرد ضرورت اور اہمیت ہے۔ اور مسائل کے پیچیدہ سلسلہ میں جس کا تعلق شاہی تعمیر نو سے ہے اور جو برطانوی تدبر کی منتظر ہے کوئی بھی اتنا تشویش ناک نہیں ہے جتنا کہ ہند میں تعمیر نو کا مسئلہ ہے۔ مجھے اس امر کی ضرورت نہیں کہ میں ہند کے مسئلے اور اس کے جملہ مضمرات کی تفصیلی بحث میں پڑوں۔ اس پر ہر ڈھب کے لوگوں نے ہر ممکن زاویہ نگاہ سے مفصل بحث کی ہے' تاہم ہند کی صورت حال کے بارے میں دو بڑی حقیقتیں ایسی ہیں جنہیں عملی تدبر کو اس مسئلے کے مطالعہ اور اس کے مناسب حل کے ضمن میں ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا۔ اول تو ہند میں برطانوی حکمرانی کی عظیم حقیقت ہے۔ اپنی مغربی نوعیت اور نظم و نسق کے معیار سمیت جس نے اقدام'

سمت اور فیصلے کا مطلق اختیار رکھتے ہوئے اس سرزمین پر برسہا برس تک بغیر نقص کے امن و امان برقرار رکھا' عدل و انصاف کا انتظام کیا اور مغرب کے وسیع تعلیمی نظام کے ذریعے ہندی ذہن کا مغرب کے افکار اور نصب العین سے رابطہ قائم کر دیا اور اس طرح لوگوں کی روشن خیالی اور اخلاقی حیات ثانیہ کی عظیم اور زندہ تحریک کی خلقت کی جانب رہنمائی کی۔ یہاں میں ہز ایکسی لینسی لارڈ چیمس فورڈ کی تقریر کا حوالہ دینا چاہوں گا جو انہوں نے پچھلے دنوں کلکتہ میں ارشاد فرمائی: اس (ہند) کے لوگوں میں روز افزوں عزت نفس اور ذاتی شعور وہ پودے ہیں جن کی ہم نے خود آبیاری کی' دوم متحد کرنے کے ایک طاقتور عمل کے وجود کی حقیقت ہے۔۔ بے حد اہم اور دلچسپ نتیجہ متخالف نسلوں اور عقائد کے ہجوم سے ایک نئے ہند کی تخلیق ہے جو نہایت تیزی کے ساتھ فکر' مقصد اور نقطہ نظر میں اتحاد کی جانب بڑھ رہا ہے اور علاقائی حب الوطنی اور قوم پرستی کی نئی اپیلوں پر کان دھر رہا ہے نئی توانائی اور امنگ کے ساتھ' اور اپنے معاملات کو خود چلانے اور خود حکومت کرنے کے اپنے پیدائشی حق کے حصول کے لئے روز بروز زیادہ بامقصد اور مشتاق ہوتا جا رہا ہے۔ اس بات کو مختصراً اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے پاس انگریز افسروں کی ایک طاقتور اور لائق افسر شاہی موجود ہے جو صرف برطانوی پارلیمان کے سامنے جواب دہ ہے اور ایسے طریقوں سے جو فیض رساں مطلق العنانیت کے نام سے معروف ہیں ان لوگوں پر حکمرانی کر رہے ہیں جنہیں اپنے مقدر کا پورا ادارک ہو گیا ہے اور جو پرامن طریقے سے سیاسی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ ہے مختصراً ہند کا مسئلہ۔ برطانوی تدبر کا کام یہ ہے کہ وہ اس مسئلہ کا فوری' پرامن اور پائیدار حل تلاش کر لے۔

اگر ایسا ممکن ہو کہ باہم دیگر گڈ مڈ معاشرتی اور سیاسی مظاہر کو الگ الگ کر لیا جائے اور جذبات سے مبرا طریقے سے اس کی تفصیلی چھان بین کی جائے تو ہند کی سیاسی ترقی اور پیش رفت کی محفوظ اور یقینی راہ کی تلاش بے حد آسان ہو جائے گی۔ لیکن جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ انسانی امور میں خالص' بنا ملاوٹ منطق بڑی قوت متحرکہ نہیں ہوتی۔ ہمارے مشترکہ لادینی وجود کے معاملات میں ہمیں فرشتوں سے نہیں

بلکہ افراد سے واسطہ پڑتا ہے جن کے جذبات' تعصبات اور ذاتی پسند ناپسند ہوتی ہیں جن کی خواہش' امید' خوف اور نفرت کی تحریک کی ان گنت متضاد لہریں ہیں۔ مسئلہ ہند کے تانے بانے میں اس طرح کی بھیانک پیچیدگیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے پاس انگریز اہلکاروں کی ایک بہت بڑی اور تربیت یافتہ کھیپ موجود ہے جو ملک کا نظم و نسق چلاتی ہے اور اس ملک کے لکھو کھا مفلوک الحال انسانوں کی بہبود اور مسرت و شادمانی کے امور کے تعلق میں اختیارات استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر محنتی' اہل اور بااصول سرکاری ملازم ہیں تاہم ان کے تعصبات ہیں' ان کی حدود ہیں جو انہیں ایک علاحدہ طبقہ کی حیثیت سے ممیز و ممتاز کرتی ہیں۔ قدرتی طور پر قدامت پسند ہیں اور ان کے دلوں میں جراتمندانہ انتظامی تبدیلیوں یا دستوری تجربات کے خلاف خوف جاگزیں ہے اور وہ زمام اختیار ہاتھ سے دینے یا ہندیوں کو اس ملک کی حکمرانی میں آزادی کے ساتھ شریک کرنے پر رضامند نہیں ہیں۔ ان کی سب سے بڑی تشویش یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ انتظامی مشینری کو ہمواری کے ساتھ چلاتے رہیں۔ اپنے زمرہ کے مشاغل کی ڈگر پر چلتے رہیں اور نئے ہند کے زور دار' پراعتماد اور ہلا دینے والے لب و لہجے سے بور' فکر مند اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ عین فطری بات ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مستقل تصفیے کی راہ میں حائل دشواریوں میں شدید اضافہ ہو جائے۔ عملاً اس کے معنی ہیں زبردست طبقاتی مفاد کی نمو۔ حکمران طبقے کا مفاد محکوم طبقے کے مفاد سے ممیز و ممتاز ہوتا اگر کلیتاً" اس کے مخالف نہ بھی ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس وسیع' طاقت ور اور ایسے "مفاد" کا وجود جو مکمل طور پر خاموش بھی نہ ہو ان بعض کھوکھلے' ناجائز اور مایوس کن سیاسی اقوال کے آغاز اور ان کے وسیع پیمانے پر رواج پانے کی توضیح ہو جاتی ہے جو بغیر کسی اشتعال کے ہندی محبان وطن کے منہ پر مار دیئے جاتے ہیں۔ ہندی امور کے طلباء ان سے کافی مانوس ہیں۔ نمونے کے طور پر ہم حسب ذیل کا ذکر کر سکتے ہیں:

(ا) جمہوری ادارے مشرق کے ماحول میں نہیں پنپ سکتے۔

(کیوں؟ کیا ماضی میں ہندو اور مسلمان جمہوری اداروں سے نا آشنا

تھے؟ گاؤں کی پنچایت کیا ہے؟ اسلام کا ضابطہ عمل اس کا ادب' اس کی روایات اور تاریخ کیا ہیں؟ دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ اور کوئی قوم جمہوریت پسند نہیں حتی کہ اپنے دینی معاملات میں بھی)

(۲) واحد طرز حکومت جو ہند کے لئے موزوں ہے وہ ہے مطلق العنانیت جس پر انگریزی (یوروپی) اہلیت اور کردار کی سان لگی ہو۔ (دنیا کی تاریخ میں تمام قوموں کو کسی نہ کسی وقت جابر فرمانروائی یا مطلق العنان حکومت کے تجربے سے گذرنا پڑا۔ صرف چند برس قبل روس کو کسی حد تک آزادی نصیب ہوئی۔ فرانس اور انگلستان کو مطلق العنانیت پر فتح حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنا پڑی۔ کیا ہند کو افسر شاہی کی شکل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منفرد مطلق العنانیت کی ایڑی تلے رہنا ہو گا جبکہ جاپان اور چین نے بھی برطانیہ عظمیٰ اور امریکہ کے جمہوری خطوط پر دستور حکومتیں قائم کر دی ہیں؟)

(۳) (الف) تعلیم یافتہ طبقے کے مفادات ہندی عوام کے مفادات کے مخالف ہیں اور (ب) اول الذکر موخرالذکر پر ظلم توڑے گا اگر انگریز اہلکاروں کے مضبوط حفاظتی ہاتھ ہٹا لئے جائیں گے۔

یہ حیران کن بات تو ساری منطق اور شعور کو پیچھے چھوڑ گئی۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ ہم جو عوام کے اپنے اعزہ اور اقرباء ہیں اور ہم میں سے بہت سے متوسط طبقے سے ابھرے ہیں اگر ہمیں زیادہ اختیارات سے نوازا گیا تو امکان اس امر کا ہے کہ ہم عوام پر ظلم و ستم توڑیں گے۔ یہ کہ عوام کو انگریز اہلکاروں کے ذریعے سے تحفظ درکار ہے جن میں اور عوام میں کوئی شے مشترک نہیں ہے۔ یہ کہ ہمارے مفادات عوام کے مفادات کے

خلاف ہیں۔ کس طور سے یہ بات کبھی نہیں بتائی گئی ـــــ اور لہٰذا نظم و نسق کی نگرانی کا اجارہ غیر ہندی سرکاری افسروں کے ہاتھ میں رہنا چاہیے اس عیارانہ تجویز کا جو نہایت چرب زبانی کے ساتھ پیش کی جاتی ہے' مقصد یہ ہے کہ افسر شاہی کے لئے امکانی طور پر طویل ترین پٹہ حاصل کر لیا جائے تاکہ وہ اپنی اجارہ داری سے لطف اندوز ہو سکیں۔ لیکن نہ یہ حقائق کی روشنی کو برداشت کر سکتا ہے اور نہ ہی صداقت کے تجزیے کو۔ کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ربع صدی سے زیادہ عرصے کے گذشتہ ریکارڈ پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے اور یہ زبردست دلیل قطع ہو جائے گی۔ گذشتہ ربع صدی کے دوران اس ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں نے کسی اور مسئلہ کے مقابلے میں عوام کی بہبود اور ان کی ترقی کے سوال پر زیادہ تشویش اور فکر کا اظہار کیا ہے۔)

(۴) ہندی خود پر حکومت کرنے کے نااہل ہیں۔ (اس آخری سوال سے میں اپنی تقریر میں آگے چل کر نمٹنا چاہتا ہوں)

یہ ہیں ان بے بنیاد اور احمقانہ کلیوں میں سے چند باتیں جو ہند پر حکمرانی کے موجودہ طریقوں کے علمبردار جنہیں وہ آزادی اور اشتعال انگیزی کے ساتھ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب افسر شاہی کے اختیار اور طاقت کی اجارہ داری کو ذرا سا بھی خطرہ محسوس ہوتا ہے۔

داخلی صورت حال

پھر اگر ہم ہند کی داخلی صورت حال کی جانب توجہ کریں تو ہمیں ایسے معاشرتی' نسلی اور ثقافتی حالات سے سابقہ پڑے گا جن کی نظیر تاریخ میں موجود نہیں یہ وسیع و عریض براعظم ہے جس میں ۳۵۰ ملین نفوس آباد ہیں جن کا مختلف نسلوں سے تعلق ہے جنہوں نے متعدد ثقافتوں کا ورثہ پایا اور مختلف مذہبی عقائد پر کاربند ہیں۔ یہ

زبردست انسانی گروہ جسے ایک جسمانی اور سیاسی ماحول میں یکجا کر دیا گیا ہے، ابھی تک دانش اور اخلاقی ترقی کے مختلف مرحلوں میں ہے۔ اس سب کچھ کا مطلب ہے نقطہ نظر، منتہائے مقصد اور مساعی میں زبردست تفاوت۔ ہر ہندی قوم پرست کو جس نے ہند میں قومی تعمیر کے مسئلہ پر گہرا غور و فکر کیا ہو اس مسئلے کی وسعت کا بدرجہ اتم احساس ہے اسے اس امر کے کھلم کھلا اعتراف میں کوئی خوف دامنگیر نہیں کہ اس کی راہ میں مشکلات حائل ہیں وہ ان دشواریوں سے خوف زدہ نہیں۔ نئے جذبے کے تحت جو قوتیں نمو پا رہی ہیں ان کے سامنے وہ پہلے ہی سے غائب ہو رہی ہیں۔

ہند ہندیوں کے لئے

پس یہ ہیں مسئلہ ہند کے موٹے موٹے سے پہلو اور ان سے آپ کو ایک اچھا خاصا عمومی نوعیت کا اندازہ ہو جائے گا کہ ہندی محبان وطن کی راہ میں اپنے مقاصد کے پورے طور پر اور سرعت کے ساتھ حصول کی راہ میں کس طرح کی دشواریاں حائل ہیں۔ ایک طرف قدامت پسند مفاد کی طاقتور منظم جماعت ہمارے سامنے ہے اور دوسری طرف قومی رائے لور دانش ہے جس میں مکمل طور پر تنظیم کا فقدان ہے۔ تاہم ایک بنیادی حقیقت ہے جو واضح طور پر اور صریحا موجود ہے جس پر رنگ اور نسل کے بارے میں جعلی سائنسی نظریات پردہ نہیں ڈال سکتے۔ متضاد مفادات کے تصادم اور احمقانہ نعروں کے شور و غوغا میں ہندی معاملات کا کوئی ٹھنڈے دل و دماغ کا طالب علم اس عظیم اور بدیہی صداقت سے نظریں نہیں چرا سکتا کہ ہند اول و آخر ہندیوں کے لئے ہے۔ وہ وقت نزدیک ہو یا دور ہند کے لوگ خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنا پورا مقام حاصل کر کے رہیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان سے ان کی تقدیر نہیں چھین سکتی اور منشائے الہٰی میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتی۔ برطانوی تدبر دیوالیہ نہیں ہوا یا اپنی واضح سیاسی سوجھ بوجھ سے بے بہرہ نہیں ہوا لہٰذا وہ یہ تسلیم کر کے رہیں گے کہ ہند میں قومی ترقی کا قانون اپنا کام کرے گا جس نے برطانوی حکمرانی کے ساتھ ہی جنم لیا تھا اور روز بروز دنیا کی آزادی اور ترقی کی قوتوں کے دباؤ تلے زور پکڑ رہا ہے جلد یا دیر سے ہند پر حکمرانی کے طریقوں اور اصولوں میں تبدیلی لا کر رہے گا۔ یہ

بالکل ناگزیر ہے۔ پھر اس کے خلاف نبرد آزما کیوں ہو' اسے نظرانداز کیوں کرتے ہو۔ کیوں نہیں دیانتدارانہ اور بے لاگ مساعی کے ذریعے شکوک و شبہات اور احمقانہ مخالفتوں کی راہ کو صاف کر کے شاندار منزل مقصود پر پہنچنے دیتے؟ تجرباتی پھیری والوں کے قبیلے کے چھوٹے ذہن کے مالک کی مہمل گوئی سے صرف نظر کرتے ہوئے جنہیں مشرق کے بارے میں منصفی اور سیاسی فلسفے کی اختراع کا شوق ہے کون ذی شعور انسان اس امر کا قائل ہو گا کہ ہند کی نوع انسانی پر اس سنگدل نفسیات کی مہر ثبت ہو چکی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی کھوپڑی کے بندی خانے میں محبوس رہے گی۔ اگر ہندی قدرت کے اچھوت نہیں ہیں' اگر وہ ان قوانین کے دائرہ عمل سے خارج نہیں ہیں جو دیگر مقامات پر بنی نوع انسان پہ جاری و ساری ہیں۔ اگر علیت اور اختیار کے اعتبار سے ان کے ذہن بھی ترقی کر سکتے ہیں اور حال کی مشترکہ ضروریات اور مستقبل کی مشترکہ توقعات کے بارے سوچ سکتے ہیں' منصوبہ بندی کر سکتے ہیں اور اپنی تنظیم کر سکتے ہیں تب ان کا مستقبل صرف حکومت خود اختیاری میں مضمر ہے۔ یعنی حصول اختیار جسے عمومی قومی رائے' ضروریات کی سوجھ بوجھ اور اپنے قومی وجود کے امور کے مناسب طور پر منظم دھاروں کے ذریعہ استعمال کر سکتے ہیں۔ قوانین فطرت اور مشترکہ انسانیت کے نظریات مشرق میں مختلف نہیں ہیں۔

سرکاری رویہ

"یہ سوچ کر بڑا سکون ملتا ہے کہ حالیہ برسوں میں کچھ ذمہ دار برطانوی مدبرین نے یہ قطعی اعلان کئے ہیں کہ حصول خود اختیاری کی ہندی امنگ نہ کوئی سانحہ عظیم ہے نہ کوئی گناہ۔ درحقیقت اس عظیم اور ہمدرد وائسرائے لارڈ ہارڈنگ نے' جن کی یاد اس ملک کے لوگوں کے دلوں میں "ہمیشہ محبت کے ساتھ معمور رہے گی' پہلی بار ہند کی اہم امنگ کے جواز کو تسلیم کیا۔ کچھ عرصے سے دیگر اشاروں کا بھی فقدان نہیں ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے قومی خواب اور منتہائے مقصود کو سرکاری حمایت بھی حاصل ہو رہی ہے۔ تاہم ایک نصب العین کو نظریاتی حمایت حاصل ہونے اور اس پر عملدرآمد میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ جو لوگ ترقی ہند کی قوتوں کی قیادت کر

رہے ہیں ان پر یہ اہم فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس امر پر اصرار کریں کہ ہند کے حکمران بھی قطعی طور پر یہ نصب العین اپنے پیش نظر رکھیں کہ یہ منزل مقصود معقول مدت کے دوران حاصل ہونی ہی ہے اور اس کی اسی مناسبت سے رفتار تیز ہونی چاہیے۔ ہماری جملہ دشواریاں اس وقت صرف اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہند کی افسرشاہی اس مقصد کو پیش نظر رکھنے اور تیز رفتاری اختیار کرنے سے مسلسل پہلو تہی کر رہی ہے، محض ہمدردی، جو پرعزم اور عملی ترقی پسند حکمت عملی سے مبرا ہو صورت حال کی اصلاح نہیں کر سکتی، صرف میٹھے بول ہی کافی نہیں ہو سکتے۔ ہم "زاویہ نگاہ" میں تبدیلی پر ایک دوسرے کو مبارک سلامت تو کہہ سکتے ہیں لیکن پھر بھی ہم قیامت تک وہیں کے وہیں رہیں گے۔ قطعی فیصلے اور جراتمندانہ اقدام کا وقت آن پہنچا ہے۔ آج اہم سوال یہ ہے کہ کیا ہند آزادی کا اہل ہے اور کس حد تک؟ اس مرحلے پر اس مسئلہ کو طاق نسیاں کی زینت نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کا کسی نہ کسی طور پر تصفیہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ آج اہل نہیں ہے تو اسے حکومت خود اختیاری کے لئے اہل بنایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خود عوام کے مقابلے میں حکومت کا بھی کچھ کم فرض اور اس کی کم تر ذمہ داری نہیں ہے۔

اہلیت کی آزمائش

"کیا ہند آزادی کا اہل ہے؟ ہم، جو آج یہاں جمع ہیں، اس امر سے پوری طرح سے باخبر ہیں کہ ہند کے نقطہ نظر سے اس کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔ ہمارے ناقدین غالباً ہمارے یقین کامل پر حرف گیری کریں۔ ان کے لئے ہمارا جواب ہو گا آگے بڑھیے اور اس معاملے کو آزمائش کی کسوٹی پر پرکھ لیجئے۔ بالآخر اہلیت کا معیار کیا ہے؟ اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ماضی میں صرف ان لوگوں کو ہی آزادی کا اہل قرار دیا گیا جنہوں نے اس کے لئے جدوجہد کی اور اسے حاصل کر لیا۔ ہم مختلف زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں امن کی بھی فتوحات ہوتی ہیں۔ ہم لڑ رہے ہیں اور صرف دستوری جنگیں ہی لڑ سکتے ہیں۔ اس پرامن جدوجہد میں نہ وصف استعداد اور ایثار کی کمی ہے اور نہ ہو گی اور ہم برطانوی سلطنت کو یہ

یقین دلانے کا عزم کر چکے ہیں کہ ہم سلطنت کے اندر ایک شریک کار کا رتبہ حاصل کرنے کے اہل ہیں اور اس سے کمتر کوئی شے ہند کو مطمئن نہ کر سکے گی۔

اتحاد کے لئے تحریک

"لیکن ان متعدد دیگر امور کے علاوہ جو ہند کے لئے ذمہ دار اور نمائندہ طرز حکومت کے مطالبہ کی حمایت میں بار بار پیش کئے جاتے رہے ہیں جو چیز زیادہ وزنی اور فوری اہمیت کی حامل ہوتی جا رہی ہے وہ زندہ اور مستعد جذبہ ہے حب الوطنی اور قومی شعور کا جو ناگوار پابندیوں کے تحت کچلا جا رہا ہے اور جو خدمت اور اظہار رائے کے وسیع تر اور جائز مواقع کی تلاش میں ہے۔ اس طاقت اور اس جذبے کی وسعت' اس ایثار آمیز احساس اور نوجوانوں کی توانائی کا احساس وہ لوگ نہایت آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں جن کی انگلیاں ملک کی نبض پر ہیں۔ اس جذبے کا بہت اہم اور امید افزا پہلو یہ ہے کہ اس نے قومی اتحاد کی جہت میں چلنے والی نوازئیدہ تحریک سے جنم لیا ہے جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو مشترکہ مقصد کی برادرانہ خدمت کے لئے ایک دوسرے سے متحد کر دیا ہے۔ یہ بمبئی کی خوش بختی تھی کہ اس نے پہلی بار گذشتہ دسمبر میں ایک ہی شہر میں انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقد ہوتے دیکھا۔ یہ بیک وقت اجلاس خاصی محنت' تشویش اور زحمت اٹھا کر ہی منعقد ہو سکے۔ میں گذشتہ بحث میں پڑنا نہیں چاہتا لیکن میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس اپنے نتائج کے اعتبار سے آنے والی نسلوں کے لئے بھی خاص طور پر دلچسپ رہے گا۔ ہمارے نام نہاد مخالفین نے' اگرچہ وقتی طور پر انہوں نے بے حد تشویش اور انفرادی خطرات کا سامان پیدا کیا۔۔۔۔ جو بہر نوع ایک قومی تحریک میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا' میں یہ کہے بنا نہیں رہ سکتا' ہمارے مقصد کی عظیم ترین خدمت سرانجام دی۔ ان کے ناروا رویئے سے فرقے کا عزم مضبوط ہوا۔ لیگ خاکستر سے اٹھنے والے روایتی پرندے کی طرح اپنے مقاصد اور امنگوں کے معاملے میں

مضبوط تر زیادہ مستحکم اور اپنے پروگرام کو جامہ عملی پہنانے کے لئے ارادے میں اضافی قوت کے ساتھ پرعزم ہو کر ابھری اور آج آپ کا تاریخی شہر لکھنؤ' جو مسلمانوں کی ثقافت اور دانش کا مرکز ہے' جہاں تین سال قبل آل انڈیا مسلم لیگ نے ہمارے محبوب مقصد یعنی تاج برطانیہ کے تحت حکومت خود اختیاری کو اپنا مطمح نظر قرار دیا تھا ایک بار پھر انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس بیک وقت منعقد ہوتے دیکھ رہا ہے۔ درحقیقت جو شخص گزشتہ چند برسوں کے دوران ہندو مسلم مفاہمت کو متحدہ ہند کی پیدائش کی پہلی عظیم علامت کے طور پر نہیں دیکھ سکتا اسے گزشتہ چند برس پیشتر کے سیاسی حالات کا کوئی علم نہیں اور اسے ہند کے مستقبل کے بارے میں بات کرنے کا کوئی حق نہیں۔

لیگ کے مقاصد

مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہندو مسلم مسئلے نے اتحاد کی ان متعدد قوتوں کے سامنے ایک زبردست گتھی رکھ دی تھی جو ایک مشترکہ ہندوستانی قومیت کی تشکیل کرتی ہے۔ نیا لہجہ جس کا ہم آج مشاہدہ کر رہے ہیں وہ اس تبدیلی کی علامت ہے جو خوش قسمتی سے ہندو مسلم تعلقات میں وارد ہوئی ہے۔ اس تبدیلی سے درحقیقت جو کچھ اظہار ہوتا ہے اس کا اندازہ ان حالات کے حوالے سے کیا جا سکتا ہے جو چند سال قبل جاری و ساری تھے جب باہمی عدم اعتمادی اور شبہات کا دور دورہ تھا اور دونوں طرف فرقہ پرستوں کا عمل دخل تھا۔ ہم میں سے ہر ایک نہایت آسانی کے ساتھ یاد کر سکتا ہے کہ مسلمانوں کا ذہن اور ان کے احساسات کیا تھے جب ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنا استوار کی گئی۔ صاف گوئی سے کام لیا جائے تو کہا جائے گا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ایک تنظیم کی حیثیت سے معرض وجود میں آئی تو اس کا بڑا مقصد مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرنا تھا۔ اس وقت تک مسلمانوں نے ایک فرقے کے طور پر کسی بھی سیاسی کشمکش سے احتراز کیا تھا اور انہیں فطری طور پر دستوری اور انتظامی اصلاحات کے اس بلند آہنگ اور مسلسل مطالبے سے تحریک ہوئی جو ہندو سیاستدان حکومت ہند سے کر رہے تھے۔ انہوں نے سیاسی عمل کے لئے خود کو منظم

کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا اور جائز طریقے سے محسوس کیا' مبادا متوقع تبدیلیاں جنہیں آزاد خیال وزیر شروع کرنے والے تھے' انہیں ایک فرقے کی حیثیت سے الجھن میں ڈال دیں۔ شائد یہ ایک فرقے کے لئے' جو اپنے ماضی کی روایات پر نازاں ہو' واحد راستہ تھا جو تعداد کے اعتبار سے کمزور اور اس قوت سے محروم تھا جو صرف منظم سیاسی عمل ہی عطا کر سکتا ہے۔ وہ اہم احوال جس پر کل ہند مسلم سیاسی تنظیم کی اساس استوار کی گئی یہ تھا کہ ہند کے سیاسی ارتقاء کے دوران دستوری ترتیب نو میں مسلمانوں کی فرقہ وارانہ انفرادیت کو مضبوط اور بغیر کسی سقم کے برقرار رکھا جائے۔ فرقے میں سیاسی زندگی اور فکر کے ارتقا کے ساتھ ساتھ اس عقیدے کی نشوونما ہوئی اور اس میں وسعت پیدا ہوئی۔ مستقبل کے بارے میں اپنے نقطہ نظر اور منتہائے مقصود کے اعتبار سے آل انڈیا مسلم لیگ انڈین نیشنل کانگرس کے شانہ بشانہ کھڑی ہے اور مجموعی طور پر پورے ملک کی ترقی کی خاطر حب الوطنی کی کسی بھی سعی میں شرکت کے لئے تیار ہے۔ امرواقعہ یہ ہے کہ میری نظر میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کی میدان سیاست میں داخلے کے کم وبیش دس برس کے بعد ہی مشترکہ بھلائی کے لئے ہند کے دوسرے فرقوں کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرنے پر یہ آمادگی اس وقت علاوہ مسلم سیاسی تنظیم کی قدروقیمت اور ضرورت کا بہترین ثبوت ہے۔ میں اپنی سیاسی زندگی میں ہمیشہ ایک کٹر کانگرسی رہا ہوں اور میں نے کبھی فرقہ وارانہ نعروں سے انسیت کا اظہار نہیں کیا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر کبھی کبھی جو علاحدگی پسندی کا الزام لگایا جاتا ہے وہ بالکل نامناسب اور بے محل ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ عظیم فرقہ پرست تنظیم متحدہ ہند کی تخلیق کے لئے نہایت سرعت کے ساتھ ایک طاقتور عنصر کی شکل اختیار کر رہی ہے ایک اقلیت کو اور چیزوں کے علاوہ مکمل احساس تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔ اس سے قبل کہ اس کے وسیع تر سیاسی شعور کو قومی کاموں کے لئے تعاون اور مشترکہ مساعی کی خاطر بیدار کیا جائے۔ ہند کے مسلمانوں میں یہ احساس تحفظ صرف ان کی بحیثیت ایک فرقے کے سیاسی بقا کے لئے مناسب اور موثر تحفظات کے ذریعے سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ میری ذاتی رائے خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو لیکن

اس موقعہ پر میں مسلم رائے عامہ کی عظیم اکثریت کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دوں گا جس کا آل انڈیا مسلم لیگ سیاسی ادارہ ہے۔

ہندو مسلم تعلقات

یہ معاملہ میرے لئے اور دیگر محب وطن مسلمانوں کے لئے بے حد مسرت کا باعث ہے کہ اس ضمن میں عظیم ہندو فرقے کے رہنماؤں کی جانب سے مسلمانوں کی فرقہ وارانہ صورت حال کو تسلیم اور نہایت خوش دلی کے ساتھ قبول کیا چکا ہے' اس کا بدرجہ اتم مظاہرہ انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی کمیٹیوں کے اس پرمسرت اور متفقہ فیصلے سے ہوا جن کے اجلاس گزشتہ نومبر میں ہی کلکتہ میں منعقد ہوئے۔ لکھنؤ میں ہماری مشترکہ کانفرنسوں کا امتیاز یہ تھا کہ اپنے اختلافات کا پائیدار حل تلاش کرنے کے لئے فریقین نے دیانتدارانہ کوششیں کیں اور مجھے یہ سوچتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ بالآخر ایک حتمی تصفیہ ہوگیا جو ہندو مسلم تعاون پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے اور ہمارے ملک کی تاریخ میں ایک نئے عہد کا آغاز کرتا ہے۔ ہر فریق میں ادھر ادھر چند روحیں ضرور ایسی ہوسکتی ہیں جو مصالحت کر ہی نہیں سکتیں۔ لیکن مجموعی طور پر ماحول فرقہ وارانہ شوروغوغا کے فساد سے پاک ہوگیا اور مستقبل کے امکانات روشن ہوگئے جن سے ہند کے محب وطن سپوتوں کے دلوں کو فرحت پہنچے گی۔ جس طرح مجھے اپنے فرقے کے اس فرد کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں جو فرقہ وارانہ وجود کی بقا کے لئے یقین دہانی کے باوصف اپنے ہندو بھائی کی طرف دست یگانگت دراز نہیں کرتا اسی طرح میں اس محب وطن ہندو کے اس رویے کو نہیں سراہ سکتا کہ اس کو اس کا پورا حق ملنا چاہئے خواہ اس کے معمول کی جدوجہد میں کہ تھوڑا سا فائدہ اس فریق کو یا اس فریق کو ہوجائے' ملک کا سارا مستقبل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برباد ہوجائے۔ مثال کے طور پر میں اس حالیہ افسوس ناک تنازعہ کا ذکر کروں گا۔ جو ان صوبوں میں قانون بلدیات کی منظوری کے بعد پیدا ہو۔ لیکن یقیناً ہم میں سیاسی دانش اور فراست کا فقدان نہیں ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہندو ہوں یا مسلمان نئے ہند کی خواہش یہ ہے کہ "کلیتاً" بالکل مختلف قسم کے سیاسی کارکن ہوں جن میں زیادہ

فیاضی کا جذبہ اور وسیع النظری ہو' جو فرقے کی انا اور تنگ نائے تعصب سے آزاد ہوں۔ جو کمزور کو کچلنے کی خواہش کو دبا سکے اور جس میں طاقتور کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کی سکت ہو جو روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو لگن اور خدمت کے بلند تر منصب کی خاطر نظرانداز کر سکے کیونکہ صرف یہی عوام کو یقین' امید' آزادی اور طاقت عطا کر سکتا ہے۔

اصلاحات کی اسکیم

سب سے زیادہ مہیب مسئلہ کہ جو ہند کی ترقی' سیاسی تعاون اور اتحاد کے ضمن میں سدراہ بنا ہوا تھا' تسلی بخش طور پر حل ہو جانے کے بعد ہی ہماری دستوری جنگ نصف فتح ہو گئی۔ متحدہ ہند کے مطالبہ کو جو ملک کی حقیقی ضروریات پر مبنی ہے اور جسے وقت اور حالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے آخر کار ناقابل مزاحمت ثابت ہونا چاہئے اس امر کا بھی اعتراف ہونا چاہیے کہ حکومت ہند کے ارباب حل وعقد نے پہلے ہی سے یہ عندیہ دیا ہے کہ وہ عوام کی موجودہ مشکلات کو مفاہمت اور ہمدردی کے وسیع تر تناظر میں حل کریں گے۔ بحالی امن کے بعد مسئلہ ہند کو جرات مندانہ اور فیاضیانہ خطوط پر حل کرنا ہوگا اور ہند کو برطانوی سلطنت کے ایک آزاد' ذمہ دار اور مساوی رکن کی حیثیت سے اس کا پیدائشی حق دینا ہوگا۔ یہ تبدیلی کس طرح رونما ہوگی ترقی کے خطوط اور حل کے طریقے کیا ہوں گے' یہ وہ امور ہیں جن پر گزشتہ دو برس سے ہند کے ماہرین قانون کی توجہ پوری طرح مرکوز ہے اور امپیریل کونسل کے انیس منتخب ارکان کی جانب سے ترتیب نو کے ضمن میں مستند تجاویز حکومت ہند کو پیش کی جا چکی ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ گزشتہ سال آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جسے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ انڈین نیشنل کانگرس کی کمیٹی سے مشورے کے ساتھ اصلاحات کی تجویز مرتب کرے۔ یہ تجویز تیار ہے اور اس اجلاس میں آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی تاکہ آپ اس پر غور و فکر اور اپنا فیصلہ صادر کر سکیں۔

ایک نیا مسودہ قانون

آپ کی طرف سے تجویز اصلاحات کی منظوری کے بعد آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ کانگرس اور لیگ دستور کے ماہر قانون دانوں سے قانون حکومت ہند میں جو ہمارے موجودہ دستور پر محیط ہے' ترمیم کا مسودہ قانون مرتب کرالیں۔ جب یہ مسودہ قانون تیار ہو جائے گا تو اسے انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے منظوری حاصل ہونی چاہیے پھر دونوں جماعتوں کی طرف سے سربرآوردہ اور نمائندہ افراد کا ایک وفد مقرر کیا جانا چاہیے جو اس بات کا انتظام کرے گا کہ یہ مسودہ قانون برطانوی پارلیمان میں پیش کیا جائے اور اسے وہاں منظور کیا جائے اس مقصد کے لئے ہمیں ممکنہ طور پر زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرنا ہوگا تاکہ اس وقت تک جنگ کے لئے مادی قوت فراہم ہوتی رہے تا آں کہ ہمارے اغراض و مقاصد پورے ہوجائیں۔

سلطنت میں ہند کی صورت حال

پہلا اور نہایت اہم سوال جس کا شافی جواب ملنا چاہئے یہ ہے کہ سلطنت میں ہند کی صورت حال کیا ہے؟ اس کی غیر مبہم الفاظ میں وضاحت ہونی چاہیے۔ حکومت ہند کو اس امر کی مستند طریقے سے صراحت کرنی چاہیے کہ حکومت خود اختیاری محض مستقبل بعید کی منزل مقصود نہیں ہے۔ مستقبل میں کسی غیر معینہ مدت کے بعد حاصل ہونا ہے بلکہ ہند کے لئے حکومت خود اختیاری حکومت کی قطعی غرض و غایت ہے جسے عوام کو یک معقول مدت کے دوران دیا جانا ہے۔ حکومت ہند کے موجودہ دستور میں ترتیب نو اور اصلاحات کا یہ اہم مقصد ہونا چاہیے اور جنگ کے فوراً بعد حکومت اور عوام دونوں کی جانب سے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے فوری اقدام کیا جانا چاہیے۔

شاہی میں شراکت

نوشتہ دیوار پڑھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمندر پار قلم رووں مثلاً کینیڈا' آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کے ان مطالبات کی کہ اگر انہیں سلطنت کی ذمہ داری اٹھانی

ہے تو انہیں بھی اعلان جنگ، قیام امن اور شاہی حکمت عملی میں حصہ ملنا چاہیے۔ مزاحمت نہ کی جاسکے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک امپیریل پارلیمان وضع اور قائم کردی جائے۔ انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں داخلی امور کو نمٹانے کے لئے علاحدہ علاحدہ پارلیمان موجود ہیں جیسا کہ قلمروؤں میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔ سر جوزف وارڈ نے گزشتہ ماہ ہی گریشام کالج میں انشورنس انسٹی ٹیوٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "مستقبل کی سلطنت کی تعمیر نو میں مقامی حکومت کے اختیارات میں کوئی مداخلت نہ ہوسکے گی اور اگر چہ امپیریل پارلیمان تو قدرے دور کی بات ہے اب وہ ایک موثر امپیریل کونسل کے قیام کے سلسلہ میں کام کر سکتے ہیں اس سے قبل کہ بنیادی پارلیمان کا قیام عمل میں لانا ممکن ہو۔ برطانیہ میں تفویض اختیارات کا عمل شروع ہوجانا چاہیے تاکہ سمندر پار وفاقی مجلس قانون ساز کے قیام کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔ قلمروؤں کو ایک اقلیتی رائے کی حیثیت سے بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس امر پر اظہار رائے کر سکیں کہ آیا قوم کو میدان جنگ میں کود پڑنا چاہیے یا شرائط امن کیا ہوں۔" انہوں نے مسٹر ایکویتھ کی اس تقریر کا حوالہ دیا جو انہوں نے ۱۹۱۱ء میں امپیریل کانفرنس میں کی تھی۔ جس میں وزیر اعظم نے کہا تھا ایک امپیریل پارلیمان کی تجویز برطانوی پارلیمان کے اختیارات میں خلل انداز ہوگی، سر جوزف نے کہا کہ اس وقت سے اس موضوع پر کافی رائے زنی ہوئی ہے۔ مسٹر بونرلا نے اعلان کیا ہے کہ جنگ کی وجہ سے وہ وقت آنے والا ہے جب سمندر پار واقع قلمرو سلطنت کی حکمرانی میں برطانیہ کے ساتھ حصہ لیں گی۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ اختتام جنگ سے پہلے ہی کوئی طریقہ کار وضع ہو جائے گا"۔ سیاسی تعمیر نو میں ہند کی جو سلطنت کا سب سے بڑا حصہ ہے عین ممکن ہے کہ انگلستان، اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ کے تتمہ کے طور پر محکومی جاری نہ رہ سکے یا اس پر قلمروؤں کی حکومت اور حکمرانی نہ ہو اب تک ہند کی ذمہ داری، کنٹرول اور نگرانی برطانیہ عظمیٰ کی تحویل میں تھی۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امپیریل پارلیمان کی تشکیل ہوئی جس میں تمام قلمروؤں کو نمائندگی حاصل ہوگی تو ہند کی کیا صورت حال ہوگی؟ کیا ہند پر نئے اور اضافی آقا مسلط

ہو جائیں گے؟ کیا ہند پر برطانیہ ' اسکاٹ لینڈ' آیرلینڈ اور قلمروؤں کی مشترکہ حکومت ہوگی؟ کیا اس امپیریل پارلیمان میں ہمارا کوئی مرتبہ یا ہماری کوئی حیثیت نہیں ہوگی؟ مجھے یقین ہے کہ میں اس ملک کے تمام تعلیم یافتہ لوگوں کی ترجمانی کررہا ہوں کہ ہند ہرگز خود کو ایسی ناقابل برداشت پوزیشن میں پھینک دیئے جانے کو قبول نہیں کرے گا۔ درحقیقت وہ نہ آقاؤں کی تبدیلی کا خواہش مند ہے نہ ہی اضافی آقاؤں کا۔ اگر محولہ بالا نوعیت کی کوئی امپیریل پارلیمان قائم کی جاتی ہے۔ تو ہند کا یہ حق تسلیم کیا جانا چاہیے کہ اس امپیریل پارلیمان میں ہند کی پوری اور مناسب نیابت کا انتظام ہوگا اور سلطنت کی مشاورت میں اس کے اپنے فرزند اس کی نمایندگی کریں گے۔

کم سے کم مطالبات

اگلی بات ' یہ پوری طرح معروف ہے کہ ہند کے عوام جن اصلاحات کو ہند کی دستوری حکومتیں متعارف کرانا چاہتے ہیں اس کا اجمالی خاکہ امپیریل لیجس لیٹو کونسل کے ۱۹ منتخب ارکان نے حال ہی میں تیار کیا تھا۔ اور میں یہاں انہیں دہرانا نہیں چاہتاکیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ پہلے ہی سے ان سے واقف ہیں میں دستخط کنندگان میں شامل ہوں البتہ میں آپ پر زور دوں گاکہ آپ ان کو اس حد تک پوری طرح سے سمجھ لیں جس حد تک ان تجاویز میں بنیادی اصول شامل ہیں۔ یہ مطالبات ان ذمہ دار لوگوں نے مرتب کئے ہیں جو منتخب نمایندوں کی حیثیت سے حکومت اور عوام دونوں کے سامنے یکساں طور پر جواب دہ ہیں اور ان میں سودے بازی کا کوئی جذبہ کار فرما نہیں ہے۔ لفظ کے لغوی معنی کے اعتبار سے یہ مطالبات کم سے کم ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مطالبات حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بڑی بات ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ابھی ہم اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر یہ اصلاحات رائج کردی گئیں تو افراتفری پھیل جائے گی اور خصوصیت سے اینگلو انڈین اخبارات نہ صرف بے حد نامعقول اور مایوس کن ہیں بلکہ دہشت زدہ بھی۔ یہ محض تخریبی طریقے ہیں۔ اس طرح کے خدشات کا اظہار اور دلائل اس وقت بھی پیش کئے گئے تھے جب منٹو مارلے اصلاحات قانون سازی کے مرحلے پر تھیں لیکن

اب سات برس کی عملی آزمائش کے بعد فیصلہ کیا ہے سرکاری اور غیر سرکاری؟ کیا مجھے جواب دینے کی ضرورت ہے؟ ہم پر یہ کرم نہ ہمارے ناقدین نے کیا نہ حکومت نے کہ متبادل اسکیم کیا ہے؟ حکومت کے خفیہ ایوانوں میں ہمیں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ جہاں کہا جاتا ہے کہ "حکومت ہند اصلاحات کے بارے میں اپنی ان تجاویز پر غور و فکر اور مراسلے کی تیاری میں منہمک ہے۔ جو وزیر ہند کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ انگلستان میں نو آبادیات کے نمائندے اور اخبارات اور عوام اور وزراء بعد از جنگ سلطنت کے دستور کی تعمیر نو کے بارے میں آزادی کے ساتھ بحث و تمحیص میں مصروف ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ اختتام جنگ سے قبل ہی ہوجائے۔ امپیریل کونسل کے قیام کے تجویز پیش کی جارہی ہے جبکہ ہند میں ہمیں اس موقعہ سے بھی محروم رکھا جارہا ہے کہ ہمیں اس بات سے ہی آگاہ کردیا جائے کہ حکومت سوچ کیا رہی ہے۔ یہ بڑی بد قسمتی کی بات ہوگی کہ اگر ہند کے مستقبل کے بارے میں حکومت اور وزیر ہند نے کوئی فیصلے کئے اور انہیں عوامی تنقید اور رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے شائع نہ کیا گیا اور ملک کے سامنے پیش نہ کیا گیا۔ میں نہایت خلوص کے ساتھ حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ حتمی فیصلہ کر لینے سے پیشتر مجوزہ اصلاحات کو شائع کیا جائے اور لوگوں کو یہ موقعہ بہم پہنچایا جائے کہ وہ ان پر اپنی رائے کا اظہار کر سکیں اور انہیں اعتماد میں لیا جائے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر عوام اس مرحلے پر بہت مایوس ہوئے تو اس کا مطلب ہوگا اس ملک کے مستقبل کی ترقی کے لئے زبروست سانحہ۔

مسئلہ خلافت

میں خود اپنے عوام اور حکومت دونوں کے سامنے اپنے فریضہ کی انجام دہی میں یکسر ناکام رہوں گا۔ اگر میں بحران کے اس مرحلے میں اس امر کو واضح نہ کردوں کہ بہت سے نازک مسائل ہیں لیکن مسئلہ خلافت سے زیادہ اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ برطانیہ کی حکومت اور وزراء کی زیادہ گہری توجہ اور مطالعہ مطلوب ہے نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم کے جذبات' محسوسات اور مذہبی عقاید کو سرسری طور پر نہ لیا جائے۔ مسلمانان ہند کی حکومت کے ساتھ وفا شعاری کچھ کمتر درجہ کا سرمایہ

نہیں ہے۔ اس عظیم بحران کے ' جس میں سے برطانوی سلطنت گزر رہی ہے ' آغاز ہی سے مسلمانوں کی تاج اور حکومت کے ساتھ وفاداری مکمل اور غیر متزلزل رہی ہے لہٰذا کیا میں حکومت پر یہ زور دے سکتا ہوں کہ اسے ان کے سب سے زیادہ عزیز اور بے حد مقدس مذہبی احساسات کا پاس رہے اور کسی حالت میں بھی خلافت کے مستقبل کے مسئلہ میں مداخلت نہ کرے۔ یہ کلیتاً" مسلمانوں پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسے اپنا خلیفہ تسلیم اور قبول کرتے ہیں۔ میں اس اہم اور نازک موضوع کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن میری ان غیر معمولی معروضات کی تہ میں زیادہ عمیق امواج موجود ہیں اور جنہیں میں نے مسلمانوں اور حکومت برطانیہ عظمیٰ کے مفاد میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے اور اس وقت اس موضوع پر پبلک پلیٹ فارم سے اس سے زیادہ کچھ کہنا مناسب بھی نہیں لیکن مسلمان یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ سلطنت کی عام حکمت عملی کی تشکیل کے وقت ان کی سب سے زیادہ محبوب روایات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے خصوصیت کے ساتھ جب وہ عدل کے تقاضوں ' انسانیت اور بین الاقوامی ذمہ داریوں سے ہم آہنگ ہوں۔

اسلام کے مقامات مقدسہ

مسلمانان ہند کے ایک ترجمان کی حیثیت سے مجھے اس امر کا اعتراف کرنا چاہئے کہ برطانوی حکومت نے ہز ایکسی لینسی لارڈ ہارڈنگ' سابق وائسرائے ہند' کے توسل سے ہمیں شریفانہ یقین دہانیاں کرائی تھیں ان پر نہ صرف بے حد اطمینان بلکہ از حد تشکر کا اظہار بھی کیا گیا تھا۔

مسلمانوں کا رویہ

میں حکومت کی جانب سے مسلمانان ہند کے رویہ کے بارے میں بھی ایک بات کہنا چاہتا ہوں ہمارا واضح فریضہ قدم بوسی کی حکمت عملی اختیار کرنے کی گراوٹ کے بغیر وفادار اور باادب رہنا ہے۔ ہمیں نہ نوازشات کی خواہش ہے اور نہ کسی امتیازی سلوک کی تمنا۔ یہ فرقے کے لئے حوصلہ شکنی اور مملکت کے لئے نقصان کی بات ہے

مسلمانوں کو خودداری سیکھنی چاہئے ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ بحیثیت ایک فرقے کے ہماری امنگوں اور ہمارے مقاصد کو صحت مند اور جائز قوت رفتار عطا کردی جائے اور یہ حکومت کا مقدس ترین فرض ہے کہ وہ اس مطالبے کو پورا کرے۔ ہندوؤں کی طرف ہمارا رویہ خیر سگالی اور برادرانہ التفات ہونا چاہئے۔ اپنی مادر وطن کے کاز کی خاطر تعاون ہمارا رہنما اصول ہونا چاہئے۔ ہند کی ترقی کا حصول دونوں برادر فرقوں کے مابین حقیقی مفاہمت اور خوشگوار تعلقات کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ جہاں تک ہمارے اپنے معاملات کا تعلق ہے ہم اپنے سوا کسی اور پر انحصار نہیں کرسکتے۔ ہمیں اپنے معاشرے میں عظیم تر یگانگت کی روح پھونک دینی چاہیے۔ ہمیں انتشار کے عمل کے بنیادی اسباب اور اس کے بد اثرات کو دور کردینا چاہیے ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل وفا کیشی اور تعاون برقرار رکھنا چاہیے۔ ہمیں ذاتی اختلافات کو ختم اور ذاتی اغراض کو فرقے کی فلاح کے تابع کر دینا چاہیے ہمیں اعتراف کرلینا چاہیے کہ چھوٹے موٹے جھگڑوں اور جماعتی گروہ بندیوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں یہ غلط تاثر قائم کرکے کہ ہم ایک فرقے کی حیثیت سے ذاتی مفاد اور ذاتی فائدے کے درپے ۔ ہمیں ہند اور انگلستان میں اپنے بہی خواہوں کی ہمدردی ضایع نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنے قول اور فعل سے یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ ہم خلوص اور لگن سے ایک صحت مند قومی اتحاد کے خواہاں ہیں۔ باقی سترملین (سات کروڑ) مسلمانوں کو کسی چیز سے بھی خوف زدہ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔

مذہبی اختلاف

چند روز قبل بمبئی کے مشہور و معروف روزنامہ اخبار دی بمبیئے کرانیکل میں جس کے ایڈیٹر ہیں مسٹر بی۔ جی۔ ہورنیمن مسلمانوں کے ایک دوست جنہوں نے ہماری بڑی خدمت کی ہے ایک پیرہ گراف میری نظر سے گزرا جو حسب ذیل ہے:۔

> حسب ذیل واقعہ کا مطالعہ جس کی اطلاع 'امرت بازار پتریکہ' نے دی ہے ان لوگوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا جن کے الٹے خیالات ہمیشہ یہ رہے ہیں' ہرچند کہ ثبوت اس کے بر

خلاف ہوتا ہے' کہ ہند میں مذہبی اختلافات' ہندیوں کے اعتماد اور ذمہ داری کے مناصب پر فائز کرنے کے خلاف ناقابل عبور رکاوٹ ہیں اس طریقے سے حال ہی میں ہز ہائی نیس نظام نے اپنے علاقے میں ایک ہندو۔ مسلم تنازعے کو طے کیا۔ کم و بیش ایک برس سے وارنگل کے ہندو اور مسلمانوں کے مابین واضح طور پر ہندو اکثریتی علاقے میں مسجد کی تعمیر پر جھگڑا چل رہا تھا۔ ہندو آبادی کے پے در پے احتجاجات کے باوجود فریق ثانی تعمیر پر مصر تھا۔ تب ہندوؤں نے ہز ہائی نیس سے اپیل کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے ازراہ عنایت اس معاملے پر رپورٹ پیش کرنے کے لئے دو مسلمانوں اور ایک ہندو پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کردی رپورٹ ہندوؤں کے حق میں تھی چنانچہ ہز ہائی نیس نے ازراہ عنایت مناسب احکام جاری فرمادیئے۔

اس امر کا اضافہ غیر ضروری ہوگا کہ ہز ہائی نیس نظام نے جو کارروائی کی وہ اس روایتی حکمت عملی کے عین مطابق تھی جو حیدر آباد کے فرمانرواؤں نے ہمیشہ اختیار کی'

ہم ہندو اور مسلمان برطانوی ہند میں اپنے اختلافات طے کرنے کے لئے وہ طریقے، کیوں اختیار نہیں کرتے جو ہز ہائی نیس نظام کے علاقوں میں اس قدر کامیاب ثابت ہو چکے ہیں۔

اختتام

ختم کرتے ہوئے میں اس سے بہتر کچھ نہیں کرسکتا کہ وزیراعظم مسٹر لائیڈ جارج کی ایک حالیہ تقریر سے ایک اقتباس پیش کردوں جس کا ایک ایک لفظ معنوی طور پر ہند کے حالات پر منطبق ہوتا ہے۔ آئرلینڈ کی صورت حال کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا:۔

اب انہیں اس بات کا یقین ہے کہ یہ ایک غلط فہمی تھی

کچھ نسلی اور کچھ مذہبی۔ اس کو دور کرنا دونوں کے مفاد میں ہوگا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک منحوس اتفاق ایسا پیدا ہوگیا جس نے بہتر تعلقات کے قیام کی ہر سعی کو ناکام بنادیا۔ انہوں نے ایک بار کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ مگر قصور "کلیتا" ایک فریق کا نہ تھا۔ انہوں نے محسوس کیا تھا کہ ہمہ وقت وہ مضطرب شبہات اور عدم اعتماد کے ماحول میں گھوم رہے تھے۔ جو ہر شے اور ہر شخص پر محیط تھا۔ وہ آئرلینڈ کے لوگوں کے خلاف انگریزوں کے شکوک اور انگریزوں کے خلاف آئرلینڈ کے لوگوں کے شبہات کے سمندر میں غرق ہو گئے اور بدترین اور سب سے زیادہ مہلک بات یہ کہ آئرلینڈ کے لوگوں کے خلاف آئرلینڈ کے لوگوں کے شکوک' یہ بداعتمادی کی ایک دلدل تھی جس نے ترقی کے قدموں کو جکڑ رکھا تھا۔ وہ آئرلینڈ کی اصلی دشمن تھی۔ اگر اسے ہلاک کیا جا سکے تو انہیں یقین تھا کہ تصفیے کی ایسی راہ نکل آئے گی جس سے آئرلینڈ عظیم تر اور انگلستان عظیم تر ہو جائیں گے اور جو متحدہ بادشاہت اور سلطنت کو اس سے عظیم تر بنا دیں گے جتنا کہ وہ اس سے قبل کبھی بھی تھے۔ ہند کی نشاۃ ثانیہ ہمارے ہاتھوں میں ہے آیئے ہم کام کریں اور خدا پر بھروسا کریں تاکہ ہم اپنے بچوں کے لئے دنیا بھر کے سونے سے زیادہ بیش قیمت ورثہ چھوڑ جائیں یعنی آزادی جس کے لئے کوئی بھی قربانی زیادہ عظیم نہیں۔

نظربندیوں کے خلاف احتجاج

بمبئی پریذیڈینسی ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام پر ہجوم جلسہ عام

۳۰ر جولائی ۱۹۱۷ء

بمبئی پریذیڈینسی ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ۳۰ جولائی ۱۹۱۷ء کو ایک پرہجوم جلسہ عام منعقد ہوا۔ آنریبل مسٹر ایم اے جناح نے اس جلسہ کی صدارت فرمائی۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا۔

"اہالیان بمبئی کا یہ جلسہ عام ہند میں بعض صوبائی حکومتوں اور حکومت ہند کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے طلب کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس نوع کے اقدامات کرنے کی اجازت دی اور ایسی حکمت عملی پر عمل درآمد کیا اور مکمل سکوت اختیار کئے رکھا جبکہ پورا ملک اپنی جڑ بنیاد تک ہل کر رہ گیا۔ خواتین و حضرات! یہ بدیہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر ہم حکومت کی حکمت عملی کو قبول کرلیں تو تمام دستوری اور قانونی تحریکیں عملاً رک جائیں گی۔ یہ کہ تقریر اور اخبارات کی آزادی اور برطانوی پرچم تلے جلسہ عام کے انعقاد کے حق کا استعمال صوبائی گورنر یا حکومت کی

من مانی رائے اور فیصلے کے تابع ہو جائے گا۔ یہ کہ انتظامیہ ملک معظم کی عدالتوں سے رجوع کئے بنا یہ فیصلہ کر سکیں گی کہ قانونی اور دستوری پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کیا یہ ان لوگوں کی غرض و غایت ہے جو صوبائی حکومتوں کے اعمال کے لئے جواب دہ ہیں؟

یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں اپنے دلوں سے یہ خیال بالکل نکال دینا چاہیے کہ ہند کو جلد حکومت خود اختیاری مل سکتی ہے یہ کہ ہمیں اس قسم کی کوئی اصلاحات اختتام جنگ پر نہیں مل سکیں گی۔ جنہیں گذشتہ دسمبر میں انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ نے لکھنؤ میں مرتب اور منظور کیا۔ یہ کہ ہمیں ان چھوٹی موٹی اصلاحات پر اکتفا کرنا چاہیے جن کی افسر شاہی نے سفارش کی ہے اور ہم پر ابھی تک اتنی ذرا سی بھی مہربانی نہیں کی گئی کہ ہمیں یہ بھی بتا دیا جائے کہ وہ ہیں کیا۔ یہ کہ ہمیں عوام کے دلوں میں وہ توقعات پھر پیدا نہیں کرنی چاہئیں جو پوری نہ ہو سکیں۔ ہمیں دھمکی دی گئی ہے کہ اگر ہم نے ان تنبیہات کی تعمیل نہ کی تو ہمارے خلاف حکومتی کارروائی کی جائے گی اور اس باب میں مستعدی کے اظہار کے طور پر مسز بیسنت اور ان کے رفقائے کار کو نظر بند کر دیا گیا ہے۔ حکومت کے اقدام کے استرداد کے بارے میں رائے عامہ کا اظہار مطلوب و مرغوب نہیں ہے۔ بنگال اور دہلی میں پہلے ہی عام جلسے روک دیئے گئے ہیں سلطنت کے جملہ اجزاء میں سے صرف ہند کو ہی زبان بندی کے لئے کیوں چنا گیا ہے۔۔ اور اس مرحلے پر ہمیں ہی کیوں اس ظالمانہ حکمت عملی کا ہدف بنایا جا رہا ہے؟ ہم اس جنگ میں سلطنت کے دفاع کے لئے اپنا خون اور پیسہ بے دریغ اور بغیر کسی پس و پیش کے بہا رہے ہیں جس کا مقصد ہی مختلف ممالک کے عوام کی حریت اور آزادی کو برقرار رکھنا ہے کیا ہند کی افسر شاہی اندھی ہے؟ کیا وہ عقل و حواس سے عاری ہو گئے ہیں کہ وہ اس مرحلے پر وفا شعار ہند کے ساتھ اس طرح کا سلوک روا رکھ رہے ہیں؟ یہ غلطی ہے۔ اس سے دانش اور تدبر کا کلی فقدان ظاہر ہوتا ہے۔ ہز ایکسی لینسی وائسرائے لارڈ چیمس فورڈ کیا کر رہے ہیں؟ اس مرحلے پر ان کی خاموشی بہت نامسعود اور بعض صوبائی حکومتوں کے بے حد سخت اور ظالمانہ اقدامات سے، جنہیں وہ پہلے ہی اختیار اور نافذ کر چکے ہیں، بد تر ہے۔

نظر بندیوں کے خلاف احتجاج

"ہم مسز بیسنٹ اور ان کے رفقائے کار کی نظر بندی کے خلاف احتجاج کرتے ہیں نہ صرف اصول کی بنا پر بلکہ اس لئے بھی کہ یہ کوشش ہے ہوم رول کی یا حکومت خود اختیاری کی تجویز اصلاحات کی نظر بندی کی جسے لکھنؤ میں انڈین۔ نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ نے مشترکہ طور مرتب کیا تھا۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم بلا کسی انحراف اور عزم صمیم کے ساتھ اس تجویز کی حمایت کرتے ہیں اور اختتام جنگ پر اس پر عمل درآمد کے لئے جو کچھ ہمارے بس میں ہو گا کریں گے۔ ہم احتجاج کرتے ہیں ان طریقوں کے خلاف جو اختیار کئے جا رہے ہیں اور ان کوششوں کے خلاف جو کی جا رہی ہیں ہند کے عوام کو ان کی دستوری تحریک چلانے سے باز رکھنے کے لئے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ لکھنؤ میں جو تجاویز اصلاحات منظور کی گئیں ان کے بارے میں ملک کی رائے عامہ کی طرف سے حکومت نے آنکھیں موند رکھی ہیں اور مکمل طور پر گمراہ ہو گئی ہے اور اس حکمت عملی پر گامزن ہے جس کا نتیجہ خطرناک عواقب سے بھرپور ہے اس نے لوگوں کو متانت کے ساتھ یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا انہیں منفعل مزاحمت کا اصول اور اس کے طور طریقے تو نہ اختیار کر لینے چاہئیں۔

ایک بے نظیر اور نہایت منحوس صورتحال

"موجودہ سیاسی صورتحال بے نظیر اور نہایت منحوس ہے۔ اس نے رہنماؤں' عوام اور حکومت پر یکساں طور سے بھاری ذمہ داری عائد کر دی ہے جو ہم سب کی بہت محتاط اور فوری توجہ کی محتاج ہے ہمیں حسب معمول تکدر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ زمانہ مختلف ہے اور بدل گیا ہے۔ ہمیں فوری طور پر حکومت کی صریح اور حتمی حکمت عملی کی وضاحت کی فی الفور احتیاج ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت عوام کے اس اعتماد کو فوراً بحال کر دے جو گذشتہ تین ماہ کے دوران اس بری طرح سے متزلزل ہو گیا ہے تاکہ ہم یہ جنگ جیت سکیں جو اس کم و بیش تین سالہ تھکا

دینے والی جدوجہد کے دوران ہمارا اولین اور مقدم ترین مقصد رہا ہے۔ ہند کے عوام مضطرب ہیں اور خلوص کے ساتھ کوشاں ہیں کہ وہ جلد سے جلد سلطنت کے ایک خود مختار رکن کا رتبہ حاصل کر لیں لیکن فی الحقیقت یہ سوچنا کہ صرف اس وجہ سے وہ سلطنت کے وفادار نہیں رہے ایک حماقت ہے اس ضمن میں میں یہ کہتا ہوں کہ تعلیم یافتہ ہندی تاج اور سلطنت کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنا کوئی انگریز ہو سکتا ہے' مجھے بھروسا ہے کہ وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج اور وزیر ہند' مسٹر مانٹیگو جیسے مدبرین جو انگلستان اور ہند میں حکومت کے سربراہ ہیں اس صورتحال کو زیادہ خطرناک رخ اختیار نہیں کرنے دیں گے۔

"یہ سمجھتے ہوئے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ برطانوی تدبر کا بالکل دیوالیہ نہیں نکل گیا میں اس جلسے کی طرف سے ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہند کو جلد سے جلد برطانوی سلطنت کا خود مختار رکن بنانے کے سلسلہ میں کوئی وقت ضائع کئے بغیر اپنی حکمت عملی کا اعلان کر دیں اور رائے عامہ کے احترام میں جو سارے ملک میں غیر مبہم اور شدید ہے حالیہ ظالمانہ حکمت عملی کو تبدیل کرنے کا حکم جاری کریں۔"

پنجاب میں نظم و نسق کا نظام

لیجس لیٹو کونسل میں خان بہادر (سر) میاں محمد شفیع کی قرار داد پر تقریر

۱۳؍ ستمبر ۱۹۱۷ء

۱۳ ستمبر ۱۹۱۷ء کو خان بہادر (سر) میاں محمد شفیع نے لیجس لیٹو کونسل میں ایک قرار داد پیش کی کہ یہ کونسل گورنر جنرل بشمول کونسل سے درخواست کرتی ہے کہ پنجاب میں قانون سازی اور نظم و نسق کا نظام صوبہ بہار اور اڑیسہ کے مشابہ کر دیا جائے' اس قرار داد پر تقریر کرتے ہوئے آنریبل مسٹر ایم اے جناح نے کہا۔

مسٹر ایم اے جناح: جناب والا! قرار داد کا متن جن الفاظ میں رقم کیا گیا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس کی حمایت نہ کر سکوں گا۔ مجھے اس کے مقصد سے پوری ہمدردی ہے جو ایک محدود سی تمنا ہے کہ پنجاب کی قانون سازی اور نظم و نسق کے نظام کو اس نظام کے مشابہ کر دیا جائے جو صوبہ بہار اور اڑیسہ میں جاری و ساری ہے۔ جناب والا! یہ اصلاح کافی پہلے ہو جانی چاہیے تھی۔ مجھے مسرت ہے کہ میرے آنریبل دوست محرک قرار داد کو اتنے طویل عرصے کے بعد بالآخر یہ احساس ہوا کہ ان کے صوبے کے ساتھ مناسب سلوک روا نہیں رکھا جا رہا۔ لیکن اب جبکہ وہ بیدار ہوئے اور انہوں نے یہ قرار داد پیش کی۔ بدقسمتی سے انہوں نے یہ قرار داد ایسے

وقت پیش کی جو میں سمجھتا ہوں کہ بالکل بے موقعہ اور بے محل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دستوری اصلاح کا مسئلہ، جو پنجاب پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور حکومت ہند پر بھی، عنقریب زیر غور آنے والا ہے۔ ہم سب نے وزیر ہند کا اعلان پڑھ لیا ہے اور ہمیں علم ہے کہ وہ اسی مقصد کے لئے ہند آ رہے ہیں۔ جناب والا! میرا ذاتی طور پر خیال ہے کہ پنجاب میں لیفٹیننٹ گورنر کی بجائے گورنر بشمول کونسل ہونا چاہیے۔ تاہم آنریبل مسٹر شفیع بہت ہی عجز سے کام لے رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اتنا کچھ لے کر بالکل مطمئن ہو جائیں گے جتنا کچھ بہار کے پاس ہے۔ کم از کم میں تو ان سے اتفاق نہیں کرتا میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں کسی اور صوبے مثلاً بمبئی یا بنگال کی طرح گورنر بشمول کونسل ہونا چاہیے اور میں تو ایک اور سمت میں آنریبل مسٹر شفیع سے آگے جانا چاہتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ ہائی کورٹ بھی حکومت ہند کی زیر نگرانی ہونی چاہیے جیسا کہ کلکتہ کی ہائی کورٹ ہے۔ یہ مسئلہ نہ صرف پنجاب کے لئے بے حد اہم ہے بلکہ ہر صوبے کے لئے اور جس قدر جلد اس مسئلہ پر غور کر لیا جائے گا اسی قدر بہتر ہو گا۔ مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ جب اصلاح کی عام تجویز پر بحث و تمحیص ہو گی تو اس معاملے پر بھی غور کر لیا جائے گا۔ لہٰذا جس شکل میں یہ قرار داد پیش کی گئی ہے میں اس کی تائید کرنے سے قاصر ہوں۔ میں آپ کو بتا دوں جناب والا! میں کونسل کو بتا دوں کہ قرار داد کا متن جن الفاظ میں رقم کیا گیا اور جس وقت اسے اس کونسل کے سامنے پیش کیا گیا اس کی وجہ سے پنجاب میں کافی شکوک و شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ہمیں متعدد برقیے موصول ہوئے ہیں جن میں لوگوں نے تشویش ظاہر کی ہے۔ تاہم آنریبل ممبر داخلہ نے اس تجویز کا جو جواب دیا ہے اس سے، مجھے کوئی شک نہیں، نہ صرف پنجاب بلکہ سارے ہند کی تشفی ہو جائے گی یعنی حکومت اس پر ہمدردانہ غور کرے گی اور بلا شبہ یہی وہ جواب ہے جو اس مرحلے پر حکومت کی طرف سے دیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا مسئلہ یہ شکل اختیار کر لیتا ہے کہ پنجاب کے مسئلہ پر بھی اس وقت غور کیا جائے جب دستوری اصلاحات کا معاملہ زیر بحث آئے جو جنگ کے بعد ہند میں رائج ہونی چاہئیں۔ ان حالات میں میں قرار داد کے

مقصد کے ساتھ گہری ہمدردی رکھنے کے باوصف اس کی حمایت کرنے سے قاصر ہوں۔
میں اس کی تائید نہیں کر سکتا کیونکہ اسے بہت پہلے پیش کیا جانا چاہیے تھا اور اس مرحلے پر یہ بے موقعہ اور بے محل ہے مزید براں یہ جس انداز سے پیش کی گئی ہے یہ بھی اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ میرے خیال میں پنجاب میں گورنر بشمول کونسل ہونا چاہیے اور ایک ہائی کورٹ زیر نگرانی حکومت ہند۔"

تجاویز اصلاحات پر قرارداد

صوبوں کے لئے مجوزہ اصلاحات کی طرح مرکز میں بھی اصلاحات رائج کی جائیں کونسل میں تقریر

۷ ستمبر ۱۹۱۸ء

مسٹر سریندر ناتھ بینر جی نے ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء کو لیجس لیٹو کونسل میں ایک قرارداد پیش کی کہ یہ کونسل ہند کے لئے اصلاحات کی تجاویز پر ہز ایکسی لینسی وائسرائے اور وزیر ہند کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ ہند میں ذمہ دار حکومت کے بتدریج حصول کی جانب ایک حقیقی کوشش اور ایک قطعی پیش رفت ہے گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ اس کونسل کے غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر فرما دیں جو اصلاحات کی رپورٹ پر غور کرے اور اپنی سفارشات حکومت ہند کو پیش کرے' اس قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ مجوزہ اصلاحات حکومت

خود اختیاری سے بتدریج حصول کی جانب اثباتی اقدام نہیں ہیں۔ انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ جیسی اصلاحات صوبوں کے لئے تجویز کی گئی ہیں ویسی ہی مرکز میں بھی رائج کی جائیں۔

آنریبل مسٹر ایم۔ اے جناح

"حضور والا! مجھے اس امر پر بہت افسوس ہے کہ میرے دوست مسٹر شاستری اپنے اور مسٹر پٹیل کے اختلاف کے بارے میں ایک ناخوشگوار بات کہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں ہم کانگرس سے علاحدگی اختیار کرنے والوں کا دفاع کرسکتے ہیں' ان کا جواز مہیا کرسکتے ہیں یا ان سے بازپرسی کرسکتے ہیں۔ ہمارے سامنے جو سوال ہے وہ یہ قرارداد ہے۔ حضور والا! مجھے یہ کہنے میں کوئی پس وپیش نہیں کہ ہم اس ملک میں ذمہ دار حکومت کے نظام کا آغاز کرنے کے ضمن میں آپ کی اور وزیر ہند مسٹر ماٹیگو کی سنجیدہ کوشش کو سراہتے ہیں۔

ہز ایکسی لینسی جناب صدر:

مجھے یقین ہے کہ کونسل آنریبل ممبر کو سننے کے لئے بہت بیتاب ہے' ممکن ہو تو وہ ذرا زیادہ بلند آواز سے بولیں۔

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح:

مجھے افسوس ہے' حضور والا! میں نے جو کچھ کہا میں اسے دہراتا ہوں۔ کہ مجھے یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں کہ ہم اس ملک میں ذمہ دار حکومت کے نظام کا آغاز کرنے کے ضمن میں آپ کی اور وزیر ہند مسٹر ماٹیگو کی سنجیدہ کوشش کو سراہتے ہیں۔ دوم میں سمجھتا ہوں' حضور والا! کہ اس کونسل کو یا کونسل سے باہر کسی بھی شخص کو جس نے اس رپورٹ کو احتیاط کے ساتھ پڑھا ہے' متاثر کرنے کے لئے نہ میرے دوست مسٹر بینرجی کی خطابت کی ضرورت ہے اور نہ مسٹر شاستری کی لیاقت کی کہ یہ حکومت کے موجودہ دستوری نظام پر ایک واضح پیش رفت ہے لیکن مسئلہ یہ نہیں ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیش رفت ہوئی ہے لیکن یہ مسئلہ نہیں ہے۔ اس سے

کوئی اختلاف نہیں کرتا کہ ہند میں تدریجی مرحلوں میں ذمہ دار حکومت قائم ہونی چاہئے دوسرے لفظوں میں ذمہ دار حکومت کا تدریجا" حصول' بلاشبہ اس سے احتیاط اور مراحل کا اظہار ہوتا ہے' لیکن' حضوروالا! جیسا کہ آنجناب نے چند روز پیشتر اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔ اس بیان میں جو وعدہ کیا گیا تھا وہ تھا ایک معقول قدم'۔ اگر میں حوالہ دے سکوں تو آنجناب نے یہ کہا تھا:۔

> "میں جس بات پر زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے معقول اقدام کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اپنے دل میں مجھے پورا بھروسا ہے کہ ہماری تجاویز میں معقول اقدام کا اہتمام کیا گیا ہے ہم نے بازار میں خوردہ فروش کی طرح کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔ کچھ جو ہم دباؤ کے تحت دینے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہر چیز سب لوگوں کے دیکھنے کے لئے میز پر رکھ دی گئی ہے"۔

اب حضوروالا! آنجناب کے رائے کے لئے بے حد ادب اور بے پناہ احترام کے ساتھ میں یہ گزارش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ان تجاویز میں ایک معقول اقدام' کا اہتمام نہیں کیا گیا اور فی الفور اس امر کی وضاحت کروں گا کہ میرا مدعا کیا ہے۔ حضور والا! صوبائی حکومتوں کے ضمن میں بلاشبہ یہ ایک پیش رفت ہے لیکن ہم کیا دیکھتے ہیں؟ ہم یہ دیکھتے ہیں ہمیں صوبوں میں معقول اقدام ملتا ہے یا نہیں ملتا اس کا تمام تر انحصار اس کمیٹی پر ہوگا جو منتقل شدہ اور مخصوص مضامین کے بارے میں فیصلہ کرے گی اور آخری درجہ میں یہ کہ وہ سفارشات قبول کی جاتی ہیں یا نہیں کی جاتیں۔ اب میں کہتا ہوں حضوروالا! تفصیل میں جائے بغیر' کیونکہ قواعد کے تحت میرے پاس پندرہ منٹ کا محدود وقت ہے کہ آج ہند میں ایسے صوبے ہیں جو پوری صوبائی حکومت کو چلانے کے پوری طرح اہل ہیں۔ لیکن وجوہات کا ذکر کئے بغیر ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جیسا کہ آپ تجربہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور چونکہ آپ کہتے ہیں کہ ہم عبوری مراحل سے گزر رہے ہیں ہم تیار ہیں' رپورٹ میں دیئے گئے دلائل سے اتفاق نہ کرتے ہوئے بلکہ مفاہمت کے انداز میں 'کہ کچھ صوبوں میں پولیس اور

عدل کے سوا تمام مضامین فی الفور منتقل کر دیئے جائیں اور میں جرات سے کہتا ہوں کہ وہ انہیں چلانے میں پوری طرح سے اہل ہیں۔

"پھر صوبوں کے ضمن میں بھی تجاویز میں ایک بات ہے جو میری دانست میں بے حد قابل اعتراض بات ہے اور وہ 'حضوروالا! آپ کو رپورٹ کی دفعہ ۴۳ میں مل جائے گی۔ حضور والا! یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ تجاویز قبول ہو جائیں گی اور اہم محکمے یا مضامین جزو ۴۳ کے تحت منتقل کر دیئے جائیں گے گورنر کو اتنے زبردست اختیارات تفویض کر دیئے گئے ہیں کہ یہ میرے خیال میں پیش نظر مقصد کے لئے نقصان دہ اور مضرت رساں ہوگا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جزو ۴۳ کے تحت گورنر کیا کچھ کر سکتا ہے'

آنریبل سرجارج لون ڈیس:

"حضور والا! میں سمجھتا ہوں کہ آنریبل ممبر غلطی کر رہے ہیں رپورٹ کے جزو ۴۳ کا تعلق تو بلوچستان شمال مغربی سرحدی صوبوں سے ہے"۔

ہز ایکسی لینسی جناب صدر!

"میں سمجھتا ہوں کہ آنریبل ممبر خلاصے کے جزو ۴۳ کا حوالہ دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ رپورٹ کا حوالہ دیں تو زیادہ سہولت رہے گی کیونکہ ہم نے اس حقیقت پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا ہے کہ خلاصہ کو کسی صورت میں بھی مستند نہ سمجھا جائے۔ رپورٹ ہی مستند بیان ہے"

آنریبل مسٹرایم۔ اے۔ جناح

"حضور والا! میرا نکتہ ایسا ہے جسے پیراگرافوں کے حوالے کی ضرورت نہیں اور وہ یہ ہے کہ مجلس عاملہ کے کسی بھی رکن کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی بھی مسودہ قانون کے پیش ہونے کے وقت پورے مسودے یا اس کے کسی جزو یا اس میں کسی ترمیم کے خلاف اعتراض کردے جب وہ یہ سمجھے کہ وہ قانون سازی کے کسی مخصوص شعبے میں مداخلت کرتا ہے پھر گورنر کے سامنے دو صورتیں ہوں گی یا تو وہ مجلس قانون ساز میں مسودہ قانون پر غور و فکر کی اجازت دے دیں یا پھر وہ مسودہ قانون اس کے کسی جزو یا

اس میں ترمیم کے بارے میں تصدیق نامہ جاری کردیں۔ اگر گورنر مسودہ قانون، کسی جزو یا ترمیم کے ضمن میں تصدیق کرتے ہیں تو گورنر یا تو اس پر مزید بحث و تمحیص کی ممانعت کرسکتے ہیں یا مجلس قانون ساز کو یہ مشورہ دیدیں کہ وہ ترمیم شدہ مسودہ، جزو یا ترمیم پر غور کرے وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا، حضوروالا! مجلس عاملہ کا کوئی رکن کھڑا ہو کر یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی مخصوص مسودہ قانون یا اس مسودہ قانون کا کوئی جزو کسی مخصوص مضمون سے متصادم ہے یا اس میں مداخلت ہے اور گورنر کو پورا استحقاق ہے کہ وہ پورے مسودہ قانون پر بحث رد کرے یا اس کے کسی جزو پر۔ میرے خیال میں جہاں تک صوبائی حکومتوں کا تعلق ہے یہ بہت زیادہ قابل اعتراض بات ہے اور اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

"پھر حضوروالا! ذرا سا اور تفصیل میں جاتے ہوئے میں اس تجویز کو قبول نہیں کرتا کہ ذمہ دار حکومت کے تدریجاً" حصول کی پیش رفت کو اتنا محدود کردیا جائے جتنا کہ صوبوں میں پیشگی عکس نظر آتا ہے۔ آپ کو ۲۰ اگست کے علان میں یہ کہاں نظر آتا ہے؟ آپ اسے صوبوں تک کیوں محدود کرتے ہیں اور حکومت ہند کو کیوں صاف چھوڑ دیا جائے اور تاہم اسی طرح رپورٹ کے مصنفین نے فارمولہ پیش کیا ہے۔ حضوروالا! بے حد ادب کے ساتھ میں دوبارہ یہ کہوں گا کہ میں اعلان میں یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں پاتا کہ صوبے اپنی وحدتیں تشکیل دے لیں، ہمیں ذمہ دار حکومت کا تدریجی حصول محض صوبوں تک محدود رکھنا چاہئے۔ تجاویز کے تحت حکومت ہند کی کیا صورت حال ہوگی اس کی وضاحت رپورٹ فارمولہ نمبر ۳ میں کی گئی ہے۔ میں اسے پڑھوں گا۔

حکومت ہند کو کلیتاً" پارلیمان کے سامنے جواب دہ رہنا چاہیے اس ذمہ داری کو برقرار رکھتے ہوئے ضروری امور میں اس کی حاکمیت اس وقت تک غیر متنازعہ رہنی چاہیے جب تک کہ اس وقت صوبوں میں جو تبدیلیاں متعارف کرائی جا رہی ہیں ان کے اثرات کا تجربہ نہ ہوجائے۔ دریں اثناء مجلس قانون ساز ہند میں توسیع کردی جائے، اسے زیادہ نمائندہ بنا دیا جائے اور حکومت کو متاثر کرنے کے ضمن میں اس کے

مواقع میں اضافہ کردیا جائے' (ہند کی دستوری اصلاحات پر رپورٹ' کلکتہ ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۲۴) لہٰذا جہاں تک حکومت ہند کا تعلق ہے تو آپ حکومت ہند کو اس درجہ میں لاکر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ کہ حکومت ہند میں ہم منتخب نمایندوں کے پاس حکومت کو متاثر کرنے کے مواقع کے سوا کچھ نہ ہوگا'۔ اب حضوروالا' ہم ۱۸۹۲ء سے حکومت کو متاثر کر رہے ہیں ہم ۱۹۰۹ء (منٹو مارلے اصلاحات) سے حکومت پر اثر انداز ہورہے ہیں اور آپ ہمیں عملاً اسی پوزیشن اور اسی مرحلے پر رکھ رہے ہیں جہاں ہم ۱۸۹۲ء میں تھے۔ اس میں فرق کیا ہے؟ بلاشبہ مجھے بتایا جائے کہ اب منتخب اراکین کی اکثریت ہے' مجھے بتایا جائے کہ جہاں تک کہ پرائیوٹ ممبر کے مسودہ قانون کا تعلق ہے ہم اسے اسمبلی سے منظور کراسکتے ہیں اور اسے اسٹیٹ کونسل میں لے جاسکتے ہیں اور ایوانوں میں اختلاف رائے کی صورت میں یہ معاملہ مشترکہ اجلاس میں طے کیا جاسکتا ہے۔ یہاں بھی گورنر جنرل بشمول کونسل کو تصدیق کرنے کا اختیار ہوگا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تصدیق منتخب اراکین کی منشاء پر حاوی ہوگی۔ اب ' حضور والا! یہی وہ صورت حال ہے جس کی آپ اپنی رپورٹ میں مذمت کرتے ہیں یعنی وہ جسے آپ منٹو مارلے اصلاحات کی معیبت قرار دیتے ہیں۔ اور وہ معیبت کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ آپ منتخب اراکین کو غیرذمہ دار ناقدین کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ آپ اس صورت حال کو اپنی تجاویز میں کس طرح تبدیل کرتے ہیں؟ وہ اس دستور کے تحت ہی غیرذمہ دار ناقد ہی رہیں گے کیونکہ گورنر جنرل بشمول کونسل کے تصدیق نامے کے ذریعہ آپ اپنی من مانی کرسکتے ہیں۔ آپ اسمبلی کی متفقہ مخالفت کے علی الرغم یا کونسل آف اسٹیٹ کے منتخب اراکین کے باوصف جو اقدام چاہیں کرسکتے ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے یا ایسا نہیں ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیا ہم غیرذمہ دار ناقدین ہی رہتے ہیں نا؟ آپ دیکھیں گے کہ آپ کے تصدیق نامے کے تحت ایک سرکاری مسودہ قانون اسمبلی سے منظور کرایا جاسکتا ہے۔ آپ یہ بھی دیکھیں کہ ایک تصدیق نامے کی وجہ سے ایک پرائیویٹ ممبر کا مسودہ قانون مسترد کیا جاسکتا ہے یا حکومت کی مرضی کے مطابق اس میں ردوبدل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر جہاں تک ایک

پرائیوٹ ممبر کے مسودہ قانون کا تعلق ہے آپ کو ویٹو بھی حاصل ہے۔

اب حضور والا! کیا میں یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ حکومت ہند اس درجہ خوف زدہ کیوں رہنا چاہتی کہ اسے چھیڑا ہی نہ جائے۔ کیا حکومت ہند میں کوئی ایسا شعبہ ہے جسے مقننہ کی رائے کے تحت لایا جاسکے اور کیوں نہیں؟ کیوں' میں دریافت کرتا ہوں کہ بیک وقت پیش رفت نہ کی جائے؟ میں یہ تسلیم کرنے کے لئے بھی آمادہ ہوں کہ وہ ان شعبوں کو اپنی نگرانی میں رکھ سکتے ہیں جو حکومت کے بنیادی فرایض کی انجام دہی کے لئے ناگزیر ہوں۔ لیک کیا' حضور والا! حکومت ہند میں ایک بھی ایسا شعبہ نہیں جسے مقننہ کی رائے کے تحت لایا جا سکے؟ حضوروالا! میری اولین گزارش یہ ہے کہ مخصوص مضامین کے علاوہ جن میں میں امن و امان اور ملک کی سلامتی کو شامل کرتا ہوں باقی تمام شعبوں کو مقننہ کی رائے کے تحت کردیا جائے میں دو ایوانی نظام کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں اور میں اسے قبول کرتا ہوں جو رپورٹ میں مذکور ہے اور مجھے امید ہے وہ دن آسکتا ہے جیسا کہ رپورٹ کے فاضل' مصنفین خود کہتے ہیں جب یہ ایک حقیقی نظر ثانی کرنے والا ایوان بن جائے گا۔ مجھے ' حضوروالا! اس باب میں مطلق شبہ نہیں کہ ذمہ دار حکومت اس ملک میں آکر رہے گی۔ یہ آنی چاہیے۔ یہ صرف وقت کا سوال ہے۔ اس وقت ہمارے اور آپ کے درمیان صرف رفتار کا مسئلہ ہے اوّر کوئی مسئلہ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کی تجاویز کافی دور تک نہیں جاتیں۔ آپ آہستہ روی چاہتے ہیں ہم چاہتے یں کہ تیز چلا جائے۔ لیکن ' حضوروالا! میں کہتا ہوں کہ جب بھی وہ دن آتا ہے ہند میں صرف وفاق ہی ہو سکتا ہے۔ اور ایک ملک میں جو اتنا وسیع و عریض ہے اور جس کی آبادی ایسی ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ اس میں نظر ثانی کرنے والا ایوان ضروری ہوگا۔ اب حضور والا! اگر میری تجاویز قبول کرلی جائیں تو کیا ہوگا۔ مختصراً یہ کہ مخصوص مضامین کی صورت میں آپ کی مکمل انتظامی نگرانی ہوگی اور مثبت قانون سازی کے ضمن میں آپ کوئی قانون منظور کروا سکتے ہیں۔ جب کہ منتقل شدہ مضامین مقننہ کی رائے کے تحت آجائیں گے۔ یاد رکھیے آپ کے پاس کونسل آف اسٹیٹ ہے اگر دونوں ایوانوں کے درمیان کوئی اختلاف

رائے ہوا تو آپ فوراً مشترکہ اجلاس طلب کر سکتے ہیں۔ حضور والا! میں نے احتیاط کے ساتھ اعداد و شمار جمع کئے ہیں اور اس مسئلہ پر غور فکر کی زحمت بھی گوارا کی ہے۔ صورت حال کیا ہوگی؟ اگر آپ کچھ شعبے مقننہ کی رائے کے تحت لے آئیں تو کیا صورت حال اس قدر نا عاقبت اندیشانہ اور اس قد غیر ذمہ دارانہ ہوگی؟ ہرگز نہیں‘ کیونکہ اول تو ۱۰۰ ارکان کی مقننہ میں سڑسٹھ منتخب اراکین ہوں گے اور پھر آپ کے پاس ۲۱ منتخب اراکین ہوں گے کونسل آف اسٹیٹ میں۔ مشترکہ اجلاس میں ۲۶ منتخب اراکین کی اکثریت ہوگی‘ اور کسی کو آزردہ کئے بغیر میں کہوں گا کہ بعض اوقات منتخب اراکین میں بھی اختلاف رائے ہو جاتا ہے اور ان ۲۶ میں ۱۴ میں منہا کر دیتا ہوں جن میں بعض مخصوص مفادات کی نمایندگی کرتے ہیں۔ یوروپین اراکین کو میں شمار نہیں کرتا۔ لہٰذا مشترکہ اجلاس میں ۱۲ منتخب اراکین کی اکثریت ہوگی۔ اب حضور والا! اگر حکومت ہند ان ۱۲ ارکان کو بھی ان شعبوں کے ضمن میں اپنا ہمنوا نہیں بنا سکتی جن کا حکومت کے بنیادی فرائض یعنی امن و امان اور ملک کی سلامتی اور مخصوص مضامین جیسا کہ بری فوج‘ بحری فوج‘ خارجہ حکمت عملی اور ریاستوں کے فرمانروا اور اگر رائے مخصوص مضامین کے علاوہ کسی معاملے میں حکومت کے خلاف جاتی ہے تب حضور والا! میں کہتا ہوں کہ اسے ایسا ہی ہونا چاہیے اور ان امور میں تو کم سے کم مقننہ کی رائے انتظامیہ پر حاوی ہونی چاہیے۔

ہز ایکسی لینسی جناب صدر:

آنریبل ممبر اپنے وقت کی حد سے آگے بڑھ گئے ہیں

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح

حضور والا! مجھے اس کے سوا کچھ نہیں کہنا کہ اس شاندار دن کی خاطر جو برطانیہ عظمیٰ اور ہند کی تاریخ میں روشن ترین باب رقم کرے گا یعنی وہ دن جب اس ملک میں ذمہ دار حکومت کا قیام عمل میں آئے گا کیا آپ اس وقت اس مسئلہ پر فیاضانہ اور ارفع جذبے کے تحت نظر نہیں ڈال سکتے اور کیا ہم یہ امید نہیں کر سکتے کہ آپ اپنی

رائے کے اظہار کے باوصف آپ ان تجاویز اور ردو بدل پر جو ہم پیش کرر ہے ہیں غور کریں گے جو عوام کو اطمینان بخشیں گی اور تجربے کو حقیقی کامیابی سے ہمکنار کریں گی۔

ہند میں اخبارات سے متعلق قانون کا اثر

تحقیقات کے لئے مساوی سرکاری اور غیر سرکاری اراکین کی کمیٹی کے قیام کا مطالبہ

۱۹ر ستمبر ۱۹۱۸ء

۱۹ ستمبر ۱۹۱۸ ء کو مسٹر جی۔ ایس کھاپاردے نے لیجس لیٹو کونسل میں ایک قرارداد پیش کی کہ مساوی تعداد میں سرکاری اور غیر سرکاری تعداد پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو اس امر کی تحقیقات اور رپورٹ پیش کرے کہ اخبارات سے متعلق قانون اور قانون دفاع ہند (جمع شدہ) قواعد مجریہ ۱۹۱۵ء نے ہند کے اخبارات پر کیا اثر مرتب کیا۔ دوم کمیٹی ہند کے اخبارات کے اخلاقی اور مادی حالات کے بارے میں بھی رپورٹ پیش کرے۔ آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے ان حالات کا تذکرہ کیا جن کے تحت پریس ایکٹ مجریہ ۱۹۱۰ء منظور کیا گیا تھا اور بعد ازاں اس پر عمل درآمد کا بھی حوالہ دیا۔

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح:

جناب والا! جب ۱۹۱۰ء میں پریس ایکٹ منظور کیا گیا تھا اس وقت میں اس کونسل کا ممبر

تھا۔ اس وقت جناب والا! صورت حال یہ تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آنریبل ممبر داخلہ میری تصدیق کریں گے۔ کہ مروجہ قوانین اور عام قوانین میں کافی وضاحتیں موجود تھیں جن کے تحت ان جرائم سے نمٹا جا سکتا تھا جن کا انہوں نے اپنی تقریر میں ذکر کیا تھا' لیکن ایسا صرف عدالتی کارروائی کے ذریعہ سے ہی کیا جا سکتا تھا۔

۱۹۱۰ء میں یہ کہا گیا تھا کہ اخبارات کے بارے میں اتنی مثالیں ہیں' جنہیں میں غلط کار اخبارات کہوں گا' جو بغاوت اور بے اطمینانی پھیلاتے ہیں اور جو کم و بیش سیاسی جرائم کا سبب بنتے تھے اور جن سے ان ہتھیاروں سے نہیں نمٹا جاسکتا تھا جو قانون کے اسلحہ خانے میں پہلے سے موجود تھے۔ چنانچہ حکومت اس کونسل کے سامنے آئی اور یہ موقف پیش کیا کہ انتظامیہ کو اس نوع کے جرائم سے نمٹنے کے لئے اختیارات دیئے جائیں اس بات پر زور دیا گیا کہ چونکہ عدالتی کارروائی کا طریقہ اختیار کرنے کے نتائج بعض اوقات بدتر ہوتے ہیں ہر چند کہ مجرم سزا پا جاتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر اور بالخصوص چونکہ اس وقت بنگال زیادہ پر امن نہیں تھا اس لئے حکومت ۱۹۱۰ میں اس کونسل کے سامنے آئی اور یہ اختیارات دینے کے لئے کہا۔ جناب والا! اگر آپ ۱۹۱۰ء کی روئیداد کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ کم و بیش ہر غیر سرکاری رکن' یہ محسوس کرتا تھا کہ پریس ایکٹ کا مقصد آزادی صحافت پر' جو ہم سب کو بے حد عزیز ہے' ضرب لگانا ہے اس کے باوجود حالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ اسے رد نہیں کرسکتا اور آپ دیکھیں گے کہ ایک یا دو کے سوا تمام غیر سرکاری اراکین نے اس قانون کی حمایت کی۔ یہ تھا ۱۹۱۰ میں' جناب والا! اس قانون میں تمام قوانین کا وہ سقم موجود ہے جو عدالتی نگرانی کے احاطہ میں نہیں آتا چونکہ اس قانون پر انتظامیہ کو عمل در آمد کرنا تھا یہ قانون کتاب القوانین میں سات برس سے موجود ہے اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں ان انتہائی مثالوں کے باوصف جن کا آنریبل ممبر داخلہ نے ازراہ عنایت حوالہ دیا ایسے مقدمات بھی موجود ہیں جن میں اس قانون کا غلط اطلاق کیا گیا اور اس پر ظالمانہ طریق سے عمل در آمد کیا گیا۔ انتہائی نوعیت کی مثالیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ ہم سب کو ان کا علم ہے

اور ہمیں اس کا افسوس ہے۔ ان انتہائی نوعیت کے مقدمات کی وجہ سے حکومت کو یہ موقعہ ملا کہ وہ اس کونسل کے سامنے آئے اور یہ غیر معمولی اختیارات طلب کرے جو اس وقت آپ کو حاصل ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے بلا رضامندی کے یہ اختیار آپ کو دیا۔ لیکن آج جو سوال ہے وہ یہ ہے کہ وہ اختیار کس طرح استعمال کیا جارہا ہے اور اس قانون پر کس طرح عمل درآمد ہونا چاہیے؟ میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ میں ایسی مثالیں دے سکتا ہوں جو میرے علم میں آئی ہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ اس قانون کو نہایت آمرانہ انداز میں چلایا گیا اور آپ اسے روک بھی نہیں سکتے' آپ اس سے باز بھی نہیں رہ سکتے کیونکہ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم سب انسان ہیں اور جب محکموں کے سربراہوں اور انتظامی افسروں کو ایسے بے محابا اختیارات دے دیئے جائیں گے تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ انسان ہیں ان کی پسند اور ناپسند ہوتی ہیں اور ان کے تعصبات ہوتے ہیں اور یاد رکھیے کہ اس کے خلاف کوئی اپیل نہیں یہ حتمی ہے اب ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ سات برس گزر گئے جب یہ ایکٹ قانون بنا اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہ وقت آگیا ہے جب ایک مناسب تحقیقات ہونی چاہیے۔ جناب والا! میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اگر آپ تحقیقات کریں گے تو انصاف کی بات یہ ہے کہ حکومت کو اس امر پر اطمینان ہو جائے گا کہ اس قانون میں ردوبدل ہونا چاہیے۔ میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی مجرم جس نے سرکشی کا ارتکاب کیا ہو جس نے بے اطمینانی پھیلانے کا ارتکاب کیا ہو' جس نے نسلی منافرت پھیلانے کا ارتکاب کیا ہو وہ بچ جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں کہتا ہوں معصوم کی حفاظت کیجئے۔ ان صحافیوں کی حفاظت کیجئے جو اپنا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جو بغیر کسی لاگ لپٹ' آزادی اور دیانتداری کے ساتھ حکومت پر تنقید کر کے' عوام اور حکومت دونوں کی خدمت کر رہے ہیں' جو کسی بھی حکومت کے لئے بمنزلہ تعلیم ہوتی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ سرکاری افسر تنقید کے معاملے میں بڑے حساس ہوتے ہیں اور میرے آنریبل دوست کرنل اوپ لن اس کی ایک اچھوتی مثال ہیں۔ برا جانتے ہوئے تنقید کی وجہ سے ان

کی جان نکلے جا رہی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس تعلق میں آنریبل مسٹر شاستری نے جو کچھ کہا ہے وہ اسے پیش نظر رکھیں گے آپ برما کے لوگوں کو جاہل رکھ کر خوش نہیں کر سکیں گے۔ اس طرح ان پر حکمرانی سہل ہو سکتی ہے لیکن یہ کوئی مثالی نظام حکومت نہیں ہے۔ اور برما بھی کوئی پیش رفت کر سکتا ہے۔

جناب والا! لہٰذا میں قرار داد کے پہلے حصے کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔"

سرکشی کے بارے میں کمیٹی کی رپورٹ اور خفیہ پولیس کے طریقہ کار پر قرارداد

رولیٹ کمیٹی کی رپورٹ کو ملتوی کرنے کی سفارش

۲۳ر ستمبر ۱۹۱۸ء

مسٹر جی ایس کھاپردے نے ۲۳ ستمبر ۱۹۱۸ء کو لیجس لیٹو کونسل میں قرار داد پیش کی سرکشی کے متعلق کمیٹی بابت ۱۹۱۸ء (رولیٹ کمیٹی رپورٹ) پر غور و خوض اور اس کے تصفیے کو التوا میں رکھا جائے اور یہ کہ ایک مساوی تعداد میں سرکاری اور غیر سرکاری ہندیوں پر مشتمل کمیٹی خفیہ پولیس بشمول مرکزی خفیہ پولیس کے طریق کار کردگی کی مکمل تحقیقات اور چھان بین کرے۔ قرار داد پر تقریر کرتے ہوئے آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "حضور والا! قرار داد جن الفاظ میں رقم کی گئی ہے وہ ہر ایک کے لئے بہت پریشان کن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جو بہت اہم سوال ہے وہ رولیٹ کمیٹی کی رپورٹ کا مسئلہ ہے۔ اب قرار داد یہ چاہتی ہے کہ رپورٹ یا اس پر غور و خوض اور اس کے تصفیے کو ملتوی کر دیا جائے۔ محرک کے لئے بے حد احترام کے ساتھ، امر واقعہ یہ ہے کہ ان کا کونسل سے یہ کہنا کہ وہ رپورٹ پر

اپنے غور و خوض اور اسے نمٹانے کا کام ملتوی کر دے اس سے ان کا مدعا کیا ہے؟
قرار داد کا دوسرا جزو یہ ہے کہ خفیہ پولیس بشمول مرکزی خفیہ پولیس کے طریقہ کارکردگی کی مکمل چھان بین کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے۔ حضور والا! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہمارے رولیٹ کمیٹی کی رپورٹ سے نمٹنے اور خفیہ پولیس یا مرکزی خفیہ پولیس کے طریقہ کار کے درمیان تعلق کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی تعلق اس طرح بنتا ہو کہ اس نے رولیٹ کمیٹی کے سامنے کوئی اطلاع یا شہادت پیش کی ہو۔ لیکن جیسا کہ میں سمجھتا ہوں اہم سوال تو رولیٹ کمیٹی کی رپورٹ کے بارے میں ہے۔ اب رولیٹ کمیٹی' جیسا کہ اس کمیٹی کے امور مفوضہ سے آپ کو علم ہو جائے گا' جو مقرر کی گئی تھی' چھان بین کرنے اور رپورٹ تیار کرنے کے لئے اس باب میں (۱) ہند میں انقلابی تحریکوں سے متعلق مجرمانہ سازشوں کی نوعیت اور حدود (۲) ان دشواریوں کی تفتیش اور ان پر غور جو اس طرح کی سازشوں سے نمٹنے میں پیش آئیں اور اس نوع کی قانون سازی کے بارے میں مشورہ دینا جس کے ذریعہ حکومت ان سے موثر طریقے سے نمٹ سکے۔
میں سمجھتا ہوں' حضور والا! کہ رولیٹ کمیٹی کی تقرری کا واحد مقصد یہ دریافت کرنا نہیں تھا کہ ملک میں مجرمانہ سازشیں ہیں۔ وہ تو ہیں۔ ان کا وجود چلا آ رہا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کمیٹی کی نامزدگی کا حقیقی مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ جب ہم معمول کے زمانہ میں واپس آ جائیں تو اس نوع کے جرائم سے کس طرح نمٹا جائے۔ کیونکہ غیر معمولی مداوے اور اختیارات جو اب حکومت کو تفویض کئے گئے ہیں' جنہیں قوانین جنگ کا نام دیا جا سکتا ہے' صرف دوران جنگ ہی برقرار رہیں گے اور اس سے زیادہ نہیں۔ اور ان کا اہم مقصد قانون سازی کے ضمن میں ایسے اقدامات تجویز کرنا تھا جو ان سازشوں سے نمٹنے کے لئے اختیار کیے جائیں۔ حکومت کے پاس شہادتیں موجود تھیں' ان کے سامنے جملہ دستاویزات تھیں اور انہیں بخوبی علم تھا کہ اس نوع کے جرائم روزانہ سرزد ہو رہے ہیں۔ مقصد یہ دریافت کرنا تھا کہ ان جرائم سے نمٹنے کے لئے کون سے طریقے اور اقدامات اختیار کئے جائیں۔ لہٰذا اب میں رولیٹ کمیٹی کی

رپورٹ کے اس حصہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا جس میں مختلف سازشوں اور جرائم کو جن کا ارتکاب ہوا دلچسپ انداز میں بیان کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارا زیادہ تعلق اس جزو سے ہے جو یہ سفارش کرتا ہے کہ کون سے اقدامات ہمیں اختیار کرنا چاہئیں۔ اب، حضور والا! آنریبل ممبر داخلہ نے یہ کہا ہے کہ یہ سیاسی معاملات نہیں ہیں بلکہ جرائم ہیں۔ نہایت ادب کے ساتھ میں ان سے اختلاف کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ یہ سیاسی معاملات ہیں اور بالکل ہیں۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہند میں ۱۹۰۶ء سے قبل کوئی ایسی چیز نہیں تھی جیسے کہ انقلابی نوعیت کی مجرمانہ سازشیں۔ میں باور کرتا ہوں کہ ہند میں پہلا بم ۱۹۰۶ء کے بعد پھینکا گیا اس سے قبل نہیں۔ لہٰذا، حضور والا! جس مسئلہ پر ہمیں غور کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہند کو کیا ہو گیا۔ ایسا کیوں ہوا کہ ۱۹۰۶ء میں اچانک بم مارنے کا یہ اشارہ دے دیا گیا اور ایسا کیوں ہوا کہ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۸ء تک اس افراتفری (انارکی) کی تحریک میں اس قدر زبردست ترقی ہوئی؟ اس کا سبب کیا ہے؟ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کہ وہ لوگ جو پنجاب کی نمائندگی کرتے ہیں آگے بڑھیں اور اپنی حکمت عملی کا دفاع کریں۔ یہ بھی بے سود ہو گا کہ وہ آئیں اور کہیں کہ یہ خطرات موجود تھے اور ہم نے ان خطرات سے نہایت شاندار طریقے سے نمٹا۔ لیکن میں اس کونسل اور حکومت پر زور دوں گا کہ وہ یہ معلوم کریں کہ اس کا سبب کیا ہے؟ یقیناً ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ اچانک یہ لوگ باقاعدہ مجرم بن گئے۔ حضور والا! سبب یہ ہے کہ بے قراری ہے، بے اطمینانی ہے اور بے چینی ہے۔ حضور والا! کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر کلیتاً" نہیں تو جزوی طور پر تو یہ آپ کی حکمت عملی کی وجہ سے ہے۔ آپ کی حکمت عملی کیا رہی ہے؟ آپ ذرا سا غور کیجئے۔ آنریبل سرور نے لو ویٹ کہتے ہیں کہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ جب تک کہ اس ملک کے لوگ حکومت سے تعاون نہیں کریں گے۔ جب تک کہ وہ مدد نہیں کریں گے اور کوئی طریقہ اتنا موثر نہیں ہو گا۔۔۔ میں توقع کرتا ہوں کہ میں ان کی تقریر کا لب لباب درست طور پر بیان کر رہا ہوں لیکن جب آپ ہم سے، ہند کے عوام سے، کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ تعاون کریں ہم آپ سے کہتے ہیں کہ ہم سے مشورہ کیجئے، اور ملحوظ خاطر

رہے۔۔۔۔ کہ ہم سے زیادہ کوئی اور ان جرائم کو روکنے کے لئے بے قرار نہیں ہو گا۔ لیکن آپ ہم سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جرائم روکنے میں آپ کی مدد کریں۔ جب آپ ہم سے مشورہ کئے بغیر حکمت عملی نافذ کر دیتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں تو پھر ہمیں بھی اپنے ساتھ شریک کیجئے اور اس ملک کی حکمرانی کے لئے جو حکمت عملی نافذ کر رہے ہیں ان میں تھوڑی سی نگرانی اور ذمہ داریاں ہمیں بھی دے دیجئے۔ حضور والا! یہ ایک ایسا پہلو ہے جسے کسی مقرر نے اس کونسل کے سامنے پیش نہیں کیا۔ سارے مسئلہ سے اس بنیاد پر نمٹ رہے ہیں گویا ہمارے درمیان کچھ مجرموں کے قبائل پیدا ہو گئے ہیں جو خطرے کا منبع ہیں اور ہر شخص نے یہ اپنا فرض اور معاملہ سمجھ لیا ہے' آگے کچھ یا اس ضمن میں اس کے سوا سوچے بغیر کہ وہ قانون بنا دے اور جونہی آپ نے کتاب قانون میں ایک قانون درج کر دیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ نے مسئلہ حل کر لیا۔ میں کہتا ہوں' حضور والا! کتاب قوانین میں کتنے ہی قوانین درج کر دیجئے یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ آپ کو اپنی حکمت عملی میں بھی تبدیلی لانا ہو گی اور بڑی حد تک اس سے قبل کہ آپ ان اسباب کو رفع کریں۔ پس حضور والا! رولیٹ کمیٹی کی بعض سفارشات سے میں اتفاق کر سکتا ہوں لیکن کچھ ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ کوئی مہذب حکومت انہیں قبول نہیں کرے گی۔ کوئی مہذب حکومت کبھی خواب میں بھی ان سفارشات کو قانون کا جامہ نہیں پہنائے گی اور میں خصوصیت کے ساتھ ان امتناعی اقدامات کا حوالہ دے رہا ہوں جن کی رولیٹ کمیٹی نے سفارش کی ہے۔ میں صرف چند مثالیں پیش کروں گا اگرچہ مجھے اس کا علم ہے کہ آج یہ مسئلہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ رولیٹ کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ان کی اساس استوار کی ہے ان پر جنہیں وہ اہم دستاویزات کہتے ہیں اور جن کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے جو رپورٹ کے ساتھ جدول کے طور پر شامل ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ کسی کے لئے بھی رولیٹ کمیٹی کی ان سفارشات سے نمٹنا بے حد مشکل ہو گا جو اس مواد پر مبنی ہیں جو شائع نہیں کیا گیا۔ جو ہمارے سامنے موجود نہیں اور جسے رولیٹ کمیٹی سب سے

زیادہ اہمیت دیتی ہے اور نہایت اشتیاق کے ساتھ ہماری توجہ ان کی طرف مبذول کراتی ہے۔ وہ کاغذات' وہ دستاویزات ہمارے سامنے اس لئے موجود نہیں ہیں چونکہ حکومت نے انہیں شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا حضور والا! میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے لئے اس وقت تک ان سفارشات پر تنقید کرنا ممکن نہیں جب تک کہ میری رسائی اس مواد تک نہ ہو جو ان کی سفارشات کی بنیاد ہیں۔ لیکن حضور والا! کیا آپ اس نوع کی قانون سازی کا تصور بھی کر سکتے ہیں جنہیں وہ امتناعی اقدامات کے طور پر پیش کرتے ہیں اور میں صرف یہ پڑھوں گا:

اختیارات کے پہلے زمرے کی نوعیت حسب ذیل ہونی چاہیے:۔

(۱) کسی بھی شخص سے باضمانت یا بلا ضمانت کفالت طلب کرنا۔

(۲) رہائش کو محدود کرنا یا جائے رہائش کی تبدیلی کی اطلاع دینے کا پابند کرنا۔

(۳) بعض اعمال پر پابندی عائد کرنا مثلاً اخبار نویسی' اشتہارات تقسیم کرنا یا جلسوں میں شرکت کرنا۔

(۴) کسی شخص کو وقتاً" فوقتاً" تھانے میں حاضری دینے کا پابند کرنا۔

"مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اس صورت میں کوئی پولیس افسر میرے آنریبل دوست مسٹر شاستری کا تعاقب نہیں کریں گے یا سائے کی طرح ان کے پیچھے نہیں لگیں گے جس پر وہ اس قدر اعتراض کرتے ہیں۔ انہیں اس عذاب سے نجات مل جائے گی جس کا انہوں نے یہاں تذکرہ کیا کیونکہ پھر وہ خود تھانے میں جا کر حاضری دے دیا کریں گے۔

دوسرا زمرہ:

(۱) گرفتار کرنا

(۲) وارنٹ کے تحت تلاشی لینا۔

(۳) تعزیری حراست میں رکھنا۔

"اب حضور والا! میں کہتا ہوں کہ نظر بظاہر ان اقدامات سے نہ صرف ان جرائم کا خاتمہ نہیں ہو گا جنہیں آپ ختم کرنا چاہتے ہیں بلکہ یہ ان جرائم میں اضافے کا سبب بن جائیں گے اور کوئی مہذب ملک' میں اس کونسل میں جسارت سے کہتا ہوں' ان اقدامات کو برداشت بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ اس نوعیت کے اقدامات کی منظوری عطا کرے جنہیں امتناعی اقدامات کہا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے موقف کی وضاحت بھی کر دینا چاہتا ہوں۔ حکومت آخر کار اس نقطہ نظر کو محسوس کرے یا نہ کرے جو میں نے آج پیش کیا ہے۔ ایک بات یقینی ہے کہ ان جرائم کا سد باب ہونا چاہیے۔ اس حکمت عملی سے بھی ہمارے خواہ کچھ بھی اختلافات کیوں نہ ہوں' جس پر حکومت اس ملک میں عمل پیرا ہونا چاہتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عدالتی طریقہ کار اختیار کرنا بدرجہا بہتر ہو گا بجائے اس کے کہ ان قوانین کو استعمال کیا جائے جو اس وقت موجود ہیں اور بجائے اس کے کہ انہیں برقرار رکھا جائے جو انتظامیہ کو مکمل اختیارات عطا کرتے ہیں دوسرے الفاظ میں' اس کو واضح کرنے کے لئے انتظامیہ کو اختیار دینے کی بجائے میں چاہوں گا کہ عدالت کو اختیار دے دیا جائے۔ میں تو اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ ان جرائم کی عدالتی ٹربیونل میں سرسری سماعت ہو جائے کیونکہ میری رائے میں انتظامیہ کے مقابلہ میں یہ کمتر درجہ کی لعنت ہو گی۔ میں چاہوں گا کہ ایک مناسب بنچ تشکیل دے دی جائے اور ان جرائم کی سماعت خصوصی بنچ کرے۔ لیکن حضور والا! یہ وقت نہیں کہ میں ان امور پر بحث کروں۔ جب حکومت کوئی مسودہ قانون یا کوئی تجویز پیش کرنے کا فیصلہ کرے گی۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ اس کونسل کو ان معاملات سے نمٹنا ہو گا۔ تب ہمارے لئے وہ وقت ہو گا جب ہم اس پر غور کریں گے اور اپنا فیصلہ دیں گے۔ لہٰذا مجھے افسوس ہے کہ میں اس قرار داد کی حمایت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ کہتی ہے کہ اس رپورٹ کو التوا میں رکھ دیا جائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس رپورٹ کو ملتوی کر دینے سے کون سا مفید مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر حکومت رولیٹ کمیٹی کی سفارشات پر کوئی کارروائی

کرنے کا فیصلہ کرتی ہے تو اسے کر لینے دیجئے انہیں ہمارے سامنے کوئی قطعی قانون لانے دیجئے پھر ہم اس سے نمٹ لیں گے۔

"ختم کرنے سے پیشتر میں صرف ایک بات اور کہوں گا۔ میں اپنے آنریبل دوست مسٹر بینرجی سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ درحقیقت حضور والا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رولیٹ کمیٹی کی سفارشات کا اصلاحات سے کیا تعلق ہے۔ اگر کوئی محض رپورٹ کو ہمارے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے تو آپ اسے روک نہیں سکتے....."

آنریبل سریندر ناتھ بینرجی: "کیا میں ایک نکتہ اعتراض پر اٹھ سکتا ہوں اس غلطی کی اصلاح کرنے کے لئے جو میرے دوست نے سرزد کی ہے۔ میں نے اپنی تقریر میں یہ نہیں کہا کہ اصلاحات کی تجویزوں کا رولیٹ کمیٹی سے کوئی تعلق ہے لیکن میں نے جو گذارش کی تھی وہ یہ تھی کہ لارڈ سیڈین ہیم اور دیگر لوگ تجاویز اصلاحات کے خلاف اس رپورٹ کو ہوا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: پھر' حضور والا! میں توقع کرتا ہوں کہ وہ لوگ اپنی کوشش میں بری طرح سے ناکام رہیں گے۔ لہٰذا میں بھروسا کرتا ہوں کہ میرے دوست مسٹر کھاپردے اپنی قرار داد پر' جس شکل میں انہوں نے یہ پیش کی ہے زور نہیں دیں گے۔

ضابطہ فوجداری (ہنگامی اختیارات کا مسودہ)
مسودہ قانون

رولیٹ کمیٹی کی سفارشات پر مبنی مسودہ قانون

۶ر فروری ۱۹۱۹ء

سر ولیم ونسنٹ ممبر داخلہ نے ۶ فروری ۱۹۱۹ء کو امپیریل لیجس لیٹو کونسل میں رولیٹ کمیٹی کی سفارشات پر مبنی مسودہ قانون پیش کیا۔ ۱۹۱۵ء میں پہلی عالمگیر جنگ اور بعض ہندیوں کی سرگرمیوں کے باعث بالخصوص پنجاب اور بنگال میں پیدا شدہ صورت حاصل سے عہدہ برا ہونے کے لئے قانون دفاع ہند منظور کیا گیا تھا۔ اس قانون کی مدد سے حکومت جنگ کے دوران انقلابیوں کی سرگرمیوں سے نمٹنے میں کامیاب رہی۔ یہ قانون صرف زمانہ جنگ کے لئے تھا اور اختتام جنگ کے بعد حکومت ان اختیارات سے محرومی پر رضامند نہ تھی۔ نتیجتاً یہ مسودہ قانون پیش کیا گیا۔ محرک نے یہ تسلیم کیا کہ بے حد ناگواری اور متفکرانہ غور کے بعد

حکومت نے یہ مسودہ قانون پیش کیا ہے۔ مسودہ قانون پانچ حصوں میں منقسم تھا۔ پہلے حصے میں تیز رفتاری کے ساتھ مجرموں کے خلاف مقدمہ چلانے کا اہتمام تھا اور بند کمرے میں بھی سماعت کا انتظام تھا۔ دوسرے حصے میں امتناعی اقدامات کا ذکر تھا۔ تیسرا حصہ گورنر جنرل کو یہ اختیار دیتا تھا کہ وہ یہ اعلان کر سکیں کہ ان کے خیال میں کوئی خاص تحریک امکانی طور پر مملکت کے خلاف جرائم پر منتج ہو گی۔ اسی طرح کوئی مقامی حکومت بھی اس حصے کو بعض افراد کے خلاف یہ کہہ کر استعمال کر سکتی تھی کہ وہ معقول طور پر باور کرتی ہے کہ وہ کسی ایسی تحریک کے ساتھ وابستہ ہیں یا ہو سکتے ہیں جس کے مملکت کے خلاف جرائم پر منتج ہونے کا امکان ہے۔ چوتھے حصہ کے ذریعہ حصہ سوم کے اقدامات کسی شخص کے خلاف خود بخود عمل میں آ جاتے ہیں جس کے بارے میں یہ علم ہو کہ وہ اب انقلابی جرائم میں ملوث ہے اور جن کے خلاف قانون دفاع ہند کے تحت اس تعلق کی بنا پر پابندی عائد ہو۔ پانچواں حصہ ذیلی تھا جس پر مجلس منتخبہ پر غور ہونا تھا۔ قانون کے مسودوں کی اصل دفعات سے نمٹنے سے قبل آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے سات وجوہ پیش کیں جن کے باعث وہ قانون کے ان مسودوں کے خلاف تھے۔

آنریبل مسٹر ایم اے جناح: حضور والا! اولاً تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے آنریبل ممبر داخلہ سے یہ بات سن کر بڑی مسرت ہوئی' مجھے ان کے الفاظ تو یاد نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کچھ اس قسم کے جذبات کا اظہار کیا کہ حکومت کافی ناگواری کے عالم میں یہ مسودہ قانون پیش کر رہی ہے۔ مجھے آنریبل ممبر داخلہ سے اس کی پوری توقع تھی بلکہ اس سے کافی کچھ زیادہ کی جو کئی برس تک عدالتی نظام سے وابستہ رہے اور ایک بار کلکتہ ہائی کورٹ کے جج بھی رہے۔ حضور والا! ایک شخص کو جو قانون اور عدل پر یقین رکھتا ہو یہ اقدامات لائق نفرت اور وحشت انگیز نظر آئیں گے۔ آنریبل ممبر داخلہ نے کہا "ہمیں مجبوراً کرنا پڑا۔ ہمیں کوئی اور علاج سمجھا دیجئے

اور ہم اس پر غور کریں گے " اب اس سے قبل کہ میں قانون کے ان مسودوں اور آنریبل ممبر داخلہ کی تقریر سے نمٹوں میں کونسل کے سامنے وہ وجوہ پیش کروں گا جن کی بنا پر میں قانون کے ان مسودوں کے خلاف ہوں۔ میری پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ قانون اور عدل کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے یعنی مسلمہ قواعد شہادت اور طریقہ کار کے مطابق مقدمہ چلائے بغیر کسی شخص کو اپنی آزادی سے محروم نہیں ہونا چاہیے یا اسے اس کی آزادی سے محروم نہیں کیا جانا چاہیے۔ میری دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ مرض کا غلط علاج ہے یعنی ان انقلابی جرائم کا۔ اگرچہ میں ذاتی طور پر یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ رولیٹ کمیٹی نے جو حقائق دریافت کئے اور جس نوعیت کے جرائم کی نشاندہی کی گئی ان کا ارتکاب ہوا۔ میری تیسری وجہ یہ ہے کہ انتظامیہ جو اختیارات حاصل کرنا چاہتی ہے جس کا مطلب ہے کہ انتظامیہ عدالت کی جگہ لے لے۔ ان اختیارات کا غلط استعمال ہونا ممکن ہے اور ماضی میں ہمارے پاس اس کی مثالیں موجود ہیں کہ ان اختیارات کا غلط استعمال ہوا۔ میری چوتھی وجہ یہ ہے کہ کسی دوسرے مہذب ملک میں، جہاں تک مجھے معلوم ہے، ایسی کوئی نظیر یا مثال موجود نہیں کہ وہاں آپ نے اس نوعیت کے قوانین بنائے ہوں۔ میری پانچویں وجہ یہ ہے کہ یہ نہایت بے محل اور بے موقعہ وقت ہے۔ اس وقت تو، میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ اس ملک کے لوگوں میں بڑی امیدیں پیدا کر دی گئی ہیں کہ ہم عظیم اور عظیم الشان اصلاحات کی دہلیز پر ہیں۔ میری چھٹی وجہ یہ ہے کہ مجوزہ اقدامات مستقل نوعیت کے ہیں اور عارضی اقدامات نہیں ہیں جن کا مقصد کسی ہنگامی یا عارضی نوعیت کے مسئلے سے نمٹنا ہو۔ اور میری آخری وجہ جس کی بنا پر میں اس قانون کی مخالفت کرتا ہوں یہ ہے کہ، حضور والا! میں اس بات کو حکومت کے لئے دھمکی یا تہدید کے طور پر نہیں کہنا چاہتا بلکہ میں یہ اس لئے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ بتانا میرا فرض ہے کہ اگر یہ قوانین منظور ہو گئے تو آپ اس ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بے اطمینانی اور شورش برپا کر دیں گے جس کی مثال آپ نے نہ دیکھی ہو گی اور باور کیجئے کہ اس کا ان خوشگوار تعلقات پر جو حکومت اور عوام کے درمیان موجود ہیں بے حد تباہ کن اثر

مرتب ہو گا۔

"اب حضور والا! یہ ایسا معاملہ نہیں ہے کہ آپ ایک' دو' یا تین وکیل ایک جانب کھڑے کر دیں اور تین یا چار وکیل دوسری جانب کہ اس معاملہ کو دلائل سے طے کر لیں۔ میرے خیال میں' حضور والا! مسئلہ یہ ہے کہ اول کیا یہ حقیقت ہے یا نہیں کہ یہ ناشنیدہ اور منفرد اقدامات ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کی نہ تردید کی جا سکتی ہے نہ تردید کی جائے گی۔ آپ کا اس کونسل کے سامنے آنے کا کہ وہ انہیں قانون بنانے کی منظوری دے دے جواز یہ ہے' آنریبل ممبر داخلہ میری اصلاح کر دیں گے اگر میں نے انہیں غلط سمجھا ہو' انقلابی تحریکیں چل رہی تھیں۔ اولاً" ان سے نمٹنا ہمارے لئے مشکل تھا لیکن جونہی ۱۹۱۵ء میں قانون دفاع ہند منظور ہوا (اگرچہ حکومت نے وقتی طور پر وہ اختیارات زمانہ جنگ کے لئے حاصل کئے تھے) آپ نے ان اختیارات کو انقلابی سازشوں سے نمٹنے کے لئے استعمال کیا اور زیادہ کامیابی کے ساتھ۔ ایسا ہونے سے حکومت کو اب ان اختیارات میں ایسی کشش محسوس ہوئی کہ اب وہ بڑی دلیری کے ساتھ مقننہ سے کہتی ہے کہ اس نوعیت کے قوانین مستقلاً" بنا دیئے جائیں۔ جو میری دانست میں فلسفہ قانون کے جملہ اصولوں کے منافی ہے۔ اب' حضور والا! بلا شبہ' میں سمجھتا ہوں کہ یہ عام سوجھ بوجھ کی بات ہے کہ ان اختیارات کے ذریعہ آپ زیادہ موثر طریقے سے ان سازشوں سے نمٹ سکتے ہیں۔ اس سے کوئی شخص اختلاف نہیں کرے گا۔ لیکن پھر آپ مجھ سے دریافت کریں گے کہ تم اعتراض کیوں کرتے ہو' تم یہ اختیارات ہمیں دے کیوں نہیں دیتے؟ حضور والا! میرا جواب یہ ہے کہ انتظامی نوعیت کے ان اختیارات کے ذریعہ ممکن ہے کہ آپ زیادہ اصلی مجرموں کو پکڑ لیں لیکن خطرہ اس بات کا ہے کہ یہ بہت سے معصوم لوگوں کی قیمت پر ہو گا جن پر ظلم ہو گا لیکن ان کے پاس مناسب مقدمے کے لئے کوئی موقعہ نہیں ہو گا کوئی گنجائش نہیں ہو گی جہاں تک میرا تعلق ہے آپ میں اور مجھ میں یہ بنیادی فرق ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ اختیارات موثر ہو سکتے ہیں اور وہ ہو سکتے ہیں لیکن معصوم شخص کے لئے کیا ضمانت ہے؟ پھر آپ پوچھیں گے کہ کیا تم انتظامیہ پر اعتماد نہیں

کرتے؟ میرا جواب ہے کہ یقیناً میں انتظامیہ پر اعتماد نہیں کر سکتا کیونکہ یہ میرا پختہ عقیدہ ہے۔ مجھے اس کی پروا نہیں ہے کہ کتنی رولیٹ کمیٹیاں فیصلہ اور سفارش کریں گی۔ میرا پختہ عقیدہ ہے کہ مناسب عدالتی تحقیقات کے بغیر کسی شخص کی آزادی ایک لمحے کے لئے بھی سلب نہیں کی جانی چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ ان انتظامی اختیارات کے ذریعہ آپ اصلی مجرموں کو اپنی گرفت میں لے سکیں گے لیکن اصلی مجرموں تک پہنچنے کی کوشش میں، میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آپ بہت سے بے گناہ لوگوں کو بھی دھر لیں گے جو انتظامی احکام کی مزاحمت نہ کر سکیں گے۔ اب میری دانست میں یہ ہے سارے مسئلہ کی جڑ بنیاد اور اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ میں کہتا ہوں، حضور والا! یاد رکھیئے آپ ذمہ دار ہیں۔ یاد رکھیئے کہ ایک بار آپ نے اس کونسل میں یہ قانون منظور کر لیا۔ یاد رکھیئے کہ آنجناب کی حکومت ذمہ دار ہے کیونکہ یہ قوانین مقامی حکومتوں کی جانب سے نافذ کئے جائیں گے، انہیں اہلکاروں کی جانب سے نافذ کیا جائے گا انہیں مختلف طریقوں سے پولیس نافذ کرے گی۔ آپ یہ اختیارات عطا کر رہے ہیں اور حضور والا! میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ کیا ان اقدامات کو قانون کی شکل دینے کا جواز مہیا کیا گیا ہے۔ میں اس وقت صرف امتناعی قوانین سے نمٹ رہا ہوں۔ خود رولیٹ کمیٹی بھی اس کا اعتراف کرتی اور وہ بھی پریشانی محسوس کرتے ہیں وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں رعایا کی آزادی کی نفی ہو جائے گی مثال کے طور پر آپ پہلی شق کو ہی لے لیجئے، مسودہ قانون کی دفعہ ۲۱ کی اہم شق، وہ کہتی ہے:

> "جہاں مقامی حکومت کے خیال میں یہ باور کرنے کی معقول وجوہ موجود ہیں کہ کسی شخص کا ایسے علاقے میں کسی ایسی تحریک کے ساتھ سرگرم تعلق ہے یا رہا ہے جس کی نوعیت دفعہ ۲۰ میں مذکور ہے، مقامی حکومت ایک تحریری حکم کے ذریعے، جس میں اس تعلق میں ایک اعلان ہو، حسب ذیل ہدایات میں سے تمام یا کوئی ایک جاری کر سکتی یعنی ایسا شخص:۔۔

(الف) معینہ مدت کے اندر اندر جس کا حکم میں تعین کیا گیا ہو اقرار نامہ تحریر کر دے گا۔

(ب) اپنی جائے رہائش کی اطلاع دے گا اور رہائش گاہ کی تبدیلی کی بھی.....

(ج) برطانوی ہند کے متعینہ علاقے میں رہے گا یا سکونت رکھے گا۔

(د) کسی ایسے فعل سے اجتناب کرے گا جس کا ذکر کر دیا ہو جو مقامی حکومت کے خیال میں امن عامہ میں خلل انداز ہو سکتا ہو یا حفظ عام کے منافی ہو' اور

(ر) متعینہ اوقات کے دوران ذاتی طور پر تھانے میں حاضری دے گا۔

اس کے بعد آتے ہیں زیادہ سخت امتناعی اقدامات شق ۲۳ جو کہتی ہے:۔

جہاں مقامی حکومت کے خیال میں یہ باور کرنے کے لئے معقول وجوہ موجود ہیں کہ کوئی شخص کس علاقے میں کسی مذکورہ جرم میں ملوث رہا ہے یا ہے مقامی حکومت ایسے شخص کے بارے میں کوئی حکم جاری کر سکتی ہے جس کا اختیار دفعہ ۲۰ نے دیا ہے اور مزید ایک تحریری حکم کے مطابق ہدایت دے سکتی ہے۔۔۔

(الف) ایسے شخص کی گرفتاری بلا وارنٹ عمل میں لائی جائے۔

(ب) کسی ایسے شخص کی حراست کسی ایسے مقام پر اور ایسے حالات اور پابندیوں کے تحت جن کا تعین کر دیا ہو اور

(ج) تلاشی کسی ایسے مقام کی جس کا حکم میں ذکر کیا گیا ہو جو مقامی حکومت کی رائے میں کسی ایسے شخص کے استعمال میں رہی ہو یا رہنے والی ہو کسی ایسے مقصد کے لئے جو تحفظ عامہ کے منافی ہو۔

"مجھے علم نہیں کہ لفظ "تحریک" کے معنی کیا ہیں اس لفظ کے کچھ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ اب مقامی حکومت کو اس بات کی اطلاع کون دے گا کہ کوئی شخص اس نوع کی تحریک سے وابستہ ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے؟ وہ مواد مقامی حکومت کو کون فراہم کرے گا جس کی بنا پر مقامی حکومت حکم جاری کرے گی؟ حضور والا! میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ وہ کوئی پولیس افسر ہو گا۔ وہ کون ہو سکتا ہے ماسوا اس شخص کے جو خفیہ پولیس میں کام کرتا ہو یا پولیس میں؟ یہ پولیس ہو گی جو مقامی حکومت کو اطلاع فراہم کرے گی' یک طرفہ اطلاع' اور اس اطلاع کی بنا پر جو پولیس کی طرف سے فراہم کی جائے گی مقامی حکومت کہے گی ہمیں یہ اطلاع مل گئی ہے' ہم حکم جاری کر دیں گے اور حکم جاری ہو جاتا ہے اور وہ حتمی ہے۔ مجھے اس حقیقت کا پورا ادراک ہے کہ آنریبل ممبر داخلہ قدرے ناراض تھے جب میں آنریبل مسٹر کھاپروے کی رولیٹ کمیٹی سے متعلق قرار داد پر تقریر کر رہا تھا اور انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ یہ احکام بعض شرائط کے تحت جاری کئے جائیں گے۔ میں اپنے آنریبل دوست کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے ان شرائط کی موجودگی کا پورا احساس تھا۔ میں ان سے بھی نمٹ سکتا تھا لیکن میرے آنریبل دوست یہ بھولتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی قرار داد پر بول رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس صرف پندرہ منٹ کی مہلت ہوتی ہے اور وہ ہر ممکن تفصیل میں نہیں جا سکتا اور وہ شرائط کیا ہیں؟ حکم جاری ہو جانے کے بعد' ایک فرد کی آزادی چھن جانے کے بعد دوسرے اور زیادہ سخت امتناعی ضوابط کے تحت جنہیں قانون کی شکل دے دی گئی ہے' آپ کے پاس ایک تفتیشی ادارہ ہے۔ یا تو وہ شخص جیل میں چلا گیا یا اسے گرفتار کر لیا گیا اور کہیں نظر بند کر دیا گیا اس کے بعد آپ کے پاس ایک تفتیشی ادارہ ہوتا ہے۔ اور' حضور والا! وہ تفتیشی ادارہ کیا ہے؟ یہاں پھر مجھے اس امر کا پورا ادراک ہے کہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ اس تفتیشی ادارے کا ایک غیر سرکاری رکن بھی ہو گا۔ لیکن وہ تفتیشی ادارہ کیا ہے؟ اس کے پاس وہی مواد ہو گا اگرچہ وہ مزید مواد طلب کر سکتا ہے لیکن تحقیقات کچھ بھی ہو گی ماسوا عدالتی تحقیقات کے۔ وہ شخص یا تو زیر حراست ہو گا یا نظر بند خود وہاں نہیں ہو گا اسے

تفتیشی ادارہ طلب کر سکتا ہے اس سے استفسار کیا جا سکتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں نہ ہو۔ ساری تحقیقات بند کمرے میں ہو گی اغلباً ملزم شخص کی غیر موجودگی میں اور پھر تفتیشی ادارہ ایک رپورٹ تیار کر دے گا۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں' حضور والا! اس رپورٹ کا کیا فائدہ ہو گا کیا اس کی کوئی قدروقیمت ہو گی؟ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اگر آنریبل ممبر داخلہ بھی وہاں ہوں' جن کی انصاف پسندی کا مجھے بے حد احترام ہے' اگر وہ وہاں ہوں اور بیں بیانات ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں اور اگر ملزم کو ان کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا اور انہیں' ملزم کی غیر حاضری میں اور بغیر کسی وکیل یا بیرسٹر کی امداد کے تفتیش کرنا ہو تو میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ان کے بھی عدالتوں کے اس قدر طویل تجربے کے باوصف گمراہ ہو جانے کا امکان ہے۔ آپ فی الحقیقت کس طرح کسی فیصلے پر پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ عدالت میں بھی جہاں طرفین کے لائق ترین وکلاء ہوتے ہیں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ آیا کوئی شخص حقیقتاً مجرم ہے یا نہیں اور ہم جانتے ہیں ارکان جیوری میں جن میں سمجھدار لوگ ہوتے ہیں کاروباری لوگ ہوتے ہیں ان میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ججوں نے اختلاف کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک عدالت بعض اوقات ایک شخص کو قتل کا مجرم گردان دیتی ہے اور آپ اس کے خلاف اپیل کرتے ہیں اور اسی شہادت کی بنیاد پر وہ شخص بری ہو جاتا ہے۔ یہ بہت نازک معاملہ ہے جب آپ کسی کی آزادی کے معاملے سے نمٹ رہے ہوتے ہیں آپ اس تفتیشی ادارے سے کس طرح یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ بند کمرے میں بیٹھ کر ملزم کی غیر حاضری میں واقعتاً کسی مفید مطلب نتیجہ پر پہنچ جائے گا۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ یہ تفتیشی ادارہ اپنی رپورٹ دے دے گا حکومت اسے قبول کرنے کی پابند نہیں اس کا کیا فائدہ؟ حکومت کہے گی کہ ہم نے اس پر غور کر لیا' اب یہ شرط ہے یہ بے حد بیش قیمت تحفظ ہے یہ ہے عظیم اور اہم ترین شرط جسے اس قدر اچھالا جا رہا ہے۔ اس چیز کا اطلاق ہو گا زیادہ سخت امتناعی ضوابط کے معاملے پر بھی۔ لہٰذا' حضور والا! مسئلہ سے کنی کترانے سے کوئی فائدہ نہیں اس سارے مسئلے کے گرد قناتیں کھڑی کرنے کا کوئی

فائدہ نہیں۔ یہ بالکل واضح ہے اور بدیہی بات ہے کہ یہ اقدام بے حد نازک نوعیت کا ہے۔ یہ خطرناک ہے۔ یہ کسی شخص کی آزادی اور ایک شہری کے بنیادی حقوق کے لئے خطرہ ہے اور حضور والا! یہاں کھڑے ہو کر جیسا کہ اس وقت میں ہوں' میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو انصاف سے محبت کرتا ہو' جو عدل سے محبت کرتا ہو' جو عوام کی حریت اور آزادی پر یقین رکھتا ہو اس نوعیت کے ضابطے کی منظوری کے لئے کیسے اپنی رضامندی کا اظہار کر سکتا ہے فی الحقیقت آپ کو ایک بہت ہی زبردست مقدمہ تیار کرنا ہو گا پھر آپ ہمارے پاس آ سکتے ہیں اور پھر میں آنریبل ممبر داخلہ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ سے کہوں گا جی ہاں! آپ نے مقدمہ تیار کیا ہے۔ میں آپ کے ساتھ تعاون کروں گا' آپ نے کیا مقدمہ تیار کیا ہے؟ چونکہ کچھ انقلابی سازشیں ہیں' چونکہ' جیسا کہ آنریبل مسٹر بینرجی نے کہا آپ کے پاس ایک چھوٹا سا حلقہ ہے' چند سو اور اگر آپ پسند کریں چند ہزار جنہوں نے انقلابی ڈھنگ اپنا لئے ہیں جنہوں نے افراتفری کے طور طریقے اختیار کر لئے ہیں آپ یہاں آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس نوعیت کی قانون سازی کرنا چاہتے ہیں مستقل طور پر انہیں کتاب قوانین کا جزو بنانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس ملک میں کسی کی آزادی محفوظ نہیں رہے گی۔ حضور والا! میں تو یہ کہتے ہوئے اس حد تک چلا جاؤں گا کہ اس ملک میں سیاسی زندگی اور آزادی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کوئی شخص محفوظ نہیں رہے گا۔ فرض کیجئے' حضور والا! بعض صوبوں میں بعض جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ حکومت ہند سے اپیل کی جاتی ہے اور حکومت ہند کہتی ہے کہ بہت اچھا کچھ جرائم کا ارتکاب ہوا ہے' اور ملحوظ خاطر رہے کہ میں نے یہاں جرائم کی نوعیت سے بحث نہیں کی لیکن جرائم کی فہرست میں شامل ہیں ضرب شدید' فساد برپا کرنا اور دیگر جملہ اقسام کے جرائم۔ اگر کل کلاں کسی نے کسی وجہ سے بمبئی پریزیڈنسی میں تین چار فساد ہو جائیں جن کا سیاست سے تعلق نہ ہو حکومت ہند سے کہا جائے کہ اس قانون کا بمبئی پر بھی اطلاق ہونا چاہیے اور حکومت ہند مداخلت کرے اور کہے کہ اس کا اطلاق بمبئی پر بھی کر دیا جائے۔۔۔۔۔۔۔"

آنریبل مسٹرولیم ونسینٹ:

کیا آنریبل ممبر نے فہرست بالکل صحیح پڑھی ہے؟ کیا وہ اسے پڑھیں گے؟ انہوں نے ایک جملہ چھوڑ دیا ہے ' اگر حکومت کے خیال میں وہ جرم کسی تحریک سے متعلق ہو جس سے ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوتا ہو"

آنریبل مسٹرایم۔ اے۔ جناح:

مجھے اس کا بخوبی علم ہے لیکن اس کی کس طرح تصدیق کی جائے گی۔ مجھے معلوم ہے کہ مسودہ نگار نے اسے اس طرح لکھا ہے کہ بشرطیکہ ان کا مملکت کے خلاف کسی جرم سے تعلق ہو لیکن میں کہتا ہوں کہ فرض کیجئے اس نوع کے جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کوئی اور شخص ہے جو کسی اہلکار سے غیر مطمئن ہے اور اس پر حملہ کر دیتا ہے اور اسے ضرب پہنچاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

آنریبل سرولیم ونسینٹ: کیا میں اس امر کی نشاندہی کر سکتا ہوں دفعہ ۳۲۳ فہرست میں بالکل شامل نہیں ضرب خفیف کا جرم شامل نہیں"

آنریبل مسٹرایم۔اے۔جناح: "میں نے کہا تھا ضرب شدید"

آنریبل سرجارج لونڈلیس: "نہیں آنریبل ممبر نے کہا ضرب"

آنریبل مسٹرایم۔ اے۔ جناح: "میں نے ابھی ضرب شدید کہا"

آنریبل سرولیم ونسینٹ: "ضرب شدید بھی فہرست میں موجود نہیں۔ دفعہ ۳۲۶ ضرب شدید کا ذکر ہے جو مہلک ہتھیار سے لگائی جائے"

آنریبل مسٹرایم۔اے۔جناح: میں نے ہمیشہ سمجھا ہے کہ ضرب شدید' ضرب شدید ہے جو کسی بھی قسم کے ہتھیار سے لگائی جائے لہٰذا میں کہتا ہوں کہ آپ کے پاس فہرست جرائم ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ بلاشبہ میں پوری فہرست پڑھ سکتا ہوں اور غیر ضروری طور پر اس کونسل کا وقت لے سکتا ہوں لیکن آپ دیکھیں گے کہ آپ

کے پاس جرائم کی ایک باقاعدہ فہرست ہے۔ فی الحقیقت وہ مملکت کے خلاف جرائم تک محدود نہیں۔ لہٰذا آپ کیا دیکھتے ہیں؟ آپ دیکھتے ہیں آپ اس قانون کا کسی صوبے پر اطلاق کر دیجئے پھر اس صوبے میں اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے پسند نہیں کیا جاتا یا جو کسی اہلکار کے نزدیک غیر پسندیدہ ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ شخص محفوظ نہیں ہے۔ اگر اس نے اس صوبے کے چند اعلیٰ افسروں کی ناراضگی مول لے لی ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ شخص محفوظ نہیں ہے اور اس کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ ان تفصیلات کے علاوہ میں کہتا ہوں جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ یہ ایسا معاملہ نہیں ہے جسے آپ دو وکیلوں کی طرح مقدمے میں دلیل دے کر ایک طرف یا دوسری طرف سے نمٹا دیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا میری دانست میں سوال یہ ہے۔ آپ نے حکومت کو یہ اختیارات تفویض کرنے کے لئے کون سا مقدمہ تیار کیا ہے؟ میں اس آنریبل ممبر کو جواب دیتا ہوں جنہوں نے مجھ سے اپیل کی اور کہا کونسل کو اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا چاہئے اور کونسل کو اپنی پوزیشن کا احساس ہونا چاہئے۔ کیا یہ کہ آپ نے کوئی مقدمہ تیار نہیں کیا۔ آپ نے جو مقدمہ تیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان غیر معمولی اختیارات کے ذریعہ سے جنہیں جنگ کی وجہ سے آپ کو تفویض کر دیا گیا تھا شاید آپ نے اس نوع کے جرائم سے زیادہ موثر طریقے سے نمٹ لیا جو ان کی غیر موجودگی میں آپ شاید اتنی اچھی طرح نہ نمٹ سکتے اب یہ کوئی وجہ نہیں کہ اس قانون کو مستقل طور پر کتاب قوانین میں درج کر دیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کے پاس کافی اختیارات موجود ہیں انہیں ضرور استعمال کیجئے کیونکہ میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ ان جرائم سے نہ نمٹیں۔ ان سے نمٹئے لیکن آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کیا آپ ان جرائم سے لوگوں کے تعاون کے ساتھ نمٹنا چاہتے ہیں یا لوگوں کے باوصف آزادی کے ساتھ ان جرائم سے نمٹنا چاہتے ہیں؟ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس کی پروا نہیں کرتے کہ غیر سرکاری اراکین کیا سوچتے ہیں۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں، حضور والا! ایک غیر سرکاری ممبر بھی ان ضوابط کی حمایت نہیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے کہ

ایک دو استثنا ہوں لیکن جہاں تک مجھے علم ہے۔ ایک دو استثناء کے علاوہ باقی سب ان ضوابط کے مخالفت کریں گے۔ نہ صرف یہ' اگرچہ اس کونسل میں غیر سرکاری اراکین یقیناً رائے عامہ کے ایک بہت اہم طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں اس سے باہر بھی لوگ ہیں اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ سارا ملک ان ضوابط کے خلاف ہے۔

"پھر آپ کہتے ہیں بلا شبہ ہمارے پاس سرکاری بلاک ہے اور ہمارے پاس سرکاری اکثریت ہے۔ اور ہم اسے منظور کرا لیں گے۔ بلا شبہ آپ اسے منظور کرا سکتے ہیں چونکہ آپ کے پاس سرکاری اکثریت ہے۔ لیکن میں آپ سے دریافت کرتا ہوں' حضور والا! اور آپ کی حکومت سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ ہماری یقین دہانی کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم سے زیادہ سختی کے ساتھ ان جرائم کی کوئی اور مذمت نہیں کرتا' ہم سے زیادہ اور کون آپ کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے بیقرار ہے' لہٰذا کیا آپ ہماری بات نہیں سنیں گے؟ کیا ہماری رائے کسی شمار قطار میں ہے یا نہیں؟ کیا اس کونسل میں غیر سرکاری اراکین عظیم ترین اکثریت کی کوئی قدر اور قیمت ہے یا نہیں ہے؟ مجھے علم ہے کہ اس وقت تھی جب آپ پینتالیس ملین پونڈ لینا چاہتے تھے۔ کیا آج اس کی کوئی قدر و قیمت ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ یہ ہے وہ سوال جو میں دریافت کرتا ہوں۔ حضور والا! ہمیں اس سوال کا سامنا کرنا ہو گا۔ جیسا کہ آنریبل مسٹر بینرجی نے کہا ہے کہ قانون صلح نامہ امن پر دستخط ہو جانے کے چھ ماہ کے بعد ختم ہو گا۔ آپ کے پاس ضابطہ ۳ موجود ہے' آپ کے پاس ہنگامی قانون نافذ کرنے کا اختیار موجود ہے اگر ضروری ہو تو آپ یہی قانون نافذ کر سکتے ہیں۔ اور اگر نئی کونسلوں میں جب بھی وہ تشکیل دی جائیں اگر ہم محسوس کریں' اور ہمارا پختہ یقین ہے کہ اس کا کوئی موقعہ نہیں ہو گا' ہم غلط ہو سکتے ہیں۔ میں اس نکتہ پر زیادہ زور نہیں دوں گا' ہم غلط ہو سکتے ہیں لیکن ہم محسوس کرتے ہیں اور حضور والا! میں یقین کرتا ہوں کہ ملک معظم کی حکومت کا ۲۰ اگست کا اعلانیہ اس کے بعد وزیر ہند کی یہاں آمد اور یہ حقیقت کہ آنجناب اور وزیر ہند نے سارے ملک کا دورہ کیا دستوری اصلاحات کے سوال پر رائے عامہ کا اندازہ لگانے کے

لئے اور پھر آپ کی رپورٹ کی اشاعت، مجھے تو ذاتی طور پر یہ تسلیم کرنے میں کبھی کوئی پس و پیش نہیں ہوا کہ یہ ایک پیش رفت ہے اور میں نے یہ اس کونسل میں نہیں باہر کیا ہے کہ اس کا عوام پر زبردست اثر ہوا ہے اور ان تجاویز کے ضمن میں آپ کی حکومت اور ہمارے درمیان جو بھی اختلافات ہوں اور اس نکتہ پر حضور والا! ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم آخر تک لڑیں گے جو کچھ ہمارے بس میں ہو گا ہم کریں گے، ہم اپنی بہترین کوشش صرف کر دیں گے، ہم رپورٹ سے آگے جانا چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن حضور والا! جب ہم یہ لڑائی لڑ چکیں گے اس کا خواہ کچھ بھی انجام کیوں نہ ہو ایک بار یہ اصلاحات نافذ ہو گئیں تو آپ کو اس ملک میں ایسے لوگ ملیں گے جو اس وقت کہیں گے: ہم نے ایک آئینی جنگ لڑ لی، ہم سے جو بن پڑا ہم نے کر لیا لیکن ہم پوری طرح سے کامیاب نہیں ہوئے لیکن یہ ایک حقیقی اور اہم پیش رفت ہے اب یہ اصلاحات نافذ ہو گئی ہیں آیئے ہم ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں، اور مجھے توقع ہے کہ دوسری جانب سول سروس بھی اسی طرح عمل کرے گی۔ وہ اب لڑ سکتے ہیں۔ وہ اب ہمارے خلاف مزاحمت کر سکتے ہیں، وہ یہ سوچ سکتے ہیں کہ انہیں خطرہ لاحق ہو جائے گا اور وہ یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ یہ تجاویز بھی کچھ زیادہ ہی دور رس ہیں لیکن ایک بار لڑائی ختم ہو گئی مجھے امید ہے کہ آپ اور ہم تعاون کے ساتھ کام کریں گے اور ان اصلاحات کو کامیابی کے ساتھ ہمکنار کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں گے۔ اس وقت، حضور والا! میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں اور میں حکومت کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر ہم نے یہ دیکھا کہ سخت نوعیت کے قوانین ناگزیر ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے ہم وطنوں میں آپ کو ایسے لوگ مل جائیں گے جو قوانین کو منظور کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے خواہ وہ انہیں کتنا ہی ناپسند کیوں نہ کرتے ہوں۔ اس وقت بھی میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ مجھے تو اپنی رضامندی کے اظہار میں کراہت ہو گی لیکن (منظوری) دوں گا اگر یہ ضروری ہوا۔

اب، لہٰذا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو کچھ نقصان ہو گا، کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی خطرناک واقعہ رونما ہو جائے گا اگر آپ نے ہماری درخواست کو قبول کر لیا یعنی

مسودہ قانون کو پیش کرنا ملتوی کر دیا جائے؟ ہم صرف اتنا ہی طلب کرتے ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سرکاری اکثریت کے بل بوتے پر اور رائے عامہ کے خلاف اس قانون کو منظور کرا لینے سے آپ کو کچھ زیادہ فائدہ ہو جائے گا؟ میں کہتا ہوں کہ یہ رائے عامہ کے خلاف ہے سارے ملک میں۔۔۔ اور میرے الفاظ کو ملحوظ خاطر رکھئے جو میں کہتا ہوں وہ درست ہے اور درست ثابت ہو جائے گا۔۔۔ رائے عامہ کے خلاف۔۔۔ کیا آپ ایسا کریں گے؟ اور میں کہتا ہوں کہ آپ کے لئے جواز صرف اس وقت پیدا ہو گا جب آپ مجھ سے یہ کہہ سکیں: خطرہ اس قدر قریب الواقع ہے۔۔۔۔ بہرکیف ہم ایک غیر ملکی حکومت ہیں اور ہمیں خود کو بھی محفوظ رکھنا ہے اور ہمیں اس ملک میں امن و امان بھی برقرار رکھنا ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں اگر آپ اس طریقے کو پسند کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہم اس انتہائی مجبوری کے عالم میں پہنچ گئے ہیں کہ سب لوگوں کی رضا کے خلاف، اس ملک کی ذمہ دار رائے کے خلاف، ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اتنے مہیب خطرے میں گھرے ہوئے ہیں کہ اگر ہم خود کو ان اختیارات سے مسلح نہیں کریں گے تو ہماری حکومت خطرے میں ہے، کیا ایسا ہے؟ میں، نہیں کہنے کی جسارت کرتا ہوں۔ ایسا نہیں ہونے والا۔ آپ کے پاس پہلے ہی سے کافی اختیارات موجود ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے پاس میں اتنی دور تک تو نہ جاؤں گا کہ یہ کہہ سکوں کہ پوری قوم۔۔۔۔ ہاں ایک چھوٹا سا حلقہ ہو سکتا ہے جس پر آپ انحصار نہ کر سکیں۔۔ لیکن کم و بیش تمام قوم آپ کی حمایت پر ہے۔ چونکہ، باور کیجئے، ہم نہیں چاہتے اور کوئی نہیں چاہتا کہ ملک میں باقاعدہ ترقی کے سوا اور کچھ ہو۔ آپ نے کیا دیکھا؟ حضور والا! میں آنجناب کی آج کی تقریر کے اصل الفاظ کا تو حوالہ نہیں دے سکتا لیکن ہند نے اس جنگ کے دوران کیا ظاہر کیا؟ ہند کا اچھا شعور، ہند کی وفاداری، وفاداری اس احمقانہ شکل میں نہیں جس میں بعض اوقات اسے استعمال کیا جاتا ہے، لیکن آزاد مخلصانہ تعاون کا تو اعتراف کیا گیا۔ کیا گذشتہ چند برسوں کے دوران ہند ناکام رہا؟ تو پھر حضور والا کون سا خطرہ ہے، کون سی ضرورت ہے جو اس لمحے اس مسودہ قانون کو آگے بڑھانے پر اکسا رہی ہے؟ حضور والا! میں

نہیں چاہتا کہ غیر ضروری طور پر اس کونسل کا وقت لوں۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً" تو: جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا مسودہ قانون برطانوی عدل کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔ دوم: میں کہتا ہوں کہ یہ بے موقعہ اور بے محل ہے۔ سوم: میں کہتا ہوں کہ یہ عوام کے ذہنوں پر بہت ہی تباہ کن اثر مرتب کرے گا۔

"پھر جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے آنر یبل ممبر داخلہ نے کہا کہ مجلس منتخبہ میں تفصیلات سے متعلق کوئی تجاویز پیش کی گئیں تو ان پر غور کیا جائے گا۔ لیکن ہمارے درمیان جو اختلافات ہیں ان کا کچھ زیادہ تعلق تفصیلات سے نہیں ہے۔ اختلاف کا تعلق تو' جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں' اصولوں سے ہے' بنیادی اصولوں سے۔ اگر اختلاف صرف تفصیلات سے ہوتا تو مجھے کوئی شبہ نہیں کہ مجلس منتخبہ اسے دور کر سکتی تھی اور تفصیلات کے ضمن میں بھی بہت سے امور ہیں جنہیں مجلس منتخبہ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کے بیانات کو ہی لے لیجئے جنہیں یا تو بھگا دیا گیا یا جنہیں ملزم تلاش نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کہتے ہیں کہ ان بیانات کو شہادت کے طور پر استعمال کیا جائے۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت خطرناک بات ہو گی اور میں ابھی آپ کے سامنے اس ضمن میں اپنی وجوہ پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تو آپ اعتراف کریں گے کہ یہ مروجہ قانون شہادت کے خلاف ہے۔۔۔ دفعہ ۳۳۔۔۔ جس میں کہا گیا ہے کہ آپ اس نوع کے بیانات نہیں لے سکتے۔ دفعہ ۳۳ میں مذکور جانچ پڑتال کئے بغیر آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان بیانات کو شہادت میں استعمال کر لیا جائے اگر ملزم نے اس شخص کو بھگا دیا ہو جس نے وہ بیان دیا تھا۔ اب پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے ثابت کیسے کیا جائے گا' اگر پولیس یا وہ لوگ جو بغیر جرح کے ان بیانات کو پیش کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ کہہ دینا سہل ترین بات ہے' اگر بیانات دینے والے لوگ پیش نہیں ہوتے کہ انہیں بھگا دیا گیا ہے۔ اس کی تفتیش کیسے کی جائے گی؟ اور حقیقی تفتیش کی بجائے کہ آیا ایک آدمی مجرم ہے یا نہیں آپ عدالت سے کہیں گے کہ اس امر کی تفتیش کر لی جائے کہ تین چار اشخاص کو جنہوں نے بیانات دیئے تھے ملزم نے بھگایا ہے یا نہیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ

مقدمہ در مقدمہ میں مشغول ہو جائیں گے یہ کسی بھی وقت سخت قابل اعتراض بات ہوتی ہے اور اس نوعیت کے معاملات میں آپ محض ایسے طریقہ کار کی حوصلہ افزائی کریں گے جس کو غلط طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو سرے سے اس اجازت کو ہی واپس لے لیا جائے پھر تفصیل کے تعلق ہیں اور دوسرے بہت سے امور ہیں لیکن میں اس کونسل کو زیر بار نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ مجلس منتخبہ۔۔۔۔ اگر یہ مسودہ قانون مجلس منتخبہ کے حوالے کیا جاتا ہے۔۔۔۔ ان امور پر غور کرلے گی۔

"حضور والا! لہٰذا میں ختم کرنے سے پہلے آنجناب کی حکومت سے اپیل کرتا ہوں اس شخص کی حیثیت سے جو عاشق ہے دستور کا' اس شخص کی حیثیت سے جو متوالا ہے امن و امان کا' اس شخص کی حیثیت سے جو یقین رکھتا ہے نظم اور حاکیت پر میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ اس سے قبل کہ آپ اس مسودہ قانون کے ضمن میں آگے بڑھیں اپنے موقف پر غور فرمالیں اور مجھے توقع ہے کہ جب نئی کونسلیں معرض وجود میں آجائیں گی تو اس نوعیت کے تخریبی قوانین میں ترامیم کا کوئی موقعہ ہی نہ آئے لیکن میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ اگر حالات بہتر نہ ہوئے' اگر حالات تبدیل ہوئے۔ اگر حالات مزید بگڑے تو باور کیجئے کہ آپ کو ایسے ذمہ دار افراد مل جائیں گے جو آپ کی حمایت کے لئے ایسی مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے جس طرح کوئی کھڑا ہو سکتا ہے۔ مجھے اب بھی امید ہے کہ حکومت اس پر غور کرے گی اور میں کہتا ہوں کہ آپ کا اس مسودہ قانون پر اصرار بہت ہی تباہ کن ہو گا۔"

۷ فروری ۱۹۱۹ء کو ضابطہ فوجداری (ہنگامی اختیارات) کا مسودہ قانون مجلس منتخبہ کے حوالے کر دیا گیا۔ ایک مشترکہ اختلافی نوٹ مجلس منتخبہ کی رپورٹ کے ساتھ منسلک کیا گیا جس پر مسٹر ایس شاستری خان بہادر میاں محمد شفیع اور مسٹر سریندر ناتھ بینرجی نے اپنے دستخط ثبت کئے۔ ۱۲ مارچ کو کمیٹی کی رپورٹ پر غور کیا گیا۔ آغاز کار ہی میں صدر نے یہ وضاحت کر دی کہ اس ایجنڈے

میں درج ترامیم بے ضابطہ ہیں اور وہ جیسے ہی اس کونسل میں غور و خوض کے لئے پیش کی جائیں گی وہ انہیں بے ضابطہ قرار دے دیں گے۔ پھر مسٹر سریندر ناتھ بینرجی نے اپنی ترمیم پیش کی کہ مجلس منتخبہ کی رپورٹ' مسودہ قانون اور متعلقہ کاغذات۔۔۔۔۔ اختلافی نوٹ۔۔۔۔ ہائی کورٹوں ' مقامی حکومتوں اور پبلک اداروں کو رائے طلب کرنے کے لئے ارسال کر دیئے جائیں۔ کونسل میں ترمیم پر بحث و تمحیص کے دوران مسٹر ڈبلیو۔ اے۔ آئرن سائیڈ نے کہا کہ فصاحت اور بلاغت کے بے پناہ دریا بہائے گئے۔ لیکن کسی نے بھی انہیں مسٹر بینرجی کی ترمیم کی حمایت کے لئے قائل نہیں کیا۔ آنریبل مسٹر ایم اے جناح' مسٹر آئرن سائیڈ کو قائل کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی تقریر کے دوران جو اعتراضات کئے تھے ان کا جواب دیا:

آنریبل مسٹر ایم اے جناح: حضور والا! میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ میں اس تحریک پر بحث میں حصہ لوں کیونکہ میں وہ بات واضح طور پر سمجھ گیا تھا جو آپ کے منہ سے نکلی کہ حکومت میرے آنریبل دوست مسٹر بینرجی کی تحریک کو قبول نہ کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے لیکن میرے پاس امید کی جو کرن باقی رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ شاید میں مسٹر آئرن سائیڈ کو قائل کر سکوں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ قائل ہونے کے لئے تیار ہیں اگر میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ان کی تقریر کے ڈھب اور لہجے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ایک بہت دشوار امر ہے۔ تاہم میں ایک کوشش کروں گا۔ حضور والا! اول تو مسٹر آئرن سائیڈ کہتے ہیں آپ اس چیز کو ملتوی کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اب میں کوشش کروں گا کہ ان کے سامنے التوا کے سبب کی وضاحت کر دوں۔ پہلے تو اس مسودہ قانون کو ایک انتظامی حکومت نے اس کونسل کے سامنے پیش کیا ہے۔ ایسی انتظامی حکومت جس کے پاس عوام کا کوئی مینڈیٹ نہیں ہے۔ انتظامی حکومت کے معنی ہیں

گورنر جنرل بشمول کونسل۔ انہوں نے رولیٹ کمیٹی کی سفارش پر اس قانون سازی کا فیصلہ کیا ہے۔ انتظامی حکومت تھوڑے سے افراد پر مشتمل ہے اور مجھے مطلق شبہ نہیں کہ اس انتظامی حکومت کے چند افراد اس قانون کے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے اور حضور والا! مجھے اس معاملے میں بھی زبردست شکوک ہیں کہ آنریبل ممبر داخلہ اور سر سی سنکرن نائر جیسے لوگ کیا اپنے دلوں میں اس قانون کو پسند کرتے ہوں گے یا اس کی منظوری دی ہو گی۔ حضور والا! مجھے تو سر جارج بارینس جو ایک وکیل ہیں' کے بارے میں بھی میں کہتا ہوں کہ مجھے شبہ ہے۔ پھر آپ کیا دیکھتے ہیں؟ آپ دیکھتے ہیں کہ اس مجلس انتظامیہ نے یہ عزم کر لیا ہے کہ وہ قانون کے یہ مسودے ہمارے سامنے پیش کریں گے اس مجلس انتظامیہ کو ایک سرکاری بلاک کی حمایت حاصل ہے جسے اس طرح کی کوئی ہدایت نہیں دی گئی کہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق اس کونسل میں رائے دیں یا اپنے فیصلے کے مطابق بحث میں حصہ لیں۔ سرکاری اکثریت اس حکم کے تابع ہے کہ وہ مسودہ قانون کے حق میں رائے دے آنریبل ممبر قانون نے ہمیں بتا دیا ہے کہ حکومت ہند نے (جس کا مطلب ہے انتظامیہ) اس معاملہ پر غور کیا تھا اور اب وہ اپنے فیصلے سے دستبردار نہیں ہو گی۔ اب حضور والا! ایک تو اس سبب سے اور چونکہ یہ کونسل' یہ مقننہ اس ڈھب سے تشکیل دی گئی ہے کہ اس نے اپنی دانش میں ہمیشہ مناسب سمجھا کہ وہ بے حقیقت معاملات میں بھی مقامی حکومتوں' ہائی کورٹوں اور پبلک اداروں سے ان کی آراء دریافت کر لے وگرنہ اور کوئی تعرض یا طریقے ایسے نہیں جن کے ذریعے انتظامیہ کو اپنی من مانی کرنے سے باز رکھا جا سکے۔ مجھے حکومت کے اخلاص پر کوئی شبہ نہیں کرنا ہے۔ میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ شک نہیں کرتا کہ ان کے یقین کی اساس ان اسباب پر استوار ہے جو ان کے دل کو لگتے ہیں۔ بات یہ نہیں ہے۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ حکومت بری نیت سے یہ کام کر رہی ہے کوئی یہ نہیں کہتا کہ حکومت کو پختہ یقین نہیں ہے۔ لیکن آپ یہ بھولتے ہیں کہ اس وقت حکومت کی تشکیل کچھ اس انداز سے ہوئی ہے کہ اس کے سامنے کسی قسم کی روک یا رکاوٹ نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ انتظامیہ یا گورنر جنرل بشمول

کونسل نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ قانون کے ان مسودوں کو منظور کیا جانا چاہیے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس مقننہ میں سرکاری اکثریت ان کی حمایت کر رہی ہے اسے حکم ہے کہ وہ مسودہ قانون کے حق میں رائے دیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ ہر غیر سرکاری رکن نے اس کی مخالفت کی اب اس مسئلہ کو کیسے حل کیا جائے۔ کیا ہم غلط ہیں یا آپ غلط ہیں؟ سوال یہ ہے۔ کیا ہم پاگل ہوگئے ہیں ؟ کوئی ایک غیر سرکاری رکن بھی اس مسودہ قانون کے حق میں نہیں ہے۔ حضور والا! یہ ایک سنجیدہ صورت حال ہے۔ میں آنریبل مسٹر آیرن سائیڈ سے اپیل کرتا ہوں ان حالات میں کیا ہم غلط ہیں' وہ کہہ دیں کہ 'از راہِ عنایت اپنا ہاتھ روک لیں۔ ہمیں اس ایوان سے باہر چلے جانا چاہیئے۔ کونسل کے ایوان کا ماحول دو عناصر کی وجہ سے بوجھل ہے آپ نے قانون کے ان مسودوں کو منظور کرانے کا مصمم ارادہ کر رکھا ہے۔ دوسری جانب ہم نے عزم کر رکھا ہے کہ آخر دم تک ان کی مخالفت کریں گے۔ اب حضور والا! میں کسی بھی معقول آدمی سے اپیل کروں گا کہ کیا یہ صورت حال سنجیدہ نہیں ہے؟ کیا اس کو حل نہیں کیا جانا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ ہائی کورٹ کے ججوں کی رائے لے لیجیے۔ پبلک اداروں کی رائے دریافت کرلیجئے اگر مسٹر آیرن سائیڈ درست ہیں کہ ہندوستانی شرفاء نے جن کے ساتھ وہ مساوات کی بنیاد پر کہیں بھی کھڑے ہونے کے لئے تیار ہیں انہیں بتایا ہے کہ وہ سمجھدار حلقے کے تحفظ کے لئے اس مسودہ قانون کے بنگال میں نفاذ کے حق میں ہیں آیئے ہم ان کی رائے بھی دریافت کرلیں۔ یقیناً اگر بنگال کے ذمہ دار لوگ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں تو کیا آپ کے ہاتھ مضبوط نہ ہوجائیں گے؟ میں دیکھتا ہوں کہ آنریبل ممبر قانون اپنا سر ہلا رہے ہیں۔ حضور والا! میرے دل میں ان کا اس درجہ احترام ہے کہ میں ان کے خلاف کبھی کوئی بات کہہ ہی نہیں سکتا' یہ ممکن ہی نہیں لیکن میں اتنا کہوں گا حضور والا! کہ ابھی بھی وہ محض ایک وکیل ہیں اور جب وہ ایک بار کسی موقف کی وکالت کرتے ہیں تو وہ وکیل کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ حضور والا! مجھے ان کے رویئے پر حیرت ہوتی ہے۔ لیکن یہ ذرا تحریک کے حسن و قبح سے ہٹنے کی بات ہے۔ لیکن مجھے واقعی حیرت ہے کہ آنریبل مسٹر آیرن سائیڈ جو ایک انگریز ہیں۔ میں

سمجھتا ہوں کہ میں درست ہوں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اسکاٹ لینڈ کے باشندے ہوں بہر حال وہ برطانوی ہیں۔ انہیں یہ کہنا چاہئے کہ ایک چھوٹا سا حلقہ ہے جو مسلمہ طور پر برا ہے، کہ اس مسودہ قانون کا مقصد ان سے نمٹنا ہے۔ اور یہ اس سے بڑا حلقہ۔ یہ زیادہ سمجھدار حلقہ اس پر اس قدر برہم کیوں ہے؟ میں مسٹر آیرن سائیڈ نے جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ براہ کرم اپنی ہی تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے۔ انگلستان میں آپ کے لوگ اس مسئلہ پر شاہ جون کے زمانے سے لڑ رہے ہیں اور انہوں نے اس اصول کو برقرار رکھنے کے لئے کہ کسی شخص کی آزادی مقدمہ چلائے بغیر سلب نہیں کی جانی چاہئے اپنا خون بہایا ہے۔ ہم بدقماش لوگوں کی حفاظت نہیں چاہتے۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ مقدمے سے بچ کر نکل جائیں۔ یہ بے گناہ لوگ ہیں جنہیں ہم بچانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ان قوانین کے منظور ہو جانے کا مطلب کیا ہوگا؟ اگر اس کا اپنا ملک ہو تو کوئی انگریز یہاں کھڑے ہو کر اس امر کی اجازت نہیں دے سکتا کہ اس نوعیت کا قانون منظور کیا جائے اور کہیے کیا مضائقہ ہے۔ چونکہ لوگوں کا ایک چھوٹا سا حصّہ ہے جو سیاسی جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ میں ان قوانین کو قبول کرتا ہوں، آپ نے انگلستان میں کیا کیا؟ میں حیران ہوں کہ مسٹر آئیرن سائیڈ کو خود اپنی تاریخ کا بھی علم نہیں۔ انگلستان میں قانون دفاع مملکت کے تحت کسی شخص کو جو برطانوی نژاد ہو، بغیر مقدّمہ چلائے چھ دن سے زیادہ حراست میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اِلّا یہ کہ وہ اصلاً دشمن نسل یا دشمن انجمنوں سے متعلق ہو۔ ہم نے یہاں آپ کو اختیار دیا کہ آپ قانون دفاع ہند کے تحت برطانوی رعایا کے ایک فرد کو اس ملک میں بغیر مقدمہ چلائے نظر بند کر سکتے ہیں۔ آپ انگلستان میں کیا دیکھتے ہیں؟ میں مسٹر آئیرن سائیڈ سے کہوں گا کہ اگر وہ چاہیں تو وہ فیصلہ پڑھ لیں جو لارڈ شا نے ۱۹۱۷ میں صادر فرمایا:

"ایک جرمن کو لیکن جس نے برطانوی شہریت اختیار کر لی تھی اٹھارہ ماہ کے لئے نظر بند کر دیا گیا تھا۔ انگریز وکلاء اور کچھ ججوں نے اس کے دفاع کے فنڈ میں چندہ دیا تاکہ اس کے مقدمہ کو دارالامرا تک لے جایا جا سکے۔ میری آپ کے اسکول میں

برداشت ہوئی انگریز میرے اساتذہ تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کونسل کے سامنے جو اقدامات ہیں وہ دستوری حقوق میں ایک انقلاب برپا کردے گا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم انتظامیہ ہیں۔ ہماری اکثریت ہے اور ہم اس مسودہ قانون کو منظور کرنے پر تلے بیٹھے ہیں خواہ آپ کچھ کہیں خواہ آپ کچھ بھی کیوں نہ سوچیں تو مجھے مزید کچھ اور نہیں کہنا ماسوا اس کے کہ نتائج نہایت منحوس ہوں گے اس سے آپ کو فائدہ کیا ہو گا؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں لیکن ہم ایک 'بحران' ایک جمود کے کنارے پر پہنچ گئے ہیں اور میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس مسودہ قانون کو ستمبر تک ملتوی کر دیا جائے تو کیا نقصان ہو گا۔ میں آنریبل مسٹر بینرجی کے خیالات سے کامل ہم آہنگی کا اظہار کرتا ہوں۔ جہاں تک تجاویز اصلاحات کا تعلق ہے میری وہ توقعات نہیں جو دوسرے لوگوں کی ہیں۔ وہ انتہائی توقعات نہیں ہیں لیکن میں باور کرتا ہوں کہ وہ ماحول کو بڑی حد تک صاف کر دیں گی۔ حضور والا! یہ کہا گیا ہے کہ اس سے شورش اور بڑھ جائے گی۔ میں کوئی پیش گوئی تو نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ کس طرح ممکن ہے' آپ ایسا کیوں کہتے ہیں کہ اس وقت جو شورش ہے وہ بد تر ہو جائے گی؟ میں کہتا ہوں کہ اس وقت شورش اپنے عروج پر ہے۔ مجھے مجلس قانون ساز بمبئی کے غیر سرکاری اراکین کی جانب سے ایک برقیہ موصول ہوا ہے۔ آنریبل ممبر قانون کہتے ہیں وہ تحریک تو ویسی ہی ہو گی جیسی کہ سیاستدان اسے بنانا پسند کریں گے' میں آنریبل ممبر قانون کو یہ بتا سکتا ہوں کہ اگر انہیں میرے ملک کی سیاسی زندگی کا کچھ بھی پتہ ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ یہ بات ہرگز نہ کہتے کہ تحریک ویسی ہی ہو گی جیسی کہ سیاستدان اسے بنانا پسند کریں گے' میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بمبئی کے غیر سرکاری اراکین نے مجھے حسب ذیل برقیہ بھیجا ہے اور اس پر مسٹر گوکل داس پاریکھ کے دستخط ثبت ہیں اور وہ حلیم طبع لوگوں میں حلیم ترین ہیں اور اس نکتہ پر آنریبل سرڈنشاواچہ میری تصدیق کریں گے۔ برقیہ یہ ہے۔ انجمن غیر سرکاری اراکین مجلس قانون ساز بمبئی نے آج اپنے ایک اجلاس میں متفقہ طور پر آپ سے یہ استدعا کرنے کا فیصلہ کیا کہ آپ ان کی جانب سے رولیٹ کے مسودہ قوانین کے خلاف زبردست احتجاج کر

دیجئے۔ از راہ کرم اس برقیہ کو کونسل کے سامنے پڑھ دیجئے' چھوٹی سی درخواست آپ کے موقف پر مطلق اثر انداز نہیں ہو گی۔ اگر حکومت رائے عامہ کے احترام میں کم سے کم تھوڑے سے عرصہ کے لئے رک جائے تو اس سے کیا نقصان ہو گا؟

"پھر حضور والا! ایک دلیل جو میرے دوست مسٹر آئرن سائیڈ نے پیش کی وہ دلیل ہے جو بعض اہلکاروں کے دل کو بھی لگتی ہو گی وہ یہ ہے کہ اگر آپ رائے عامہ کی وجہ سے کوئی رعایت برتیں تو فی الفور اسے کمزوری کی علامت تصور کیا جائے گا۔ اس سے قبل اس کونسل میں اس سے زیادہ شرمناک دلیل پیش نہیں کی گئی ہو گی۔ حضور والا! کیا مسٹر آئرن سائیڈ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم یہاں اس کونسل میں اور ایک بہت بڑا حلقہ اس کونسل سے باہر اس قدر احمق ہیں کہ ہم یہ خیال کریں کہ حکومت نے اس قدر واضح موقف ہونے کے باوجود رائے عامہ کا احترام کیا اور رعایت دی اسے عوام حکومت کی کمزوری کے سوا اور کوئی نام نہیں دیں گے۔ اس صورت میں' حضور والا! محفوظ ترین قاعدہ یہ ہو گا کہ جونہی حکومت کوئی فیصلہ کرے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو حکومت کو اس پر اڑ جانا چاہیے کیونکہ آپ ایک فیصلہ کر چکے ہیں۔ عوام مخالفت کر سکتے ہیں لیکن یہ کہنا آپ کا فرض بن جاتا ہے ہم خود کو کمزور نہیں کہلوائیں گے اس کی پروا نہیں کہ ہم کس قدر غلط ہیں' کیا یہ کمزوری ہے؟ میں کہتا ہوں کہ یہ کمزوری نہیں ہے۔ اب جو کچھ ہو رہا ہے یہ ناانصافی ہے اس کے برعکس جو کچھ ہو گا وہ طاقت ہے۔ آپ ہر شخص کا منہ تو بند نہیں کر سکتے جب آبادی تین سو ملین سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہو تو اکا دکا لوگ ہو سکتے ہیں' کوئی چھوٹا موٹا چیتھڑا ہو سکتا ہے جو اس انداز میں بات کرے کہ حکومت کو سر تسلیم خم کرنا پڑا' حکومت کو جھکنا پڑا وغیرہ وغیرہ لیکن حضور والا! کیا آپ اس طرح کی بات کسی ذمہ دار شخص سے سن سکتے ہیں؟ ہمیں بخوبی علم ہے۔ ہر ایک ہندی جس میں ذرا سا بھی شعور ہے بخوبی جانتا ہے کہ آپ ہمہ طاقت ہیں' آپ کے پاس طاقت ہے آپ کے پاس قوت ہے اور افواج آپ کی پشت پر ہیں اور آپ جو قانون چاہیں اسے نافذ کر سکتے ہیں۔ ہر شخص جس میں ذرا سی بھی سمجھ ہے وہ یہ بات سمجھتا ہے۔ پھر اس دلیل کو

پیش کرنے کا کیا فائدہ؟ حضور والا! یہ دلیل صرف حکومت کی گردن کو اکڑانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔ حضور والا! جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ حکومت غلط راہ پر چلتی رہے' اس قسم کی دلیل پیش کرتے ہیں تاکہ حکومت کی گردن اکڑی رہے کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ حکومت صحیح فیصلوں پر پہنچے۔ میں اس طرز استدلال کے بارے میں اتنا ہی کچھ کہہ سکتا ہوں۔

"پس حضور والا! تیسرے نکتے کی طرف آتے ہوئے جسے پنجاب کے آنریبل ممبر مسٹر فاگن نے اٹھایا' انہوں نے کہا یہاں ہمارے پاس جملہ ارباب استعداد موجود ہیں' جملہ لیاقت سرکاری اور غیر سرکاری اراکین کی ہے' اگرچہ یہاں سرکاری اراکین کو نہ اپنا فیصلہ کرنے کی اجازت ہے نہ ہی اپنی مرضی کے مطابق رائے دینے کی نہ ہی مسٹر فاگن کو اپنی مرضی کے مطابق رائے دینے کی اجازت۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم سب یہاں ہیں ہمیں رائے دینے کا حکم ہے اور ہمیں رائے دینی ہے۔ اب اگر یہی اصول ہوتا ہے حضور والا! اور آنریبل مسٹر آرن سائیڈ نے بھی یہ دریافت کیا ہے کہ قانون سازی کس کو کرنی ہے ہمیں یا ہائی کورٹ کے ججوں کو اور کیا کہ ہم حکومت ہیں اور ہمیں ہی قانون سازی کرنی ہے۔ مسٹر فاگن کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جملہ ارباب استعداد موجود ہیں اس سے زیادہ آپ کو اور کیا چاہیے۔ لیکن حضور والا! میں ایک سیدھا سادا سا سوال کرتا ہوں کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر کسی بھی مسودہ قانون کو شائع کرنے کی اجازت ہی کیوں دی گئی آخر کیوں اس سے قبل کسی بھی مسودہ قانون کو مقامی حکومتوں' ہائی کورٹوں کے ججوں اور پبلک اداروں کے پاس ان کی رائے دریافت کرنے کے لئے ارسال کیا گیا۔ ایسا کیوں کیا گیا میں دہراتا ہوں؟ ہمیں ہی نے تو قانون سازی کرنی ہے' ہمارے پاس جملہ ارباب استعداد یہاں موجود ہیں' ہمیں اور کیا مطلوب ہے۔ نہیں حضور والا! اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں باہر کی رائے مطلوب ہے' ملک کے مختلف حصوں کی آراء' ان لوگوں کی رائے جن کا ملک کے اصل منتظمین سے گہرا رابطہ ہے اور ساتھ ہی ملک کی سیاسی زندگی سے۔ یہ مقصد ہے اور یہ نہایت دانشمندانہ طریقہ کار ہے۔ ہمیں یہ گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے کہ ساری عقل سمٹ کر ہم

میں، دہلی یا اس ایوان میں مرکوز ہو کر رہ گئی ہے۔ لہٰذا حضور والا! میں نہایت ادب سے گذارش کرتا ہوں کہ رولیٹ کمیٹی کی سفارشات یک طرفہ ہیں۔ انتظامی حکومت نے معاملہ پر پوری طرح غور و خوض کئے بغیر فیصلہ کر لیا ہے۔ میں لمحے بھر کے لئے بھی حکومت کے یقین پر شبہ نہیں کرتا یا کم سے کم اس کے بعض اراکین پر۔ میں حکومت کے اخلاص پر بھی شک نہیں کرتا۔ لیکن میں کہتا ہوں، حضور والا! اور میں حکومت سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔ کیا آپ مخالفت کے تعلق میں ہمارے خلوص پر شبہ کرتے ہیں؟ کیا آپ ہمارے یقین پر شک کرتے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کی راہ میں یہ دشواریاں غیر ضروری طور پر حائل کر رہے ہیں؟ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کو تو میرے ملک کی فلاح عزیز ہے لیکن مجھے نہیں؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے بدامنی مطلوب ہے اور آپ کو نہیں؟ کیا اس کمرے میں ہمارے درمیان ایک شخص بھی ایسا ہے جس کی طرف آپ اشارہ کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک آدمی ہے جو میرے ملک کی فلاح کو قربان ہوتے دیکھنا چاہے گا۔ لیکن، حضور والا! ہم نے یہ موقف کیوں اختیار کیا ہے؟ اور میں آپ سے دریافت کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ توقف فرمائیں، حضور والا! میں محض مسٹر آئرن سائیڈ کو قائل کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور میں مسٹر آئرن سائیڈ سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر وہ ایک ہندی ہوتے اور میری جگہ کھڑے ہوتے اور اگر وہ اس قانون کو اور اس کے اثرات کو سمجھتے ہوتے۔ اگر ان کی پرورش و پرداخت برطانیہ عظمیٰ کی روایات کے مطابق ہوئی ہوتی جیسا کہ میں ہوں، کیا وہ بھی یہی کچھ محسوس نہ کر رہے ہوتے جو میں محسوس کر رہا ہوں اور کیا وہ یہی نہ کہہ رہے ہوتے جو میں کہہ رہا ہوں؟ مجھے یقین ہے کہ وہ یہی کچھ کر اور کہہ رہے ہوتے۔

مسودہ قانون پر بحث کے دوران ۱۳ مارچ ۱۹۱۹ء کو راؤ بہادر بی۔ این۔ شرما نے تحریک پیش کی کہ دفعہ ۲ (۱) میں حسب ذیل وضاحت شامل کر دی جائے کہ انقلابی تحریک، کا مطلب ہے وہ

> تحریک جس کا مقصد ہند میں ملک معظم کی قائم شدہ حکومت کو جبراً ہٹانا ہو' تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے سر جارج لونڈلیس نے کہا کہ الفاظ انقلابی' اور نراجی' عام فہم اور لغوی معنوں میں استعمال کئے جائیں اور ایسے الفاظ کی وضاحت مسودہ قانون کے ساتھ منسلک نہ کی جائے۔ آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسٹر شرما کی ترمیم کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ کونسل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی ایسے سقم کی نشاندہی کر دے جس پر مجلس منتخبہ نے غور نہ کیا ہو۔

آنریبل ایم۔ اے۔ جناح: حضور والا! جیسا کہ میرے آنریبل دوست مسٹر شفیع نے ابھی کہا ہے کہ جب ہم عدالت سے اس قانون کی تعبیر کرانے کے مرحلے پر آئیں گے تو مسودہ قانون کے انچارج آنریبل ممبر کی تقاریر ایک لمحے کے لئے بھی سودمند ثابت نہیں ہوں گی آنریبل ممبر قانون نے اس نکتہ پر بڑی برہمی کا اظہار کیا اور کہا کہ "آئینی تحریکوں میں مداخلت کرنے کی ہماری کوئی خواہش نہیں"۔ اظہار ناراضگی کی چنداں ضرورت نہیں ہمیں علم ہے۔ حکومت نے یہ بات بار بار کہی ہے۔ اس کو دہرانے کی حاجت نہیں ہمیں معلوم ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ سیاسی تحریکوں میں مدافعت کرنا نہیں چاہتے لیکن اب مسودہ قانون کونسل کے سامنے ہے اور ہم اس مسودہ قانون کے لئے ذمہ دار جو اب قانون بننے والا ہے اور لہٰذا حضور والا! ہمیں اس مسودہ قانون کی ہر ہر دفعہ پر کمال احتیاط کے ساتھ غور و خوض کرنا ہو گا اس سے قبل کہ یہ کونسل سے باہر نکلے۔ پھر آنریبل ممبر قانون کہتے ہیں کہ ایک جانب غیر سرکاری اراکین نے اور دوسری جانب حکومت نے اس پر اتفاق کیا لیکن اگر آپ نے اس پر اتفاق کر لیا ہے تو کیا اس کونسل کو یا کسی رکن کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی نئی بات کی طرف اشارہ کر سکے اور کہہ سکے کہ اگرچہ آپ نے جملے کی کسی خاص ساخت پر اتفاق کر لیا ہے تاہم اس میں ایک سقم ہے؟ کیا یہ کونسل محض ایک مشین ہے؟ چونکہ مجلس منتخبہ میں ایک طرف حکومت نے اور دوسری طرف ان اراکین نے

جنہیں مجلس منتخبہ کا رکن نامزد کیا گیا تھا کسی دفعہ پر اتفاق کرلیا تھا تو کیا ہمیں یہ موقعہ میسر نہیں کہ ہم یہ اشارہ کر سکیں کہ اس میں کوئی سقم ہے؟ کیا یہی جواب ہے؟

آنریبل سر جارج لونڈس: میں خیال کرتا ہوں کہ میرے آنریبل دوست نے مجھے غلط سمجھا ہے۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ مجلس منتخبہ میں ہم نے لفظ کے لغوی معنی قبول کرلئے تھے یہ صرف اس بنیاد پر مفاہمت تھی اور اس سے زیادہ کچھ نہیں

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: اسی بات پر تو میں اعتراض کرتا ہوں۔ یہ ایک مفاہمت کا سوال نہیں ہے۔ یہ اس ملک کے قانون کا جزو بننے والا ہے۔ یہ مفاہمت کا سوال نہیں ہے۔ آپ کو کیا کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے ارادے کو واضح کر دیں۔ کیا یہ دفعہ درست ہے یا نہیں ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس پر اس کونسل کو غور کرنا ہے۔ کچھ لوگوں کو مجلس منتخبہ کی رکنیت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کونسل کے ہر رکن کو تو اس کی رکنیت حاصل نہیں ہو سکتی لیکن ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے یہ ایک سقم ہے اور ہم آپ پر زور دیتے ہیں کہ اسے دور کردیا جائے۔ میں آپ کی مفاہمت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اس ترمیم کی حمایت میں جو دلائل دیے گئے ہیں میں ان میں ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے امید ہے کہ حکومت سمجھ لے گی کہ اس نکتہ کا کوئی جواب نہیں۔

(۱۳ مارچ ۱۹۱۹ء کو مسٹر ای۔ جے پٹیل نے ترمیم پیش کی کہ مسودہ قانون کے جزو نمبر ا کو حذف کردیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس جزو کا مقصد یہ ہے کہ بعض جرائم کے مقدمات کی تیز رفتاری کے ساتھ سماعت کا اہتمام کیا جائے لیکن ضابطہ فوجداری ترمیمی قانون مجریہ ۱۹۰۸ء پہلے ہی سے کتاب قانون میں موجود ہے جس میں تیز رفتاری کے ساتھ مقدمے کی سماعت کے لئے تین ججوں پر مشتمل خصوصی ٹربیونل کی تشکیل کا اہتمام کردیا گیا ہے۔

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کا استدلال یہ تھا کہ اگر حکومت یہ چاہتی ہے کہ مقدمے کی سماعت تیز رفتاری کی بجائے تیز تر

رفتار سے کی جائے تو اسے موجودہ قانون میں ترمیم کرنی چاہیے)

آنریبل مسٹر ایم۔ اے جناح: "حضور والا! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنریبل ممبر نے جنھوں نے حکومت کی جانب سے تقریر کی' مسٹر پٹیل کی ترمیم کے نکتے کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ جیساکہ میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر پٹیل کی ترمیم کا نکتہ یہ تھا۔ قانون مجریہ ۱۹۰۸ اسی مقصد کے لئے منظور کیا گیا تھا جیساکہ اس کی تمہید سے ظاہر ہے: ان جرائم کے مقدمے کی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سماعت کے اہتمام کے لئے قانون جو امن عامہ کے لے خطرناک ہوں' لہٰذا اسی قانون کا مقصد ہی اولاً" تیز رفتاری کے ساتھ مقدمے کی سماعت تھا۔ اب جو مسودہ قانون کونسل کے سامنے ہے اس کے جزو اول کا مقصد بھی مقدمے کی تیز رفتاری کے ساتھ سماعت تھا۔ آنریبل مسٹر پٹیل کو اس سے ہرگز کوئی اختلاف نہیں۔ آنریبل مسٹر پٹیل کہتے ہیں' آپ کے پاس پہلے سے ایک قانون موجود ہے جو ضابطہ فوجداری ترمیمی قانون مجریہ ۱۹۰۸ء کے نام سے معروف ہے اور اگر آپ کا مقصد تیز رفتاری سے مقدمے کی سماعت کرنا ہے یا میں اسے دوسرے الفاظ میں کہتا ہوں' حضور والا! اگر آپ تیز تر رفتار کے ساتھ سماعت چاہتے ہیں تو آپ موجودہ ۤانون میں ترمیم کیوں نہیں کر لیتے؟ یہ نکتہ ہے جیسا کہ میں انہیں سمجھتا ہوں آنریبل مسٹر پٹیل کہتے ہیں کہ وہ طریقہ کار اختیار کرنے کے بجائے آپ نے عملاً۔ اس قانون کو چند ترامیم کے ساتھ نقل کر دیا۔ ہر کوئی یہ سوچے گا کہ مناسب طریقہ کار اور سہل ترین طریقہ کار یہ تھا کہ آپ قانون میں ترمیم کر دیں اگر آپ کو تیز تر رفتار کے ساتھ مقدمے کی سماعت مطلوب ہے۔ اگر حکومت کا محض یہی مقصد ہے مجھے یقین ہے' حضور والا! کہ اس مقصد کے تعلق میں حکومت کو اس کونسل میں زیادہ ہمدردی اور حمایت حاصل ہو جاتی لیکن حقیقتاً" میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ حکومت کا اس قانون کو دہرانے کا مقصد کیا ہے۔ ایک کتاب قانون میں پہلے سے موجود ہے آپ کو ایک اور مطلوب ہے"

(مسٹر ایم۔ جی۔ پٹیل نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۹ء دفعہ نمبر۱ میں ترمیم پیش کی کہ عدالت کو اپنے اجلاس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا مکمل

اختیار ہونا چاہیے اگر ایڈووکیٹ جنرل عدالت کے سامنے اس امر کی تصدیق کریں کہ ان کی رائے پورے مقدمے یا اس کے کسی حصے کی سماعت معمول کے مقام کے علاوہ کسی اور مقام پر ہونی چاہیے تو عدالت کو اس ہدایت کا پابند نہ بنایا جائے۔ ثانیاً عدالت کے لئے یہ ضروری قرار نہ دیا جائے کہ وہ اپنے اجلاس کے مقام کا تعین کرنے کے ضمن میں وجوہات ضبط تحریر میں لائے)

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میں دیکھتا ہوں کہ آنریبل ڈاکٹر سپرو کا ذہن خدشہ کی آماجگاہ ہے۔ اگر وہ دفعہ کو احتیاط سے پڑھیں تو وہ دیکھیں گے کہ ہائی کورٹ کے لئے وجوہات بیان کرنا ضروری ہے اگر وہ ایڈووکیٹ کے تصدیق نامے کے خلاف حکم جاری کرے وگرنہ نہیں۔ یہ نکتہ ہے اور لہٰذا' میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر یہ دفعہ جوں کی توں رہے تو ایڈووکیٹ جنرل اپنے تصدیق نامے کے ذیل میں وجوہات بیان کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔ وہ ایک تصدیق نامہ پیش کریں گے اور ہائی کورٹ سے کہہ دیں گے کہ اجلاس کسی مخصوص جگہ پر ہونا چاہیے۔ ہائی کورٹ اس تعلق میں حکم جاری کردیں گے۔ بشرطیکہ ان وجوہات کی بنا پر جو ہائی کورٹ بیان کرے گی اسے کوئی اور حکم جاری کرنا مقصود ہو یعنی کوئی اور حکم جو وہ ایڈووکیٹ جنرل کے تصدیق نامے کے خلاف جاری کرے لہٰذا ہائی کورٹ سے صرف اسی صورت میں اپنی وجوہات بیان کرنے کے لئے کہا گیا جس صورت میں وہ تصدیق نامے کے مطابق حکم جاری نہ کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہائی کورٹ کو یہ کہنا پڑے کہ میں تصدیق نامے کو قبول نہیں کرتی' تو ہائی کورٹ پر یہ قدغن ہے کہ وہ اپنی وجوہ تحریری طور پر بیان کرے۔ میں آنریبل ممبر قانون کا نکتہ سمجھتا ہوں کہ ایڈووکیٹ جنرل اپنا تصدیق نامہ بغیر وجوہ یا اسباب بیان کئے کیوں پیش کریں گے یعنی وہ کچھ امور کو ظاہر نہ کرسکیں جو خفیہ امور ہوں۔ لیکن یقیناً اگر آپ ملزم کو اس نکتے پر اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقعہ دیتے ہیں یعنی مقدمے کی سماعت کسی خاص مقام پر ہو یا نہ ہو تو یہ لازم آتا ہے

کہ آپ یہ بات ہائی کورٹ کی صوابدید پر چھوڑدیں کہ وہ ایڈووکیٹ جنرل کے تصدیق نامے کے حق میں فیصلہ کرتی ہے۔ یا ملزم کے حق میں اور یہ کہ آپ ہائی کورٹ کو اس بات کا پابند نہ کریں کہ وہ صرف اسی صورت میں وجوہ بیان کرے جب وہ ایڈووکیٹ جنرل کے تصدیق نامے کے خلاف فیصلہ کرے۔ بلا شبہ اگر آپ آئیرلینڈ کے قانون کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔ آپ جس کی پیروی کرنا چاہتے ہیں کر سکتے ہیں لیکن آپ نے آئیرلینڈ کی پیروی نہیں کی آپ اس سے آگے چلے گئے ہیں اور اگر آپ ملزم کو یہ موقعہ دیتے ہیں کہ وہ اس نکتہ پر اپنا نقطہ نظر پیش کرے تو پھر یہ بات ہائی کورٹ کے وقار کے منافی ہوگی کہ وہ محض اس صورت میں اپنی وجوہ بیان کرے جب وہ ملزم کے حق میں فیصلہ صادر کرے

(مسٹر کامنی کمار چندر نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۹ء کو دفعہ ۷اہیں ایک ترمیم پیش کی کہ ملزم کو یہ حق دیا جائے کہ وہ سزائے موت کی صورت میں حقایق اور قانونی نکات کی بنیاد پر فل بنچ یا ہائی کورٹ کے ججوں کی پوری عدالت کے سامنے اپیل دائر کرسکے جو پانچ ججوں سے کم پر مشتمل نہ ہو اور ان میں کوئی جج ایسا نہ ہو جس نے اس نوع کی سزا تجویز کی ہو۔ ایسی صورت میں جہاں ہائی کورٹ میں پانچ جج موجود نہ ہوں تو اپیل کی سماعت کرنے والی بنچ متعلقہ ہائی کورٹ کے ججوں سے تشکیل دیدی جائے۔ اس معاملے پر صفائی کی طرف سے درخواست پر یا ایڈووکیٹ جنرل کی جانب سے عطا کردہ تصدیق نامے کی اساس پر غور کیا جائے۔ اس تحریک پر تقریر کرتے ہوئے آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اس حکمت عملی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا جو حکومت نے مسودہ قانون میں مختلف ترامیم کے تعلق میں اختیار کر رکھی ہے۔)

آنریبل مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: حضوروالا! وہ دلائل اور انہیں جس خلوص کے ساتھ مسٹر چندر نے پیش کیا ایسے ہیں کہ ہر کس و ناکس کا دل پگھل کر موم ہوجائے اور اگر میں جج ہوتا اور وہ میرے سامنے پیش ہوا کرتے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بیشتر مقدمات جیت لیا کرتے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ حکومت ہے جو سنگ دل بنی بیٹھی ہے مصمم ارادہ کئے ہوئے کہ سر تسلیم خم نہیں کیا جائے گا۔ ان ترامیم کے

معاملے میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی جو حکومت کا دل نرم کرسکے۔ ایک ترمیم کے بعد دوسری ترمیم پیش کی گئی اور مسترد کر دی گئی۔ حضور والا! میں تو ان دونوں کے اختتام پر یہ سوچنے لگا ہوں کہ کیا یہ عامتہ الناس کے وقت کا ضیاع نہیں ہے کہ ان ترامیم پر اس انداز میں رسماً" گفتگو کی جائے اور پھر انہیں مسترد کردیا جائے۔ شاید یہ بہتر ہوتا' حضور والا! کہ عامتہ الناس کے وقت کے مفاد میں حکومت ایک بار یہ اعلان کردیتی کہ یہ آپ کی چھوٹی موٹی ترامیم ہیں جنہیں ہم قبول کرنے کے لئے تیار ہیں رہیں باقی تو ان کے بارے میں ہم فیصلہ کر چکے ہیں اگر آپ اس طرح چلنا چاہیں تو چلے چلیں ویسے ہماری اکثریت ہے اور یہ مسترد کردی جائیں گی۔ اگر یہ اعلان کردیا جاتا تو اس سے بہت سا وقت بچ جاتا اور اس اذیت کا بھی خاتمہ ہوجاتا۔ حکومت کے لئے بھی اذیت ہونی چاہیے۔ میرے لئے تو یہ یقیناً ایک اذیت ہے یہاں بیٹھنا اور اس لا حاصل بحث کو سننا جو دو روز سے جاری ہے اور ہر ترمیم مسترد ہوجاتی ہے۔ حضوروالا! اب صورت حال کیا ہے؟ صورت حال یہ ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ اولاً تو گورنر جنرل بشمول کونسل اس امر کا اعلان کریں گے کہ اس حصہ اول کا اطلاق کسی مخصوص علاقے پر ہونا ہے۔ گورنر جنرل بشمول کونسل کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ لغوی معنی کے اعتبار سے انقلابی تحریکیں کون سی ہیں۔ بہت خوب تسلیم۔ اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ پھر مقامی حکومتیں ہائی کورٹ میں درخواست دیں گی کہ خصوصی ٹریبونل تشکیل دیدیا جائے جب وہ ٹریبونل تشکیل پا جائے گا تو اس پر شہادت کے خصوصی ضابطوں اور طریقہ کار کا اطلاق ہوگا۔ شہادت کے معمول کے ضابطوں کا نہیں' طریقہ کار کے معمول کے ضابطوں کا نہیں بلکہ طریقہ کار کے غیر معمولی ضابطوں کا اور شہادت کے خلاف معمول ضابطوں کا۔ پھر ہمیں بتایا گیا کہ حقیقت میں یہ ٹری بیونل بند کمرے میں بھی اجلاس کرسکتا ہے۔ پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ سوال اس ٹری بیونل کے احاطہ اختیار میں شامل نہیں ہوگا کہ اس جرم کا' جس کے ارتکاب کا کسی شخص پر الزام لگایا گیا' تعلق انقلابی تحریک کے ساتھ رہے یا افراتفری پھیلانے والی تحریک کے ساتھ پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ اس ٹری بیونل کا فیصلہ حتمی ہوگا اور اس کے خلاف کوئی اپیل

دائر نہیں کی جا سکے گی۔ پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ اختلاف رائے کی صورت میں بھی اپیل دائر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ حضور والا! اب ہم آخری تنکے کی طرف آتے ہیں۔ یوں تو اونٹ کی کمر توڑنے کے لئے کافی کچھ موجود ہے' اور وہ آخر تنکا ہے' کیا آپ اتفاق کریں گے یا نہیں کریں گے کہ ایک اعلیٰ تر ٹری بیونل قائم کردیا جائے اصلاحی ٹری بیونل کی حیثیت سے یا نظر ثانی کرنے والے ٹری بیونل کی حیثیت سے؟ میں آنریبل ممبر قانون سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ مسودہ قانون اپیل کا حق عطا نہیں کرتا لیکن یہ نظر ثانی کا حق تو دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس نکتے پر مسٹر چندر ذرا سی الجھن کا شکار ہو گئے۔ نظر ثانی کرتے ہوئے یہ تمام مقدمے کا جائزہ لے سکتا ہے لیکن اپیل کے حق میں اور نظر ثانی کے حق میں ایک فرق ہے اور پس اس حد تک آنریبل ممبر قانون درست ہیں لیکن مسٹر چندر جس چیز کا تقاضا کرتے ہیں وہ نظر ثانی ہے اور کیا.آپ اسے بھی نظر انداز کر دیں گے؟ کس بنا پر؟ کیا چونکہ رولیٹ کمیٹی نے ایسا کہا ہے؟ لیکن حضور والا! کیا حکومت ہند اپنی صوابدید کو رولیٹ کمیٹی کی نذر کر دے گی؟ کیا یہ کونسل اپنی صوابدید کو من حیث المجموع رولیٹ کمیٹی کے حوالے کر دیگی؟ حضور والا! یقیناً رولیٹ کمیٹی کو یہ تقدس اور سہو وخطا سے بریت حاصل نہیں ہے' میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اب بھی اس پر غور کرلے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک معمولی قسم کے دیوانی نوعیت کے معاملے میں جہاں ملکیت کی قیمت دس ہزار روپیہ ہو آپ ہائی کورٹ کے ایک جج کے فیصلے کے خلاف جو سماعت کرتا ہو' اپیل دائر کر سکتے ہیں اور ہمیں بے شمار مواقع کا علم ہے کہ جب قانون کا سوال ہو اور مالیت دس ہزار روپے سے زیادہ ہو تو ہائی کورٹ کے تین اور پانچ ججوں پر مشتمل فل بنچوں کے فیصلوں کے خلاف معمولی قسم کے دیوانی نوعیت کے معاملات پریوی کونسل تک لے جائے گئے ہیں۔ پس حضور والا! جب معاملہ دس ہزار روپے کا ہو تو آپ کے یہ حقوق ہوں لیکن جہاں سوال زندگی اور موت کا ہو' جہاں قانون خصوصی نوعیت کا ہو جو مسلمہ طور پر معمول کے طریقہ کار اور قانون اور عدل کے معمول کے اصولوں کے منافی ہو جو ایک خصوصی اور منفرد مقدمے سے متعلق ہو تو کیا آپ اس قدر سخت

گیر ہو جائیں گے کہ آپ ایک مجرم کو' جیسا کہ گذشتہ روز مسٹر شاستری نے نہایت خوبصورت انداز میں کہا' اس حق سے بھی محروم کر دیں گے کہ وہ اپنے مقدمے کو جہاں تک لے جا سکے لے جائے اور اگر اپنی بے گناہی ثابت کر سکے تو کر دے۔ اسے نظر ثانی کرانے کے حق سے کیوں محروم کیا جاتا ہے؟ معمول کے ضابطہ فوجداری کے تحت بھی معمولی قسم کے مقدمات میں اب میں ضابطہ فوجداری کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ آپ کیا دیکھتے ہیں؟ مجسٹریٹ نے ایک حکم صادر کیا۔ سیشن جج کی عدالت میں اس کے خلاف اپیل دائر کر دی گئی اور یہ ہائی کورٹ تک گیا۔ آپ کے پاس تین عدالتوں کی تین بنچیں ہیں جو اس مقدمے سے نمٹ رہی ہیں اور اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہائی کورٹ کے جج ممتاز ماہرین قانون ہیں اور اس لئے یہ بہت اچھی بنچ ہے اور اس لئے آپ کو ایک اور بنچ کی ضرورت نہیں۔ میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں کہتا کہ نظر ثانی کرنے والی عدالت سہو و خطا سے بری نہیں ہو گی۔ بلاشبہ اگر آپ اس طرح استدلال کرتے چلے جائیں تو اس کی کوئی حد نہیں ہو گی لیکن اہم سوال یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس ایک ٹری بیونل ہے تو اس نے ایک خاص مسئلہ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا اور اگر آپ کو اپیل یا نظر ثانی کا حق حاصل ہے تو ایک مختلف ٹری بیونل ہو گا جو اس خاص مقدمے پر اپنی توجہ از سر نو مرکوز کرے گا اور یہی دوسرے ٹری بیونل کی اہمیت ہے۔ وہ سب ہائی کورٹ کے جج ہو سکتے ہیں لیکن آپ کے پاس ایک مختلف ٹری بیونل ہے۔ حضور والا! میں نہیں چاہتا کہ میں اس کونسل کو اس بے وقت مزید مصروف رکھوں لیکن میں حقیقتاً" آپ پر یہ زور دینا چاہتا ہوں کہ ان انقلابیوں اور ان نراجیوں سے بھی منصفانہ سلوک برتنا چاہیے جن کے خلاف آپ کے محسوسات اس قدر تلخ ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں بھی اتنی ہی تلخی محسوس کرتا ہوں۔ انہیں ایک جائز موقعہ عطا کر دیجئے اور انہیں کم سے کم نظر ثانی کا حق تو دے دیجئے۔"

۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء مسودہ قانون کا دوسرا حصہ زیر غور آیا۔ مسٹر وی۔ جے۔ پٹیل نے اس کو حذف کرنے کی تحریک پیش کی۔ سرور نے

لوویٹ، مسٹرپی جے فگن اور سر جیمز ڈویو لے نے اس تحریک
کی مخالفت کی۔ آنریبل مسٹرایم اے جناح نے مسودہ قانون کے
اس حصے کی شدید مخالفت کی۔

آنریبل مسٹرایم اے جناح: حضور والا! میں نے پہلے موقعہ پر ہی یہ کہا تھا کہ مسودہ قانون کا یہ حصہ لائق نفرت اور دہشتناک لگتا ہے اور حضور والا! اسی موقعہ پر میں نے اس کے ذیل میں اپنے دلائل بھی پیش کر دیئے تھے۔ مجھے فی الحقیقت آنریبل مسٹرپٹیل کی تحریک پر اس کونسل میں تقریر نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ماسوا اس کے کہ محض اتنا کہہ دیا جائے کہ میں مسودہ قانون کے اس حصے کا شدید مخالف ہوں اور اسی پر اپنی بات ختم کر دیتا اور حضور والا! اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حصے پر بحث کرنے کے ضمن میں مجھے خود اپنے اوپر بھی بھروسا نہیں مبادا میں اپنے محسوسات اور اپنی رائے کا اظہار کر دوں جو میں اس کونسل کو نہایت دیانتداری سے بتائے دیتا ہوں کہ میں ممکنہ طور پر اس کا الفاظ میں اظہار کر ہی نہیں سکتا یعنی مسودہ قانون کے اس حصے کے خلاف میری نفرت۔ لیکن یہ پہلا موقعہ ہے کہ حزب حکومت نے اس مسودہ قانون کے حقیقی نکتے کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور چونکہ اس نقطہ نظر کی وضاحت ہو گئی ہے اس لئے میں چند باتیں کہنے کی جسارت کرتا ہوں۔

"آنریبل سرورنے لوویٹ نے میرا حوالہ دیا ہے لیکن اس حصہ دوم کی مخالفت کے بارے میں میرے استدلال کے صرف ایک جزو کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا جیسا کہ انہوں نے میرا حوالہ دیا ہے وہ میرے موقف یا میرے موقف کی وجوہات کی کلیتاً" صحیح ترجمانی نہیں کرتے۔ لیکن میں ان کے نکتے کا جواب دوں گا اور جو نکتہ انہوں نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ یہ تھا کہ حقیقی خطرہ موجود ہے اور جب ایسی صورت ہو تو کیا ہمیں ایک حکومت کی حیثیت سے اس ضابطے کو قانون کی شکل دینے کا اختیار حاصل نہیں؟ اب حضور والا! یہ واحد مسئلہ ہے جس کا کونسل کو فیصلہ کرنا ہے اگر میں ایک سند کا حوالہ دے سکوں۔۔۔۔ اور میں حوالہ دیتا ہوں بلیک اسٹون کا جن کا حوالہ دیا لارڈ شا نے (میں یہ حوالہ فیصلے کے طور پر نہیں دے رہا ہوں بلکہ بلیک اسٹون کے

ایک حوالے کے طور پر اور سہولت کے خیال سے' میں ان کے فیصلے سے حوالہ دے رہا ہوں) وہ یہ کہتے ہیں:۔۔

> بلیک اسٹون دستور پر عمل درآمد کے معاملے میں بالکل واضح ہیں وہ تحقیقی انداز میں آزادی اور زندگی دونوں کے موقف کو مساوی طور پر ایک ہی اصول کی آزمائش کے طور پر نمٹتے ہیں۔۔۔۔ اسی اصول جس کی موجودہ معاملے میں جانچ پڑتال کی جا رہی ہے کسی شخص کو اس کی زندگی سے محروم کرنا یا تشدد کے ذریعہ اس کی املاک کو ضبط کرنا بغیر الزام لگائے یا مقدمہ چلائے مطلق العنانیت کا اس قدر زبردست اور رسوا کن اقدام ہو گا جسے سلطنت کے طول و عرض میں فوراً ہی خطرے کا پیغام پہنچا دینا چاہیے لیکن اس شخص کو خفیہ طریقے سے جیل پہنچا کر محبوس کر دینا جہاں اس پر مصائب و ابتلا نامعلوم رہیں یا فراموش کر دی جائیں یا کم نمایاں اور کم خوفناک ہو اسی لئے ایک مطلق العنان حکومت کا زیادہ خطرناک آلہ ہو گا۔

اور حضور والا! یہی نکتہ ہے۔

اور بعض اوقات جب ملک کو حقیقی خطرہ لاحق ہو تو یہ اقدام بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

"لہذا حضور والا! یہاں لمحہ بھر کے لئے توقف کر لیں' اس ضابطے کو حکومت اس بنا پر جائز قرار دیتی ہے کہ ملک کو حقیقی خطرہ لاحق ہے۔ اب میں آگے چلتا ہوں:۔

لیکن ہمارے دستور کی خوش آئند بات یہ ہے کہ اس امر کا فیصلہ کہ کب ملک کو اتنا زبردست خطرہ لاحق ہوتا ہے جو اس ضابطے کو مناسب قرار دے دے' انتظامیہ کے ہاتھ میں نہیں دیا گیا۔

"حضور والا! میں اس بات کو دہراتا ہوں۔۔۔ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ آج یہاں اس بات کا فیصلہ کون کر رہا ہے کہ ملک کو خطرہ لاحق ہے؟ میں پرزور انداز میں کہتا

ہوں انتظامی حکومت۔ آنریبل سرور نے لوویٹ نے کہا اگر میرے ملک میں خطرے کی نشاندہی کر دی جائے تو میرے ہم وطنوں کو اس نوعیت کا قانون منظور کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہو گا' حضور والا! میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آئرلینڈ کی مثال ہمارے سامنے ہے اور مجھے یقین ہے کہ آنریبل سرور نے لوویٹ کو آئرلینڈ کے بارے میں میری نسبت زیادہ علم ہو گا۔ کیا آپ نے آئرلینڈ میں اس قسم کا کوئی اقدام کیا ہے؟ کیا وہاں انقلابی تحریکیں نہیں ہیں؟ کیا آئرلینڈ کو خطرہ لاحق نہیں ہے؟ کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ اس جنگ کے زمانہ میں جب سلطنت خطرے اور موت سے دوچار تھی آئرلینڈ آپ کے دشمنوں سے ساز باز کر رہا تھا اور اس نے علم بغاوت بلند کیا؟ ہند میں کیا ہوا ہے؟ ہند میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ' لوگوں کی بہت بڑی تعداد وفادار ہے۔ چونکہ چند سو یا چند ہزار لوگ گئے ہیں اور پھر بھی میں اس کونسل میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ ان کی کارروائیاں غلط ہیں اور ٹھیک ایک بار پھر میں نے جو کچھ کہا اسے دہراتا ہوں کہ اس کا سبب آپ کی حکمت عملی ہے اور کیونکہ آپ ہم سے اس مقام سے اس قسم کا قانون بنانے کا مطالبہ کرتے ہیں جو تاریخ کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جو دستور کے بنیادی اصولوں کے مخالف ہے۔ جو عدل کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے اور آنریبل سرور نے لوویٹ کہتے ہیں کہ میں نے یہ اعتراف کیا کہ یہ معمولی سوجھ بوجھ کی بات ہے کہ اگر میں حکومت کو یہ اختیارات تفویض کردوں تو حکومت زیادہ بڑی تعداد میں مجرموں کو پکڑ سکے گی۔ بلا شبہ اگر آپ ان مطلق العنان آلات کے ساتھ اپنا جال پھیلائیں گے تو آپ بہت سے مجرموں کو پکڑلیں گے لیکن آپ کے جال میں کتنے معصوم لوگ بھی گرفتار ہو جائیں گے اور مقننہ آپ کو اس قسم کے اختیارات کیوں دے جب تک کہ ملک کو حقیقی خطرہ لاحق نہ ہو اور وہ کونسا خطرہ ہے جس کی آپ نے نشاندہی کی ہے؟ صرف یہی ایک سوال ہے میں حضور والا! اپنے حوالے کے ضمن میں آگے چلتا ہوں:۔

حاکم صرف پارلیمان ہے یا قانون سازی کا اختیار جو جب مناسب خیال کرے تاج کو یہ اختیار دے دے کہ وہ مختصر اور محدود

عرصے کے لئے ہیبس کارپس ایکٹ کو معطل کر دے تاکہ کچھ
مشتبہ اشخاص کو بغیر وجہ بتائے قید کر سکے۔

لہٰذا حضور والا! اگر یہ اختیارات آپ کو تفویض کر دیئے جائیں تو آپ مشکوک افراد کو قید کر دیں گے جن کا مجرم ہونا لازمی نہیں۔ اگر آپ پانچ سو افراد پر شک کریں گے تو میں جرات سے کہہ سکتا ہوں پانچ سو کے اس گروہ میں کچھ حقیقی مجرم بھی ہوں گے۔ لیکن بے گناہوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ گزشتہ موقعہ پر آنریبل سرور نے لوویٹ نے ان لوگوں کی المناک داستان بیان کی بعض انقلابیوں نے جن کی املاک لوٹ لیں اور ان لوگوں کی جنہیں انہوں نے نقد حیات سے محروم کر دیا اور انہوں نے کہا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حضور والا! میں ان کے تحفظ کے لئے بھی مساوی طور پر بے چین ہوں۔ میں ان سے اس بات پر پوری طرح متفق ہوں کہ انہیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ حکومت انہیں تحفظ فراہم کرے۔ لیکن وہ لوگ تو بہرحال ان لوگوں کے مدمقابل تھے جنہوں نے ان پر حملہ کیا اور کسی نہ کسی طرح ان کے پاس یہ موقعہ تھا کہ وہ انہیں منہ توڑ جواب دے سکیں۔ لیکن ان بے گناہوں کا کیا ہو گا جو آپ کے جال میں پھنس جائیں گے؟ ان کے پاس بغیر کسی چارہ کار کے جیل میں سڑنے کے سوا اور کیا موقعہ ہو گا؟ حضور والا! لہٰذا میں بالکل اتفاق کرتا ہوں' میں بالکل تسلیم کرتا ہوں۔ میں اسے بالکل تسلیم کرتا ہوں اور میں دوبارہ اتفاق کرتا ہوں اور اسے بالکل تسلیم کرتا ہوں اور میں سر جیمرود بولے سے جو حکومت کی طرف سے بولے یہ بات دوبارہ کہتا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ برطانوی راج خطرے میں ہے اگر مجھے یقین ہوتا کہ ہند کو حقیقی خطرہ درپیش ہے تو مجھے مطلق پس و پیش نہ ہوتا جیسا کہ میں نے کہا تھا اگرچہ اپنے دل میں میں اس نوعیت کے قانون کو اپنی منظوری دیتے ہوئے کراہت محسوس کرتا۔ لیکن میں دے دیتا۔ لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔ حضور والا! میں مطمئن نہیں ہوں کہ آپ نے ایسا کوئی دعویٰ تیار کیا ہے کہ ہم سے یہ کہہ سکیں کہ ہم یہ اختیارات آپ کے حوالے کر دیں۔ حضور والا! یہ کیا ہو گا؟ ہمیں علم

ہے کہ اسٹار چیمبرز کو بھی ملعون قرار دیا گیا تھا۔ کم سے کم ان پر ایک طرح کا مقدمہ تو چلایا گیا تھا۔ انہیں کیوں گردن زدنی قرار دیا گیا تھا۔ انہیں اس لئے گردن زدنی قرار دے دیا گیا تھا کیونکہ دستور کے ایک عظیم ماہر میٹ لینڈ کے الفاظ میں "وہ سیاستدانوں کی عدالت تھی جو ایک حکمت عملی نافذ کرنا چاہتی تھی ججوں کی عدالت نہیں تھی جو قانون کا نفاذ چاہتی ہو" آپ بھی خود کو سیاستدانوں کی ایک عدالت کی صورت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور جو بدترین بات ہے وہ یہ کہ برائے نام مقدمے کے بغیر جیسا کہ اسٹار چیمبر کے معاملے میں تو کسی نہ کسی شکل میں تھا۔

حضور والا! میں نہیں چاہتا کہ اس کونسل کا مزید وقت لوں اور میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اسے دہرانا بھی نہیں چاہتا لیکن فی الحقیقت میں سمجھنے سے قاصر ہوں بالخصوص ان حقائق کے پیش نظر جو آنریبل ممبر داخلہ نے اس کونسل میں بیان کئے۔ جنہوں نے کہا کہ یہ انقلابی تحریکیں ـــــ میں ان کے اصل الفاظ کا حوالہ نہیں دے رہا ہوں لیکن میں باور کرتا ہوں کہ میں ان کی صحیح ترجمانی کررہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ان انقلابی تحریکوں پر بڑی حد تک قابو پا لیا گیا۔ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ قانون دفاع ہند نے زبردست فائدہ پہنچایا۔ یہ بات بھی بہت معروف ہے کہ بہت سے نظر بندوں کو رہا کیا جا چکا ہے اور حالات پہلے کی نسبت بہت بہتر ہیں لیکن حکومت کہتی ہے کہ حالات کسی بھی وقت بگڑ سکتے ہیں اس لئے از راہ عنایت ان قوانین کو منظور کر لیجئے' میں کہتا ہوں' حضور والا! یہ پھر بنیادی اصول کے منافی ہے۔ حکومت کہتی ہے کہ یہ بگڑ سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اختیارات صرف اسی صورت میں تفویض کئے جاسکتے ہیں جب حکومت یہ محسوس کرے کہ فوری اور حقیقی خطرہ درپیش ہے تب آپ مقننہ کے سامنے آئیں اور مجھے یقین ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ کم سے کم آپ کو عوام کے کچھ نمائندوں کی حمایت حاصل ہو جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو خود عوام کی بھی حمایت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن آپ اب جو کچھ کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟ اگر میں غلط نہیں ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں غلطی پر نہیں ہوں۔ عوام اس کے خلاف ہیں اور حضور والا! میں دیکھنا چاہوں گا کہ انگلستان میں کوئی وزیر یا انگلستان کی حکومت

جسے اس نوعیت کے کسی اقدام کی دانش پر خواہ کتنا ہی یقین کیوں نہ ہو اس نوع کا ضابطہ پارلیمان میں لے آئے اور حضور والا میں تو دیکھنا چاہوں گا کہ سرورنے لوویٹ وزیر اعظم ہوں اور وہ اس نوعیت کا مسودہ قانون پارلیمان میں پیش کرنے کی جرات کریں تو ان کی وزارت عظمیٰ چوبیس گھنٹے بھی قائم نہ رہے گی۔ یہاں عوام مخالف ہیں اور عوام کے نمائندے مخالف ہیں لیکن انتظامی حکومت کہتی ہے ہمیں ملک کی فلاح دل سے عزیز ہے۔ ہمیں تمہارے مفاد کا علم ہے۔ ہمیں تمہارے مفاد کا بہتر علم ہے ہمیں تمہاری فلاح و بہبود کا اس سے بہتر علم ہے جیسا کہ تم خود اسے سمجھتے ہو۔ ہم یہ اختیارات حاصل کریں گے' اور (ایک بار پھر آنر یبل ممبر قانون کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے) ہم اپنے سوچے سمجھے فیصلے سے دستبردار ہونے والے نہیں۔ پس اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اپنے سوچے سمجھے فیصلے سے دستبردار نہیں ہوں گے تو میرے پاس تو وہ طاقت نہیں ہے جو آپ کے پاس ہے۔ لیکن میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ہم اپنے سوچے سمجھے فیصلے سے دستبردار نہیں ہوں گے اور ہم کہتے ہیں کہ آپ غلطی پر ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ نتائج اس سے کم تباہ کن ہوں گے جتنا کہ میں توقع کرتا ہوں۔"

مسٹر وی جے پٹیل نے ۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء کو تحریک پیش کی کہ تیسرے حصے کو بھی حذف کر دیا جائے۔ مسودہ قانون کے اس حصے کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:۔

آنریبل مسٹر ایم۔ اے جناح: حضور والا! اس سے قبل کہ میں مزید کچھ کہوں ایک بہت عظیم ماہر کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ ایک بہت مشہور مقدمے میں جو مقدمہ دانیال کے نام سے معروف ہے عظیم ججوں اور وکلاء میں سے ایک نے تین نظریئے قائم کئے۔

اول نظریہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے ارادے یا رضا کی خاطر محبوس نہیں کیا جا سکتا الا وہ زر خرید غلام ہو یا کوئی غنڈہ۔

دوسرا نظریہ یہ ہے اگر انگلستان کے کسی آزاد شخص کو بادشاہ کے ارادے یا اس

کی رضا کی خاطر محبوس کیا جاتا ہے یا شاہ کے حکم سے کیا جاتا ہے تو وہ غنڈے سے بدتر حال میں ہے۔

تیسرا نظریہ: ایک آزاد شخص کی بغیر کسی وجہ کے اسیری تمدنی اعتبار سے اس کی موت کے مترادف ہے' "حضور والا! مسودہ قانون کے تیسرے حصے کے مندرجات کا یہی نتیجہ مرتب ہو گا۔ اول شکار کا انتخاب افسر شاہی کی ابتدائی صوابدید پر ہو گا دوم حضور والا! اس کے معنی ہیں تحفظ عامہ اور دفاع کی نفی اور سوم' حضور والا! میں کہتا ہوں کہ یہ دولت مشترکہ کے لئے زہر ہے۔

حضور والا! اس مشہور و معروف فیصلے میں لارڈ شا کے الفاظ کا ذکر کرتا ہوں جس کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:۔

> حکومت کے پاس جو اختیارات ہیں ان کے استعمال میں تاریخ کی صاف ترین تعلیم اور عدل کی متقضیات کا تقاضا یہ ہے کہ ایک طرف حکومت کا اختیار اور دوسری طرف فرد کے حقوق یہ دونوں فریق اور فریق کی حیثیت سے مدمقابل ہوں گے۔

وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہو گا۔ یہاں اس مسودہ قانون کی دفعات کے مطابق حکومت ایک فریق کی حیثیت سے اپنے حکم پر خود عمل درآمد کرے گی اور متعلقہ شخص ایک فریق کی حیثیت سے سر تسلیم خم کرے گا اور اس کی شنوائی بھی نہیں ہو گی۔ حکومت بیک وقت ایک فریق ہو گی' منصف اور جلاد بھی۔ حضور والا! ایسا نظر آتا ہے مسودہ قانون کا تیسرا حصہ۔

حضور والا! میں اس کونسل کا مزید وقت نہیں لوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ حضور والا! تیسرا حصہ اس سیاہ مسودہ قانون کا سیاہ ترین حصہ ہے اور حضور والا! میں کہتا ہوں اس جذبے کے ساتھ' اس اخلاص کے ساتھ اور اس احساس کے ساتھ کہ اگر اسے کتاب قانون میں جگہ مل گئی تو یہ ہند اور برطانیہ عظمیٰ کے نیک ناموں پر کالک مل دے گا۔ میں ہند سے محبت کرتا ہوں لیکن حضور والا! میں برطانیہ عظمیٰ سے کچھ کم تر محبت نہیں کرتا کیونکہ وہ میری تربیت اور تعلیم کا گہوارہ تھا۔"

وائسرائے ہند کے نام مکتوب کونسل سے استعفا

مارچ ۱۹۱۹ء کے تیسرے ہفتے میں رولیٹ مسودہ قانون (ضابطہ فوجداری (ہنگامی اختیارات کا مسودہ قانون) منظور کر لیا گیا۔ ۲۸ مارچ کو آنریبل مسٹر ایم۔ اے جناح نے وائسرائے کے نام ایک مکتوب رقم کیا جس میں انہوں نے رولیٹ مسودہ قانون کی منظوری کے خلاف احتجاج کے طور پر امپیریل لیجس لیٹو کونسل کی رکنیت سے استعفا دے دیا۔

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ

مالا بار ہل

بمبئی

۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء

حکومت ہند کی جانب سے رولیٹ مسودہ قانون کی منظوری اور آں جناب فضیلت مآب کی گورنر جنرل کی حیثیت سے رائے عامہ کے خلاف اس کی توثیق سے وہ اعتماد بری طرح سے متزلزل ہو گیا جو انہیں برطانوی انصاف پر تھا۔ مزید اس نے امپیریل لیجس لیٹو کونسل کے دستور کے بارے میں یہ برملا اظہار کر دیا کہ وہ ایک مقننہ ہے لیکن برائے بیت۔۔۔۔۔ ایک مشین ہے جسے غیر ملکی انتظامیہ چلاتی ہے۔ نہ تو غیر سرکاری ہندی اراکین کی متفقہ رائے کا نہ ہی پوری رائے عامہ اور بیرونی احساسات کا ذرا سا بھی احترام کیا گیا۔

"تاہم حکومت ہند اور آنجناب نے یہ مناسب خیال کیا کہ ایک ایسے ضابطے کو کتاب قانون میں شامل کر دیا جو زمانہ امن میں مسلم طور پر تشدد آمیز اور قطعی طور پر جبر ہے اور اس طرح عدلیہ کی جگہ انتظامیہ کو دے دی گئی۔

"مزید براں اس مسودہ قانون کو منظور کر کے آنجناب کی حکومت نے اس استدلال کی نہایت سرگرمی کے ساتھ نفی کر دی جو وار کانفرنس میں اس وقت پیش کیا گیا تھا جب انہوں نے ہند سے امداد کی اپیل کی تھی اور ان اصولوں کو نہایت بے

رحمی سے روند ڈالا جن کے خلاف برطانیہ عظمٰی نے علی الاعلان جنگ لڑی۔

"عدل کے بنیادی اصولوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا گیا اور لوگوں کے آئینی حقوق کو کچھ زیادہ ہی بد حواس اور نااہل افسر شاہی کی جانب سے اس وقت خلاف ورزی کی گئی جب ملک کو کوئی حقیقی خطرہ لاحق نہیں تھا (اور اس افسر شاہی کی جانب سے) جو نہ عوام کے سامنے جواب دہ ہے اور نہ ہی اس کا اصلی رائے عامہ کے ساتھ کوئی رابطہ ہے اور جن کا واحد عذر یہ تھا کہ جب یہ اختیارات ہاتھ میں آ جائیں گے تو انہیں غلط استعمال نہیں کیا جائے گا۔

"لہٰذا میں مسودہ قانون کی منظوری اور جس انداز سے اسے منظور کیا گیا ہے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے امپیریل لیجس لیٹو کونسل کی رکنیت سے استعفا پیش کرتا ہوں کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں کونسل میں میرا وجود میرے لوگوں کے لئے بے سود ہو گا اور نہ ہی ایسی حکومت کے ساتھ خود داری کو برقرار رکھتے ہوئے تعاون ممکن ہو گا جو کونسل کے ایوان میں لوگوں کے منتخب نمائندوں کی رائے اور باہر لوگوں کے احساسات اور جذبات سے اس طرح کی مکمل بے اتفاقی کا مظاہرہ کرے۔

"میری رائے میں وہ حکومت جو زمانہ امن میں ایسے قانون کو منظور کرتی ہے یا اس کی توثیق کرتی ہے خود کو مہذب حکومت کہلانے کے حق کو گنوا دیتی ہے اور مجھے اب بھی امید ہے کہ وزیر ہند مسٹر مانٹیگو ملک معظم کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اس سیاہ قانون کی نامنظوری کا اعلان کر دیں۔"

آپ کا صادق

ایم۔ اے۔ جناح

ہند کے لئے مکمل حکومت خود اختیاری کے ساتھ قلمرو کے مرتبہ کا مطالبہ

(مرکزی مجلس قانون ساز میں تقریر)

۸ر فروری ۱۹۲۴ء

۵ فروری ۱۹۲۴ء کو مرکزی مجلس قانون ساز میں دیوان بہادر ٹی رنگا اچاریہ نے ایک قرارداد پیش کی کہ مستقبل قریب میں ۱۹۱۹ء کے دستور پر نظرثانی کے لئے ضروری اقدام کئے جائیں تاکہ ہند کے لئے برطانوی سلطنت کے اندر مکمل حکومت خود اختیاری کے ساتھ قلمرو کا مرتبہ اور صوبوں میں صوبائی خود مختاری حاصل کی جاسکے۔ انہوں نے دلیل دی کہ دستور کے تحت جس مشینری کا اہتمام کیا گیا ہے۔ وہ بالکل ناقص ہے اور ملک کے ہر حلقے کی جانب سے دستور پر نظرثانی کے مطالبے کے ضمن میں آواز اٹھائی جارہی ہے۔ ممبر داخلہ سر مالکم ہیلے نے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے استدلال کیا کہ ملک کے سیاسی حالات (یعنی مختلف فرقوں کے مفادات) اس ضمن میں فوری طور پر کسی اقدام کی اجازت نہیں دیتے۔ تاہم انہوں نے تجویز کیا کہ سرکاری سطح پر قانون پر

عملدرآمد کے سلسلے میں تفتیش کرائی جاسکتی ہے اور جائزہ لیا جاسکتا ہے۔
اس کے بعد ۸ فوری ۱۹۲۴ء کو پنڈت موتی لال نہرو کی یہ ترمیم آگئی کہ قانون حکومت ہند پر نظرثانی کرنے کے لئے قدم اٹھائے جائیں۔ تاکہ مکمل ذمہ دار حکومت قائم کرنے اور اس ہند کے لئے ایک نمائندہ گول میز کانفرنس طلب کی جائے جو مختلف اقلیتوں کے لئے تحفظات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مقصد کے لئے ایک دستوری اسکیم کی سفارش کرے اور اسے ہند کی نو منتخب مجلس قانون ساز کی منظوری کے بعد برطانوی پارلیمان کے سامنے پیش کردیا جائے۔ تاکہ وہ اسے قانون کی شکل دے دے۔ ڈاکٹر گور نے اپنی ترمیم میں تجویز پیش کی کہ اس مقصد کے لئے (یعنی دستور پر نظرثانی کے لئے) ایک موتمر طلب کی جانی چاہئے۔ مسٹر نہرو کی ترمیم کی حمایت اور سر ما لکم ہیلے اور ڈاکٹر گور کی تجاویز کو نمٹاتے ہوئے مسٹر ایم' اے' جناح نے کہا۔)

"اولاً" تو میں یہ کوشش کرنی چاہوں گا کہ اس ایوان کے سامنے جو حقیقی مسئلہ ہے۔ اسے جس قدر ممکن ہوسکے واضح کردوں۔ معزز محرک اور ممبر داخلہ کی تقریریں سننے کے بعد میں ان لوگوں کی ہمنوائی نہیں کرسکتا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ حکومت کا جواب مایوس کن ہے۔ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء کی دفعہ ۴۱ میں کہا گیا ہے کہ دس برس کے بعد ایک کمیشن مقرر کیا جائے گا۔ لیکن یہ ارباب حل و عقد پر دس برس سے قبل تحقیقات کرانے اور ایک کمیٹی یا کمیشن مقرر کرنے پر کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ مزید برآں جب دو برس قبل اس ایوان میں مسٹر مومجدار کی قرارداد پیش کی گئی تھی تو مجلس قانون ساز نے متفقہ طور پر ایک فارمولہ قبول کرلیا تھا۔ اس فارمولے میں صراحت کے ساتھ یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ دس برس سے قبل ایک کمیشن طلب کیا جاسکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب اس ایوان کی اجتماعی دانش نے رائے ظاہر کی تھی۔ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اس مدت کو کم سے کم دو تین سال کی حد تک تو کم کردیا جائے۔ یہ ایک مہینہ یا ایک ہفتہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا بہرکیف گزشتہ مجلس قانون ساز

نے' جیسی کہ اس کی تشکیل تھی' اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کردیا تھا۔ پس اگر آپ اسے تین برس سمجھ لیں تو بات ۱۹۲۶ء تک پہنچتی ہے۔ اب ہم ۱۹۲۴ء میں ہیں اور آج حکومت نے یہ اعتراف کرلیا ہے' اور میں اسے بہت اہمیت دیتا ہوں اور میں اس تعلق میں اپنی معروضات بعد میں پیش کروں گا' کہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء کا جائزہ لینے' اس پر دوبارہ غور کرنے اور نظرثانی کرنے کے لئے فوری اقدام کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں نے ممبرداخلہ کو صحیح سمجھا ہے۔ گویا کہ اگر میں ممبرداخلہ کو صحیح سمجھتا ہوں اور میں اپنی اصلاح کے لئے تیار ہوں' وہ فی الفور یا کسی قریبی تاریخ میں قدم اٹھانے کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس قدم کی نوعیت یہ ہوگی کہ وہ ایک محکمانہ تحقیقات کرائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت ہند مقامی حکومتوں سے صلاح کرے گی یا ایسے لوگوں سے مشاورت کرے گی۔ جن کے بارے میں اسے مشورہ دیا جائے اور وہ ایسی اسکیم تیار کرے گی جو اس کے خیال میں مناسب ہوگی۔ پھر وہ اسکیم وزیر ہند کو پیش کردی جائے گی۔ پھر ادھر سے ادھر مراسلات کا تبادلہ ہوگا اور پھر وہ اسکیم اس مجلس قانون ساز کے سامنے پیش کردی جائے گی اور پھر اسے پارلیمان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اب جناب والا! میں پہلے قدم کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میں کہوں گا کہ اس معاملے میں ممبر داخلہ نے جو طریقہ کار بیان کیا ہے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ جناب والا! ذرا تصور کیجئے کہ محکمانہ تحقیقات کے ذریعے ایک اسکیم مرتب کی جاتی ہے' جانے بوجھے بغیر' خفیہ گوشوں میں' انتظامیہ کے خفیہ ایوانوں میں' حکومت ہند تجاویز مرتب کرنے کے ضمن میں ان فیصلوں کو قبول کرے گی۔ ان تجاویز کے مرتب ہونے کے بعد وہ دوبارہ وزیر ہند کے پاس جائیں گے۔ پھر انڈیا آفس کے بند کمروں میں ان پر غور کیا جائے گا۔ ان کا جائزہ لیا جائے گا اور جب قطعی تجاویز مرتب ہوجائیں گی اور حتمی فیصلے کرلئے جائیں گے تو پھر آپ اس اسکیم کو اس مجلس قانون ساز کے سامنے پیش کریں گے۔ اس مرحلے پر اس میں رد و بدل کی کون سی گنجائش رہ جائے گی؟ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط طریقے کا اختیار کرنا ہے۔ یہ ممبرداخلہ اور ہمارے درمیان بنیادی

فرق ہے۔

"اب جناب والا! میں مسٹر رنگا اچاریہ کی قرارداد پر گفتگو نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں اس ترمیم سے پوری طرح متفق ہوں۔ جو پنڈت موتی لال نہرو نے پیش کی ہے۔ آیئے اب ہم دیکھیں کہ وہ ترمیم کیا کہتی ہے۔ ترمیم سب سے پہلے حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ہند میں مکمل ذمہ دار حکومت قائم کرنے کے لئے قانون حکومت ہند پر نظرثانی کرے اور اس مقصد کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ پس میں اس آئینی ورزش میں تو نہیں پڑوں گا۔ جو ممبر داخلہ نے قلمرو کے مرتبے اور مکمل ذمہ دار حکومت کے مابین نہایت باریک فرق ظاہر کرنے کے لئے کی۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ٹھیک ٹھیک فرق ہے کیا۔ اس کا تمام تر دارومدار اس پر ہے کہ آپ مکمل ذمہ دار حکومت کی کیا تعریف کرتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں کہتا ہوں اس وقت ہمیں ان زبردست آئینی موشگافیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ میرے مقصد کے لئے اتنا کافی ہوگا اور میں اس وقت ممبر داخلہ کو یہ بتاؤں گا کہ جیسے کہ انہوں نے ازراہ عنایت بعض رہنماؤں کا حوالہ دیا۔ انہوں نے میرا حوالہ محض جزوا" دیا اور وہ یہ بھول گئے کہ انہوں نے میرے جس جواب کا تذکرہ کیا وہ ایک خاص سوال کا جواب تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر انہوں نے میری شہادت پڑھی ہوتی تو میں سمجھتا ہوں کہ انہیں یہ معلوم ہوجاتا کہ میں نے اس سوال کا جواب دیا تھا کہ ذمہ دار حکومت سے ہماری کیا مراد ہے' اور وہ پہلا سوال تھا جو کیا گیا اور میں نے جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا۔ مجھے امید ہے کہ ایوان مجھے معاف کرے گا کہ میں سوال کے اپنے ہی جواب کا حوالہ دے رہا ہوں۔ لیکن میں ایسا اس لئے کر رہا ہوں کہ ممبر داخلہ نے اس کے ایک جزو کا حوالہ دیا۔ میں نے یہ کہا تھا۔ سوال حسب ذیل ہے:

کیا آپ اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ مناسب ہوگا کہ ہند میں ذمہ دار حکومت بتدریج لائی جائے۔ اگر ایسا ہے تو آپ ذمہ دار حکومت کی کیا تعریف کریں گے اور کیا آپ اس تجویز کو عام طور سے قبول کرتے ہیں۔ جس کا دیباچہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ (میں نے جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے) یہ تجویز کہ ہند میں ذمہ دار

حکومت بتدریج لائی جائے۔ مناسب ہے۔

"یہ میرا جواب ہے۔ پھر میں مزید کہتا ہوں جو حسب ذیل ہے:۔

لیکن ایک وقیع قدم فی الفور اٹھانا چاہئے۔ ہم ذمہ دار حکومت کی وضاحت کریں گے۔ جہاں تک ہوسکے گا مقننہ کی رائے' جو رائے دہندگان کے سامنے جواب دہ ہو۔ انتظامیہ پر حاوی۔ ویٹو سے مشروط' (مسودہ قانون حکومت ہند لندن ۱۹۱۹ء مسٹر ایم' اے' جناح کی شہادت صفحہ ۲۰۸)

"اب میں معزز ممبر داخلہ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا فرق ہے۔ شاید وہ دعوے کریں کہ وہ ایک عظیم ماہر دستور ہیں اور اس فرق پر روشنی ڈالیں جو مکمل مرتبہ قلمرو اور حقیقی ذمہ دار حکومت کی میری بیان کردہ تعریف میں ہے؟ لہٰذا جناب والا! ہمارے موجودہ مقصد کے اعتبار سے ان امور پر بحث کرنا غیر متعلق اور خارج از مبحث بات ہے۔ ہم اپنی ترمیم میں کیا تجویز کرتے ہیں؟

یہ مجلس قانون ساز گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ ہند میں مکمل ذمہ دار حکومت کے قیام کی غرض سے قانون حکومت ہند پر نظرثانی کرنے کے لئے قدم اٹھائیں اور متذکرہ مقصد کی خاطر وغیرہ وغیرہ (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۴ء جلد ۴ جزو اول صفحہ ۳۶۷)

"جناب والا! یہاں میں لحہ بھر کے لئے توقف کروں گا۔ معزز ممبر نے اپنی معمول کی لیاقت کے ساتھ اصلی مسئلے سے فرار کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے تو وہ ایک ڈھونگ رچاتے ہیں۔ مکمل مرتبہ قلمرو فی الفور عطاء کرو۔ یہ پہلا ڈھونگ ہے جو انہوں نے رچایا۔ مجھے معاف کیجئے۔ یہ وہاں ہے ہی نہیں۔ میں اس کی وضاحت کروں گا' اور میں حیران ہوں کہ معزز ممبر سمجھنے سے قاصر رہے۔ وہ کہتے ہیں یاد رکھئے ہمارے سامنے ہندوؤں اور مسلمانوں کے متحد نہ ہونے کا سوال ہے۔ یاد رکھئے ہمارے سامنے بہت بڑے تجارتی مفادات ہیں۔ یورپی باشندوں کے مفادات۔ یاد رکھئے کہ آپ کی فوج لڑاکا طبقوں پر مشتمل ہے۔ یہ یاد رکھئے اور مزید یاد رکھئے کہ خود آپ کے رہنماؤں نے جب مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے سامنے شہادتیں دیں' اور انڈین نیشنل

کانگریس نے اس طرح کی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ یاد رکھئے والیان ریاست کی صورت حال کو (سر مالکم ہیلے کی تقریر کا مکمل متن ملاحظہ فرمائیں۔ مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۴ء جلد ۴ جزو اول صفحات ۳۵۶ تا ۳۶۶) جناب والا میں معزز ممبر کو صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ تمام توانائی خواہ مخواہ ضائع کی گئی۔ اگر وہ احتیاط کے ساتھ ترمیم کا مطالعہ کریں تو وہ دیکھیں گے کہ یہ فی الفور ذمہ دار حکومت کا مطالبہ نہیں ہے۔ مگر یہ آپ سے فی الفور اقدام کی خواہاں ہے۔ میں اس بات کو دہراؤں گا۔ فی الفور اقدام کی ضرورت ہے۔ میں آزادی اور صاف گوئی کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ معزز ممبر کی تقریر یقیناً ایوان کو یہ بتاتی ہے کہ وہ قدم اٹھائیں گے۔ کون سے قدم؟ میں ان اقدام کی وضاحت کر چکا ہوں۔ جو معزز ممبر کرنا چاہتے ہیں۔ اب ہم اقدام کی جانب آتے ہیں۔ کون سے اقدام؟ ہم کن اقدام کی تجویز پیش کرتے ہیں؟ اور میں کہتا ہوں جناب والا! کہ یہ بہترین اقدام ہیں جو حکومت کر سکتی ہے۔ جن کا ممکنہ طور پر اسے مشورہ دیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کا مقصد ارفع ہے' جیسا کہ ممبر داخلہ نے کہا۔ اگر واقعتاً" آپ کا مقصد ہند کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھنا اور اس کا خیال رکھنا ہے۔ اگر آپ حقیقتاً" اس بات کے خواہاں ہیں کہ بیشتر ہند آپ کی حمایت کرے تو آپ کے لئے ممکنہ طور پر بہترین طریقہ کار یہ ہے۔ کیونکہ آخر کار آپ ہند کی اکثریت کا اعتماد' تائید اور تعاون حاصل کرنا چاہتے۔ ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے بہترین طریقہ کار جو آپ اختیار کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ نمائندہ لوگوں کی ایک گول میز کانفرنس طلب کر لیجئے۔ جو ایک اسکیم مرتب کرے۔ آپ کے ساتھ مشاورت سے' آپ کے بغیر نہیں۔ اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ یہ کیوں کر غلط ہے؟ آپ انتظامیہ کے خفیہ ایوانوں کے بند کمروں میں کیوں بیٹھنا چاہتے ہیں؟ آپ ہماری پس پشت ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر مراسلات کی ترسیل کیوں چاہتے ہیں؟ آپ یہ فیصلہ کیوں کرتے ہیں اور ان تجاویز کو مرتب کر کے پھر جملہ معذرتوں کے ساتھ ہمارے سامنے آئیں اور کہیں کہ اب اس سے نمٹنا بہت دشوار کام ہے۔ جناب والا! آپ کی تجویز ایسی ہے جیسے گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوت دیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ عوام کو ساتھ

لے کر چلیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ آغاز کار اس انداز سے کریں جس سے عوام کی حمایت آپ کے ہم رکاب ہو۔ اس مقصد کے لئے نمائندہ لوگوں کی گول میز کانفرنس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ مزید ہم آپ کو نمائندہ لوگوں کی مرتب کردہ اسکیم کی کہیں زیادہ منظوری اور تائید کی بہت بڑی ضمانت دیتے ہیں اور وہ کیا ہے؟ جناب والا! گول میز کانفرنس نمائندہ لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ بلا شبہ ان لوگوں کا عوام پر زبردست اثر اور رسوخ ہوگا۔ دوسری جانب ہمارے پاس حکومت ہوگی اور ہمارے پاس ماہرین ہوں گے۔ جو دستوری امور پر اظہار رائے کرسکیں گے۔ مگر جناب والا! جب آپ کے پاس یہ سب کچھ ہوگا تو ہم آپ کی یقین دہانی کے لئے ایک اور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کو یہ احساس ہوجائے کہ ہم نے آخر کار اس مسئلہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس انداز سے طے کرلیا ہے کہ اسے عوام کی حمایت' ان کا اعتماد اور تعاون حاصل ہوگا۔ اس مقصد کے لئے ہم تجویز کرتے ہیں کہ جب یہ گول میز کانفرنس ایک اسکیم مرتب کرلیتی ہے۔ آپ اس ایوان کو۔ مرکزی مجلس قانون ساز کو برخواست کردیجئے۔ اسکیم کو ملک کے سامنے پیش کردیجئے اور ہمیں اپنی نشستیں خالی کردینے دیجئے۔ آپ کو تو اپنی تنخواہیں حسب معمول ملتی رہیں گی۔ ہمیں انتخابی مہم پر پیسے خرچ کرنے پڑیں گے۔ ہمیں ہی تو ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے اور رائے دہندگان سے رجوع کرنے کے لئے کہ وہ ہمیں رائے دیتے ہیں یا نہیں' ہزاروں روپے خرچ کرنا پڑیں گے۔ جناب والا! ہمیں اپنی جیبیں ڈھیلی کرنی ہوں گی اور ان دشواریوں اور تکالیف سے گزرنا ہوگا۔ جن کا آپ کو نہ کوئی اندازہ ہے نہ کوئی تجربہ' اور ہمیں ان رائے دہندگان کو باور کرانا ہوگا۔ جن کی تخلیق آپ قانون حکومت ہند کے تحت عمل میں لائیں گے۔ اور جب ہم ان رائے دہندگان کی جانب سے اختیار کے ساتھ یہاں واپس آئیں گے جو اصل آقا ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ اصل آقا ہوں۔ کیونکہ ان کے بغیر تو کسی اسکیم کی اتنی قدر و قیمت بھی نہ ہوگی۔ جتنی اس کاغذ کی' جس پر یہ رقم ہو۔ تب ہم کہیں گے کہ اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ہم اسے اپنی منظوری عطا کردیں۔ جو پائیدار ہوگی اور جو آپ کو وہ حمایت بخش دے گی۔ جس کے آپ طلب

گار ہیں۔ اس وقت جو حکومت قائم ہوگی وہ اس نوع کی نہیں ہوگی۔ جسے آج ایک اقلیت چلاتی ہے اور جس کا سارا قانون کی ایک دفعہ ہے۔ جو اکثریت کی جگہ تصدیق کرنے کا اختیار دے دیتی ہے۔ ہم یہی کچھ چاہتے ہیں۔ اب آپ کو اس کے خلاف کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ اس میں کیا غلط بات ہے؟ جناب والا! معزز ممبر داخلہ سر مالکم ہیلے نے میری شہادت سے ایک اقتباس پیش کیا ہے۔ اگر یہ ایک خاص سوال کے جواب میں تھا۔ لیکن میں اس کی پوری ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ وہ حسب ذیل تھا:۔

ہمارے پاس تجویز کرنے کے لئے اور کوئی طریقہ نہیں۔ ہند میں آج کل جو حالات موجود ہیں۔ ان کے حسب حال صرف دو عملی ہی ہو سکتی ہے اور اس کو اس بناء پر جائز قرار دیا جاسکتا ہے کہ یہ عبوری مدت کے لئے ہے۔ (قانون حکومت ہند کے بارے میں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی صفحہ ۲۰۹)

""آنریبل سر مالکم ہیلے نے اس ایوان کو یہ نہیں بتایا کہ مشترکہ کمیٹی کے روبرو میری شہادت کا لب لباب یہ تھا۔ فی الوقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ ممکنہ طور پر دو عملی ہی بہترین نظام ہے۔ جسے آپ رائج کرسکتے ہیں۔ لیکن جناب والا! میری تجویز یہ تھی کہ دو عملی مرکزی حکومت میں بھی ہونی چاہئے' اور اس بنیاد پر وہ جواب دیا گیا تھا۔ مزید برآں آنریبل سر مالکم ہیلے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ میری یہ رائے ۱۹۱۹ء میں تھی۔ انہوں نے اس ایوان کو یہ نہیں بتایا۔ معزز ممبر اس وقت ایک ضلع میں کمشنر تھے' اس وقت سے اب وہ ممبر داخلہ ہیں اور ایک صوبے کے گورنر نامزد ہوگئے ہیں۔ (سر مالکم ہیلے نے ۳۱ مئی کو گورنر پنجاب کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں) اس وقت سے اب تک دریائے ٹیمز میں بہت سا پانی بہ چکا ہے۔ ہم ۱۹۱۹ء میں ایک مسئلہ پر غور کر رہے تھے یا یہ کہنا بہتر ہوگا کہ ایک دوررس اہمیت کے حامل ایک دستور پر جس کو ہند جیسے ملک کی ایک بہت بڑی آبادی سے نمٹنا تھا۔ کیا اس وقت جس رائے کا اظہار کیا جائے۔ اسے ساری عمر برقرار رہنا چاہئے؟ جناب والا! ہم نے یہ محسوس کیا اور میرے ذہن میں اس بارے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ دو عملی

ناکام ہوگئی اور میں باور کرتا ہوں کہ میں واحد شخص نہیں جو یہ خیال کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جن لوگوں نے خلوص اور وفاداری کے ساتھ ان اصلاحات کو چلایا اور ان اصلاحات کے دلدادہ تھے۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ (مراد ان لوگوں سے ہے جو اعتدال پسند یا معتدل تھے۔ جنہوں نے اصلاحات قبول کیں اور ۱۹۲۱ء میں مجلس قانون ساز میں آئے۔) مسٹر چنتا منی کی مثال لیجئے۔ (ممتاز اعتدال پسند) وہ کیا کہتے ہیں؟ وہ ان اصلاحات کے ممتاز حامیوں میں شامل تھے۔ لہٰذا جناب والا! اس سے کوئی فائدہ نہیں کہ آپ دوچار لفظ پکڑلیں اور ان کا حوالہ دیتے پھریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ممبر داخلہ کو کوئی بہتر بات کرنی چاہئے تھی۔ بجائے اس کے کہ ایک جملہ یہاں سے اٹھائیں اور ایک جملہ وہاں سے اور کہیں کہ آپ نے ۱۹۱۹ء میں یہ کہا تھا اور ۱۹۱۸ء میں وہ کہا تھا۔ جناب والا! میں اس ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ اور اس ایوان سے یہ کہوں گا کہ سیدھا سادا مسئلہ اس ایوان کے سامنے امشب یہ ہے کہ قدم کی نوعیت کیا ہونے والی ہے؟ یہ آسان سی بات ہے۔ ہم نے معزز ممبر داخلہ کی تقریر سنی اور انہوں نے اقدام کی جو نوعیت بیان کی میں اس کی قطعی طور پر اور کلیتاً" مخالفت کرتا ہوں اور ایوان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ہم نے اقدام کی جو نوعیت تجویز کی ہے۔ اس کے حق میں رائے دیں۔ جب تک کہ اس سے بہتر کوئی تجویز سامنے آئے" میں معزز ممبر داخلہ کے تجویز کردہ اقدام سے مطمئن نہیں ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے وقت سے تجاوز نہیں کررہا ہوں۔ لیکن میں ڈاکٹر گور کے بارے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نہایت ادب سے کہتا ہوں اور میں یہ کہتا ہوں کہ حقیقتاً" میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان کی ترمیم حکومت کو وہ سب کچھ کرنے سے باز رکھ سکے گی۔ جو کچھ انہوں نے کہا یا بیان کیا کہ حکومت یہ کرسکتی ہے۔ انہوں نے ایک موتمر کی تجویز پیش کی۔ جو لوگ اس موتمر کے رکن ہوں گے۔ ان کی اہلیت کیا ہوگی؟ ان سوالات کا فیصلہ کون کرے گا؟ میں واقعتاً" یہ بات نہیں سمجھ سکتا کہ یہ (ترمیم) حکومت کو کس طرح روک سکتی ہے۔ اگر وہ معاملے کو ملتوی یا اس میں تاخیر کرنا چاہے۔ لیکن میں ان لوگوں میں شامل نہیں ہوں۔ جو موقعہ بے موقعہ حکومت پر

اتہام لگاتے رہتے ہیں۔ میں ممبر داخلہ کی اس بات کو قبول کرتا ہوں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔ میں اس قول کو قبول کرتا ہوں اور میں سمجھنے کے لئے تیار ہوں کہ یہ شریفانہ یقین دہانی ہے۔ جسے ہم قبول کرتے ہیں اور یہ بلا تاخیر کے کیا جائے گا۔ میں اسے قبول کرتا ہوں' اور میں یہ کہہ کر آغاز کلام نہیں کروں گا کہ آپ تاخیر کریں گے اور آپ مایوس کریں گے' ہم دیکھیں گے' لیکن میں اس ایوان سے گزارش کروں گا کہ میں واقعتاً" ڈاکٹر گور کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ گول میز کانفرنس کہنے کی بجائے وہ کہتے ہیں موتمر' موتمر کے کچھ آئینی معنی ہیں' میں سمجھتا ہوں۔ ورنہ میں موتمر اور گول میز کانفرنس میں کوئی فرق نہیں پاتا۔ لیکن ایک آئینی فرق ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس سے حالات بہتر نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس حکومت کے لئے موتمر طلب کرنا زیادہ دشوار ہوگا اور عین ممکن ہے کہ یہ گول میز کانفرنس کی نسبت زیادہ تاخیر کا موجب ہوجائے۔ لہذا میں ان کی ترمیم کی سختی کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں۔

"ان الفاظ کے ساتھ' جناب والا! میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اس بات پر مسرت ہوئی کہ حکومت کی جانب سے تقریر کرتے ہوئے ممبر داخلہ کا لب و لہجہ اور رویہ بہت مصالحانہ تھا۔ ہم اسے سراہتے ہیں۔ ہم اسے بھرپور انداز میں سراہتے ہیں۔ لیکن میں یقیناً" آنریبل ممبر داخلہ پر زور دوں گا اس اقدام کے آغاز کے لئے ہمارے طریقہ کار کو قبول کرلیں۔"

فوج کو ہندیانے پر

مرکزی مجلس قانون ساز میں تقریر

۶ر مارچ ۱۹۲۴ء

مجلس قانون ساز میں میزانیہ میں عام بحث کے دوران مسٹر ایم' اے' جناح نے یہ مسئلہ اٹھایا کہ فوجی مد کے تحت رقم تو بہت زیادہ خرچ کی جاتی ہے۔ لیکن فوج کے افسروں کے زمرے میں ہندیوں کی نمائندگی بہت کم ہے۔ کمانڈر انچیف نے اس ایوان میں اپنی تقریر کے دوران اخراجات کے تعلق میں نہ کسی حکمت عملی کی وضاحت کی اور نہ کوئی پروگرام بتایا۔ فوج کو ہندیانے کے ضمن میں ہر سال دس ہندی افسروں کے اضافہ کی حکمت عملی قطعی طور پر ناکافی ہے۔ اس حکمت عملی پر تنقید کرتے ہوئے جس پر حکومت عمل پیرا ہے۔ مسٹر ایم' اے' جناح نے وہ طور طریقے تجویز کئے۔ جنہیں اختیار کرنے سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: جناب والا! میں میزانیہ کے جس حصے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں' وہ فوجی اخراجات ہیں۔ فوجی اخراجات ان مدوں میں شامل ہیں۔ جو رائے شماری کے ذیل میں نہیں آتیں۔ اس سوال سے قطع نظر کہ مد رائے شماری کے ذیل میں آتی ہے یا نہیں آتی ہمیں یہ مراعات حاصل ہے کہ ہم میزانیہ کے اس

جزو کے بارے میں اظہار خیال کر سکیں۔ فضیلت مآب کمانڈر انچیف نے ازراہِ عنایت کہا۔ آپ کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے میں اس ایوان کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ یہ کرے اور وہ کرے، میں اس جذبہ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ یہ نیا اسلوب ہے۔ لیکن میں فضیلت مآب کمانڈر انچیف کو یہ بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے مسرت یہ کہا کہ وہ ہمارے کمانڈر انچیف ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمیں ان رقوم پر جو وہ صرف کرتے ہیں یا ان کی حکمت عملی پر کوئی کنٹرول حاصل نہیں۔ لہٰذا ان کی بات ہی حرف آخر ہے۔ لیکن جناب والا! ایسا مشورہ دینے کی جس کی ہمیں اس ایوان کے اندر دستور کے تحت اجازت ہے یا سعادت حاصل ہے۔ میں اس ایوان میں وہ پوزیشن اختیار کرتے ہوئے چند معروضات پیش کروں گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے اس سال محاصل میں سے ۶۳ کروڑ روپیہ فوجی اخراجات کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ ہند پر زبردست بوجھ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کمانڈر انچیف نے جو بات کہی ہے اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے پاس قوت ہونی چاہئے، فوجی قوت جو اس قدر طاقتور ہو کہ وہ ہند کا دفاع کر سکے اور داخلی امن و امان کو برقرار رکھ سکے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس بات کی تردید کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک مناسب تجویز ہے جو کسی بھی ملک کو اختیار کرنی چاہئے۔ لیکن جناب والا! اگر بات یہیں ختم ہو جائے کہ ہمارے ملک کے دفاع کے لئے ۶۳ کروڑ روپیہ کا صرف بالکل ناگزیر ہے تو بلا شبہ کمانڈر انچیف کے الفاظ اس ایوان میں زبردست وزن کے حامل ہوں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس میں کمی کی جا سکتی ہے یا اس میں کمی نہیں کی جا سکتی؟ اگر کمی کی جا سکتی ہے تو کس طرح؟ اب فضیلت مآب کمانڈر انچیف کے سامنے ایک تجویز تو یہ پیش کی گئی کہ مجموعی تعداد، جسے برطانوی فوج کہا جاتا ہے، جو سات ہزار ایک سو بیالیس ہے اس کا ایک حصہ کم کر دیا جائے۔ یہ ایک تجویز تھی۔ اگر آپ ایسا کر سکتے ہیں تو آپ فی الفور فوجی اخراجات میں سات یا آٹھ کروڑ روپے کی کمی کریں گے۔

جیسا کہ محترم پنڈت مدن موہن مالویہ نے تجویز کیا۔ پھر کسی اور معزز رکن نے یہ تجویز کیا کہ برطانوی فوج سے "کلیتاً" گلو خلاصی حاصل کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے

دریافت کیا کہ آپ کو برطانوی فوج کی کیوں ضرورت ہے؟ آپ برطانوی فوج کو برطرف کیوں نہیں کردیتے۔ اگر آپ ہندی فوج میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں؟ جہاں تک میں معلوم کرسکا ہوں۔ ہندی فوج کی مجموعی تعداد ایک لاکھ سینتیس ہزار چھپن ہے۔ کہنے کا مقصد ہے سفید فام فوج کو برطرف کردیجئے۔ اگر میں یہ اسلوب اختیار کرسکوں' ہندی سپاہ کی تعداد میں اضافہ کردیجئے اور اس طرح آپ زبردست بچت بھی کرسکیں گے اور ساتھ ساتھ لڑاکا فوج کی ضروری تعداد بھی برقرار رکھ سکیں گے۔ یہ تھی تجویز نمبر ۲۔ اور تجویز نمبر ۳ وہ ہے جو میں اس ایوان کے سامنے پڑھتا ہوں اور یہ ایک زبردست ماہر کے الفاظ میں ہے۔ جو حسن اتفاق سے اس وقت انگلستان کے وزیراعظم ہیں' اور وہ یہ کہتے ہیں:۔

> ہند میں فوج کا ایک بڑا حصہ' یقینی طور پر نصف حصہ' شاہی فوج ہے۔ جسے ہم خالصتاً" مقصد کے علاوہ کسی اور وجہ سے رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس کے اخراجات شاہی خزانے سے پورے ہونے چاہئیں۔ ہندی خزانے سے نہیں۔

"پھر وہ آگے چل کر کہتے ہیں:۔

> ایک خود حکمراں ہند بلا شبہ اس امر پر اصرار کرے گا کہ دفاع میں کوئی قطعی حصہ لیا جائے۔ لیکن قلمروؤں کی طرح وہ یہ طے کرے گا کہ اسے کتنا برداشت کرنا چاہئے۔ وہ اخراجات کو اپنے ذرائع کے مطابق رکھے گا اور یہ فیصلہ کرے گا کہ اسے اپنا حصہ کس شکل میں ادا کرنا چاہئے۔ شاید ہندیوں کی بھرتی کی ہوئی فوج کی صورت میں بہرنوع ہند کے لئے اس شاہی فوج کے اخراجات کی ادائیگی جو وہاں متعین ہے۔ بغیر اس کی حکمت عملی کا تعین کئے۔ اتنا ہی برا ہے۔ جتنا ہوسکتا ہے۔ اگر شاہی دفاع کے موجودہ نظام کو برقرار رکھنا ہے تو ہند میں متعین برطانوی فوج کے جملہ اخراجات شاہی خزانے سے پورے کئے جانے چاہئیں۔

ایک آواز: "اس کتاب کی تاریخ کیا ہے؟ ۱۹۲۰ء"

مسٹر ایم' اے' جناح: جی ہاں یہ کوئی بہت پرانا اظہار خیال نہیں ہے۔ (ایک آواز: "یہ اصلاحات کے بعد کی بات ہے۔) یہ تھی تجویز نمبر ۳۔ اب میں تجویز نمبر ۴ کی طرف آتا ہوں۔ جسے میں اپنی کہنے کی جسارت کرتا ہوں۔ جناب والا! آج جو صورت حال ہے۔ وہ یہ ہے جیسا کہ میں نے کہا۔ برطانوی فوج کی تعداد سات ہزار ایک سو بیالیس ہے۔ ہندی فوج ایک لاکھ سیتیس ہزار ہے۔ برطانوی فوج میں دو ہزار بانوے افسر ہیں اور ہندی فوج میں دو ہزار اٹھتر افسر ہیں۔ کمانڈر انچیف نے کہا کہ کمانڈر انچیف بننے میں چالیس برس لگتے ہیں۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن ہمیں صرف ایک کمانڈر انچیف چاہئے۔ لیکن ہمیں اور بہت سی چیزیں بنانی ہوتی ہیں۔ جن کی کمانڈر انچیف کو دیکھ بھال کرنی ہوتی ہے۔ کمانڈر انچیف نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ کو ایک کمانڈنگ افسر درکار ہے تو اس میں ۲۶ برس صرف ہوتے ہیں۔ یعنی جب وہ لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر پہنچتا ہے اور رجمنٹ کی نگرانی کی ذمہ داری سنبھالتا ہے۔ اب ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ وہ سب کے سب کرنیل ہوں۔ ہمیں ایک کمانڈر انچیف چاہئے اور بلاشبہ چند کمانڈنگ افسر' لیکن وہ اسکیم کیا ہے۔ جو آپ نے ہمارے سامنے رکھی ہے؟ جناب والا! اسکیم اس قدر غیر واضح ہے' اگر میں یہ کہہ سکوں' اگر وہ طریقہ کار جس پر آپ آج کل عمل پیرا ہیں۔ یعنی اگر دس کیڈٹ سنڈھرسٹ بھیجے جائیں' اور دس کی تعداد مخصوص کی گئی ہے' اور میں یہ فرض کرلیتا ہوں کہ یہ دس کے دس ہر سال کامیاب ہوجائیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فوج کو ہندیانے میں کتنی صدیاں درکار ہوں گی۔ بلاشبہ ایک نیا افسر بنانے میں تو آپ کو چالیس چھبیس برس نہیں لگتے۔ میں سمجھتا ہوں فضیلت مآب کمانڈر انچیف یہ تسلیم کریں گے کہ ہم نیا افسر دو یا تین برس میں بنا سکتے ہیں۔"

فضیلت مآب کمانڈر انچیف: میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔ کیا میں نے کیا ہے"؟

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' لیکن اس وقت آپ کی اسکیم ہمیں یہی کچھ دیتی

ہے۔ ہمیں صرف دس (افسر) سالانہ ملتے ہیں۔ اگر سب کے سب کامیاب رہیں۔ میں زیادہ سے زیادہ تعداد لیتا ہوں۔ جو فضیلت مآب کمانڈر انچیف کے موافق ہو۔ ہمیں فوج کے دو ہزار اٹھتر افسر تیار کرنے میں کتنے برس درکار ہوں گے۔ آپ کو دو ہزار اٹھتر کو دس سے تقسیم کرنا ہوگا۔ محترم پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ محترم پنڈت صاحب بالکل درست نہیں ہیں۔ میں دو ہزار اٹھتر کی تعداد لڑنے والے فوجیوں کی لے رہا ہوں۔ پھر آپ کے پاس انڈین میڈیکل سروس اور دیگر ہیں......"

پنڈت مدن موہن مالویہ: "پھر یہ سات ہزار ہے"

مسٹر ایم' اے' جناح: بلا شبہ یہ سات ہزار ہے۔ میں دو ہزار اٹھتر کی تعداد لے رہا ہوں۔ جن کی لڑنے والی فوج میں ضرورت ہے۔"

پنڈت مدن موہن مالویہ: یہ چار ہزار سے زیادہ ہے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں ہندی فوج کی بات کر رہا ہوں۔ دو فوجیں ہیں۔ دوسری کا نام ہے۔ برطانوی فوج اور اس میں افسروں کی تعداد ہے۔ دو ہزار بانوے' اس وقت میں صرف ہندی فوج کی بات کر رہا ہوں۔ مجھے کم و بیش دو ہزار افسروں کی ضرورت ہے اور مجھے ملیں گے۔ دس افسر سالانہ تو مجھے دو ہزار افسر ملنے میں کتنے برس درکار ہوں گے۔ (آوازیں۔ "دو سو برس۔ ہرگز نہیں") میں معزز اراکین کا بے حد ممنون ہوں۔ جنہوں نے حساب کتاب کے ذریعہ میزان نکالنے میں تھوڑا سا فرق رکھا اور میں انہیں مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ یقیناً یہ اتنی لمبی مدت ہے کہ یہ ہر شخص کو ورطہ حیرت میں ڈال دے گی۔"

مسٹر سی دیو ریسوامی: (مدراس' تفویض شدہ اضلاع اور چتوڑ غیر مسلم دیہاتی) "اگر دس آدمیوں کا ہر سیٹ جو ہر سال ملے اور وہ غیر فانی ہوں تب دو سو سال لگیں گے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں کمانڈر انچیف سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ

واحد طریقہ ہے۔ کیا یہی طریقہ کار ہے جس سے ہمیں منتخب کیا جائے گا' اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس دہرہ دون میں ایک کالج ہے۔ میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں ان معزز رکن سے اختلاف کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ جنہوں نے مجھ سے پہلے تقریر کی' مگر میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں کسی ایسے تعلیمی ادارے کے خلاف نہیں ہوں جو ہند میں شروع کیا جائے۔ جتنے زیادہ اتنا ہی بہتر اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ بھی ان دس رنگروٹوں کی بھرتی کا ایک ذریعہ ہوگا۔ اب جناب والا! یہ رنگروٹ کس طرح لئے جائیں گے؟ بلاشبہ' اگر میں نہایت ادب کے ساتھ فضیلت مآب کمانڈر انچیف کی خدمت میں گزارش کرسکوں کہ آپ یہ رنگروٹ انتخاب کے ذریعہ بھرتی کر رہے ہیں اور آپ کا انتخابی بورڈ منتخب شدہ لڑکوں کے خاندانی پس منظر سے متاثر ہوتا ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ فی الوقت جب آپ نے آغاز کار کیا ہے تو شاید یہ ممکنہ طور پر بہترین راستہ تھا جو اختیار کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس پر بہت سے اعتراضات وارد ہوسکتے ہیں۔ اور میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس سے آپ کو مطلوب بہترین رنگروٹوں کی دستیابی کا امکان نہیں۔

فضیلت مآب کمانڈر انچیف: "رنگروٹ بھرتی کرنے کے تعلق میں معزز رکن نے جو کچھ کہا ہے میں اسے تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ کیا وہ اس کے لئے کوئی اور متبادل تجویز کرسکتے ہیں' اگر ایسا ہو' تو اس کے لئے بے حد ممنون ہوں گا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اس کا متبادل جو میں فضیلت مآب آپ کو پیش کرتا ہوں۔ یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک ہندی ممبر ہونا چاہئے جو آپ کے پہلو میں اس بنچ پر بیٹھے اور جس کی تحویل میں ہندی فوج کو امکانی حد تک جلد سے جلد قومی فوج بنانے کے لئے کافی رقم موجود ہو۔"

فضیلت مآب کمانڈر انچیف: کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر معزز ممبر یہاں تشریف لے آئیں گے تو میں انہیں خوش آمدید کہوں گا؟

مسٹر' ایم' اے' جناح: مجھے کس قدر مسرت ہے کہ ہم اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن

بدقسمتی سے قانون حکومت ہند میں اس کا اہتمام موجود نہیں ہے۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ وہ دن دور نہیں۔ جب قانون حکومت ہند میں اس کا اہتمام ہوگا۔ میں اپنے استدلال کو آگے بڑھاتا ہوں۔ میں مزید فی الفور اعتراف کرتا ہوں کہ اگر ہم انگریز افسروں کی بجائے ہندی افسر لے بھی لیں' میں اس تنقید کے لئے تیار ہوں' تب بھی آپ اپنے فوجی اخراجات کس طرح کم کریں گے؟ بلاشبہ میں نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اغلبا" مجھے ہندی افسروں کو بھی ادائیگی کرنی ہوگی۔ جو مجھے انگریز افسروں کو کرنی ہوتی ہے۔ (آوازیں نہیں' نہیں' بہت کم) جب ایک افسر کے پاس کنگ کمیشن ہو تو تمیز کوئی نہیں ہے۔ الا یہ مقننہ' جب اسے اختیار ملے' کنگ کمیشن رکھنے والے افسروں کی تنخواہ میں کمی کرنے کا فیصلہ کرے۔ وہ مختلف معاملہ ہے۔ میں اس وقت اس بنیاد پر استدلال کر رہا ہوں کہ آپ کنگ کمیشن حامل افسروں کو کتنی تنخواہ دینی ہوگی۔ لہٰذا ہمارا مسئلہ موجودہ فوج ایسی فوج بنانے سے حل نہیں ہوگا۔ جس میں افسر ہندی ہوں۔ اب میں ہندی فوج سے نمٹ رہا ہوں۔ تب آپ مجھ سے دریافت کرسکتے ہیں کہ آپ فوجی اخراجات کو کس طرح کم کریں گے؟ میرا جواب یہ ہے کہ آپ اس وقت تک ایسا نہیں کرسکتے۔ جب تک کہ آپ ہندی فوج کو اس سطح پر نہ لے آئیں۔ جس پر افواج قلمرو ہیں۔ یہ نظام ہے جسے تبدیل ہونا چاہئے۔ جب تک یہ نظام برقرار رہے گا۔ الا آپ سفید فام فوجیوں کو مکمل طور پر نکال باہر کریں یا آپ ان کی تعداد نصف کردیں یا آپ شاہی خزانہ کو اس کا حصہ ادا کرنے پر مجبور کردیں۔ اس بناء پر کہ ان افواج کی شاہی مقاصد کے لئے ضرورت ہے۔ خالصتاً ہندی مقاصد کے لئے نہیں' جب تک کہ آپ ان تین راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار نہ کریں۔ جہاں تک فوجی اخراجات کا تعلق ہے۔ مسئلہ جوں کا توں رہے گا۔ لیکن ایسا اس وقت تک نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ آپ اس نظام کو تبدیل نہ کردیں اور اس نظام کو نہ اپنالیں جو افواج قلمرو میں رائج ہے۔ کسی اور طریقے سے اس مسئلے کو مناسب طور پر حل کرنا ناممکن ہے۔ علاقائی فوج کا آغاز ہوا' جیسا کہ یہ مسٹر برڈن کی کتاب میں مذکور ہے۔ اپنے جن کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے ایک نسخہ عنایت کیا۔ کیونکہ یہ ایک بے حد

بیش قیمت کتاب ہے کہ یہ حقیقتاً بہت سی معلومات فراہم کردیتی ہے۔ جن کا ایک جگہ سے حصول دشوار ہوتا۔ وہ کہتی ہے کہ علاقائی فوج کی تشکیل ایک قانون کے تحت عمل میں آئی' جسے ۱۹۲۰ء میں منظور کیا گیا تھا۔ یہ کہنے کے بعد کہ یہ ماٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کا نتیجہ ہے' یہ کہتی ہے:۔

> حکومت خود اختیاری اس وقت تک مکمل حقیقت نہیں بن سکتی۔ جب تک کہ اپنے دفاع کی صلاحیت موجود نہ ہو۔ اور جب نمائندہ اداروں کے قیام کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا تو قدرتی طور پر ہند کے سیاسی رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ ہندیوں کو خود اپنے ملک کا دفاع کرنے کے لئے تربیت کے وسیع تر مواقع فراہم کئے جائیں۔ درحقیقت علاقائی فوج فوجی خدمات کو ہندیانے کے ضمن میں متعدد پہلوؤں میں سے ایک ہے۔ جسے پہلے ہند میں موجود فوج کی تاریخ امروز کا ایک نہایت اہم عنصر قرار دیا گیا تھا۔ اس فوج کا دیگر مقاصد کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہند کے ان لوگوں کی فوج میں شامل ہونے کی امنگوں کو پورا کیا جائے۔ جن کے آباء کا پیشہ سپہ گری نہیں تھا۔ ارادہ یہ ہے....."

یہ وہ اقتباس ہے۔ جس کی جانب میں اس ایوان کی توجہ خاص طور پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ (دفاع کی) دوسری صف ہوگی اور باقاعدہ ہندی فوج کے لئے کمک کا ایک ذریعہ' "اب جناب والا! یہ وہ چیز ہے جو ہمیں مطلوب ہے۔ آپ نے علاقائی فوج کے بارے میں کیا کیا۔ اس کی حد بیس ہزار ہے۔ آپ نے کتنی ترقی کی ہے؟ اگر میں یہاں کہہ سکوں کہ آپ نے اس کا آغاز ۱۹۲۰ء میں کیا۔ اب اسے چار

برس ہونے کو آئے۔ تقریباً تین برس۔"

فضیلت مآب کمانڈر انچیف: "دو برس"

مسٹر ایم' اے' جناح: لیکن ہم نے کیا کیا؟ فی الحقیقت بہت تھوڑی سی ترقی اور اس کی حد بیس ہزار کیوں ہے؟ میں یہاں کہتا ہوں کہ اگر آپ ساتھ ساتھ علاقائی فوج کو بھی خلوص سے آگے بڑھائیں اور ہمیں دس کیڈٹ سالانہ نہ دیں۔ کیونکہ ہمیں اس سے بہت زیادہ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اس کے پہلو بہ پہلو خلوص کے ساتھ ہمارے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے علاقائی فوج کی توسیع کریں۔ جو بیس ہزار پر محدود نہ ہو' بلکہ قلمرو کے خطوط پر ہو اور اگر ضروری ہو' اور لازمی تربیت کا سہارا لینا پڑے تو لیجئے۔ لیکن ایسی تربیت نہیں جو دو یا تین مہینے میں دے دی جاتی ہے۔ بلکہ ایک حقیقی صحیح تربیت۔ ایسی تربیت جسے پانے والے باقاعدہ فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہو سکیں۔ واقعتاً ایک محفوظ فوج کی حیثیت سے یہ وہ ہے جو ہمیں مطلوب ہے۔ میں کہتا ہوں' جناب والا! یہ ابھی نہیں ہو رہا ہے۔ یہ کلیتاً" غیر تسلی بخش ہے۔ جب تک کہ فضیلت مآب کمانڈر انچیف ایسی مناسب اسکیم لے کر اس ایوان میں نہیں آئیں گے۔ جو ہمیں باور کرا دے کہ یہ واقعتاً ایک آغاز ہے' غیر واضح آغاز نہیں' محض ایک آوانہ دوائے چشم دوائے چشم نہ ہو۔ بلکہ ایک اصلی چیز ہو۔ تب میں اس کا خیر مقدم کروں گا۔"

مسٹر آر' ڈی' بیل: "دوائے چشم آشوب چشم کے لئے بہت مفید ہوتی ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: لیکن اس وقت کیا ہوتا ہے۔ جب آپ کے پاس آنکھیں ہی نہ ہوں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ جن کے پاس آنکھیں نہیں ہیں۔ وہ نہیں دیکھیں گے۔ کیا آپ یہ کہہ کر اس ایوان کے ساتھ مذاق کریں گے کہ آپ نے دو سو برس میں یا اس سے بھی زیادہ عرصے میں ہندی فوج کو ہندی افسر فراہم کر کے بڑا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا؟ آپ اس ایوان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ میں صرف اتنا

کہہ سکتا ہوں کہ کوئی بھی اتنا اندھا نہیں ہوتا جتنا وہ لوگ جو دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔"

فضیلت مآب کمانڈر انچیف: "میں حقیقتاً معزز ممبر کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ان کا دو سو برس کا تخمینہ غلط ہے۔ کیونکہ انہوں نے دس کے ہندسے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے حساب کی بنیاد بنالیا ہے۔ اب میں نے اس ایوان کو اپنی کل کی تقریر میں یہ بتایا تھا کہ میں اس میں اضافے پر غور کر رہا ہوں اور میں اس باب میں بہت فکرمند ہوں کہ تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے اور میں اس مقصد کے لئے دیرہ دون کالج میں بھی توسیع کر رہا ہوں۔ لہٰذا میں معزز ممبر کے دو سو برس کو مستحکم عدد قرار دینے پر اعتراض کرتا ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں فضیلت مآب کو دعوت بھی دیتا ہوں کہ وہ ایک قطعی اسکیم کے ساتھ آگے آئیں۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ فضیلت مآب کو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اس سے پوری ہمدردی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے سامنے کوئی قطعی اسکیم ہونی چاہئے۔ جو ہم سے یہ کہلوا دے کہ واقعتاً صاف گوئی اور دیانت داری کے ساتھ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ایک وقیع آغاز کر رہے ہیں۔ میں اس کے اعلان کا منتظر رہوں گا۔ جناب والا! میں اس ایوان کا مزید وقت نہیں لینا چاہتا۔ مجھے امید ہے کہ اس بحث مباحثہ کا حاصل بہت جلد ہمارے کمانڈر انچیف کو حرکت میں لے آئے گا اور بہت جلد ہمارے سامنے ایک حقیقی اور وقیع تجویز ہوگی۔ جو ہمیں یہ باور کرادے گی کہ ہم ہندی فوج کو ہندی افسر دینے اور فوج کو قومی فوج بنانے کی جہت ایک حقیقی اور وقیع ترقی کر رہے ہیں۔"

مطالبات زر کے تعلق میں نیشنلسٹ پارٹی کے موقف پر بیان

مرکزی مجلس قانون ساز میں پنڈت موتی لال نہرو کے بیان کی تائید

۱۱؍ مارچ ۱۹۲۴ء

۱۹۲۳ء کے انتخابات میں کانگریس کے کچھ حامیوں نے سوراجیوں کے نام سے حصہ لیا اور کونسلوں کے ممبر منتخب ہوئے۔ مقصد تھا مجلس قانون ساز کے اندر سے دستور کو توڑنا۔ مسٹر ایم' اے' جناح ایک آزاد امیدوار کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں صورت حال یہ تھی کہ آزاد ارکان کے ہاتھ میں توازن تھا اور ان کی حمایت سوراجیوں یا حکومت کو اکثریت عطاء کردیتی تھی۔ سوراجیوں اور آزاد ارکان نے مل کر نیشنلسٹ پارٹی ترتیب دے دی۔ نیشنلسٹ پارٹی نے چار مطالبات زر کو مسترد کردیا۔ کیونکہ مجلس قانون ساز نے مکمل حکومت خود اختیاری کے ساتھ مرتبہ قلمرو عطاء کرنے کے تعلق میں قرارداد منظور کی تھی۔ اس پر واجب توجہ نہیں دی گئی۔ اس کے بعد پنڈت موتی لال نہرو نے "

مارچ ۱۹۲۴ء کو نیشنلسٹ پارٹی کی جانب سے ایوان میں ایک بیان دیا کہ نیشنلسٹ پارٹی جملہ مطالبات زر کے استرداد کی حکمت عملی پر گامزن ہے۔ ایک اصول قائم کرنے کے لئے' اس کا دستور کو توڑنے کی حکمت عملی سے جو سوراجیوں سے منسوب کی جاتی ہے' کوئی تعلق نہیں۔ پنڈت موتی لال نہرو کے بیان کی تائید کرتے ہوئے مسٹر ایم' اے جناح نے کہا:۔

"جناب والا! نیشنلسٹ پارٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے پنڈت موتی لال نہرو نے جو کچھ کہا ہے۔ میں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں۔ میں مزید یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ نیشنلسٹ پارٹی اس ایوان میں کسی توڑ پھوڑ کے پروگرام کی حامی نہیں ہے۔ مزید برآں میں یہ بھی واضح کردینا چاہتا ہوں' بالخصوص مسٹر چیٹرجی کی کل کی تقریر کے حوالے سے' کہ نیشنلسٹ پارٹی ایک پارٹی ہے' جو صرف اس ایوان میں کام کرنے کے لئے تشکیل دی گئی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور اس مجلس میں ہم آئینی نوعیت کی حکمت عملی اور پروگرام پر عمل پیرا ہونے کے حامی ہیں۔ ہم اس حکمت عملی اور پروگرام پر کاربند رہیں گے۔ تاآنکہ آئینی جدوجہد کے آخری مراحل ختم ہوجائیں۔ نیشنلسٹ پارٹی کے ذہن میں ترک موالات کا کوئی پروگرام موجود نہیں ہے۔ نیشنلسٹ پارٹی کے ذہن میں ایسی بھی کوئی بات نہیں کہ ہم انقلاب کے خواہاں ہیں۔ نیشنلسٹ پارٹی کے ذہن میں ایسا بھی کوئی خیال نہیں کہ ہم محاصل کی عدم ادائیگی کے لئے کوئی تحریک چلانے والے ہیں۔ جناب والا! آپ کی رولنگ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہمارے لئے یہ بات بالکل جائز ہے کہ ہم جن باتوں کی وضاحت کرنے کے لئے عام بحث کو استعمال کرسکتے ہیں۔ یعنی کہ ہم مذمت کرتے ہیں۔ حکومت ہند کی۔ ہم مذمت کرتے ہیں وزیر ہند کی۔ کیوں؟ چونکہ آپ نے ہمیں اس قرارداد کے تعلق میں مطمئن نہیں کیا۔ جو ہم نے ۷۶ ووٹوں کی بھاری اکثریت سے منظور کی تھی۔ ایک قرارداد جو اصلاحات کے متعلق مطالبہ پر مبنی تھی' اور لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ جس طریقے سے آپ نے ہمیں جواب دیا ہے۔ اس کے خلاف ہم امکانی حد تک واضح ترین انداز میں اپنے احتجاج' اپنی مذمت اور نامنظوری کا اظہار کردیں۔ ہم یہ بھی

تسلیم کرتے ہیں کہ کچھ دشواریاں ہیں۔ لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ اب تک آپ ہمیں مطمئن کرنے میں ناکام رہے' کلیتاً" ناکام رہے۔ لہٰذا جناب والا! میں نہیں سمجھتا کہ یہ حکومت کے لئے جائز ہوگا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے علاوہ ہم سے کوئی اور بات منسوب کرے۔ نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی غلط تاثر بیرون ملک قائم کیا جائے۔ نیشنلسٹ پارٹی کا موقف کیا ہے یہ میں نے بیان کردیا اور غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۹۲۴ء

لاہور میں پندرہویں ملتوی شدہ اجلاس میں خطبہ صدارت

۲۴ر. مئی ۱۹۲۴ء

آل انڈیا مسلم لیگ کا پندرھواں ملتوی شدہ اجلاس چار سال کے بعد ۲۴ مئی ۱۹۲۴ء کو گلوب تھیٹر لاہور میں منعقد ہوا۔ مسٹر ایم' اے' جناح نے صدارت فرمائی۔ اپنے خطبہ صدارت میں انہوں نے مسٹر بھرگری کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان حالات کے تذکرے کے بعد جو ان کے لیگ کے اجلاس کی صدارت کا فریضہ سرانجام دینے کا باعث بنے انہوں نے کہا:۔

"۱۹۲۰ء سے بے حد غیر معمولی اور خصوصی واقعات جو یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوئے اور جن کا آغاز رولیٹ مسودہ قانون کی منظوری سے ہوا۔ پنجاب کا المیہ' امرتسر کی ہولناکیاں' معاہدہ وارسیلز' تحریک خلافت اور مہاتما گاندھی کی مرتب کردہ حکمت عملی اور ان کا ترک موالات کا پروگرام روز مرہ بن گیا تھا۔ لیگ اس تحریک کے ساتھ ہم آہنگی سے قاصر بھی تھی اور اس کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ بھی نہیں تھی۔ جس کا آغاز اور جس کی پہلی منظوری انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس کلکتہ میں ہوئی اور جس کی توثیق اجلاس ناگپور منعقدہ دسمبر ۱۹۲۰ء میں ہوئی اور مہاتما گاندھی کی حکمت

عملی اور پروگرام کی حمایت میں بہت طاقتور رائے عامہ کی موجودگی کے پیش نظر اسے مجبوراً پس منظر میں جانا پڑا۔ ۱۹۲۳ء کے آغاز سے یہ محسوس اور تسلیم کرلیا گیا کہ سہ جہتی مقاطعہ ناکام رہا اور مستقبل قریب میں عوامی سطح پر ترک موالات کی تحریک کو کامیابی کے ساتھ چلانے کا کوئی امکان نہیں۔ مہاتما گاندھی نے باردولی کے واقعہ کو عام سول نافرمانی کے لئے عدم تیاری کا نام دیا۔ مہاتما گاندھی کو اپنے خلاف مقدمے کی سماعت اور سزایابی سے قبل ہی وہ حربہ اختیار کرنا پڑا جو باردولی یا تعمیری پروگرام کے نام سے معروف ہے۔ اس سے بہت پہلے عدالتوں' اسکول' کالجوں اور کونسلوں کا سہ جہتی مقاطعہ ناکام ہوچکا تھا۔ وکلاء نے باستثنائے چند مہاتما گاندھی کی للکار پر زیادہ توجہ نہ دی' طلباء نے' جذباتی نوعیت کے پہلے ہلے کے بعد یہ محسوس کرلیا کہ یہ غلطی تھی۔ گیا نے کانگریس کیمپ میں آویزش کا نظارہ کیا اور آخر کار مسٹر داس نے اس (جماعت) کی داغ بیل ڈال دی۔ جو بعد میں بنی اور اب سوراج پارٹی کے نام سے معروف ہے اور کونسلوں میں جانے کی۔ موافقت کرتی ہے۔ جیسا کہ مہاتما گاندھی کی خواہش تھی کونسلوں کا مقاطعہ نہ موثر رہا نہ مفید۔ ملک میں کونسلوں کی نشستیں پر ہوگئیں۔ خلافت کی جو تحریک چلائی گئی وہ بھی کچھ بہتر نتائج حاصل نہ کرسکی اور چونکہ وہ انڈین نیشنل کانگریس کی باندی تھی اس لئے اس نے بھی عملاً اسی حکمت عملی اور پروگرام پر عمل کیا اور اسے بھی اس حکمت عملی اور پروگرام کو جامہ عمل پہنانے میں کوئی زیادہ یا بہتر کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ بالآخر سوراج پارٹی انڈین نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ ستمبر ۱۹۲۳ء دہلی میں حاوی آئی اور یہ فیصلہ کرانے میں کامیاب ہوگئی کہ جو لوگ مجالس قانون ساز میں شرکت کرنا چاہیں انہیں اس کی اجازت دیدی جائے۔ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو' خیر یا شر۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ہمیں اس وقت خیر سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے اور شر کو فراموش اور مسترد کردینا چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمیں اس جذبے کے ساتھ کار مستقبل کا آغاز کردینا چاہیئے۔ بہت سی کوتاہیاں سرزد ہوئیں' بڑی بڑی غلطیاں کی گئیں' بہت سا نقصان کیا گیا' لیکن اس میں سے بہت سا خیر بھی برآمد ہوا۔ گزشتہ تین برس کی

جدوجہد کا ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ ہند کے لئے سوراج کے حصول کی خاطر ایک علی الاعلان تحریک سامنے آگئی۔ بے خوفی اور تسلسل کے ساتھ یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ ہند میں فوری طور پر مرتبہ قلمرو کی ذمہ دار حکومت قائم کرنے کی غرض سے قدم اٹھائے جائیں۔ عام آدمی نے سیاسی شعور پالیا ہے' اور یہ محسوس کرلیا ہے کہ ملک کی خودداری اور وقار کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت ملک کے عوام کے سوا اور کسی ہاتھ میں نہیں ہونی چاہئے۔

"لیکن' درآنحالیکہ' مطالبہ جائز ہے اور جذبہ فطری اور ہر طرح سے حوصلہ افزائی کا متقاضی ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سوراج حاصل کرنے کی جو ایک لازمی شرط ہے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں سیاسی اتحاد ہے۔ ہند میں غیر ملکی حکمرانی کا آغاز اور اس کی برقراری کی بنیادی وجہ یہ حقیقت ہے کہ ہند کے لوگ اور بالخصوص ہندو اور مسلمان متحد نہیں ہیں اور ایک دوسرے پر کافی اعتماد نہیں کرتے۔ افسر شاہی کا غلبہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ ہندو اور مسلمان کوئی سمجھوتہ نہیں کرلیتے۔ میں تقریباً یہ کہنے پر مائل ہوں کہ جس دن ہندو اور مسلمان متحد ہوگئے۔ ہند کو ذمہ دار حکومت کے ساتھ مرتبہ قلمرو مل جائے گا۔ سوراج' ہندو مسلم اتحاد کے کم و بیش مترادف اصطلاح ہے۔ اگر ہمیں آزاد ہونے کی خواہش ہے تو ہمیں متحد ہوجانا چاہئے۔ لیکن اگر ہم افسر شاہی کی غلامی برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو آپس میں لڑتے رہیں' چھوٹی چھوٹی باتوں پر معمولی سی انا کو تسکین پہنچاتے رہیں۔ انگریز تو ہمارے درمیان منصف ہے ہی۔

"حضرات! ۱۹۱۶ء کے مسلم لیگ کے اجلاس میں' میں نے مسٹر لائیڈ جارج کی تقریر سے ایک حوالہ دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا دہرانا برمحل ہوگا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کا دوبارہ حوالہ دوں گا۔ لائیڈ جارج نے کہا۔ اب انہیں یقین ہے کہ وہ ایک غلط فہمی تھی۔ کچھ نسلی' کچھ مذہبی' اس کا رفع کرنا دونوں کے مفاد میں ہوگا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نحوست ایسی ہے کہ جب بھی بہتر تعلقات کے حصول کے لئے کوشش کی گئی۔ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ انہوں نے ایک بار کوشش کی تھی

لیکن کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکے۔ لیکن قصور سارا ایک ہی فریق کا نہ تھا۔ پورا وقت انہوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ ایسے ماحول میں گھوم رہے ہیں جس میں شک اور شبہ ہر شہر اور ہر شخص پر مستولی ہے۔ وہ انگریزوں کے آئرلینڈ کے باشندوں کے خلاف اور آئرلینڈ کے باشندوں کے انگریزوں کے خلاف شکوک و شبہات میں شرابور ہوگئے اور بدترین اور سب سے زیادہ مہلک وہ شبہات تھے۔ جو آئرلینڈ کے باشندوں میں ایک دوسرے کے خلاف تھے۔ یہ عدم اعتماد کی ایک دلدل تھی جو ترقی کے پیر جکڑ لیتی تھی۔ وہ آئرلینڈ کی اصل دشمن تھی۔ اگر اس کی گردن اڑائی جاسکتی تو انہیں یقین تھا کہ مصالحت کا ایک کارنامہ سرانجام پاجاتا' جو آئرلینڈ کو عظیم تر' برطانیہ عظمیٰ کو عظیم تر بنادیتا اور متحدہ بادشاہت اور سلطنت کو ماضی کے مقابلے میں کہیں عظیم تر بنادیتا۔

"حضرات! یہ آئرلینڈ کی اس صورت حال پر صادق آتی ہے۔ جو وہاں ۱۹۲۶ء میں موجود تھی۔ آج اس کا اطلاق ہند پر بھی ہوسکتا ہے' اگر آپ آئرلینڈ کے باشندوں' اور انگریزوں کی بجائے ہندو اور مسلمانوں کے الفاظ رکھ دیں۔ لیکن اب اس بات کا آئرلینڈ پر اطلاق نہیں ہوتا۔ آئرلینڈ کبھی کا آزاد ہوچکا ہے۔ لیکن ہم بدستور لڑائی جھگڑوں میں مصروف ہیں۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے' جو ہند کے ہر حصے سے یہاں تشریف لائے ہیں' ایسے طور طریقے دریافت کریں اور ہند کے سب سے بڑے دشمن کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست کریں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا حل تلاش کریں۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہندو اور مسلمان پوری دلجمعی اور اخلاص کے ساتھ کوشش کریں تو ہم ایک بار پھر کوئی حل تلاش کرسکیں گے۔ جیسا کہ ہم نے ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں تلاش کرلیا تھا۔ اسی وقت جب ہند متحد اور مستحکم ہو' برطانوی پارلیمان اور برطانوی قوم کے ہاتھ مضبوط کرکے انہیں متحرک کرسکتے ہیں اور مجبور کرسکتے ہیں کہ وہ ہند کو ذمہ دار حکومت کے ساتھ قلمرو کا مرتبہ دے دے۔ آئرلینڈ اور مصر کے معاملے پر غور کیجئے کہ انہوں نے کس طرح برطانوی پارلیمان اور برطانوی قوم کے ہاتھ سے آزادی چھینی۔

"ولیکن' جبکہ' یہ تو اصل مقصود ہے۔ جس پر ملک کی بہترین مساعی' توانائی اور

ذہانت مرکوز ہونی چاہئے۔ لیکن ہمیں اس اثناء میں اپنے ملک میں مختلف قسم کی سرگرمیوں کے ذریعہ تجارتی، صنعتی اور زرعی ترقی اور بہبود کی تائید اور ترقی کو فروغ دینا چاہئے، اور کوشش کرنی چاہئے کہ مالیات اور روپے پیسے کا ایک موزوں نظام حاصل ہوجائے۔ ہمیں صنعتی اور زرعی مزدوروں کو منظم کرنا چاہئے۔ جن میں رعیت اور کسان بھی شامل ہوں، تاکہ ان کی اقتصادی حالت میں تیزی سے اصلاح اور ان کے مفادات کا تحفظ ہوسکے۔ ہمیں انہیں اس بات کے لئے تیار کرنا ہوگا کہ سوراج کے حصول کی غرض سے ملک کی جدوجہد میں اپنا مقام حاصل کرسکیں۔ ہمیں انہیں یہ سکھانا ہوگا کہ ذمہ دار حکومت کے ساتھ قلمرو کے دستور میں وہ اپنا مناسب حصہ کس طرح لے سکتے ہیں۔ ہمیں تعلیم عامہ کے فروغ اور ترقی کے ضمن میں کوئی موقعہ گنوانا نہیں چاہئے۔ تاکہ ابتدائی تعلیم عام ہوسکے اور اس طرح جہالت اور تاریکی دور ہوسکے اور اپنے لاکھوں ہم وطنوں تک روشنی کی کرنیں پہنچا سکیں۔ جو محض خواندگی کا دعویٰ بھی نہیں کرسکتے۔ اگر ضروری ہو تو ہمیں اس امر کا اہتمام کرنا ہوگا کہ ابتدائی تعلیم کو لازمی قرار دے دیا جائے۔ ہمیں امکانی حد تک سودیشی صنعتوں اور دست کاریوں کے قیام اور ان کی حوصلہ افزائی کا اہتمام کرنا چاہئے، قومی تعلیم کو فروغ دینے اور چھوت چھات کو دور کرنے اور ثالثی کے ذریعے تنازعات کو طے کرنے کی ہمت افزائی کرنی چاہئے اور بہت سے ضروری اور اہم مسائل ہیں۔ انتظامی یا دیگر نوعیت کے مثلاً ریلوے کا نظم و نسق اور اس کا انتظام اور اس کی مالیات، ہند کا دفاع، فوج کو ہندیانا، اور قومی فوج کا قیام۔ ملازمتوں کو ہندیانا، رائے دہندگان کو منظم کرنا اور ان کی تربیت کرنا، انتخابات کے موقعہ پر مقامی یا مرکزی مجالس قانون ساز کے لئے امیدواروں کی حمایت کرنا۔ ان تمام مسائل سے سارے ملک میں کچھ تو تربیتی پروپیگنڈے کے ذریعے اور کچھ موجودہ مجالس قانون ساز کے ذریعہ سے نمٹا جاسکتا ہے۔ دریں اثناء ہم اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ اصلاحات کے مطالبے کی حمایت کریں۔ بشرطیکہ کسی موجودہ اسکیم یا ترقی کی کسی اسکیم میں اقلیتوں کے مفادات کی مناسب طریقے سے حفاظت کی جائے اور ان کا تحفظ کیا جائے۔ تاہم ہم کسی ایسی حکمت عملی کا ساتھ نہیں

دے سکتے۔ جس کا مقصد ارادتاً" بے لگام توڑ پھوڑ یا تباہی ہو۔ اگر حکومت اصلاحات کے تعلق میں قومی مطالبہ کا اطمینان بخش جواب نہیں دیتی تو ہمیں اس بات کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ ہم آخری حربے کے طور پر مجلس قانون ساز کے راستے یا اس کے ذریعہ سے حکومت کو ناممکن بنادیں۔ اگر ضروری ہو تو پارلیمانی رکاوٹیں اور آئینی بحران پیدا کرنے کی غرض سے جملہ طریقے اور اقدام اختیار کریں۔ لیکن اس دوران حکومت سے جس قدر فوائد حاصل کر سکتے ہیں کرلیں۔ ایسا مقننہ کے ذریعہ اور اس کے توسل سے کیا جاسکتا ہے۔ اس محدود اختیار اور اثر و رسوخ کے واسطے سے جس کی ہمیں قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء کی جیسا کہ وہ آج قائم ہے' حدود کے اندر رہتے ہوئے اجازت ہے۔

"مسئلہ خلافت نے انگورہ کی مقننہ کے حالیہ فیصلے کے باعث اور مصطفیٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا کی رہنمائی اور قیادت کے تحت ایسی شکل اختیار کرلی ہے کہ کوئی فوری حل تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ہمیں توقع کرنی چاہئے مسلمانان عالم کی کانگریس' جس کا انعقاد زیر غور ہے' جب کبھی منعقد ہوئی تو اس میں بہت لائق اور اہل لوگ ہوں گے جو اس مسئلہ پر گفتگو کرسکیں گے۔ اور دین اسلام اور قانون کے ماہرین کی اجتماعی دانش اس مسئلہ کا حل دریافت کرے گی۔ جو آج بہت حیران کن اور پیچیدہ مسائل میں سے ایک بن گیا ہے۔

"پھر سوراج کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ اس طرح ہند اور برطانیہ کے درمیان فوری سوال دستور حکومت ہند میں ترمیم کا ہے' جو بہت بڑا اور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مرکزی مجلس قانون ساز نے گزشتہ فروری میں ۴۸ کے مقابلے میں ۷۶ نمائندوں کے ووٹوں کی اکثریت سے ایک قرارداد منظور کی۔ جس میں گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کی گئی کہ وہ ہند میں مکمل ذمہ دار حکومت قائم کرنے کے لئے فی الفور قدم اٹھائے۔ حکومت نے صرف اس حد تک آمادگی کا اظہار کیا کہ وہ قانون مجریہ ۱۹۱۹ء پر عمل درآمد میں جو اسقام ہیں۔ ان کی محکمانہ تحقیقات کرائے اور اس امر کی بھی تحقیق کرائے کہ کیا قواعد سازی کے اختیار میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے۔ لیکن قانون

میں ترمیم کی ضرورت کے تعلق میں کوئی وعدہ نہیں کیا۔ ماسوا اس کے کہ اگر کوئی انتظامی سقم ہے تو اسے دور کردیا جائے۔ ہم ڈبل روٹی طلب کرتے ہیں اور حکومت ہمیں پتھر پیش کر رہی ہے۔ یقیناً صورت حال بدیہی طور پر اس قدر غیر منصفانہ اور ناقابل برداشت ہے کہ اسے زیادہ عرصہ برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ کیونکہ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ صوبوں کو صوبائی خود مختاری دینے اور مرکزی حکومت میں ذمہ داری دینے کے سوال پر تو اس وقت تک غور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک کہ قانون میں مذکورہ دس برس کی مدت پوری نہ ہوجائے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ملک بھر میں اس کے برعکس رائے عامہ کے علی الرغم ان اصلاحات کو جیسی کہ وہ ہیں اور بغیر کسی ترقی کے ۱۹۲۹ء تک چلایا جاسکے؟ قانون میں ایسی کوئی ممانعت نہیں کہ کسی بھی وقت اس بات کی تحقیقات نہ کی جاسکے کہ ذمہ دار حکومت کے قیام کے اصول کا نفاذ کس حد تک مناسب اور مطلوب ہے یا ذمہ دار حکومت کی حد میں کتنی توسیع ہوسکتی ہے۔"

حکومت ہند کے موجودہ نظام کے خد و خال بیان کرنے کے بعد مسٹر ایم' اے' جناح نے اس کے نقائص گنوائے اور بتایا کہ یہ کس قدر ناقابل عمل ہوگیا ہے اور کہا:۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ موجودہ صورت حال کو برقرار رہنے دیا جائے؟ میں محسوس کرتا ہوں کہ صورت حال بہت ہی سنگین ہے اور مجھے توقع ہے کہ حکومت نے پہلے ہی اسے محسوس کرلیا ہے اور مزید تاخیر نہیں ہونے دے گی۔ جو میرے خیال میں خطرناک ہوگی' بلکہ اس آفاقی مطالبے کو جسے ملک کے طول و عرض میں ہزاروں پلیٹ فارموں سے پیش کیا جارہا ہے۔ تسلیم کرے گی کہ موجودہ دستور کی تنسیخ کے لئے فوری قدم اٹھائے جائیں اور لوگوں کے نمائندوں کے مشورے سے ایسا دستور وضع کیا جائے جو انہیں اپنے معاملات پر حقیقی نگرانی اور اپنے تمام وسائل کو پوری ترقی دینے کا موقعہ عطاء کرے اور وہ مکمل ذمہ دار حکومت کے ساتھ قلمرو کے تحت آزاد قوم کی حیثیت سے اقوام عالم کی صفوں میں کھڑا ہونے کے اہل ہوسکیں۔ یہ ہے وہ کام جو آل انڈیا مسلم لیگ اور سارے ملک کے سامنے ہے۔ لہٰذا میں اپنے ہم وطنوں سے

مخلصانہ اپیل اور التجاء کرتا ہوں کہ وہ متحد ہو جائیں اور اپنی فوری منزل یعنی آزادی ہند کے حصول کی غرض سے اپنے ملک کے جملہ وسائل کو منظم کریں۔"

لی کمیشن کی سفارشات

مرکزی مجلس قانون ساز میں کڑی تنقید

۱۲ر ستمبر ۱۹۲۴ء

نومبر ۱۹۲۳ء میں پبلک سروسز کے بارے میں ایک شاہی کمیشن (لی کمیشن) مقرر کیا گیا۔ یہ تقرری مرکزی مجلس قانون ساز کی رضا معلوم کئے بغیر عمل میں آئی، حالانکہ اس وقت مجلس کا اجلاس ہو رہا تھا۔ کمیشن کے قیام کا مقصد تھا کہ وہ سفارشات پیش کرے کہ اعلیٰ ملازمتوں کو اخبارات میں حملہ سے مامون رکھنے کے لئے یقینی بنانا' ان کی مالی حالت کو بہتر بنانا' ہند کے سیاسی حلقوں کی بے چینی ختم کرنے کے لئے اعلیٰ ملازمتوں کی مکمل نگرانی منتقل شدہ محکموں کی تحویل میں دینا' اور اعلیٰ ملازمتوں میں ہندیوں کی شمولیت کی رفتار کو تیز کرنا' سیاسی تبدیلی کے باعث اعلیٰ ملازمتوں کے تحفظ کو لاحق ہونے والے خطرے کا سدباب' پبلک سروس کمیشن کی شکل میں کردیا گیا۔ تنخواہ' بھتوں اور پنشن کے تعلق میں کمیشن نے فیاضانہ سفارشات کیں۔ ملازمتوں پر نگرانی کے ضمن میں انہیں دو زمروں میں تقسیم کردیا گیا۔ ایک محفوظ شعبے میں جس کی نگرانی وزیر ہند کو سونپ دی گئی۔ دوسرے کو منتقل شدہ شعبے میں دے دیا

گیا۔ جس کی نگرانی مقامی حکومتوں کو دے دی گئی۔ (محفوظ شعبے میں جو ملازمتیں آتی تھیں۔ انڈین سول سروس' انڈین پولیس سروس' انڈین سروس آف انجینئرز کا ایک حصہ یعنی آب پاشی کی شاخ اور فوریسٹ سروس ماسوا صوبہ بمبئی اور برما کے۔ منتقل شدہ شعبے میں انڈین ایجوکیشنل سروس' انڈین فوریسٹ سروس بمبئی اور برما میں ویٹرنری سروس' انڈین سروس آف انجینئرز کی عمارات اور سڑکوں سے متعلق شاخیں اور سول میڈیکل ایڈمنسٹریشن۔ صوبائی میڈیکل سروس اور ملٹری میڈیکل سروس کے معاملے پر مزید غور ہونا تھا۔ اعلیٰ ملازمتوں میں ہندیوں کی شمولیت کے بارے میں کمیشن نے سفارش کی کہ انڈین سول سروس میں اس کی نسبت بلا غیر ضروری تاخیر کے مساوی ۵۰ ۔ ۵۰ ہوجانی چاہئے اور اس مقصد کے لئے ہندیوں کی بھرتی کی موجودہ رفتار کو تیز کردیا جائے۔" ممبر داخلہ سر الیگزینڈر مڈیمین نے ۱۰ ستمبر کو ایوان میں ایک قرارداد پیش کی جو لی کمیشن کی سفارشات کی رپورٹ پر مبنی تھی۔ تاکہ اس کے بارے میں ایوان کی رائے معلوم کی جاسکے اور سفارشات کی تائید میں ایک طویل تقریر کی۔ ان حالات پر جن کے تحت شاہی کمیشن مقرر کیا گیا' کمیشن کی سفارشات پر ۱۲ ستمبر کو مسٹر ایم اے جناح نے تنقید کرتے ہوئے کہا:

جناب والا! سب سے پہلے تو میں معزز ممبر داخلہ کے' جنہوں نے یہ قرارداد پیش کی' طریقے' انداز اور لہجے کو سراہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اس منصفانہ طریقے سے اپنا موقف پیش کیا۔ جس کی حکومت ہند کے نمائندے کی حیثیت سے ان سے توقع کی جاسکتی تھی۔ اگرچہ میں نے یہ بات نوٹ کی کہ بین السطور میں ایک بہت اہم اصول کار فرما ہے۔ جس پر انہوں نے زور دیا اور جس نے ہمیں یہ عندیہ دیا کہ مخمل کے دستانے میں دست آہن موجود ہے۔ جناب والا! ایک اور معاملہ ہے جس کا میں تذکرہ کرنا چاہوں گا۔ اس سے قبل کہ میں قرارداد کے حسن و قبح پر گفتگو کروں۔ مجھے اس امر پر بھی بہت مسرت ہے کہ انہوں نے اس مسئلے پر بھی مناسب زور دیا۔ جو مسلمانوں

کے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے کہ اعلیٰ ملازمتوں میں مسلمانوں کے موقف کو بھی منصفانہ طور پر تسلیم کرلیا جائے۔ یہاں اپنے رفقائے کار جو مجھ سے اتفاق کریں گے کی ترجمانی کرتے ہوئے کہوں گا کہ مسلمان اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے کہ انہیں ان کے منصفانہ اور جائز اور ان کے مناسب حقوق مل جائیں اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ اس ایوان میں کوئی ایسا ہندو ممبر نہیں ہے جو لمحے بھر کے لئے بھی مسلمانوں کو ان کے جائز اور منصفانہ حقوق ملنے پر حسد کرے اور مجھے مسرت ہے کہ ممبر داخلہ نے اپنی تقریر میں بھی اس بات کا اعتراف کیا۔

"اتنا کچھ کہنے کے بعد جناب والا! اب میں لی کمیشن کی رپورٹ سے نمٹوں گا۔ جناب والا! یہ ایک بہت اہم اور بہت ضروری مسئلہ ہے۔ جو ہند کو متاثر کرتا ہے۔ اس کی سنگینی یا اہمیت کے بارے میں مبالغہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس مسئلہ پر آج ہم بحث کر رہے ہیں۔ اس میں دو بہت بڑے اصول کار فرما ہیں اور وہ آپس میں ایسے شیر و شکر ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ہیں: اول مزید دستوری پیش رفت۔ دوم اعلیٰ ملازمتوں میں انتظامی نوعیت کی اصلاحات۔ جناب والا! یہ ایوان اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص کو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ بہت ضروری سوال ہے۔ ایک تو یہ اولین اہمیت کا حامل ہے۔ اب میرا خیال ہے کہ وہ سر باسل بیلکیٹ تھے۔ جو ایک جدید سیاستدان کے طور پر جلوہ گر ہونا چاہتے تھے اور اگرچہ سر چارلس اینز نے یہ اعتراف کیا کہ وہ مناظرہ کرنے سے قاصر ہیں۔ بایں ہمہ انہوں نے ایسا کیا۔ اور انہوں نے پنڈت موتی لال نہرو کے دیباچہ پر گفتگو کی اور اس کے اغراض و مقاصد پر اعتراض کئے۔ میں اس امر پر بالکل آمادہ ہوں۔ جناب والا! کہ اس کی نوک پلک درست کردی جائے۔ لیکن میں ایک سیدھا سادا سوال کرنا چاہتا ہوں کہ' اور میں چاہتا ہوں' یہ ایوان اس دیباچے کی اصلی غایت سمجھ لے۔ سب سے پہلے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ اس ایوان کو ایک شکایت ہے۔ اگر اس میں کوئی احساس خودداری ہے تو اسے اس موقعہ کو اس طریقے پر صدائے احتجاج بلند کئے بغیر ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔ جس طریقے سے اس شاہی کمیشن کی

تقرری عمل میں آئی۔ یہ ایوان ۱۹۲۳ء کے موسم سرما میں اجلاس میں تھا۔ جب وزیر ہند نے اس سے مشورہ کئے بغیر اور اس معاملہ پر بحث و تمحیص کا موقعہ دیئے غیر شاہی کمیشن مقرر کردیا۔ سر چارلس اینز کہتے ہیں "اوہ لیکن اس کمیشن کو تو ملک معظم نے مقرر کیا اور لہٰذا کیا؟ اس لئے اس پر سرے سے بحث ہی کیوں کی جائے؟ یقیناً سر چارلس اینز جیسے تجربہ کار افسر کو وہ دلیل مطلق استعمال نہیں کرنی چاہئے تھی۔ جناب والا! اس شاہی کمیشن کو حکومت برطانیہ نے مقرر کیا تھا اور اس مقننہ کو اس کمیشن کی سفارشات سے نمٹنے کا پورا حق حاصل ہے۔

"اب میں اگلا سوال کرتا ہوں۔ شاہی کمیشن کی تقرری کے بعد سر باسل بیلکیٹ' جو حسب معمول جب وہ چاہیں روپیہ پیسہ ڈھونڈ سکتے ہیں' نے یہ شق پکڑی اور شاہی کمیشن کے اخراجات کے لئے مطالبہ زر لے کر اس مجلس میں آگئے۔ اس ایوان نے بالکل درست طریقے سے بطور احتجاج اس مطالبہ زر کو مسترد کردیا۔ اب جناب والا! کیا یہ شکایت نہیں ہے اور کیا اس ایوان کو یہ کہنے کا استحقاق نہیں ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اگلا نکتہ یہ ہے کہ اس شاہی کمیشن کو' شاہی کمیشن کی سفارشات کے مطالبہ کے بعد مجھے علم ہے اور اس ایوان کو علم ہے' اس باب میں اس حد تک پریشانی لاحق ہوئی۔ جس کی میں ایک لمحہ بعد نشاندہی کروں گا کہ آئندہ دستوری پیش رفت کا مسئلہ زیر غور تھا اور جیسا کہ ہم سب کو علم ہے۔ اس کے بارے میں گزشتہ تین برس سے ملک میں اصرار کے ساتھ مطالبہ موجود ہے۔ لیکن یہ شاہی کمیشن کیا کرنے کے لئے مقرر کیا گیا؟ یہ کرنے کے لئے پیراگراف نمبر ا کا ذیلی پیراگراف نمبر ۳ کہتا ہے:۔

> انگریزوں اور ہندیوں کی علی الترتیب بھرتی کے لئے قانون حکومت ہند کے تحت قائم شدہ دستور میں اہتمام ہونا چاہئے اور اس طرح کی بھرتی کے بہترین طریقوں کو یقینی بنانے اور برقرار رکھنے کے لئے۔

پس شاہی کمیشن کو یہ فرض کرنا پڑا کہ وہ جو سفارشات پیش کریں گے۔ ان کی

اساس اس مفروضے پر استوار ہوگی کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء کو اس طریقہ کے سوا نہ چھیڑا جاسکے گا جو خود اس میں مذکور ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمیشن کے اراکین میں اس معاملے پر خاصی بحث و تمحیص ہوئی۔ اختلاف رائے بھی ہوا، اور صفحہ ۷ پر وہ کہتے ہیں۔

> ہم اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ حالات میں ان ملازمتوں کے تقرر اور نگرانی بدستور وزیر ہند کی تحویل میں رہنی چاہئے۔ ہمارے کچھ اراکین کا خیال ہے کہ یہ نتیجہ بدیہی طور پر ان اصولوں سے اخذ ہوتا ہے جو قانون حکومت ہند میں واضح طریقے سے موجود ہیں۔ ہمارے دیگر اراکین اس خیال کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور ان کی رائے ہے کہ اس نوعیت کی منتقلی قانون کی دفعات میں موجود ہے۔ تاہم دستور کے موقف پر اتفاق رائے سے قاصر رہنے کے باوصف ہم متفق ہیں کہ فی الوقت کل ہند ملازمتوں کے ضمن میں تقرری اور نگرانی کے اختیارات وزیر ہند بدستور اپنی تحویل میں رکھیں،

جناب والا! لہٰذا یہ ایوان یہ سمجھے گا کہ لی کمیشن نے یہ فرض کرلیا ہے کہ نگرانی اور تقرری کا مسئلہ وزیر ہند کی تحویل میں ہی رہنا چاہئے۔ ایک جگہ وہ کہتے ہیں:۔

یہ ممکن ہے کہ مستقبل میں ہند میں حکومت خود اختیاری کی سمت میں ترقی کے باعث کچھ دشواریاں پیدا ہوجائیں۔ اگر ہماری سفارشات کے پیش نظر کوئی اہتمام نہ کیا گیا، اور وہ کیا اہتمام کرتے ہیں؟ وہ جو اہتمام کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اعلیٰ ملازمتوں کے کسی رکن کا منتقل شدہ شعبوں میں تبادلہ کردیا جائے تو اسے متناسب پنشن پر ملازمت سے سبکدوش ہونے کا حق حاصل ہوگا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل واضح ہے کہ لی کمیشن کو اس مفروضہ کی بنیاد پر یہ سفارش کرنے پر مجبور کردیا گیا تھا کہ قانون حکومت ہند میں کوئی رد و بدل نہیں کیا جاسکتا۔ اب میں اس ایوان سے اور آپ سے جو میرے سامنے تشریف فرما ہیں دریافت کرتا ہوں کہ آپ ہمیں صاف

صاف بتا دیں کہ کیا آپ نگرانی اور بھرتی کے ضمن میں لی کمیشن کی سفارش کو جامہ عمل پہنانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ قانون حکومت ہند میں اہم تبدیلیوں یا دستور کی ترقی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہوگی' یا نہیں ہوگی؟ اب میں اس حد تک تو درست ہوں کہ آپ کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ ملازمتوں میں اصلاح کی جائے۔ ان کی تنظیم اور ان کی تشکیل دستور کی مزید پیش رفت کے لئے جڑ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ صرف گزشتہ فروری میں ہی ہم نے اس ایوان میں بھاری اکثریت سے ایک قرارداد منظور کی کہ ہم دستور کی آگے ترقی چاہتے ہیں اور آپ نے خود ایک اصلاحاتی تحقیقاتی کمیٹی قائم کی اور یہ اصلاحاتی تحقیقاتی کمیٹی اپنا کام کر رہی ہے۔ اور اب آپ اس وقت ہمارے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لی کمیشن کی سفارشات منظور کرلی جائیں؟ لی کمیشن کی سفارشات کی مضرات کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ ملازمتوں کی نگرانی اور ان کی بھرتی کا اختیار وزیر ہند کی تحویل میں رہنا چاہئے۔ میں اسے سرسری طور پر لے رہا ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ دو اہم ملازمتوں سے نمٹ رہا ہوں' سول سروس اور پولیس سروس اور ان دو ملازمتوں میں پندرہ سے پچیس برس کی مدت میں ہم پچاس پچاس کے تناسب پر پہنچ جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پندرہ یا پچیس برس کے اختتام پر ہمارے پاس پچاس فی صد ہندی ہوں گے اور پچاس فی صد انگریز ہوں گے۔ اب جناب والا! جب ہمارے پاس یہ کچھ ہو' فرض کیجئے کہ ہم دستوری تبدیلیاں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہم سے توقع کرتے ہیں کہ ہم اس کی منظوری دے دیں گے؟ لیکن سرشوسوامی آیئر کہتے ہیں کہ صرف یہی سبب نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ واقعتاً اعلیٰ ملازمتوں کو ہندیانا چاہتے ہیں تو آئندہ بھرتی (انگریزوں کی) بالکل بند کردینی چاہئے اور وہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ان دو ملازمتوں میں انگریزوں کا کافی عنصر موجود ہے اور اگر آپ آئندہ بھرتی بند بھی کردیں تب بھی پچاس' پچاس کا تناسب حاصل کرنے کے لئے آپ کو کافی وقت درکار ہوگا۔ میں ان سے بالکل متفق ہوں' سول سروس کی کل تعداد ایک ہزار چار سو اراکین میں سے آج ہمارے پاس کتنے ہندی ہیں۔ ان کی تعداد ایک سو چونسٹھ ہوگی۔ اگر ہمیں ایک ہزار چار سو کا پچاس فی

صد لینا ہو تو اس میں کتنے برس درکار ہوں گے۔ اگر آپ (انگریزوں کی) بھرتی مکمل طور پر بند بھی کردیں؟ اب جناب والا! میں اس ایوان سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر آپ خیال کرتے ہیں' اگر آپ حقیقتاً" اس مسئلہ پر دیانت داری کے ساتھ منصفانہ طریقے پر غور کرنا چاہتے ہیں اور اگر آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ملازمتوں کا یہ نظام فرسودہ ہوگیا ہے۔ یہ کہ ملازمتوں کا یہ نظام برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس امر کے پیش نظر کہ آپ جمہوریت اور ذمہ دار حکومت کی جہت میں ہند کو زیادہ سے زیادہ جذب کرنا چاہتے ہیں۔ تب ملازمتوں کے اس نظام کی بلا کسی تاخیر کے اصلاح ہونی چاہئے' وگرنہ یہ آپ کی راہ میں بھی بہت بڑی رکاوٹ ہوگی اور ہمارے راستے میں بھی اگر آپ کو اس کا یقین ہوگیا ہے تو کیا آپ کو اس کا یقین نہیں کہ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ آج سول سروس میں انگریز عنصر ایک سو چونسٹھ ہندیوں کے مقابلے میں بارہ سو سے زیادہ ہے؟ کیا آپ خوفزدہ ہیں۔ اگر مزید بھرتی (انگریزوں کی) بند کردیں گے تو انقلاب رونما ہوجائے گا؟ آپ کو کس چیز کا خوف ہے؟ میں تو ایک ہی نتیجہ اخذ کرسکتا ہوں۔ جناب والا! اور وہ یہ ہے کہ آپ تاخیر کرنا چاہتے ہیں' آپ برے دن کو التواء میں ڈالنا چاہتے ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ ہم لی کمیشن کی سفارشات کو اپنی منظوری عطاء کردیں۔ جو ہمارے موقف کو ناممکن بنا دے گی۔ جب ہم دستوری اصلاحات کے عظیم تر اور زیادہ اہم مسئلہ پر بحث و تمحیص کریں گے۔ جناب والا! اس بناء پر میں اپنی رضا مندی کا اظہار نہیں کرسکتا اور میں پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ موجودہ نظام کے تحت مزید بھرتی کو بند کردیا جائے' یہ کہ نگرانی وزیر ہند کی تحویل سے لے کر حکومت کے سپرد کردی جائے اور یہ کہ آئندہ بھرتی کے لئے پبلک سروس کمیشن ہونا چاہئے۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ سول سروس اور دیگر ملازمتیں یہ کیوں تصور کرتی ہیں کہ اگر نگرانی حکومت ہند کی تحویل میں آجائے گی تو وہ ایک مہلک گرفت میں آجائیں گی اور یہ کہ انہیں خطرہ لاحق ہوجائے گا۔ لیکن بدیہی طور پر یہ حکومت کے بارے میں کوئی بہت اچھی رائے تو نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس جانب تشریف فرما میرے دوست کہیں گے کہ ہم حکومت ہند سے نہیں

ڈرتے۔ بلکہ یہ تو آپ لوگ ہیں جن سے ہم خوف زدہ ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں جناب والا! اور میں یہ پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری جانب ایک شخص بھی ایسا نہیں جو کسی بھی ایسے وعدے کی ذرا سی خلاف ورزی کی کوششیں کرے گا۔ جو موجودہ یا اس وقت کے ملازمین کے ساتھ کیا گیا ہو اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں' جناب والا! کہ ہم میں خواہ کچھ بھی خامیاں کیوں نہ ہوں' اگر فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہو اور اگر ذمہ داری ہم پر عائد ہوتو مجھے بھروسا ہے کہ ہمیں اپنی ملازمتوں کے بارے میں جائز ترین اور منصفانہ طریقے سے فیصلہ کرنا چاہئے۔ جناب والا! میں اس بات سے بالکل متفق ہوں کہ کوئی حکومت اپنی ملازمتوں کے ساتھ ممکنہ طور پر ناجائز اور غیر منصفانہ برتاؤ نہیں کرسکتی۔ اس کے برعکس میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہر حکومت کی قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کرے کہ ملازمتوں کی جائز شکایات رفع کردی جائیں۔ لہٰذا جہاں تک بھرتی کے مسئلہ کا تعلق ہے۔ میں اس ایوان سے گزارش کرتا ہوں اور میں صرف ایک بیان ہی نہیں دینا چاہتا۔ بلکہ میں اس ایوان سے استدلال کرنا چاہتا ہوں۔۔ وہ کیا اعتراض ہے جس نے اس وقت تک حکومت کو بھرتی بند کرنے پر مجبور کیا۔ جہاں تک میں اس مباحثے سے اخذ کرسکا ہوں وہ اعتراض معزز ممبر داخلہ کی طرف سے وارد ہوا اور میں اسے جناب والا! مخمل کے دستانے میں دست آہن کہتا ہوں۔ انہوں نے کہا' اور میں سمجھتا ہوں کہ میں ان کا صحیح حوالہ دے رہا ہوں' اگر میں غلطی کروں تو وہ میری اصلاح کردیں گے' کہ جب تک اس ملک کا دفاع سلطنت کی تحویل میں ہے۔ اس وقت تک غیر فوجی ملازمتوں میں ہمارے پاس ایک قطعی عنصر انگریزوں کا رہنا چاہئے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا میں یہ معلوم کرسکتا ہوں کہ اس ملک کا دفاع کب تک سلطنت کی تحویل میں رہے گا اور سلطنت' ہند سے کب یہ بات کہہ سکے گی کہ اب آپ دفاع سنبھال سکتے ہیں' اس وقت تک حکومت کا یہ افسر شاہی نظام برقرار رہے گا۔ اس وقت تک حکومت خود اختیاری کی سمت میں کوئی پیش رفت نہیں ہوسکتی۔ جناب والا! اگر اس جانب حکومت کا ارادہ یہ ہے تو میں کہوں گا کہ یہ سب کچھ ڈھکوسلا ہے۔ بات وہاں آکر ختم ہوجاتی

ہے اور اس پر ہم ہرگز متفق نہیں ہوں گے۔ اگر آپ کے ارادے یہ ہیں کہ آپ انتظامی اصلاحات کے خواہاں ہیں' یہ کہ آپ ملازمت کی روایتی نوعیت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ نہ انگریز' نہ سفید فام اور کالے' تاکہ آپ جلد سے جلد ہند کے باشندوں میں سے آزادی کے ساتھ بھرتی کر سکیں۔ تب یہ بات میری سمجھ میں آسکتی ہے۔ میں دریافت کرتا ہوں' جناب والا! کہ ہمارے پاس میسور میں کیا ہے؟ میسور سول سروس میں کتنے انگریز ہیں؟ میسور پولیس سروس میں کتنے انگریز ہیں؟ اور کیا ان اضلاع کا نظم و نسق عمدگی کے ساتھ نہیں چل رہا ہے؟ میں معزز ممبر داخلہ کو بتا سکتا ہوں کہ میسور سول سروس میں ایک بھی انگریز موجود نہیں ہے۔ شاید پولیس میں ایک انگریز ہو۔ کیا ریاست میسور کا نظم و نسق نہایت عمدگی سے نہیں چل رہا؟ کیا وہاں لوگ خوش نہیں ہیں؟

"اگلا نکتہ جسے میں نمٹانا چاہتا ہوں' یہ ہے۔ جیسا کہ گزشتہ روز یہ بات کہی گئی تھی کہ اگر اس مجلس کی حیثیت یہ ہے' اگر وزیر ہند ہی ہمہ مقتدر ہیں اور ہمیں محض یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس بحث مباحثے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ تب میں ان اراکین کے محسوسات سے اتفاق کرنا پسند کروں گا۔ جنہیں اس بحث میں کوئی افادیت نظر نہیں آتی۔ لیکن جناب والا! مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ وزیر ہند نے دارالامرا میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا اور میں باور کرتا ہوں کہ انہوں نے ملک معظم کی حکومت کے اختیار کے ساتھ ہی یہ کہا ہوگا۔

> وزیر ہند بشمول کونسل ہی' جیسا کہ دارالامراء کے ایک معزز رکن نے کہا' رپورٹ کے تعلق میں جس نے عملاً تمام معاملہ کا احاطہ کیا ہے' آخری منصف اور پارلیمان کے سامنے جواب دہ ہیں اور انہیں لازمی طور پر رپورٹ کی بھرپور جانچ پڑتال کرنی ہوگی۔ اصول اور تفصیل دونوں نکتوں پر۔ محض یہ حقیقت' کہ انہوں نے یہ کہا کہ وہ اس رائے کو قبول کرتے ہیں کہ رپورٹ کو ایک کل کے طور پر تصور کرنا چاہیے۔ انہیں ان کے اس

> فریضہ سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی کہ وہ رپورٹ کی جملہ مضمرات سمیت جانچ پڑتال کریں یا وہ پیشگی خود کو ہر سفارش کو منظور کرنے کا پابند بنالیں۔ انہیں اس موقعہ کو یہ طے کرنے کے لئے بھی استعمال کرنا چاہئے کہ وہ کونسی سفارشات ہیں اور ان کا من حیث المجموع پوری رپورٹ کے ساتھ تعلق اور اپنی نوعیت کی بناء پر ترجیحی سلوک کی مستحق ہوں گی۔

لہٰذا وزیر ہند نے یہ حق اپنے لئے محفوظ کرلیا ہے کہ وہ لی کمیشن کی سفارشات کا اصول اور سفارشات دونوں نکتوں پر جائزہ لیں گے۔ یہی ایک تابناک عنصر ہے۔ جس کی وجہ سے میں اس قابل ہوسکا کہ میں یہاں کھڑا ہوسکا' پر از امید کہ ایک موقعہ باقی ہے۔ اگرچہ حکومت ہند نے تو یہ قرارداد پیش کرکے اپنی تمام کشتیاں جلا دی تھیں۔ اب جناب والا! اگر وزیر ہند کہتے ہیں کہ وہ خود کو ان سفارشات کو اصول یا تفصیل کی بناء پر تسلیم کرنے کا پابند نہیں کریں گے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہمیں اس کا اصول اور تفصیلات کی بنیاد پر جائزہ لینا چاہئے یا نہیں؟ کیا ہمیں اپنی دانشمندانہ رائے کا اظہار کرنا چاہئے یا نہیں؟ یہ معزز ممبر داخلہ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ ایک ایسی چیز بھی ہوتی ہے جسے حقیقت ثابتہ کہتے ہیں۔ کمیشن کو مقرر کیا گیا۔ یہ مشتمل تھا....."

آنریبل سر الیگزینڈر مڈیمین (ممبر داخلہ) "معزز رکن مجھے معاف کریں' میں نے کمیشن کی سفارشات کو ہرگز حقیقت ثابتہ نہیں کہا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی نہیں معزز ممبر نے یہ کہا تھا: ایک کمیشن تھا جو ممتاز ہندیوں اور ممتاز انگریزوں پر مشتمل تھا اور انہوں نے ہرچیز کا جائزہ لیا۔ ہرچیز پر غور و خوض کیا اور اب یقیناً ہمیں ان کی اصابت رائے پر انحصار کرنا چاہئے اور وغیرہ وغیرہ....."

جناب صدر: "میں معزز رکن سے کہوں گا کہ انہیں اپنی گفتگو کو سمیٹنا چاہئے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جناب والا! میں بہت زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں صرف

اتنا کہوں گا کہ معزز ممبر داخلہ واقعتاً ہمارے ساتھ بہت ہی ناانصافی کر رہے ہیں۔ جب وہ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم اس طریقے سے اس رپورٹ کو نمٹا دیں۔ ہمارے سامنے کوئی شہادت نہیں رکھی گئی' ہمارے سامنے وہ مواد بھی نہیں رکھا گیا۔ جس کی بناء پر حکومت ہند نے اس قرارداد کی حمایت کا فیصلہ کیا اور جب ہم حکومت ہند پر دباؤ ڈالتے ہیں تو ہمیں کیا ملتا ہے؟ ہمیں ملتے ہیں سر پاسل بلیکیٹ جو تقریباً بحث کے اختتام پر کھڑے ہوتے ہیں اور حسب معمول ہم پر اپنے اعداد و شمار کی گولہ باری کر دیتے ہیں۔ (قہقہہ) پس جناب والا! میں کوئی جدید ماہر مالیات بننے کی تمنا نہیں کرتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں کبھی بھی ماہر مالیات بن سکوں گا' میں تو چاہوں گا کہ انہیں سمجھنے کے لئے مجھے کچھ تھوڑا سا اور وقت مل جائے۔ لہٰذا یہ اس ایوان کے لئے ناممکن ہے کہ وہ ان اسباب کی بناء پر لی کمیشن کی سفارشات کو قبول کر سکے۔ ہمیں کیا ملا ہے؟ ہمیں تنخواہوں میں اضافے کے لئے چند سفارشات ملی ہیں اور مجھے صرف اس قدر کہنا ہے۔ ہم آمادہ ہیں۔ ہماری اس ترمیم کے آخری پیراگراف کو سرسری طور پر نہ لیجئے۔ ہم دیانت داری سے' سنجیدگی سے اور خلوص سے تیار ہیں کہ ملازمتوں کی جائز اور فوری شکایات کو رفع کر دیا جائے' ہم یہ کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم کیا کہتے ہیں کہ آپ کیا کریں؟ ہم آپ سے کہتے ہیں کہ صرف اتنا کیجئے کہ ہمیں فی الفور ایک کمیٹی دے دیجئے۔ محض اس تعلق میں یعنی یہ طے کرنے کے لئے کہ ملازمتوں کی اعانت کے لئے کتنی رقم ادا کی جائے۔ ہم اجلاس میں شرکت کے لئے تیار ہیں اور آپ جو مواد چاہیں ہمارے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ اس عذر کا سہارا نہ لیجئے کہ لی کمیشن کے سامنے بند کمرے میں شہادتیں پیش کی گئی تھیں اور وہ خفیہ ہیں۔ آپ جو مواد ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ پیش کر دیجئے۔ سرکاری اور غیر سرکاری اراکین کی کمیٹی مقرر کر دیجئے اور آیئے ہم سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ ہم کمیٹی کی تشکیل کا کام فوراً کر سکتے ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں صرف اپنی ہی طرف سے بات نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ میں اپنے رفقائے کار اور اپنی جماعت کی جانب سے بھی کہ ہم ملازمتوں کی جائز اور اشد ضروری شکایات کو رفع کرنے کے خواہشمند ہیں۔ یہ شاخ زیتون ہے۔ آپ کہتے

ہیں کہ یہ شاخ زیتون ہے۔۔۔ جو ہم آپ کو پیش کرتے ہیں اور سر چارلس ا-ننز نے حکومت کی جانب سے بن سوچ سمجھے شکریئے کے ساتھ مسترد کردی تھی۔ بلا شبہ مجھے اس کا علم ہے' جناب والا! اگر آپ اس ایوان کی' ایوان کی اس جانب کی رائے کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں تو پھر ہم کہتے ہیں کہ بھرتی بند کردیجئے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم ملازمتوں کی جائز شکایات کو رفع کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں' جناب والا! میڈیکل سروس کے بارے میں۔ میں کہتا ہوں' جناب والا! کہ اس شعبے کے نگران رکن نے خاصی طویل تقریر کی اور میں واقعتاً حیران ہوں کہ انہوں نے کس طرح اظہار رضامندی کے لئے خود کو آمادہ کیا ہوگا۔ نہ صرف رضامندی بلکہ اس سفارش میں اس زبردست پیش رفت پر اس قدر جوش و جذبہ کے اظہار پر بھی پیش رفت کیا ہے؟ اسے قبول کرنے میں معزز رکن کو آخری شخص ہونا چاہئے تھا۔ اس تجربے کے پیش نظر جو انہیں حاصل ہے۔ اور مجھے علم ہے کہ جب موصوف ایوان کے اس جانب بیٹھا کرتے تھے تو ان موضوعات پر انہیں قائل کرنا بہت دشوار ہوتا تھا کہ وہ انہیں قبول کرلیں۔ انہوں نے کیا کیا؟ انہوں نے یہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک اصول قبول کرلیا ہے' جو میری دانست میں' اپنے انگریز دوستوں کے نہایت احترام کے ساتھ' ایک بہت ہی خبیث اصول ہے۔ یعنی یورپی باشندوں کا علاج معالجہ یورپی ڈاکٹر کرے۔ یہ ایک خبیث اصول ہے۔ یہ ایک ناقابل برداشت اصول ہے۔ آپ خود ہمیں بتاتے ہیں۔ کوئی نسلی امتیاز نہیں ہونا چاہئے' (دیوان بہادر رنگا چاریہ): ''ذات پات کی کوئی تمیز نہیں ہونی چاہئے۔'' کوئی نسلی منافرت نہیں ہونی چاہئے' اور آپ حکومت ہند کی حیثیت سے یہاں آتے ہیں اور پوری متانت اور سنجیدگی سے کہتے ہیں۔ یورپی باشندے کا معالج یورپی ہونا چاہئے' کوئی ہندی خواہ کتنا بھی لائق کیوں نہ ہو آپ اسے قبول نہیں کریں گے۔ کل کرنل کرا فورڈ نے کہا کہ وہ اپنا علاج معالجہ ہندیوں سے کراتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ بالکل صحت مند نظر آرہے ہیں۔ میں آنریبل سر نرسیما شرما سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ اس اصول کے ہمنوا کس طرح بن گئے اور طرہ یہ کہ انہوں نے کہا' لیکن آپ

دیکھیں کہ واقعتاً کوئی بھی نسلی امتیاز نہیں ہے۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' اگر یہ نسلی امتیاز نہیں تو مجھے پتہ نہیں کہ یہ کیا ہے۔

"سول میڈیکل سروس کے بارے میں ایک اور بات۔ معزز ممبر کہتے ہیں کہ اس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ ہمیں محفوظ فوجیوں کو سول میڈیکل سروس میں کھپانا ہے۔ لیکن آپ کو یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ پھر سول میڈیکل سروس صوبائی حکومت کی زیر نگرانی آ جائے گی۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا میں نے انہیں صحیح سمجھا ہے؟ لیکن کیا معزز ممبر اس کے مضمرات سے واقف ہیں۔ کہ جن محفوظ فوجیوں کو سول میڈیکل سروس میں کھپائیں گے۔ وہ آپ کی نگرانی میں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ وزیر ہند کی زیر نگرانی میں ہیں۔ کیا وہ اس دوعملے نظام کو دائمی بنا دینا چاہتے ہیں؟ کیا یہ اصلاح پسندیدہ چیز ہے؟ اس کے برعکس جناب والا! مجھے معزز ممبر کی اس رائے کا خیال آنا چاہئے۔ جب وہ اس طرف بیٹھا کرتے تھے۔ اگر مجھے صحیح طور پر یاد ہے تو وہ یہ تھی کہ ایک سول میڈیکل سروس ہونی چاہئے۔ جسے کسی ہنگامی حالت یا جنگ کی صورت میں طلب کیا جا سکے۔

"اختتامیہ کے طور پر میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں۔ آپ کے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے۔ حکومت کہتی ہے' جملہ سفارشات کو قبول کر لیجئے' ہم کہتے ہیں نہیں! بھرتی فوراً بند ہونی چاہئے اور مزید ہم اس بات کے لئے آمادہ ہیں کہ ملازمتوں کی جائز شکایات رفع کر دی جائیں۔ ہمیں مناسب موقعہ دے دیجئے اور ہم یہ کر دیں گے۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو ہم دانشمندانہ فیصلے کا اظہار نہیں کر سکیں گے اور لہذا ہم لی کمیشن کی سفارشات کو قبول نہیں کریں گے۔

"ایک بات اور۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے یہ سمجھا ہے کہ کرنل کرافورڈ نے یہ بات کہی ہے کہ اگر اس ایوان نے لی کمیشن کی سفارشات کو قبول نہیں کیا تو یہ غیر مہذب ایوان ہونے کی شہرت حاصل کرے گا۔ اس کے برعکس میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ ایوان آنکھیں بند کر کے اور بغیر کسی مناسب مواد کے لی کمیشن کی سفارشات کو قبول کرے گا تو یہ یقیناً یہ غیر مہذب ایوان سے بدتر ہو گا۔ میں کرنل کرافورڈ سے ایک

بات اور کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے فراست کی بہت بات کی ہے اور میں سمجھتا ہوں۔ معزز ممبر نگران شعبہ تعلیم نے زیادہ بڑے نکتہ پر گفتگو کی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ لفظ فراست اور الفاظ زیادہ بڑے نکتے' کے مضمرات کیا ہیں۔ لیکن جناب والا! کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ ہم آنکھیں بند کرکے ان مراعات کے بارے میں اپنی رائے دے دیں۔ جو اس کے بعد آنے والی ہیں۔ اور وہ مراعات کیا ہیں؟ نہ تو کرنل کرافورڈ نے اور نہ ہی آنریبل ممبر نگران شعبہ تعلیم نے ہمیں ان کی نشاندہی کی عنایت سے نوازا ہے کہ وہ کونسی مراعات ہیں جو اس وقت آنکھیں بند کرکے رائے دے دینے کے بعد آئیں گی۔"

ضابطہ فوجداری ہند (ترمیمی) مسودہ قانون

مرکزی مجلس قانون میں تقریر

۱۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء

ضابطہ فوجداری ہند (ترمیمی) قانون مجریہ ۱۹۰۸ء بنگال میں باغیانہ اور نراجی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے منظور کیا گیا تھا۔ قانون دو حصوں میں منقسم تھا۔ حصہ اول نے ایک خصوصی ٹریبونل کی تخلیق کی۔ جس کا کام باغیانہ نوعیت کے سیاسی مقدمات کو نمٹانا تھا۔ حصہ دوم نے گورنر جنرل بشمول کونسل کو یہ اختیار تفویض کیا کہ وہ جس انجمن کو چاہیں، خلاف قانون قرار دے دیں اور اس نوع کی انجمن کے اراکین اور ناظمین کو سزا دینے کے لئے مشینری کا اہتمام کردیا۔ اس قانون کو قانون تفویض اختیارات مجریہ ۱۹۲۰ء دفعہ نمبر ۲ اور جدول نمبر ۱ کے تحت الفاظ "گورنر جنرل بشمول کونسل" کی جگہ "مقامی حکومت" کے الفاظ کو اور زیادہ جابرانہ بنا دیا۔ حصہ اول کی تنسیخ کمیٹی برائے جابرانہ قوانین کی سفارشات پر دفعہ نمبر ۲ قانون نمبر ۵ مجریہ ۱۹۲۲ء کے ذریعے عمل میں

آئی۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۴ء کو ڈاکٹر ایچ' ایس گور نے تحریک پیش کی کہ "ضابطہ فوجداری ہند (ترمیمی) مجریہ ۱۹۰۸ء کی بعض دفعات کی تنسیخ کے مسودہ قانون پر غور کیا جائے۔" سر الیگزینڈر مڈیمین' مسٹر ایچ' ای' ہوم' کپتان ہیرا سنگھ' مسٹر اے' سی' چیٹر جی وغیرہ نے تحریک کی مخالفت کی۔ تحریک کی حمایت کرتے ہوئے آنریبل مسٹر ایم' اے' جناح نے کہا:۔

"میں دکھ کے ساتھ کہتا ہوں کہ اپنے معزز دوست مسٹر چیٹر جی کی فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد بھی میں قائل نہیں ہوں اور اس لئے نہ صرف میں تحریک کے حق میں رائے دوں گا بلکہ اپنی پوری حمایت ڈاکٹر گور کی تحریک کی موافقت میں پیش کردوں گا۔ جناب والا! مجھے یقین ہے کہ اگر آنریبل مسٹر چیٹر جی وکیل ہوتے تو نہ وہ یہ تقریر کرتے' جو انہوں نے کی اور نہ یہ دلائل پیش کرتے۔ جو انہوں نے پیش کئے۔ انتظامیہ کے ساتھ اشتراک کی وجہ سے جو تھوڑا بہت قانون انہوں نے پڑھا تھا وہ اسے بھی فراموش کر بیٹھے۔ میں مسٹر چیٹر جی سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ سنجیدہ تھے۔ جب انہوں نے ایوان کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ انگلش میں ہیبس کارپس معطل ہے۔ چونکہ جنگ کے زمانے میں ہند میں قانون دفاع ہند منظور کیا گیا تھا۔ اس لئے آج ہند میں ایسے حالات موجود ہیں۔ جو قانون کو برقرار رکھنے کا جواز پیش کرتے ہیں؟ یہ قانون ۱۹۰۸ء میں منظور کیا گیا تھا اور میں ان حالات سے واقف ہوں۔ جن کے تحت اسے منظور کیا گیا تھا۔ مجھے علم ہے کہ تقسیم بنگالہ کی وجہ سے جب معزز ممبر کا صوبہ جل رہا تھا' اس وقت ملک کی رائے عامہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے' ہم جانتے ہیں کہ اس وقت کی امپیریل لیجس لیٹو کونسل کے اس قانون کو منظور کرنے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی ہمیں منٹو مارلے اصلاحات ملیں۔ منٹو' مارلے اصلاحات اس کے جلو میں آئیں۔ لیکن حکومت نے منٹو' مارلے اصلاحات سے پہلے ہی ایک حربہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ جناب والا! اس وقت سے لے کر اب تک کیا ہوا ہے؟ منٹو' مارلے اصلاحات کے نفاذ کے بعد ملک نے زیادہ تر اپنا رویہ تبدیل کرلیا' اور مجھے یقین ہے کہ معزز اراکین جو اس بار حزب اقتدار کی نشستوں پر تشریف فرما ہیں اور ہند کے بارے کچھ بھی جانتے

ہیں۔ میری تصدیق کریں گے کہ جو بم ۱۹۰۶ء ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء میں ظاہر ہوئے تھے۔ غائب ہوگئے اور کافی عرصہ غائب رہے۔ پھر ۱۹۱۴ء میں جنگ آگئی۔ منٹو مارلے اصلاحات پر ۱۰-۱۹۰۹ء سے عمل درآمد ہوا اور ۱۹۱۴ء میں جنگ آگئی۔ صورت حال کیا تھی؟ کیا آپ کو ہند کی عظیم اکثریت کی حمایت حاصل نہیں تھی؟ کیا آپ نے امپیریل کونسل میں غیر سرکاری اراکین کی تقریباً متفقہ حمایت کے ساتھ قانون دفاع ہند منظور نہیں کیا؟ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے جنگ کے بعد رولیٹ مسودہ قانون کا تحفہ پیش کرنا چاہا اور آپ اب اسے برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اب جناب والا! ذاتی طور پر مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ میں اس بات کا قائل ہوں اور بہت سختی سے قائل ہوں کہ امن و امان برقرار رکھنا ہر حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔ ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ وہ آپ کا فریضہ ہے' آپ کا کام ہے۔ لیکن اس ایوان کو خود سے یہ سوال کرنا ہے کہ امن و امان برقرار رکھنے کا کام کس طرح ہونا ہے۔ کیا اسے عوام الناس کی مرضی کے خلاف کرنا ہے؟ کیا یہ رائے عامہ کے باوصف کرنا ہے؟ کیا اسے رائے عامہ کے مطالبے کو مسترد کرکے اور کیا یہ رجعت پسندانہ اور جابرانہ قوانین کو کتاب قوانین میں رکھ کر کرنا ہے؟ کیا یہ آپ کی حکومت کا کام ہے؟ کیا عوام کو آپ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہیں کہ ہم یہاں عوام کے نمائندوں کی حیثیت سے موجود ہیں اور اگر آپ آج ہمارے پاس آتے تو ہم یہ اختیار آپ کو ہرگز نہ دیتے؟ کیوں' چونکہ فساد کی وجہ آپ ہیں۔ آپ فساد کی بنیادی وجہ ہیں اور آپ امن و امان برقرار رکھنے کے بنیادی سبب کی بات کرتے ہیں۔ جناب والا! میں اس خیال کا حامی ہوں کہ اگر حکومت واقعتاً رائے عامہ کا احترام کرتی تو یہ تمام انقلابی تنظیمیں اور نراجی تنظیمیں جن کی آج آپ بات کرتے ہیں اور جنہیں آپ اس حقیر قانون کے ذریعہ گرفتار اور تباہ کرنے کے درپے ہیں غائب ہوجاتیں۔ اس کے برعکس آپ یہ حقیر قانون بناسکتے ہیں اور بہت سے قانون بناسکتے ہیں اور اگر آپ عوام کی خواہشات کا احترام نہیں کرتے۔ اگر آپ عوام کی رائے پر لبیک نہیں کہتے تو کتنے ہی قوانین کے باوصف آپ ان انقلابی تحریکوں کو تباہ نہ کرپائیں گے۔ اب میں خصوصیت کے ساتھ آنریبل ممبر داخلہ

سے اپیل کرتا ہوں' آپ نے اس ملک پر سو برس کے قریب حکومت کی ہے۔ بہر نوع اگر سو برس نہیں اس کے بالکل لگ بھگ۔ ۱۸۵۷ء میں ملکہ وکٹوریہ نے اس ملک پر حکمرانی کی باگ ڈور سنبھالی تھی۔ کیا ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء تک کوئی بم چلا' کوئی قتل ہوا' کسی انگریز کا بال بھی خطرے میں پڑا۔ (ایک آواز: غدر کے بارے میں کیا خیال ہے۔) میں اس دلیل کو آنریبل ممبر داخلہ کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ مجھے غلط سمجھا جائے اور میں پٹڑی سے بھی ہٹنا نہیں چاہتا۔ میں غدر کو آپ کے کھاتے میں ڈال دیتا ہوں' اگر آپ صرف یہی چاہتے ہیں۔"

آنریبل سر الیگزینڈر مڈیمین: میں نے تو غدر کا ہرگز حوالہ نہیں دیا۔ میں نے قتل کی بات کی۔" "ایک آواز لارڈ منٹو"

مسٹر ایم' اے' جناح: میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر چیٹرجی نے تو اپنی تاریخ بھی بھلا دی ہے۔ کیا لارڈ منٹو کا قتل ایک سیاسی قتل تھا؟ ایک شخص نے جسے شکایت تھی اور جو کالے پانی (جزائر انڈیمان) میں رہ چکا تھا۔ لارڈ منٹو کو قتل کیا اور یقیناً آپ یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک سیاسی جرم ہے۔ میرا نکتہ یہ ہے اور میں پٹڑی سے نہیں اترنا چاہتا۔ ۱۹۰۶ء تک کیا کوئی ہندی ایسا تھا۔ جس نے ایک طویل عرصہ کے دوران اس ملک میں کوئی بم پھینکا ہو؟ اب وہ کون لوگ ہیں جو حقیقتاً" ان تنظیموں کے رکن ہیں؟ آپ نے ان میں سے کچھ کو گرفتار کیا ہے۔ آپ کو اس کا اچھا خاصا اندازہ ہونا چاہئے۔ یہ تعلیم یافتہ نوجوان بم کیوں سنبھال لیتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ سوچا ہے؟ یہ نوجوان' ذہین نوجوان جو خود آپ کے ادب کے چشمے سے سیراب ہوئے' جنھوں نے حریت اور آزادی کے اصولوں کو حرز جان بنایا۔ آپ لوگوں کو قتل کرنے کے لئے خفیہ ٹھکانوں پر کیوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ انہیں لوگوں کو جنھوں نے انہیں یہ خوبصورت اصول سکھائے؟ کیوں؟ چونکہ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ حکومت ان کی امنگوں اور آدرشوں کا احترام نہیں کرتی اور اپنے ملک کی مکمل سیاسی آزادی کے حصول کی خواہش کو پورا نہیں کرتی۔ اب' جناب والا! آپ اس کی اس وقت تک اصلاح نہیں کرسکتے جب تک کہ آپ ان امنگوں اور اصولوں کا احترام نہ کریں۔ وہ

اس سے کہیں زیادہ گہرے ہیں۔ جتنا کہ آپ تصور کر سکتے ہیں۔

"اب بنفسہ اس قانون کی طرف آتے ہوئے' یہ بات پہلے ہی کہی جا چکی ہے کہ یہ قانون کیا ہے اور یہ کس طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ اس قانون سے جو خطرہ لاحق ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ یہ بات پہلے ہی کہی جا چکی ہے اور میں اسے دہرانا نہیں چاہتا۔ لیکن میرے معزز دوست سر چمن لال سیتلواد نے ایک تجویز پیش کی۔ میں چاہتا ہوں کہ ایوان اسے سمجھ لے۔ مجھے علم نہیں کہ آیا حکومت اس تجویز کو قبول کرنے والی ہے یا نہیں' لیکن اگر حکومت اسے قبول کرتی ہے تو مجھے خوف ہے کہ وہ مقصد ہی جو ان کے پیش نظر ہے فوت ہو جائے گا۔ لیکن اگر حکومت اسے قبول کر بھی لے تو میں تو اسے یقیناً قبول نہیں کروں گا۔ میں اس میں ایک فریق نہیں بنوں گا۔ میں اس قانون کی تنسیخ چاہتا ہوں' میں اسے دوبارہ کتاب قوانین میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ جناب والا! کیا آپ دنیا کے کسی ایک ملک کی جانب اشارہ کر سکتے ہیں' اور میں پھر مسٹر چیٹر جی کی تاریخ اور قانون سے واقفیت سے اپیل کرتا ہوں' جو مہذب حکومت کے نام کا دعویدار ہو اور اس کے یہاں اس نوعیت کا قانون موجود ہو' صرف اس لئے کہ چند بم پھینک دیئے گئے؟ وہ کون سا آزاد ملک ہے' جہاں بم نہ پھینکے جاتے ہوں؟ نہیں۔ بم پھینکنے کے سدباب کا طریقہ یہ ہے کہ آپ لوگوں سے ملئے' لبیک کہئے۔ ان کے محسوسات کو ان کے جذبات' اور ان کی جائز اور مناسب امنگوں کو۔ لہٰذا میں اس تحریک کی پر زور حمایت کرتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ یہ دستور کے ہر اصول کے منافی ہے کہ زمانہ امن میں انتظامیہ کے پاس اس نوع کا اختیار ہو۔ اگر انتظامیہ مقننہ کے سامنے جواب دہ بھی ہوتی تب بھی میں آخری شخص ہوتا جو یہ اختیار دیتا۔ مسٹر چیٹر جی نے کہا کہ انتظامیہ کو بھی اس قانون کو استعمال کرتے ہوئے کراہت محسوس ہو گی' انہیں اصولوں کا علم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ قانون بہت جابرانہ قانون ہے۔ وہ اسے تامل کے ساتھ استعمال کریں گے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں' لیکن آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اس دلیل کا ہی اطلاق کیا جائے تو پھر اس ملک میں عدالتوں کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہر معاملہ انتظامیہ ہی کے سپرد کیوں نہ کر دیا جائے۔ اصل مقصد اور قانون

کا بنیادی اصول یہ کہتا ہے کہ کسی شخص کی املاک اور اس کی زندگی اس پر مقدمے چلائے بغیر اور اسے حق دفاع دیئے بغیر نہ لی جائے اور آپ اس قانون کے ذریعے یہ لے رہے ہیں۔ مسٹر چیٹرجی ان عمارتوں میں سے کسی ایک عمارت میں اپنے کمرے میں جو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہوگا' بیٹھ کر یہ اعلان کرسکتے ہیں کہ اس قانون کا اطلاق کردیا گیا ہے یا یہ اعلان کرسکتے ہیں کہ فلاں انجمن خلاف قانون ہے۔ اور جناب والا! اگر یہ میری خوش قسمتی یا بدقسمتی ہو کہ میں اس انجمن کا رکن ہوں تو میں اپنے معزز دوست پنڈت موتی لال نہرو کی طرح جیل چلا جاؤں گا۔ میرے پاس اس درد کا کیا درماں ہے؟ میں تلافی کے لئے کہاں جاؤں گا؟"

آنریبل مسٹر چیٹرجی: آپ کو مستعفی ہوجانا چاہیے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: میں کیوں مستعفی ہوں' کیا اس لئے کہ آپ اس قانون کے تحت ایک حکم جاری کرسکتے ہیں۔ جو کتاب قانون کی پیشانی پر کلنک کا ایک ٹیکہ ہے؟ چونکہ آپ انتظامیہ کے ایک رکن کی حیثیت سے ایک انجمن کو اس کا موقف سنے بغیر اسے خلاف قانون انجمن قرار دے سکتے ہیں۔ میں استعفا دینے پر مجبور ہوں اور انجمن درہم برہم ہونے پر کیونکہ مسٹر چیٹرجی کو اپنے خفیہ ایوان میں بیٹھ کر ایک حکم جاری کرنا ہے۔ مجھے اپنا موقف بیان کرنے کا موقعہ دیئے بغیر وہ ایک بنیادی اصول ہے۔ جس کی خاطر انگریزوں نے اپنا خون بہایا اور اس کا سہرا ان کے سر بندھتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیا اور میں کہتا ہوں کہ اسی اصول کی خاطر میں اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہوں گا۔"

قانون کے دوسرے حصے کی تنسیخ کے لئے ضابطہ فوجداری (ترمیم) کے مسودہ قانون کی آخری خواندگی کے لئے تحریک پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر ایچ' ایس گور نے ایوان سے استدعا کی کہ وہ اس (قانون) کی تنسیخ کردے۔ جس کی تنسیخ سے حکومت' جابرانہ قوانین سے متعلق کمیٹی کی سفارشات کے باوصف' قاصر رہی' سیکرٹری داخلہ مسٹر ٹون کنسن نے ایوان پر زور دیا کہ وہ اس تحریک مسودہ قانون کو

مسترد کردے اور اپنی تقریر میں پروفیسر ڈائس اور پروفیسر سڈوک کے تفصیلی حوالے دیئے۔ انہوں نے دلیل پیش کی کہ ہند کی سیاسی صورت حال بالخصوص پنجاب کے حالات کے پیش نظر اس قانون کو منسوخ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ مسٹر ٹون کنسن کی تقریر پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مسٹر ایم' اے' جناح نے کہا۔

"سب سے پہلے تو میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر ٹون کنسن نے مجھے بالکل غلط سمجھا۔ جب انہوں نے یہ بات مجھ سے منسوب کی کہ مضائقہ نہیں کہ یہ ایوان کتنا ہی احمقانہ فیصلہ کیوں نہ کرے۔"

مسٹر ایچ ٹون کنسن: "نکتہ وضاحت پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے معزز اور فاضل دوست کی جس بات کا میں نے حوالہ دیا وہ یہ تھی کہ آنریبل قائد ایوان کو اس کی مطلق پروا نہیں کہ اس ایوان کا فیصلہ کتنا ہی احمقانہ کیوں نہ ہو۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: جناب والا! میں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ معزز رکن نے مجھے بالکل غلط سمجھا ہے۔ میرے پاس میری تقریر کا مسودہ موجود ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں اسے اس پار انہیں بھیج دوں گا۔

"اگلی بات انہوں نے یہ کہی کہ اگر اس ایوان نے اس قانون کو منسوخ کردیا تو اس ایوان کی نیک نامی خطرے میں پڑ جائے گی۔

پس جناب والا! مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وقت بے وقت یہ دلیل دہرائی جاتی ہے کہ اگر ہم کوئی ایسا کام کریں جو انہیں پسند نہ ہو تو ہماری نیک نامی خطرے میں ہے۔ جناب والا! ہماری نیک نامی خطرے میں ہے اور ہم یہ عزم کرچکے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ احمقانہ فیصلہ جو حکومت کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ یہ قانون برقرار رہنا چاہئے اور میں کہتا ہوں کہ اگر یہ ایوان مہذب دنیا کی نظروں میں اپنی نیک نامی کو بحال کرنا چاہتا ہے تو اسے اصرار کرنا چاہئے کہ یہ قانون کتاب قانون میں موجود نہ رہے' جناب والا! مسٹر ٹون کنسن کی تقریر ایک خوبصورت مقالہ تھا۔ جو بالکل ابتدائی درسی کتابوں کے اقتباسات سے مالا مال تھا۔ لیکن انہوں نے میرے سوال کا جواب

نہیں دیا' جو میں نے اس ایوان میں دریافت کیا تھا اور میں اس سوال کو دوبارہ دہراتا ہوں۔ کیا وہ مجھے دنیا بھر میں کوئی ایک ملک ایسا دکھا سکتے ہیں جہاں حکومت زمانہ امن میں۔ بلاشبہ یہ بات ہمارے درمیان متنازعہ ہے کہ یہ زمانہ' امن کا زمانہ ہے یا نہیں۔ لیکن کیا وہ مجھے کوئی ایسی حکومت دکھا سکتے ہیں جو زمانہ امن میں مقننہ کے سامنے آئے اور ایسے اختیارات طلب کرے جو اس قانون میں موجود ہیں؟ میں کہتا ہوں جناب والا! کوئی مقننہ اور کوئی حکومت ایسے اختیارات طلب کرنے کی جسارت نہیں کرے گی جو اس قانون میں موجود ہیں۔ اگر یہ بات مناسب ہے تب میں مسٹر ٹون کنسن سے دریافت کرتا ہوں' میں اس بار حکومت سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی ایسا خطرہ موجود ہے' کہ ایسی ہنگامی حالت موجود ہے جو انہیں یہ استحقاق بخشتی ہے کہ وہ آج اس ایوان میں آئیں اور کہیں کہ انہیں اس قانون کو کتاب قانون میں برقرار رکھنے کی اجازت ملنی چاہئے؟ اب یہ وہ سوال ہے جس کا جواب مسٹر ٹون کنسن کا خطبہ نہیں دیتا۔ (آنریبل مسٹر اے' سی' چیٹرجی: ہم نے گزشتہ روز اس پر گفتگو کی تھی) میں اس وقت اس تقریر کا جواب دے رہا ہوں جو آج حکومت کی جانب سے کی گئی۔ میں اس بات کو دہرانا نہیں چاہتا جو میں نے آنریبل مسٹر چیٹرجی کے قانون دانی کے بارے میں کہی تھی۔ اب جناب والا! نکتہ یہ ہے کہ حکومت نے باستثناء پنجاب کی ایک عالیہ انجمن کے حکومت نے ایک بھی مثال ایسی پیش نہیں کی جسے اس قانون کے تحت نمٹا گیا ہو۔ انہوں نے کوئی ایک ایسی مثال نہیں دی جس میں کوئی انجمن انقلابی جرائم سرزد کرنے کے درپے ہو یا کسی نراجی تحریکوں سے اس قانون کے تحت نمٹا گیا ہو۔ یہ تسلیم کرلیا گیا ہے۔ پھر وہ کون سی انجمنیں ہیں جنہیں آپ نشانہ بنانا چاہتے ہیں؟ اگر آپ اس قانون کے تحت انقلابی تحریکوں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اگر آپ نراجی تحریکوں کو نہیں چھیڑ سکتے۔ کیونکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں' جناب والا! ان جماعتوں کا کوئی پتہ نہیں ہے' ان کا کوئی مخصوص علاقہ نہیں ہے اور ان کی رکنیت کا ہرجا موجود حکومت کو بھی کوئی علم نہیں ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر وہ کون سی انجمنیں ہیں جن سے آپ اس قانون کے تحت نمٹنا چاہتے ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جو میں

حکومت سے کرنا چاہتا ہوں۔ جواب ہے وہ انجمنیں جو مسٹر ٹون کنسن اپنی ذہنیت کے مطابق خیال کرتے ہیں کہ وہ ملک کے نظم و نسق میں مداخلت کر رہی ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے وہ ایک ایسے فرمانروا کا ہے' جو اس ملک کے انتظام و انصرام میں کوئی مداخلت برداشت نہ کرنے کا عزم کرچکا ہو' اور وہ کسی بھی ایسی انجمن کے خلاف وہ احکام جاری کریں گے' جو یا ان کی پسندیدگی کی نظروں سے گر گئی' ہو یا آنریبل ممبر داخلہ کی نظروں سے اور پھر کیا ہوگا۔ جب کسی انجمن کو نہ اپنا موقف بیان کرنے کا حق ہوگا نہ اپنے دفاع کا حق؟ اسے منتشر کرنا ہوگا اور جیسا کہ میں نے اس سے پہلے کہا کہ اگر خوش قسمتی یا بدقسمتی سے میرا کسی ایسی انجمن سے تعلق ہوا تو یا تو مجھے جیل جانا ہوگا یا اپنے اس عقیدے کے خلاف استعفا دینا ہوگا کہ وہ انجمن بالکل قانونی ہے اور اس کے مقاصد وفادارانہ اور حب وطن کے تقاضوں کے مطابق ہیں' اور کیوں' چونکہ مسٹر ٹون کنسن مجھ سے اتفاق نہیں کرتے۔ یہ ہے وہ سوال جس کا اس ایوان کو فیصلہ کرنا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر اس ایوان نے اس قانون کی تنسیخ کے حق میں فیصلہ دینے کے علاوہ اور کچھ کیا تو یہ اپنی نیک نامی سے ہاتھ دھو لے گا۔"

کل جماعتی کانفرنس کی ذیلی کمیٹی

۲۴ر جنوری ۱۹۲۵ء

خلافت اور ترک موالات کی تحریکوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کردیا تھا۔ لیکن یہ اتحاد زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ بہت جلد یہ اتحاد فرقہ وارانہ فسادات کی نذر ہوگیا' جو سارے ملک میں پھوٹ پڑے تھے۔ دونوں فرقوں کے رہنماؤں نے اتحاد بحال کرنے کے لئے اتحاد کانفرنسیں طلب کیں۔ کل جماعتی کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۲۴ء نے فرقہ وارانہ مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی۔ فرقہ وارانہ اور سیاسی یک جہتی کی راہیں تلاش کرنے اور سوراج کے حصول کے لئے سکیم بنانے کے لئے ۲۴ جنوری ۱۹۲۵ء کو اس کمیٹی کا اجلاس مسٹر گاندھی کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوا۔ اس کمیٹی نے آگے ایک اور ذیلی کمیٹی تشکیل کردی۔

مسٹر ایم' اے' جناح: نے ذیلی کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تنازعہ بالخصوص مختلف مجالس قانون ساز اور دیگر منتخب اداروں میں ان کی نمائندگی کے تناسب اور ملازمتوں میں ان کے حصے کا مسئلہ ایک ایسا دہشت ناک دیو ہے' جو ملک کی ترقی کے راستے میں حائل ہوجاتا ہے۔ یہ محض ہندوؤں اور مسلمانوں تک ہی محدود نہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں' بلکہ یہ ہر شخص پر منحصر

ہے کہ وہ کوشش کرے اور اس مسئلہ کا حل دریافت کرے۔ اس خوفناک رکاوٹ کو دور کئے بنا کسی جہت میں بھی ترقی ممکن نہیں۔ "ہم اس جذبے کے تحت یہاں آئے ہیں کہ آپ سے دوستوں کی حیثیت سے ملاقات کریں اور ایسے ذمہ دار لوگوں کی حیثیت سے جو اپنے اپنے فرقوں میں ممتاز اور نمائندہ حیثیت کے حامل ہیں۔ آیئے ہم سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔" پنڈت مدن موہن مالویہ نے کل کہا تھا کہ فرقہ وارانہ نمائندگی ایک لعنت ہے۔ جو نیشنلزم کی راہ مسدود کردیتی ہے اور جیسا کہ ہندوؤں نے میثاق لکھنؤ میں اسے تسلیم کرلیا تھا وہ اس پر قائم رہیں گے۔ لیکن اگر مسلمان اس میں تبدیلی کے خواہش مند ہیں تو انہیں وضاحت کرنی چاہئے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا میثاق لکھنؤ اس اسکیم میں پہلے ناگزیر قدم کے طور پر طے ہوا تھا جو مکمل حکومت خود اختیاری کے قیام کے ضمن میں مرتب کی گئی تھی۔ ایک دستور کے تحت وہ پہلا قدم قائم کرنے کے لئے' جو انہوں نے مرتب کیا تھا اور جسے کانگریس نے منظور کرلیا تھا وہ جملہ فرقوں کی نیابت کے سوال کا تصفیہ کرنا چاہتے تھے۔ میثاق لکھنؤ کے ایک فریق کی حیثیت سے مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ وہ گویا کوئی دائمی چیز ہے۔ لیکن اقلیتوں کے' وہ جہاں کہیں بھی ہوں' تحفظ کا اہم اور بنیادی اصول تسلیم کرلیا گیا تھا۔ یہ وہ اصول تھا جس کا پنڈت موتی لال نہرو نے مجلس قانون ساز میں ذمہ دار حکومت کے قیام کے تعلق میں فی الفور قدم اٹھانے کا مطالبہ کرتے ہوئے اعادہ کیا تھا۔

آگے چل کر مسٹر جناح نے وضاحت کی کہ میثاق لکھنؤ کی تفصیلات کس طرح طے کی گئی تھیں۔ مسلمان بنگال اور پنجاب میں اکثریت میں تھے۔ اس وقت وہ بنگال میں ۵۶ فی صد اور پنجاب میں ۵۴ فیصد تھے۔ مسلمانوں کی عام پسماندگی کے پیش نظر یہ دلیل دی گئی کہ اگر مسلمانوں کو ان کا حصہ آبادی کے تناسب سے دیا گیا تو یہ گویا کہ جہالت اور نا اہلیت کا انعام ہوگا اور یہ تجویز کیا گیا کہ ان دونوں صوبوں میں مسلمان مشترکہ یا مخلوط طریقہ انتخاب قبول کرلیں۔ لیکن مسلمانوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ ایسے طریقہ انتخاب میں ان کی رائے دہی کی قوت بالکل صفر ہوکر رہ جائے گی اور

انہیں ہرگز دس یا پندرہ فی صد نشستیں بھی نصیب نہیں ہوں گی۔ اور اس ترقی کے باوصف جو دونوں فرقوں نے کی ہے۔ پولنگ بوتھ میں زیادہ تر جذبات اور محسوسات کار فرما ہوتے ہیں اور رائے دہندگان اپنا حق رائے دہی اپنے ہم مذہبوں کو رائے دے کر ہی استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ بات کہی گئی کہ نا اہلیت کا انعام نہیں دیا جانا چاہئے تو اس امر پر اتفاق ہوگیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کو پچاس فی صد اور بنگال کے مسلمانوں کو چالیس فی صد نمائندگی دے دی جائے۔ جب اصلاحات کا مسودہ قانون پارلیمان میں تھا تو حکومت ہند نے اپنے مراسلے میں لکھنؤ کے اس فیصلے پر کہ بنگال کے مسلمانوں کی تعداد چھپن فی صد ہونے کے باوجود انہیں صرف چالیس فی صد نمائندگی دی گئی' بہت سخت نکتہ چینی کی لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں نے قابل تعریف انداز میں میثاق کی شرائط کی حمایت کی اور مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے میثاق سے اتفاق کرلیا۔ پھر پنجاب اور بنگال کی طرف سے مصیبت کا ظہور ہوا۔

کانگریس نے میثاق پر نظرثانی کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جو لالہ لاجپت رائے' ڈاکٹر انصاری اور ایک ممتاز سکھ رکن پر مشتمل تھی۔ ابھی یہ کمیٹی اپنا کام مکمل نہ کرپائی تھی کہ مسٹر سی' آر' داس نے بنگال میں ایک معاہدہ طے کرلیا۔ لیکن کوکاناڈا میں اس معاہدے کو مسترد کردیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ میثاق لکھنؤ ایک مستقل چیز ہے۔

اب یہ کانفرنس سوراج کے قیام کی تدبیر کر رہی ہے اور یہ بات ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے ہر طرح سے جائز ہے کہ وہ اس میثاق پر نظرثانی کرالیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں میں چند قوم پرست ہیں جن کی یہ خواہش ہے۔ علاحدہ طریقہ انتخاب کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ دریں اثناء چند لوگ ایسے بھی ہوں گے جو مثالی ریاست کے خواہاں ہوں گے۔ حقائق کا سامنا کرنا چاہئے۔ دونوں فرقوں کی عظیم اکثریت کو اصلاً ایک دوسرے پر کوئی اعتماد نہیں۔ پنجاب اور بنگال کے مسلمان یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کی اکثریت بحال ہونی چاہئے۔ میثاق لکھنؤ دو طریقوں سے اقلیتوں کا تحفظ چاہتا تھا۔ ایک یہ تھا کہ ان کی تعداد کے حساب سے ان کا جتنا حق بنتا

ہے۔ نمائندگی اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ دی جائے۔ یہی وجہ تھی کہ بمبئی میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ۲۸ فی صد تھی۔ نمائندگی ۳۳ فی صد ملی۔ یو پی میں مسلمانوں کو نمائندگی ۳۰ فی صد ملی۔ جبکہ آبادی ۱۴ فی صد تھی۔ سی پی اور مدراس میں ۷ فی صد آبادی پر پندرہ پندرہ فی صد نمائندگی ملی۔ اصلاحات کی اسکیم میں اسے تسلیم کرلیا گیا۔ ایک اقلیت کے تحفظ کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ کسی فرقے کے بارے میں کسی قرارداد پر کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی۔ اگر مجلس قانون میں اس فرقے کے ارکان کی تین چوتھائی اس کے خلاف ہو۔ یہ دفعہ بے جان رہی۔

مسٹر جناح نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مسلمانوں کی جانب سے کہا کہ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ بنگال اور پنجاب کے مسلمانوں کو ایک اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے اور دیگر صوبوں میں اقلیتوں کے تحفظ کے ضمن میں میثاق لکھنؤ کے دونوں اصولوں کو قبول کرلیا جائے۔ ملازمتوں میں نمائندگی کے مسئلہ پر علاحدہ گفتگو کی جاسکتی ہے۔

ضابطہ فوجداری بنگال (ترمیمی) ہنگامی قانون

ہنگامی قانون کے خلاف قرارداد کی حمایت

۲۸ر جنوری ۱۹۲۵ء

ضابطہ فوجداری بنگال (ترمیمی) ہنگامی قانون مجلس قانون ساز کی رسمی منظوری حاصل کئے بغیر ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو جاری کیا گیا۔ اس کا مقصد بنگال میں انقلابی سرگرمیوں کا سدباب کرنا تھا۔ اس اقدام پر ہند کے طول و عرض میں غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ ۲۸ جنوری ۱۹۲۵ء کو مسٹر دورے سوامی آئینگر نے ایک قرارداد پیش کی جس میں حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ مجلس قانون ساز کے منظور کردہ قانون کو ہنگامی قانون مجریہ ۱۹۲۴ء پر ترجیح دینے کے لئے فی الفور قدم اٹھائے۔ جسے گورنر جنرل نے صوبہ بنگال کے لئے اور وہاں نافذ کرنے کے لئے مرتب کیا اور جاری کیا۔" سر الیگزینڈر مڈیمین نے ہنگامی قانون کی حمایت کرتے ہوئے ایک طویل تقریر کی قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے آنریبل مسٹر ایم' اے' جناح نے اس جذبے پر تنقید کی۔ جس کے تحت یہ ہنگامی قانون جاری کیا گیا تھا۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "جناب والا! اس قرارداد پر بولنے کے لئے اٹھتے ہوئے مجھے اندیشہ ہے کہ میں بھی اپنے وقار کی تباہی کا خطرہ مول لے رہا ہوں' جیسا

کہ آخری مقرر نے کہا۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ جو بھی کرنل کرافورڈ سے اتفاق نہیں کرتا ہو سکتا ہے کہ دوسروں کی نظر میں اس کا وقار مجروح نہ ہو۔ کرنل کرافورڈ نے ہمیں اقتصادی حالات پر لیکچر دیا۔ وغیرہ وغیرہ جس کا اس قرارداد سے بہت کم تعلق ہے۔ جس پر ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں۔ اگر کرنل کرافورڈ نے اس ہنگامی قانون کا احتیاط سے مطالعہ کیا ہوتا۔ اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ انہوں نے نہیں کیا۔ جیسا کہ ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ یہ ہرگز نہ کہتے کہ اس ہنگامی قانون میں کوئی خرابی نہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ کہا کہ آپ کے پاس ایک بہت محتاط خفیہ پولیس کا شعبہ ہے۔ جو ایک مقدمہ تیار کرتا ہے۔ جب یہ مقدمہ تیار ہو جاتا ہے تو اسے دو عدالتی افسروں کو پیش کیا جاتا ہے اور اس کے بعد اسے فضیلت مآب لارڈ لٹن کے سامنے رکھا جاتا ہے اور اس کے بعد اسے فضیلت مآب لارڈ ریڈنگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کو کیا چاہئے؟ میں کرنل کرافورڈ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس ہنگامی قانون میں صرف یہی کچھ ہے؟ کیا انہیں علم ہے کہ ہنگامی قانون کا دوسرا حصہ کیا ہے؟ کیا انہوں نے اسے پڑھا ہے؟ جناب والا! ایک اور بیان میں جو اتنا ہی بے بنیاد تھا اور جو میرا خیال ہے کہ شاید انہوں نے باہر کے لوگوں کے استفادہ کے لئے دیا' انہوں نے کہا کہ آپ لوگ یہ الزام لگا رہے ہیں کہ لارڈ لٹن سازش میں فریق ہیں۔ آپ الزام لگا رہے ہیں کہ فضیلت مآب وائسرائے اور ان کی حکومت کے اراکین سازش میں ایک فریق ہیں۔ جناب والا! ملک بھر میں جو تنقید ہو رہی ہے۔ میں اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ لیکن نہ میں نے کہیں پڑھا' نہ سنا کہ کسی ذمہ دار فرد نے یہ کہا ہو کہ فضیلت مآب لارڈ ریڈنگ یا ان کی حکومت کا کوئی رکن سازش میں ایک فریق ہے۔ جناب والا! میں فضیلت مآب لارڈ ریڈنگ کے الفاظ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ جو انہوں نے اراکین مقننہ سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔ انہوں نے کہا:

مجھے بھروسا ہے کہ اراکین مجلس قانون ساز ہند یہ محسوس کریں گے کہ پوری صورت حال کا محتاط جائزہ لینے کے بعد ہی اور پر تشدد جرائم کے سدباب کے واحد

مقصد کے پیش نظر ہی میں نے کوئی کارروائی کی۔ (مجلس قانون ساز کے مباحث ۱۹۲۵ء جلد ۵ نمبرا دہلی مطبوعہ ۱۹۲۵ء صفحہ ۹)

"جناب والا! میں فضیلت مآب وائسرائے سے کوئی اور ارادہ منسوب کرنا نہیں چاہتا۔ ماسوائے کہ ان کا مقصد جرائم کا سدباب کرنا تھا۔ میرا لارڈ لٹن کی نیت سے بھی کوئی جھگڑا نہیں' جو بلاشبہ ایک اعتدال پسند مدبر کی شہرت کے حامل ہیں کہ ان کا پر تشدد جرائم کے سدباب کے علاوہ کوئی اور ارادہ ہو اور مجھے یقین ہے کہ میرے دوست آنریبل ممبر داخلہ بھی آخری شخص ہوں گے۔ جن کی کوئی اور خواہش ہوگی۔ اس لئے جناب والا! آیئے' ہم اس معاملہ کو رفع دفع کردیں۔

"اس ایوان کے سامنے جو سوال ہے اور جسے میں معزز اراکین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں' یہ ہے' میں اس ہنگامی قانون کے اجراء پر سخت اعتراض کرتا ہوں اولاً" اس بنا پر کہ یہ بہت اہم اور سنگین دستوری مسئلہ کو جنم دیتا ہے۔ جب میں نے اپنے معزز دوست سر بھوپندر ناتھ منزا کی تقریر سنی تو میں حیران ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ ابھی تک ان کا ضمیر سمجھ نہیں پایا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آخر کار جھگڑا اس قانون سے نہیں ہے۔ بلکہ اس مشینری سے ہے۔ جو قائم ہوئی۔ اجازت دیجئے کہ میں معزز ممبر کو یہ یاد دلادوں کہ یہ مشینری نہیں ہے۔ یہ اہم اصول کی بات ہے اور میں نشاندہی کروں گا کہ وہ کیا ہے۔ فضیلت مآب وائسرائے نے اراکین مقننہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> اس وقت سے اس بات پر زور دیا جارہا ہے کہ میرے اجراء کا قدم اٹھانے سے پہلے مجلس قانون ساز کا دوبارہ اجلاس طلب کر لینا چاہئے تھا۔ میری رائے میں ان حالات میں یہ طریق کار نہ تو پسندیدہ تھا اور نہ ہی ممکن تھا۔ اگر جو طریقے طے کئے گئے انہیں موثر ثابت ہونا تھا تو پھر ذمہ داری اس نوعیت کی تھی کہ اس میں شراکت نہیں ہوسکتی تھی اور یہ میرے لئے نہ درست تھا اور نہ مناسب کہ میں اسے آپ کے ساتھ بانٹ سکتا یا اسے آپ کے

کاندھوں پر ڈال دیتے۔

"لہٰذا ہمیں بتایا گیا ہے اور بجا طور سے بتایا گیا ہے کہ موجودہ دستور کے مطابق وہ ذمہ داری ہماری نہیں ہے۔ اسے ہمارے ساتھ بانٹا نہیں جاسکتا اور اسے ہمارے کاندھوں پر ڈالا نہیں جاسکتا۔ اس سے میرے ذہن میں ایک اہم دستوری سوال ابھرتا ہے۔ اس اختیار کے وجود کا ادعا جو دفعہ ۷۲ قانون حکومت ہند میں مذکور ہے اور جو ایک فرد واحد کو وہ اختیار استعمال کرنے کا موقعہ عطاء کرتا ہے۔ اب تک محض ایک نظریاتی معاملہ تھا۔ ہم نے یہ محسوس کیا تھا کہ منجملہ دیگر بے حد آمرانہ اختیارات کے' انہیں یہ اختیار بھی دے رکھا ہے۔ لیکن آج ہم اس اختیار کے نفاذ کے روبرو ہیں اور ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ اور پھر بھی جناب والا! مجھے حیرت ہے کہ حکومت اور لارڈ لٹن ہر وفادار شہری سے اپیل کرتے ہیں کہ ان پر تشدد جرائم کے سدباب میں ان کی حمایت کریں۔ جن کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں' جناب والا! یہ اس مجلس قانون ساز کے صحیح خدوخال کو نہایت واضح طریقے سے سامنے لے آتا ہے' اور آپ' جناب (دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ) نے کچھ عرصہ قبل جب آپ اس اعلیٰ مقام پر فائز نہیں تھے' لیکن بول رہے تھے۔ اس مجلس کو مجلس مشاورت قرار دیا تھا۔ یہ ایک مشاورتی ادارہ ہے اور یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اس سے ایسا ہی برتاؤ ہونا چاہئے۔ گویا کہ یہ موجود ہی نہ ہو اب جناب والا! انگلستان میں کیا صورت حال ہے؟ میں یہاں اپنے انگریز دوستوں سے اپیل کرتا ہوں جو اس قدر بے چین ہیں اور اس ہنگامی قانون کی حمایت کرنے کے لئے اس قدر مضطرب ہیں انگلستان کی کیا صورت حال ہے۔ اسے ملحوظ خاطر رکھیں۔ میں ایک عظیم جج کا جو انگلستان کی اعلیٰ ترین عدالت کے جج ہیں۔ ایک اقتباس پڑھوں گا۔ وہ بلیک اسٹون کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں:

> وہ جستجو کے انداز میں دونوں آزادی اور زندگی کے مقدمات کو آزمائشیں گردانتے ہیں۔ دونوں اور مساویانہ طور پر ایک ہی اصول سے متعلق ہیں۔ وہی اصول جو موجودہ مقدمے میں زیر

تنسیخ ہے۔ ایک شخص کو اس کی زندگی سے محروم کردینا یا تشدد کے زور پر بغیر الزام لگائے اور بنا مقدمہ چلائے اس کی املاک ضبط کرلینا۔ آمریت کا اس درجہ زبردست رسوا کن اقدام ہوگا۔ جو فی الفور پوری سلطنت میں خطرے کی گھنٹیاں بجا کر ارتکاب ظلم کی اطلاع دے دیگا۔ لیکن ایک شخص کو خفیہ طریقے سے جیل خانہ لے جاکر محبوس کردینا۔ جہاں اس کے مصائب اور ابتلاء نامعلوم رہیں یا انہیں فراموش کردیا جائے، کم معروف اور کم نمایاں ہو، اس لئے وہ مطلق العنان حکومت کے ہاتھ میں ایک زیادہ خطرناک آلہ کار ہوگا۔ اور بعض اوقات جب ریاست کو واقعتاً خطرہ لاحق ہو یہ بھی ایک ضروری ضابطہ بن سکتا ہے۔ لیکن ہمارے دستور کی خوبی یہ ہے کہ اس امر کے فیصلے کا اختیار انتظامیہ کے ہاتھ میں نہیں دیا گیا کہ ریاست کو لاحق خطرہ اس قدر عظیم ہو کہ وہ اس ضابطے کے مناسب ہونے کا جواز مہیا کردے۔ کیونکہ یہ صرف پارلیمان یا قانون ساز ادارہ ہی ہے جو جب مناسب خیال کرے۔ ہیبس کارپس ایکٹ کو مختصر اور محدود مدت کے لئے معطل کرکے تاج کو اختیار دے سکتا ہے کہ وہ مشکوک اشخاص کو ایسا کرنے کی وجہ بتائے بغیر قید کرسکتا ہے۔"

مسٹر ایس، سی، گھوش: "یہ آپ نے کہاں سے پڑھا ہے؟"

مسٹر ایم، اے، جناح: معزز ممبر مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ میں نے کہاں سے پڑھا ہے۔ میں نے یہ مقدمات اپیل ۱۹۱۷ء دارالامرا انگلستان میں اعلیٰ ترین عدالت۔"

مولوی محمد یعقوب: "ازراہ عنایت جج کا نام"

مسٹر ایم، اے، جناح: "لارڈ شا۔ اب جناب والا! ہر شخص یہاں یہ دلیل

دے رہا ہے اور ہر شخص نے ممکنہ مضبوط ترین استدلال پیش کیا ہے کہ ان انقلابیوں' ان تراجیوں یا انہیں جس نام سے آپ پکارنا چاہیں یا وہ لوگ جو ان پرتشدد جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان سے رحم کا معاملہ نہ کیا جائے۔ انہیں کوئی گوشہ عافیت نہ دیا جائے۔ میں اتفاق کرتا ہوں۔ اس سے اختلاف کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اور میں حکومت کی اعانت کے لئے ہمہ تن تیار ہوں۔ لیکن کسی ایک مقرر نے بھی یہ دریافت نہیں کیا کہ بے گناہ کی کیا پوزیشن ہوگی۔ معصوم کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ جناب والا! پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ سارا مسئلہ یہ ہے۔ معزز ممبر داخلہ نے ہمیں وہ چند واقعات سنائے جو رونما ہوئے اور اپنے لہجہ کو بلند ترین مقام پر لے جاکر اپنی تقریر کا ماحصل اس طرح بیان کیا کہ بنگال میں وہ قتل ہوگا۔ جسے دنیا دیکھے گی۔ کیا مقصد اس قتل کو روکنا ہے؟ جناب والا! میں سوچ نہیں سکتا کہ کوئی ملک جس میں دستور کی عملداری ہو۔ اس نوعیت کے کسی قانون کو ممکنہ طور پر برداشت کرسکتا ہے۔ جناب والا! آپ گناہ گار اور بے گناہ کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتے ہیں۔ آپ انتظامیہ کو اختیار عطاء کرتے ہیں۔ میں شہنشاہ کا وفادار ہوں' مجھے اس کے عوض کیا ملتا ہے' میں اس کے بدلے میں کیا طلب کرسکتا ہوں؟ تحفظ میری آزادی' میری زندگی اور میری املاک کا ایک موزوں عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر میری آزادی سلب نہیں ہونی چاہئے۔ جہاں مجھے اپنا دفاع کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہو۔ اس ہنگامی قانون کے تحت اگر میں کلکتہ کا باشندہ ہوں تو مجھے اپنی وفاداری کمشنر مسٹر ٹیگرٹ کو منتقل کرنی ہوگی۔ کیونکہ وہ ہی واحد شخص ہیں جو مجھے تحفظ فراہم کرسکتے ہیں۔ جو ملک معظم کی ہائی کورٹ یا ملک معظم کی دیگر عدالتیں فراہم نہیں کرسکتیں۔ مجھے بڑی مسرت ہے کہ جناب والا! میں کلکتہ میں رہائش پذیر نہیں ہوں۔ بلکہ بمبئی میں رہتا ہوں اور اس وجہ سے میں شہنشاہ کے ساتھ اپنی وفاداری برقرار رکھ سکتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر میں کلکتہ کا باشندہ ہوتا تو میں کس کے ہاتھوں میں ہوتا؟ کرنل کرافورڈ کے لئے یہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے کہ وہ ہمارے سامنے اس موضوع پر تقریر جھاڑ دیں کہ خفیہ پولیس کا محکمہ کام کس طرح کرتا ہے۔ ہم نے ان کے خفیہ محکمہ کا جائزہ لیا ہے۔ جناب والا! میں نے اپنی

زندگی کے پچیس برس یہی کچھ کرنے میں صرف کئے ہیں۔ میں نے بہت سے مقدمات بھگتائے ہیں اور مجھے علم ہے کہ یہ کیسے کام کرتا ہے۔ جتنا کم کہا جائے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ کیا آپ ایک بے گناہ شخص خفیہ پولیس کے محکمہ کی وجہ سے محبوس کردیں گے؟ اور ہمیں ممبر داخلہ سے کیا سننے کو ملتا ہے؟ ممبر داخلہ کہتے ہیں۔ میرے پاس قانونی شہادت موجود نہیں' میں اسے عدالت کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار نہیں اور جب مجھے شہادت مل جائے گی تو میں پیش کردوں گا۔ ایک شخص اس وقت تک آزادی کا مستحق ہے۔ جب تک کہ آپ کو شہادت میسر آئے اور آپ اسے عدالت کے سامنے پیش کرسکیں۔ ممبر داخلہ کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص کو پس زنداں رکھنے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ میرا پولیس کمشنر کہتا ہے کہ اس کے پاس کوئی شہادت ہے یا نہیں' اسے شک ہے اور مجھے حق ہے کہ میں اسے پس زنداں رکھوں اور میں اسے قید میں رکھوں گا۔ جب تک کہ ضروری ہو اور اس وقت تک جب تک کہ مجھے شہادت ملے میں اسے محبوس رکھوں گا' جناب والا! اس لئے میں کہتا ہوں کہ اولاً" تو یہ دہشت انگیز ہے اور ثانیاً" یہ بنیادی اصولوں کے منافی ہے جن پر' میں کہتا ہوں' کسی بھی مہذب حکومت کو عمل پیرا ہونا چاہئے۔ جو کسی بھی دستوری نظام کے تحت چلائی جارہی ہو۔ یہ پہلا اعتراض ہے جو میں اس کے خلاف کرتا ہوں۔ اور معاملہ بالکل سیدھا سادا ہے کہ اس طرح کے قانون کا جواز آپ صرف اس صورت میں پیش کرسکتے ہیں جب یہ سلطنت یا تحفظ عامہ کے دفاع کے لئے ہو۔ آپ اسے تحفظ عامہ کی بناء پر پیش کرسکتے ہیں اور حکومت کے مطابق تحفظ عامہ خطرے میں ہے۔ چونکہ تشدد سے بھرپور ان چند جرائم کا ارتکاب کیا گیا۔ اب جناب والا! کیا میں معزز ممبر داخلہ کو بتا سکتا ہوں کہ جب سین فین تحریک چل رہی تھی تو انگلستان میں کیا ہوا؟ کیا انہیں یاد ہے کہ ڈاؤننگ اسٹریٹ کے دروازوں کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کردی گئی تھیں اور پولیس حفاظت پر مامور تھی۔ آپ کے ہر وزیر کی زندگی کو خطرہ لاحق تھا۔ مجھے اس کا علم ہے اور یہ لندن کے ہر شہری پر عیاں تھا۔ اس وقت برطانیہ عظمیٰ نے کیا کیا؟ اب برطانیہ عظمیٰ نے کیا کیا ہے؟ چند روز پیشتر ہی آپ نے ایک برطانوی بحری

جہاز کو تباہ کرنے کی سازش پکڑی۔ آپ نے کیا کیا؟ (مسٹر اے رنگا سوامی آینگر: "بیڑا کو تباہ کرنے کی ایک سازش") جناب میں اپنی اصلاح کرلیتا ہوں' یہ پورا بیڑا نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک جہاز ہی ہونا چاہئے۔ لہٰذا وزیراعظم بھاگے بھاگے پارلیمان کے پاس گئے اور کہا۔ بلاشبہ وہ وہاں ایسا نہیں کرسکتے۔۔ مجھے اس نوعیت کا قانون درکار ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں جناب والا! کہ وزیراعظم' وزیراعظم کی حیثیت سے ۲۴ گھنٹہ بھی زندہ نہ رہ سکتے۔ اگر وہ اس درخواست کے ساتھ پارلیمان کے سامنے چلے جاتے۔ جناب والا! اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی پولیس نااہل ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی پولیس کو آسان کام چاہئے۔ تاکہ وہ لوگوں کو محبوس کرکے بے گناہوں کو بھی اور گناہ گاروں کو بلا کسی امتیاز کے' اور بلاشبہ اس جم غفیر میں چند مجرم بھی ہوسکتے ہیں۔ انہیں سب کو ساتھ دھر لینے دیجئے اور انہیں قید خانے میں سڑنے دیجئے۔ یہ سہل سا کام ہے جو آپ پولیس کو دینا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ بہت سے لوگوں کو گرفتار کرلیں تو عین ممکن ہے کہ ان میں چند ایک مجرم بھی ہوں۔ پس جناب والا! یہ ہے میرا پہلا اعتراض۔ میرا دوسرا اعتراض ہے۔ اور میں یہاں حکومت سے اپیل کرتا ہوں۔۔ کہ اس کا اپنا مقصد بھی فوت ہوجائے گا وہ نہ صرف اپنے مقصد کے حصول میں ناکام ہوجائے گی۔ بلکہ مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں' میں امید کرتا ہوں کہ میرا اندازہ غلط ہو کہ اس سے حکومت اور عوام کے درمیان اختلاف کی خلیج اس سے اتنی زیادہ وسیع ہوجائے گی۔ جتنی اس سے قبل کبھی نہیں تھی۔ اگر آپ اپنی اس حکمت عملی پر مصر رہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ آپ کو یہ درکار ہے اور ہم اس کی مخالفت کر رہے ہیں یا یہ کہ ہم اس کے مخالف ہیں۔ اس لئے آپ اس پر ضرور اصرار کریں گے۔ میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں' میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس پر احتیاط کے ساتھ غور کریں۔ جناب والا! ہمیں انگریزی کے ایک اخبار کے الفاظ میں یہ بات ملی۔ جو میرے خیال میں اس قدر قرین حقیقت ہے کہ ہم بھی یہ سوال کرنے پر مجبور ہوگئے کہ یہ ہنگامے ہوئے ہی کیوں؟ کیا آپ نے یہ سوال کیا ہے؟ کرنل کرافورڈ نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ

ہو سکتا ہے۔ اگرچہ میں خود یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کا نہایت معمولی سا تعلق ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی تعلق ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ نوجوان جو اس میں شامل ہونے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ ان اسباب کی بناء پر ابتلا کا شکار ہوئے ہوں' جو اقتصادی اسباب تھے۔ لیکن جناب والا! میں آپ کی اجازت سے اخبار کا ایک پیراگراف پڑھوں گا۔ جو حسب ذیل ہے:

> لارڈ ریڈنگ نے کل کہا تھا کہ کسی سیاسی ترقی میں دہشت انگیزی کا بہت یا تھوڑا سا بھی کردار نہیں ہو سکتا۔ اس پر یہ دلیل لائی جا سکتی ہے کہ متعدد قوموں نے جو آج سیاسی آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہیں۔ اسے دہشت انگیز طریقوں سے حاصل کیا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ متعدد قوموں نے جو آزادی سے فیض یاب ہیں اور شاید ان میں برطانیہ عظمیٰ بھی شامل ہے۔ یہ آزادی تھوڑے بہت دہشت انگیز طریقوں کے بغیر حاصل نہیں کی۔

> یہ بات بالکل یقینی نہیں ہے کہ ہم نے خود بھی اسی طرح حاصل نہ کی ہو۔ لیکن یہ ایسا نکتہ نہیں جس پر زیادہ اصرار کرنا ضروری ہو' اور میں اتفاق کرتا ہوں کہ یہ ایسا نکتہ نہیں ہے۔ جس پر اصرار کرنا ضروری ہو۔ جو بات سب سے زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ عظمیٰ اور ہند خود سے یہ سوال کرے کہ دہشت گردی کا سبب کیا ہے۔ یہ ماضی میں بھی ہمیشہ ہوئی اور آج بھی ہو رہی ہے۔ حکمرانوں کی مفاہمت اور ہمدردی کے فقدان کی وجہ سے غلبہ کو برقرار رکھنے کی وجہ سے' برخود غلط احساس برتری کے مینارہ سے نیچے اترنے اور مساوی سطح پر آکر تبدیلیوں کے بارے میں تبادلہ خیال سے انکار کی وجہ سے۔ ہند میں صورت حال پہلے ہی سے سنگین ہے۔ یہ تیزی کے ساتھ

مزید زیادہ ہو جائے گی۔ اگر حقیقت کو نظر انداز کیا گیا۔

"جناب والا! یہ ہے صورت حال"

آنریبل سر الیگزینڈر مڈیمین: "کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اخبار کا نام کیا ہے؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مجھے یقین ہے کہ آنریبل ممبر داخلہ اسے پسند نہیں کریں گے۔ یہ ہے روزنامہ "ہیرالڈ" مجھے اس کا علم تھا اور اس سے حزب اقتدار کی ذہنیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جناب والا! میں اس کا حوالہ اس لئے نہیں دے رہا ہوں کہ یہ روزنامہ "ہیرالڈ" نے لکھا ہے۔ میں نے یہ بات بالکل شروع ہی میں کہہ دی تھی۔ خود میرے ذہن میں جو بات تھی انسے اس سے زیادہ بہتر طریقے سے ادا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں نے یہ بات بار بار کہی ہے۔ شاید اتنے بلیغ انداز میں نہیں' لیکن میں نے ایک سے زیادہ بار کہی ہے۔ آنریبل ممبر داخلہ کو یاد ہو گا کہ میں نے ستمبر میں کہا تھا' آپ تشدد سے پر جرائم سے چھٹکارا چاہتے ہیں' آپ دہشت گردی سے نجات چاہتے ہیں' آپ صرف اچھی حکومت کے ذریعہ ہی سے ایسا کر سکتے ہیں' اچھی حکومت کا مطلب مطلق العنان حکومت نہیں ہے' اچھی حکومت کے معنی آمرانہ حکومت نہیں ہے' اچھی حکومت کے معنی وہ حکومت ہے۔ جو عوام کے نمائندوں کے سامنے جواب دہ ہو۔ آج ہم یہاں کیا دیکھتے ہیں؟ آج ہم یہاں دیکھتے ہیں' لارڈ ریڈنگ کے ارشاد کے مطابق اور موجودہ دستور کے تحت بالکل بجا طور پر۔۔۔ کہ حکومت ہمارے ساتھ ذمہ داری میں شراکت نہیں کر سکتی۔ ذمہ داری آپ کی ہے' ہم اگر آپ ہمیں کہنا چاہیں' مداخلت بیجا کرنے والے ہیں' دخل در معقولات کرنے والے ہیں۔ خدائی فوجدار ہیں' جو آپ کی ذمہ داری میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں جو چاہیں نام دے سکتے ہیں۔ لیکن ہم چاہتے تھے کہ یہ بحث چھڑ جائے اور ہم آپ کو وہ کچھ بتا دینا چاہتے تھے۔ حقیقتاً" صاف گوئی اور ادب کے ساتھ جو کچھ ہمارے دل میں تھا ذمہ داری آپ کی ہے۔ اگر آپ ہمارے مشورے پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا مشورہ یہ ہے۔ ازراہ کرم اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کر لیجئے۔ اگر آپ غلطی پر ہیں تو اپنے فیصلے پر

نظرثانی کرنا کمزوری کی علامت نہیں ہے۔ میں دوبارہ کہتا ہوں اس پر نظرثانی کیجئے اور اپنے بلند مینارہ سے نیچے اتر آیئے اور مساوی سطح پر ہم سے گفت و شنید کیجئے کہ ہند کیا چاہتا ہے اور معقول طریقے سے ہمارے مطالبے کا جواب دیجئے' اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ یہ وہشت گردی جس کی میں آپ سے کچھ کم مذمت نہیں کرتا نیست و نابود ہوجائے گی۔"

ہند میں سپریم کورٹ کے قیام کی تجویز

قرارداد کی حمایت میں تقریر

۱۷ر فروری ۱۹۲۵ء

ڈاکٹر ایچ' ایس گور نے ۱۷ فروری ۱۹۲۵ء کو ایک قرارداد پیش کی کہ ہند میں سپریم کورٹ قائم کی جائے جو ان دیوانی مقدمات اور سنگین نوعیت کے فوجداری مقدمات کی اپیلوں کو نمٹائے' جن کی اس سے قبل پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی سماعت کرتی تھی۔ سرہنری اسٹائیون نے حسب ذیل وجوہات کی بناء پر قرارداد کی مخالفت کی۔ اول' سپریم کورٹ کے قیام پر بھاری لاگت آئے گی۔ دوم' یہ کافی حد تک صوبائی ہائی کورٹوں کا وقار گرا دے گی۔ سوم' اپیلوں کی سماعت پریوی کونسل کے مقابلہ میں زیادہ سرعت کے ساتھ نہیں ہوسکے گی۔ چہارم صوبائی وکلاء جو سپریم کورٹ میں مقدمات لڑیں گے۔ ان وکلاء سے زیادہ ارزاں نہیں ہوں گے۔ جو انگلستان میں دستیاب ہیں۔ پنڈت موتی لال نہرو اور ممبر داخلہ سر الیگزینڈر مڈیمین نے بھی قرارداد کی مخالفت کی۔ آنریبل مسٹر ایم' اے' جناح نے قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے تحریک کے مخالفین

• کے دلائل کی تردید کی۔

آنریبل مسٹر ایم' اے' جناح: شہر بمبئی: مسلم شہری: میں نے آنریبل ممبر داخلہ کو سنا' میں نے اپنے معزز دوست پنڈت موتی لال نہرو کو بھی سنا اور اپنے معزز دوست سرہنری اسٹائیون کو بھی سنا (ایک آواز: "اور سرہری سنگھ گور") میں نے ان کی تقریر پڑھی ہے۔ لہٰذا میں اس وقت جب وہ تقریر کر رہے ہوں گے میں اس ایوان سے باہر ہوں گا۔ جناب والا! میرے معزز دوست سرہنری اسٹائیون نے متعدد دلائل دیئے ہیں۔ انہوں نے کہا اس سے وکلاء کو فائدہ پہنچے گا۔ جو وکالت کر رہے ہیں۔ جناب والا! ہم انہیں سپریم کورٹ کا جج بنا سکتے ہیں۔ پھر تو انہیں بھاری بھر کم تنخواہ مل جائے گی۔ میرے خیال میں یہ خارج از بحث بات ہے کہ اس سے وکلاء کو فائدہ پہنچے گا اور وہ دولت کمائیں گے۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ وکلاء بھی موجود رہیں گے۔ ایک آواز: ("دولت کمانے کے لئے") اس سوال پر بھی اس ایوان میں بڑا اختلاف رائے موجود ہے اور اگر موزوں طریقے سے استدلال کیا جائے تو شاید آپ کو کوئی وکیل ہی کرنا پڑے۔ لیکن آیئے ہم اصل مسئلہ کی طرف رجوع کریں۔ میرے معزز دوست سرہنری اسٹائیون نے کہا ہے کہ اس سے صوبائی ہائی کورٹوں کا وقار گر جائے گا۔ کیوں؟ حقیقتاً" میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ صوبائی ہائی کورٹوں کا وقار کس طرح کم کردے گی؟ پھر آپ پریوی کونسل جس کے لئے میرے دل میں زبردست احترام ہے' کو دیکھتے ہیں کہ اگرچہ مجھے یہ کہنے میں مطلق ہچکچاہٹ نہیں کہ پریوی کونسل نے کامن لاء اور انگلش لاء کے تعلق میں جس کے وہ ماہر ہیں متعدد مواقع پر ہندو لاء کو مکمل طور پر قتل کردیا اور مسلم لاء کو ذبح۔ بلاشبہ انہیں اس ملک کے ہر وکیل اور جج کا حد درجہ احترام حاصل ہے۔ (مسٹر کے' احمد: "توہین عدالت") میرے معزز دوست یہ بھولتے ہیں کہ جب تک میں اس ایوان میں کھڑا ہوں' مجھ پر کوئی بھی جرم عائد نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں اپنی مراعات کا ابھی تک احساس نہیں ہوا' اگرچہ وہ گزشتہ چار برس سے اس ایوان کے رکن چلے آرہے ہیں۔ لیکن اس سے قطع نظر' یہ بات کہنے سے کیا مراد ہے کہ اگر آپ کے پاس سپریم کورٹ ہوگی تو آپ صوبائی ہائی

کورٹ کا وقار کم کردیں گے۔ پریوی کونسل کے رکن کون ہیں؟ ان میں سے دو بلکہ کم سے کم تین ہندی جج ہیں۔ جنہوں نے یہاں ہائی کورٹوں میں خدمات سرانجام دیں۔ ایک ہیں سرامیر علی دوسرے ہیں۔ سرلارنس جینکنز اور تیسرے ہیں سرجان اینج' ان سب نے اپنی ملازمت کا آغاز اس ملک سے کیا۔ ہم نے انہیں تربیت دی' ہم نے انہیں ہائی کورٹ تک پہنچایا اور پھر وہ پریوی کونسل کے رکن بنے اور کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب وہ ہائی کورٹوں کے فیصلوں کا جائزہ لیتے ہیں تو اس سے ہند کی ہائی کورٹوں کا وقار کم نہیں ہوتا؟

پنڈت شام لال نہرو: "آپ نے سرجان اینج کو ہائی کورٹ تک نہیں پہنچایا؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: سرجان اینج الہ آباد میں ہائی کورٹ کے جج تھے اور میرے معزز دوست پنڈت شام لال نہرو......"

پنڈت شام لال نہرو: "میں نے صرف یہ کہا ہے کہ انہیں میرے معزز دوست نے ہائی کورٹ تک نہیں پہنچایا۔ وہ انگلستان سے آئے تھے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: وہ انگلستان میں پیدا ہوئے۔ لیکن ہم نے انہیں ہائی کورٹ میں پہنچایا۔ یہ ہم نے کیا۔ انہوں نے تربیت کہاں حاصل کی؟ ہند میں۔ سر لارنس جینکنز نے کہاں تربیت پائی۔ ہند میں۔ بلاشبہ سرامیر علی پیدا یہاں ہوئے۔ میں اپنے معزز دوست سرہنری اسٹائیون کی دلیل کا جواب دینے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس سے یہاں کی ہائی کورٹوں کا وقار کم ہوجائے گا۔ دوسری دلیل کیا ہے۔ جو میرے معزز دوست سرہنری اسٹائیون نے پیش کی؟ انہوں نے کہا کہ تجارتی دستاویزات اور تجارتی قانون سے متعلق بہت سے مسائل ہوں گے اور ہند کے ججوں کے لئے ان کی تاویل اور ان کی نوعیت کا تعین کرنا دشوار ہوگا۔ میں ان سے وہی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ پریوی کونسل کے دو رکن یہاں ہائی کورٹ کے جج تھے اور یہاں ان کی تربیت ہوئی۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کو سارے ہند سے کافی لوگ دستیاب نہیں

ہو سکیں گے۔ آخر آپ کو کتنے لوگوں کی ضرورت ہوگی؟ میرے معزز دوست سرہنری اسٹانیون نے کہا ہے کہ آپ کو جگہ تلاش کرنا ہوگی۔ ججوں کو تنخواہیں ادا کرنا ہوں گی۔ یہ زبردست خرچہ ہوگا۔ ہند میں اتنی بڑی کوئی جگہ نہیں' جہاں سپریم کورٹ کو قائم کیا جاسکے' لیکن سپریم کورٹ کتنے لوگوں پر مشتمل ہوگی؟ زیادہ سے زیادہ تین یا پانچ (دیوان بہادر رنگا چاریہ: "کیوں") کیوں' چونکہ آپ کی پریوی کونسل تین یا پانچ لوگوں سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہوتی۔ میرے فاضل دوست کہتے ہیں' کیوں۔ آپ کتنے چاہیں گے۔ پانچ ہزار؟ اور پریوی کونسل کتنا عرصہ اجلاس کرتی ہے؟ صرف چند ماہ' اور تین یا پانچ اجلاس سے زیادہ نہیں ہوتے (سرہری سنگھ گور: "تمام طور سے تین") پھر کہا جاتا ہے کہ جونہی آپ سپریم کورٹ قائم کردیں گے' مقدمات کی تعداد میں دن دونا رات چوگنا اضافہ ہوجائے گا۔ یہ ایک احمقانہ بات ہے کہ مقدمات کی تعداد میں دن دونا رات چوگنا اضافہ ہوجائے گا۔ (دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ: "یہ تو کسی نے نہیں کہا") میں صرف سرہنری اسٹانیون کے استدلال کا جواب دے رہا ہوں۔ انہوں نے کہا اور ان کے لئے جگہ کا بندوبست کرنا دشوار ہوگا۔ ان کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی......"

کرنل سرہنری اسٹانیون: "میرے معزز دوست نے مجھے کلیتاً" غلط سمجھا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا وہ یہ تھا کہ مقام عدالت ایسا ہونا چاہئے۔ جو مساوی طور پر تمام صوبوں کی پہنچ میں ہو۔ اس بات کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ کتنے کمروں کی ضرورت ہوگی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "دہلی کافی طویل و عریض ہے۔ میلوں میں عمارتیں ابھر رہی ہیں۔ جو ہر کس و ناکس کو حیرت زدہ کرنے کے لئے کافی ہیں اور ہم اس عدالت کو ایک چھوٹی سی عمارت میں کیوں قائم نہیں کرسکتے؟ پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے عملے کی ضرورت ہوگی اور اس پر کتنا خرچ آئے گا۔ آپ کو اس سپریم کورٹ کے لئے کتنا عملہ درکار ہوگا؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ حکومت ہند کا عملہ اس کی تحویل میں دے دیا جائے؟ آپ کو بخوبی علم ہے کہ پریوی کونسل کا کتنا عملہ ہے؟ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ پریوی کونسل کتنا عرصہ اجلاس کرتی ہے۔ پھر مبالغہ آرائی اور اس طرح کے

سوالات اٹھانے کا کیا فائدہ۔ میرے دل میں پنڈت موتی لال نہرو کا بے حد احترام ہے۔ لیکن میں اس موضوع پر ان سے شدید اختلاف کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جب تک کہ ہمیں سوراج حاصل نہیں ہوتا اور سرہری سنگھ گور کے تصور کے مطابق وفاقی طرز کی حکومت کا قیام عمل میں نہیں آتا۔ ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ نسلی امتیازات کو ختم ہونا چاہئے' اور یہ کہ جب اقتدار ہمارے ہاتھ میں آجائے گا تب ہم فوراً ہی ایک سپریم کورٹ کے قیام کے سوال پر غور کریں گے۔ جو بھی تجویز ہمارے سامنے آئے گی۔ اگر یہی اصول ہماری رہنمائی کرے گا کہ ہم یہ نہ کریں وہ نہ کریں۔ جب تک سوراج حاصل نہیں ہوجاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس مجلس کی بساط لپیٹ دینی چاہئے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "یہ تو بہترین کام ہوگا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "پھر آپ باہر کیوں نہیں چلے جاتے؟"

پنڈت موتی لال نہرو: "چونکہ یہ میرے بغیر بھی چلتی رہتی ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: تب تو بلی تھیلے سے باہر آگئی۔ پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اس تجویز کی تخریبی نقطہ نظر سے مخالفت کر رہے ہیں۔ (اس موقعہ پر پنڈت موتی لال نہرو نے بہت دھیمے انداز میں کچھ کہا' جو سنا نہ جاسکا) جب حکومت مجھ سے اتفاق کرتی ہے تو میں ہمیشہ خوف زدہ ہوجاتا ہوں۔ میں اس جانب اپنے دوست ممبر داخلہ کا بہت احترام کرتا ہوں۔ لیکن جب وہ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں تو میں بعض اوقات خود سے کہتا ہوں۔ شاید میں غلطی پر ہوں' یہ ان مواقع میں سے ایک ہے۔ جب میرے معزز دوست ممبر داخلہ پنڈت موتی لال نہرو سے اتفاق کر رہے ہیں۔ میں اپنے دوست پنڈت موتی لال نہرو کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس سوال پر حکومت کی لابی میں جانے سے قبل توقف کرلیں اور غور فرمالیں۔ جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ سپریم کورٹ کا قیام عمل میں آجائے۔ میں ممبر داخلہ سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ پر اختلاف رائے ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ میں اسے

تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میں حکومت سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ ہمیشہ کوئی کام کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ کیونکہ ملک میں اختلاف رائے موجود ہے؟ وہ کوئی کام صرف اس وقت کرتے ہیں جب وہ ان کے لئے مناسب ہو۔ جیسا کہ میرے ایک دوست نے ایک مرتبہ کہا۔ اگر ہند میں ۳۲۵ ملین لوگوں میں سے ایک آدمی نے حکومت ہند سے اتفاق کرلیا تو وہ رائے عامہ ہوگی' میں اس مجلس کے اراکین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ گمراہ نہ ہوں۔ میں اپنے سوراجی دوستوں سے بھی التجاء کرتا ہوں کہ وہ ووٹ دینے کے لئے حکومت کی لالچ میں نہ جائیں۔ لہٰذا میں سرہری سنگھ گور کی قرارداد کی پر زور حمایت کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ منظور ہوجائے گی۔"

فوجی کالج کا قیام، قرارداد کی حمایت

حکومت کے موقف پر شدید نکتہ چینی

۱۸؍ فروری ۱۹۲۵ء

مسٹر بی۔ و ینکٹاپتی راجو نے ۱۸ فروری ۱۹۲۵ء کو بحث کے لئے ایک قرارداد پیش کی کہ یہ "مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ ملک میں کسی مناسب مقام پر ہند کی فوج کے کیمشنڈ افسروں کے عہدوں کے لئے ہندیوں کی تربیت کی خاطر، ساز و سامان سے پوری طرح لیس فوجی کالج کے قیام کے لئے جلد اقدام کریں اور ابتدائی کام شروع کرنے کی غرض سے ضروری رقوم کی منظوری دیں۔" اس نوعیت کی ایک قرارداد مجلس قانون ساز نے ۱۹۲۱ء میں بعدازاں ۱۹۲۳ء میں منظور کی تھی۔ جسے حکومت ہند کی پوری منظوری حاصل تھی۔ مسٹر و ینکٹا پتی راجو نے اپنی طویل تقریر میں ان متعدد اعتراضات کا جواب دیا۔ جو ہند میں فوجی کالج کے قیام کے مخالفین کی جانب سے وارد ہوئے۔ فوج کے سیکرٹری مسٹر برڈن اپنی تقریر میں ان حالات کی وضاحت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے جن میں ۱۹۲۱ء کی قرارداد منظور کی گئی تھی اور فوجی کالج کے قیام کی تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے استدلال کیا کہ یہ ایک قبل از

وقت اسکیم ہے۔ قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے مسٹر ایم' اے' جناح نے اس موقف پر شدید نکتہ چینی کی۔ جو حکومت نے اس معاملہ میں اختیار کیا ہے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: (شہر بمبئی: مسلم شہری حلقہ) جناب والا! کھڑا ہونے سے پہلے میں یہ سوچ رہا تھا کہ آیا مجھے اس ایوان سے خطاب کرنا چاہئے یا مجھے سیکرٹری فوج مسٹر برڈن سے یا مجھے ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف سے مخاطب ہونا چاہئے یا دفتر جنگ سے یا ملک معظم کی حکومت سے (ایک آواز: کرسیٔ صدارت سے نہیں""؟) کرسیٔ صدارت کے توسل سے۔ میں حیران ہوں' جناب والا! مجھے علم نہیں کہ کس سے خطاب کروں۔ اب مسٹر برڈن نے اپنی تقریر میں' جو طویل تھی' تراکیب سے پر' جو خوبصورت زبان سے آراستہ تھی' احتیاط کا دامن تھامے ہوئے اور تدبر سے لیس جس میں وعظ کا تھوڑا سا عنصر بھی موجود تھا۔ اپنی نشست سے ہمیں ہرگز یہ نہیں بتایا کہ وہ کیا موقف ہے جو وہ حکومت ہند کی ترجمانی کرتے ہوئے اس قرارداد پر اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں صاف صاف کیوں نہیں بتا دیتے۔ میں ان کی تقریر سے سمجھ سکتا ہوں۔ کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں اور وہ کچھ نہیں کرسکتے؟"

ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف: "نہیں"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ان کا مطلب تو بالکل یہی تھا۔ ان کا مطلب کیا تھا۔ میں قطعی طور پر یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان کا رویہ کیا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں حکومت ہند کا رویہ کیا ہے؟ میں ایک جواب مانگتا ہوں۔ (ایک آواز: آپ کو مل جائے گا۔") یا تو کہئے جیسا کہ مسٹر برڈن نے ۱۹۲۳ء میں کہا کہ آپ کچھ نہیں کرسکتے یا ہمیں صاف جواب دیجئے کہ آپ کیا کرسکتے ہیں۔ مسٹر برڈن نے یہ کہا تھا۔ ۴ جولائی ۱۹۲۳ء کو تقریر کرتے ہوئے مسٹر برڈن نے کہا تھا:۔

اہم سفارشات جو شرمندہ تعبیر نہ ہوسکیں۔ حسب ذیل ہیں:۔

(ا) یہ تجویز کہ رائل آرٹیلری' رائل انجینئرز اور رائل ایئر فورس کے شعبوں

میں افسروں کے زمرے میں شامل کیا جائے۔

(۲) یہ تجویز کہ جن ہندیوں کو سالانہ کمیشن عطاء کی جاتی ہے۔ ان کی تعداد میں پچیس فی صد اضافہ کردیا جائے۔ (یہ اہم حصہ ہے)

(۳) یہ تجویز کہ ایک ہندی سینڈہرسٹ قائم کیا جائے۔ (یہ وہ بات ہے جس سے اس قرارداد میں ہمیں فوری طور پر سروکار ہے۔)

اس وقت انہوں نے کہا تھا؟ انہوں نے یہ کہا تھا۔

پس جناب والا! جیسا کہ میرے معزز دوست نے نشاندہی کی ہے۔ یہ قراردادیں حکومت ہند کی رضامندی کے ساتھ منظور کی گئی تھیں اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان تجاویز کو باقاعدہ طور پر ملک معظم کی حکومت کو پیش کیا گیا۔ لیکن انہیں قبول نہیں کیا گیا۔

(مباحث مجلس قانون ساز۔ بابت ۱۹۲۳ء جلد ۳ جزو ۲' دہلی صفحات ۸۱ ـ ۲۳۸۰)

"تجاویز باقاعدہ طور پر ملک معظم کی حکومت کو پیش کی گئیں۔ لیکن انہیں قبول نہیں کیا گیا۔ یہ جولائی ۱۹۲۳ء کی بات ہے۔ اب مسٹر برڈن کیا کہتے ہیں؟ اب اس مسئلہ کے بارے میں ملک معظم کی حکومت کا فیصلہ کیا ہے؟ اس بارے میں ہم نے کچھ نہیں سنا۔ جب وہ قرارداد منظور کی گئی تو مسٹر برڈن نے کہا۔ یہ ایک ناگوار حادثہ تھا۔ شاید ناگوار حادثہ وہ ترمیم تھی جو اس قرارداد میں پیش کی گئی۔ اب جناب والا! میرے پاس ریکارڈ موجود ہے۔ میں اس ایوان کی توجہ خصوصیت کے ساتھ اس فرق کی جانب مبذول کراؤں گا' جو اصل قرارداد اور اس ترمیم کے درمیان موجود تھا۔ جو منظور کی گئی تھی۔ میں صرف اس حصے کو پڑھ رہا ہوں۔ جس میں خاص طور پر اس موضوع کا ذکر ہے۔ کیونکہ قرارداد میں دیگر امور بھی ہیں:۔

(ب) ہند میں سینڈہرسٹ کی طرز پر فوجی کالج کے قیام کی پسندیدگی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ پس قرارداد کے محرک بہت محتاط تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کرنل کرافورڈ کے اشتیاق کو بھی تسکین حاصل ہوجاتی۔ مگر مجلس قانون ساز کے کوئی جلد باز رکن نے کرنل کرافورڈ کی دانش کی پیروی نہ کرتے ہوئے' جس کو میں بہت

جلد نمٹوں گا۔ اس میں ایک ترمیم پیش کردی۔ ترمیم حسب ذیل تھی:۔
یہ کہ جونہی سرمایہ دستیاب ہو۔ ہند میں سینڈہرسٹ کی طرز پر ایک فوجی کالج کے قیام کے لئے اقدام کیا جائے اور ہند میں فوج کے دیگر شعبوں کے لئے تربیتی اور تعلیمی اداروں کے قیام کی پسندیدگی کو بتدریج ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اس ترمیم کو ایوان نے قبول کرلیا۔ اس ترمیم کے قبول ہوجانے کے بعد یہ قرارداد بن گئی۔ اس مرحلہ پر ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف اس حقیقت کے پورے ادراک کے بلوصف اٹھے اور اس ایوان سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے دلائل پیش کئے۔ جن سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ یہ تھا:۔

ان وجوہات کی بناء پر ہم اس قرارداد کو قبول کرتے ہیں۔"

ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف:۔ "ترمیم شدہ قرارداد نہیں"

مسٹر ایم' اے' جناح:۔ "بالکل جناب"

ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف:۔ "ہرگز نہیں"

مسٹر ایم' اے' جناح:۔ پس جناب والا! پھر مجھے کمانڈر انچیف کو یہ مشورہ دینا چاہئے کہ وہ اٹھنے سے پہلے قانونی مشورہ حاصل کرلیا کریں۔ کمانڈر انچیف یہ بھولتے ہیں کہ جس لمحے اس ایوان نے ترمیم منظور کی وہ قرارداد بن گئی' اور پہلی غائب ہوگئی۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ شاید ہز ایکسی لینسی اپنے سپاہیانہ رویہ۔ صاف گوئی سے' میں بالکل اتفاق کرتا ہوں' وہ دیانت داری سے یہ سمجھتے رہے کہ وہ حقیقتاً وہ کچھ قبول کر رہے ہیں جسے اس ایوان نے مسترد کردیا تھا۔

"جناب والا! اب ہمیں اس سوال کی طرف آنا چاہئے۔ اس ملک میں ایک ہندی سینڈہرسٹ کے قیام کا مسئلہ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جو نہایت اہم اور دوررس مضمرات کا حامل ہے۔ اس میں جو پہلا سوال ابھرتا ہے۔ یہ ہے کہ اگر ہم ایک ہندی سینڈہرسٹ قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قطعیتاً" ہمارے پاس کوئی قطعی منصوبہ ہونا چاہئے۔ ایک ایسا منصوبہ جس کا مقصد فوج کی از سرنو ترتیب' اس کی

ہیئت ترکیبی اور اس کی آئندہ کی ساخت کا تعین کرتا ہو۔ یہ منصوبہ عملی اور لائق عمل ہو جو ایک معقول مدت کے دوران فوج کو ہندیا دے۔ خالصتاً" ایک ہندی سینڈ ہرسٹ کا تخیل بے سود ہوگا۔ کیونکہ جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ ایک ہندی سینڈ ہرسٹ کرے گا کیا؟

ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف: "اس کی اساس"

مسٹر ایم' اے' جناح: جی ہاں اس کی اساس' جی ہاں' لیکن اگر آپ صرف دس ہندیوں کو سالانہ تربیت دیں گے تو مجھے خوف ہے کہ یہ ہندی سینڈ ہرسٹ ضائع ہوجائے گا۔ اگر یہ سالانہ دس ہندیوں کو تربیت دینے کے لئے قائم کیا جاتا ہے اور ان دس میں سے بھی صرف چند کو ہی کنگ کمیشن کا اہل گردانا جائے تو اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ اور یہ تھا مسئلہ برڈن کا استدلال۔ مسٹر برڈن نے کہا تھا۔ ایک ہندی سینڈ ہرسٹ کا فائدہ کیا ہوگا؟ میں وہ پورا حصہ پڑھنا نہیں چاہتا۔ اگر میں غلطی کروں تو وہ میری اصلاح کرسکتے ہیں۔ میں صرف اس کا ماحصل بیان کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا: ایک ہندی سینڈ ہرسٹ کا کیا فائدہ ہوگا۔ اگر آپ صرف دس افراد کو ہی تربیت دینا چاہتے ہیں؟ لہٰذا' جناب والا! میرے ذہن میں جو سوالات ابھرتے ہیں' وہ یہ ہیں۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ الزام کس کے سر آتا ہے۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ ہماری راہ میں کون حائل ہے۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ آیا یہ ایک سیکرٹری ہے یا دفتر جنگ یا کوئی اور شخص۔ میرا حکومت سے واسطہ ہے۔ یہ بات کہنے سے کچھ حاصل نہیں کہ حکومت ہند تو اپنی سی پوری کوشش کر رہی ہے۔ لیکن دفتر جنگ ان کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے۔ مجھے یہ بتانا بے سود ہے کہ ملک معظم کی حکومت اس پر رضا مند نہیں ہے۔ یہ نہ باعث اطمینان ہے اور نہ تسلی کا سبب۔ اس سے بات نہیں بنتی۔ کیا آپ دیانت داری کے ساتھ' میں یہ سوال' پوری متانت اور انتہائی خلوص کے ساتھ کرتا ہوں کہ کیا آپ دیانت داری سے یہ چاہتے ہیں کہ ہند ایک معقول مدت کے دوران اپنے ملک کا دفاع خود سنبھال لے؟ جواب اثبات میں ہے۔ مسٹر برڈن کہتے ہیں ہم بے اصول نہیں ہیں' ہم لاپروا نہیں ہیں' جناب والا! میں آپ کو صاف گوئی

سے بتا دوں کہ آپ جو کچھ ہیں وہ اس سے بہت زیادہ بدتر ہے۔ اگر یہ محض لاپروائی ہوتی تو میں آپ کو معاف کر سکتا تھا۔ اگر یہ محض بے اصولی ہوتی تو میں اسے نظر انداز کر دیتا اور آپ کو معاف کر دیتا۔ لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ صاف طریقے سے اور بے خوفی کے ساتھ کہ آپ کے خلاف الزام یہ ہے کہ آپ دیانت داری سے اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ آپ کو ہند کے اپنے ملک کا دفاع سنبھالنے کے ضمن میں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ صرف میں ہی یہ بات نہیں کہتا۔ بلکہ نہایت متین لوگ' جن کے بال سفید ہوگئے ہیں' وہ لوگ جنہوں نے حکومت ہند کی خدمت کی ہے۔ سر کرشن گپتا کی طرح کے لوگ جنہوں نے آپ کی خدمت کی ہے۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ میں کمانڈر انچیف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ انڈین ریویو بابت جنوری ۱۹۲۵ء میں ان کا بیان پڑھ لیں۔ وہ کیا کہتے ہیں؟ وہ آپ کی نیت پر شبہ کرتے ہیں۔ ہند آپ کی نیت پر شبہ کرتا ہے۔"

ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف: وہ غلط ہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں کہتا ہوں کہ ان کے پاس ہر جواز موجود ہے۔ آپ نے ہر معقول مدت کو پس پشت ڈال کر تاخیر کی ہے۔"

ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف: "نہیں"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی ہاں آپ نے کی ہے۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آپ نے کی ہے۔ آپ نے ہندیوں کو فوجی امور میں موزوں تربیت دینے کے لئے حقیقی' پرخلوص اور دیانت دارانہ کوشش نہیں کی۔"

ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف: "میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے کی ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ یہاں آتے ہیں۔ کبھی ایک بہانہ لے کر کبھی دوسرا' اور آپ ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ مشکل ہے' وہ مشکل ہے' یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کرنل کرافورڈ بہت سے انگریزوں کے صحیح ذہن کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کیا ہماری جانب سے کبھی کوئی ایسی تجویز پیش کی گئی جو ناعاقبت اندیشانہ

نہیں تھی۔ ماسوا اس وفد کے جس میں کرنل کرافورڈ شریک تھے؟ میں سمجھتا ہوں کہ وہ عاجلانہ نہیں تھی۔ آپ انگریز لوگوں نے ہمارے ساتھ اتفاق ہی کب کیا ہے اور کب کہا ہے کہ ہم نے جو تجویز پیش کی ہے۔ وہ عجلت پسندانہ نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ ناعاقبت اندیشانہ ہے۔ ذرا محتاط رہئے۔ ہم ڈیڑھ سو برس سے اس حکومت کے زیر نگیں ہیں۔ آپ نے ہند کے باسیوں کو اسلحہ سے محروم کردیا ہے۔ آپ نے کیا کیا ہے؟ آج کرنل کرافورڈ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس بارہ انگریز افسروں کے مقابلے میں ستر ہندوستانی افسر ہیں۔ آپ کے پاس جواب موجود ہے۔ یہ ہے ایک شہادت ایک معزز رکن کپتان عجب خان کی وہ اس ایوان میں کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ افسر ہیں یا نہیں؟ وہ محض ایک برائے نام افسر ہیں۔"

کرنل کرافورڈ: "کیا میں معزز رکن کے لئے وضاحت کرسکتا ہوں' جناب والا! کہ برٹش سروس میں پلٹن کی سربراہی کے فرائض انگریز افسر سرانجام دیتے ہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ ہندی فوج میں بھی بعینہٖ یہی صورت حال ہے۔ اعلیٰ عہدے انگریز افسروں کے پاس ہیں اور مقصد یہ تھا کہ ان اعلیٰ عہدوں سے انگریز افسروں کو خارج کردیا جائے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں کہتا ہوں کہ یہ بیان اس نکتہ کا بالکل شافی جواب نہیں ہے۔ وہ نکتہ جس سے ہمارا واسطہ ہے۔ اور کرنل کرافورڈ کو' جن کا میرے مقابلہ میں فوج کا زیادہ تجربہ ہے' اس امر کا بخوبی علم ہونا چاہئے۔ کیا یہ ہے۔ میزانیہ پر گزشتہ بحث کے دوران کمانڈر انچیف کے سامنے اس بات کی نشاندہی کی گئی تھی کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہز ایکسی لینسی اس بات کو پوری طرح سے سمجھتے ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ کرنل کرافورڈ اسے نہیں سراہتے۔ اگرچہ کرنل ہونے کے ناطے سے انہیں مجھ سے زیادہ جاننا چاہئے۔ کہ یہ بات ہے۔ ہمارے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ آج فوج میں دونوں انگریزی سپاہ اور ہندی سپاہ میں افسر انگریز ہیں۔ صرف دو یا تین برس پہلے ہمیں اس رعایت سے نوازا گیا' جیسا کہ کوئی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں' کہ ہم بھی کنگ کمیشن حاصل کرسکتے ہیں۔ اور آپ نے دس لڑکوں کو

سینڈہرسٹ بھیج کر اس کا آغاز کیا۔ یہ برطانوی ہند کی تاریخ میں پہلا موقعہ تھا کہ آپ نے چند لوگوں کو کنگ کمیشن عطاء کی۔ آج پوری فوج میں انگریزی اور ہندی دونوں میں افسر انگریز ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے ہندیا دیا جائے۔ مسئلہ یہ ہے۔ کیا کرنل کرافورڈ یہ نہیں سمجھتے؟ ہماری راہ میں سراب بچھانے کا کیا فائدہ اور ان امور کے بارے میں باتیں کیوں کرتے ہیں۔ جن کا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں؟ یہ ہے سارا مسئلہ۔ اگرچہ آپ ہمیں اس بات پر مطمئن کر سکتے ہیں کہ شاید کوئی اس سے بہتر طریقہ ہو سکتا ہے یا یہ کہ اس وقت ہند میں سینڈہرسٹ کے قیام کی راہ میں کوئی دشواری حائل ہے۔ اس پر بحث ہو سکتی ہے' اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس سوال پر اس مسئلہ پر اس ایوان میں بحث و تمحیص کر سکتے ہیں۔ کیا ہم اس ایوان میں اس اسکیم پر گفتگو کر سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے؟ ہم صرف استدلال ہی کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت اس الزام سے بری ہونا چاہتی ہے' یعنی کہ وہ پوری طرح سے مخلص نہیں ہے' اگر حکومت اس تاثر کو زائل کرنا چاہتی ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ سارے ہند میں عام ہے۔ سنجیدہ ترین اصحاب بھی اسی طرح سوچتے ہیں۔۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ تاثر زائل ہو جائے کہ آپ میں نیک نیتی کا فقدان ہے' تو میں آپ سے التجاء کرتا ہوں کہ آپ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دیجئے۔ جسے جامع اختیارات حاصل ہوں۔ آپ چاہیں تو دفتر جنگ سے درخواست کر سکتے ہیں یا ملک معظم کی حکومت سے التجاء کر سکتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کی تجاویز مسترد کر دی جائیں گی۔ لیکن میں چبا چبا کر بات نہیں کرنی چاہتا اور میں اس مسئلہ کو نہایت واضح طریقے سے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اس مسئلہ پر ہند کی رائے عامہ کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ نہایت اہم سوال ہے' بے حد بنیادی نوعیت کا۔ یہ مستقبل کی ذمہ دار حکومت کی اساس ہے۔ اگر آپ واقعی یہاں رائے عامہ کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہیں' ہم آپ کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ خدا کے لئے ایک مناسب کمیٹی فی الفور قائم کر دیجئے۔ جو اس مسئلہ کی پورے طور پر مکمل کر تحقیقات کرے اور ہمیں

ایک دیانت دارانہ صاف اور سیدھی سی اسکیم مل جائے جو ہند کے لوگوں کو یہ یقین دلا سکے کہ آپ کی دیانت دارانہ خواہش ہے کہ ایک معقول مدت کے دوران ہند کے لوگوں کو اپنے ملک کا دفاع خود سنبھال لینا چاہئے۔ وہ اسکیم خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ اس میں بیس برس لگیں' دس برس لگیں یا سو برس لگیں اس سے مجھے اس وقت کوئی غرض نہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس میں پانچ برس لگیں'کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ کل ہوجائے' کوئی کہہ سکتا ہے۔ سو برس' اس وقت مجھے اس بات سے کوئی سروکار نہیں۔ میں چاہتا ہوں میرا فوجی کمانڈر انچیف ہو' میرے فوجی ماہرین ہوں' میرے سیاستدان ہوں اور میرے سول سروس کے ارکان ہوں اور کرنل کرافورڈ' اور سر کیمبل رہوڈز بھی ہوں۔ جو اس کے مخالف خیال رکھتے ہوں اور جو سمجھتے ہیں کہ شاید ہم عجلت پسند ہوسکتے ہیں۔ اس امر کے تیقن کے لئے کہ ہم عجلت پسندی کا مظاہرہ نہ کریں میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی وہاں اس کمیٹی میں موجود ہوں۔ وہ بھی ہند اور سلطنت کے حقیقی بہی خواہوں کی حیثیت سے سرجوڑ کر بیٹھیں ایک اسکیم مرتب کریں اور اسے منظور ہوجانے دیں۔ مجھے یقین ہے' جناب والا! کہ اس سے ہند مطمئن ہوجائے گا اور پھر آپ اس الزام کی تردید کرسکیں گے اور تب میں دوبارہ اس ایوان میں کھڑا ہوں گا۔ اگر میں یہاں ہوا۔ اور پر زور انداز میں اور بے خوفی کے ساتھ کہوں گا کہ آپ نیک نیتی کے فقدان کے الزام سے بری کئے جاتے ہیں۔"

ریلوے کو ہندیانے کے بارے میں

مرکزی مجلس قانون ساز میں سوراجیوں کی مخالفت

۲۵ر فروری ۱۹۲۵ء

۲۵ فروری ۱۹۲۵ء کو مجلس قانون ساز میں ریلوے کے میزانیہ کے تعلق میں مطالبات زر پر غور و خوض شروع ہوا۔ پنڈت موتی لال نہرو نے تحریک پیش کی کہ ریلوے بورڈ کے اخراجات کی مد میں نو لاکھ چھیاسی ہزار روپیہ کا مطالبہ زر حذف کردیا جائے۔ پنڈت موتی لال نہرو نے کہا کہ ان کی جماعت (سوراج پارٹی) بے حد غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریلوے کے معاملات کو سیاسی اور آئینی امور سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ اس ایوان کا بنیادی حق ہے کہ مناسب اسباب کی بناء پر کسی مطالبہ زر کو مسترد کردے۔ انہوں نے کہا کہ ریلوے بورڈ بے حد غیر ذمہ دار ادارہ ہے اور اس امر کی وضاحت کی کہ اس غیر ذمہ داری نے کس طرح ہند کے مفاد کے خلاف کام کیا۔ پھر انہوں نے ملازمتوں میں ہندوستانیوں کی شمولیت کے بارے میں قدیم مطالبہ کا تذکرہ کیا۔ انڈی پنڈنٹ پارٹی کے قائد کی حیثیت سے تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم' اے' جناح نے اس تحریک کے

ضمن میں سوراجیوں سے اختلاف کیا۔

مسٹر ایم' اے' جناح: (شہر بمبئی مسلم شہری) جناب والا! مجھے بہت دکھ ہے کہ اس سوال پر سوراجی دوستوں اور ہمارے درمیان اختلاف رائے ہے۔ میں پنڈت موتی لال نہرو کا بہت زیادہ احترام کرتا ہوں اور ان کے ساتھ کام کرنا ہمیشہ مسرت کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن اس سوال پر ہم اختلاف کرتے ہیں۔ میں ایک بار پھر اس ایوان میں اپنے سوراجی دوستوں کے سامنے جن میں میرے دوست اور آخری مسٹر رنگا آیر شامل ہیں۔ اپنے دلائل پیش کروں گا۔ جناب والا! آیئے ہم سوال کا احتیاط کے ساتھ جائزہ لیں۔ میرے دوست' پنڈت موتی لال نہرو نے تین اسباب کی بناء پر یہ تحریک پیش کی ہے۔ اولاً انہوں نے کہا' شکایات قبل از فراہمی' دوم' انہوں نے ریلوے کی حکمت عملی اور اس کے نظم و نسق کے خلاف مختلف شکایات کی تفاصیل بیان کیں۔ سوم' انہوں نے کہا کہ ریلوے بورڈ غیر ذمہ دار ہے۔ اب ہم نے اس مسئلہ پر پوری احتیاط کے ساتھ غور و خوض کیا ہے۔ لہذا ہمیں سوچنا یہ ہے کہ کیا ہمیں پہلے اصول کا اطلاق کرنا چاہئے۔ یعنی شکایات قبل از فراہمی؟ آیئے ہم اس کی حقیقی آئینی بنیاد کا جائزہ لیں۔ ہم نے محسوس کیا' جناب والا! کہ اس اصول کا تاریخی' آئینی اور منطقی اعتبار سے اطلاق کرنے کے لئے ہمیں سرچارلس اینزا کے اس سوال کا جواب دینا چاہئے۔ جو انہوں نے ہم سے کیا۔ (پنڈت موتی لال نہرو: کیا آپ نے ایسا گزشتہ برس بھی کیا تھا؟) میں اس سوال کا جواب دوں گا۔ جناب والا! میں اس بحث میں ذرا سی بھی گرما گرمی پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر اس ایوان میں بحث ہو جائے اور مجھے کسی بھی سوال کا جواب دینے میں بڑی مسرت ہوگی۔ میرے دوست' پنڈت موتی لال نہرو کہتے ہیں کہ ہم نے پچھلے سال بھی ایسا ہی کیا تھا۔ ان کا سوال بالکل برمحل ہے اور میرا جواب یہ ہے فرض کیجئے ہم نے سوچا کہ پچھلی مرتبہ ہم نے غلطی کی تھی کیا ہمیں اس غلطی کو دہرانا چاہئے؟ نعرہ ہائے تحسین اور قہقہہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ بشمول میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو۔ میں عجز کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں اور یہاں اعلان کرتا ہوں کہ میں غلطیاں

کرتا ہوں۔ مسٹر جمنا داس مہتا یہ ایک اور ہو سکتی ہے۔ یہ ایک اور ہو سکتی ہے' لیکن مسٹر جمنا داس مہتا نے تو اپنی زندگی میں کوئی غلطی نہیں کی۔ میں سوچتا ہوں کہ انہیں کسی ارفع مقام پر برآمد کردیا جائے۔ (مسٹر جمناداس مہتا: "اور آپ کو کسی کم تر مقام پر")

"جناب والا! ذرا غور کیجئے کہ اگر کوئی مختلف رائے قائم کرے تو بعض حلقوں میں کس قدر جوش پیدا ہوجاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فراہمی کو مسترد کرنا مناسب طریقہ کار نہیں ہوگا۔ سب سے پہلے اس بناء پر کہ اگر ہم یہ حکمت عملی اختیار کرلیں۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لوگوں کو یہ حکمت عملی اختیار کرنے کا استحقاق نہیں ہے۔ ہمیں اس حکمت عملی کو اس کے منطقی نتیجہ تک لے جانا ہوگا۔ جناب والا! میں یہاں کھڑے ہوکر اپنی تمام تر ذمہ داری کے ساتھ جس کا مجھے سامنا کرنا ہے۔ کہتا ہوں کہ اس وقت ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ہم اس حکمت عملی کو اس کے منطقی انجام تک پہنچا سکیں۔ مسٹر رنگا سوامی آئینگر: "کیا آپ گزشتہ سال اس پوزیشن میں تھے؟" آپ نہیں تھے۔ لہذا آپ نے غلطی کا ارتکاب کیا۔ اگر میں مسٹر پٹیل جیسی اہم شخصیت کا حوالہ دے سکوں' جو نمبر دو شخصیت ہیں۔ (ایک آواز نمبر دو شخصیت) سوراج پارٹی میں پنڈت موتی لال نہرو کے بعد نمبر دو شخصیت۔ انہوں نے کہا ہم ملک میں پھیل جائیں گے اور محاصل کی عدم ادائیگی کی تحریک شروع کردیں گے۔ یہ اس کا ایک منطقی انجام ہے۔ (ایک معزز رکن: "کیا انہوں نے یہ کہا تھا؟") جی ہاں۔ انہوں نے یہ کہا تھا۔ میں اس وقت یہاں کھڑے ہوکر اس حکمت عملی کی تائید کرنے سے قاصر ہوں۔

"پھر' جناب والا! مجھ سے کہا گیا ہے کہ ہم اپنی جماعت کو یہ آزادی دے دیں کہ وہ جس طرح چاہیں اپنی رائے کا اظہار کردیں۔ اور وہاں تشریف فرما ایک معزز رکن مسٹر سی' ایس' رنگا آئیر نے مجھ سے اپیل کی۔ میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں' اگر ہم نے پورے غور و خوض کے ساتھ جو ہم نے اس مسئلہ پر کیا اور دکھ کے ساتھ ان سے اختلاف کا فیصلہ کیا۔۔ حقیقی دکھ کے ساتھ ہمیں ان کے ساتھ اختلاف کرنا پڑ رہا ہے۔۔ اور اگر ہم نے یہ فیصلہ کرلیا ہے۔ اگر ہم اپنی جماعت کو رائے دینے کے تعلق

میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ وہ ہم سے چاہتے ہیں تو کیا ہم اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوں گے؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم یہاں غیر جانبدار ہو جائیں"؟

پنڈت موتی لال نہرو: "نہیں آپ اپنے ضمیر کا اتباع کیجئے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ہم قطعی طور پر اپنے ضمیر کا اتباع کر رہے ہیں۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "اپنے ضمیر کا اتباع کیجئے۔ جماعتی ضمیر کا نہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ خود اسے جماعت کا سوال کیوں بنا رہے ہیں۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "میں اس ضمن میں اپنی جماعت کو جملہ ذمہ داریوں سے آزاد کرنے کی پیش کش کرتا ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ صرف اس وقت ہوتا ہے۔ جب موقعہ پنڈت موتی لال نہرو کے مناسب حال ہو۔ لیکن جناب والا! میں ان سے دریافت کرتا ہوں' میں ان سے اپیل کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے اتفاق کریں گے۔ کم سے کم میں امید کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے اتفاق کریں گے۔ کہ جماعت کا فائدہ ہی کیا ہے۔ جب تک کہ ہم اس فیصلے کو نافذ نہ کردیں اور اسے جماعتی معاملہ نہ بنادیں' جو جماعت نے کیا ہے' ایک واضح فیصلہ کہ ہم اتفاق نہیں کرتے؟ پھر جماعت کا مصرف ہی کیا ہے؟ میں اس سوال پر مزید بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ لیکن میں اس کا قائل ہوں' یہ اس وقار' خودداری اور ذمہ داری کا معاملہ ہے۔ جو یہ جماعت خود اپنے آپ سے منسوب کرتی ہے کہ اگر اس نے کسی خاص معاملے میں کوئی واضح فیصلہ کرلیا ہے تو اس میں اپنے فیصلے کی صحت پر یقین کی ہمت بھی ہونی چاہئے کہ وہ اسے جماعتی مسئلہ قرار دے سکے اور اس سے پہلو تہی نہ کرے۔ میں اس کا قائل ہوں اور اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ یہی وہ عزت مندانہ واحد راہ ہے۔ جو کوئی جماعت اختیار کرسکتی ہے......"

مسٹر سی دورے سوامی آینگر: "کیا میں ایک نکتہ اعتراض پیش کر سکتا ہوں؟ ہم یہاں جماعتی مسائل پر بحث نہیں کر رہے ہیں۔ حزب اقتدار یقینی طور پر یہ جاننے کے لئے بے چین نہیں ہے کہ جماعتی مسائل کیا۔"

جناب صدر: "معزز رکن کو یہ نکتہ اس وقت پیش کرنا چاہئے تھا۔ جب مسٹر رنگا آیئر گفتگو کر رہے تھے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں سمجھتا ہوں کہ میں نے فی الحقیقت اس نکتے کا پہلے ہی جواب دے دیا ہے اور اب مجھے اس ضمن میں مزید اور کچھ نہیں کہنا۔

"آیئے اب ہم اپنے دوست پنڈت موتی لال نہرو کی دوسری تجویز پر گفتگو کریں۔ انہوں نے مسافروں کی شکایات بیان کیں' ریلوے انتظامیہ' ریلوے بورڈ کی لغزشوں اور کوتاہیوں کا تذکرہ کیا اور ملازمتوں کو ہندیانے' مسافروں کی بے آرامی وغیرہ وغیرہ کا ذکر کیا۔ اب' جناب والا! یہ تمام باتیں درحقیقت بالکل درست ہیں۔ لیکن اگر محض یہی اسباب ہیں' اگر یہی حقیقی اسباب ہیں' تب میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ ہمیں اس مقصد کے لئے صحیح طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے....."

پنڈت موتی لال نہرو: "کیا میں ایک نکتہ وضاحت پیش کر سکتا ہوں۔ میں نے اپنے موقف کی اساس کلیتا" آئینی وجہ پر استوار کی اور پھر میں نے چند حقائق بیان کئے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ان تمام برسوں کے دوران ریلوے بورڈ نے کس طرح غیرذمہ دارانہ طریقے سے کام کیا۔ میں نے ہر شکایت کی تفصیل بیان نہیں کی' بلکہ غیرذمہ داری کی مثالیں دینے کے لئے ان کا حوالہ دیا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں سمجھتا ہوں کہ دلیل یہ ہے کہ اہلکاروں کو برطرف کردیا جائے۔ چونکہ یہ بورڈ غیرذمہ دار ہے۔ اب' جناب والا! ہمیں اس بورڈ کے آئین کا جائزہ لینا چاہئے۔"

مسٹر چمن لال: "جائزہ لیجئے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست ذرا تحمل سے کام

لیں وہ آئین سے شاید ہر کسی کے کے مقابلے میں زیادہ واقف ہیں۔"

مسٹر چمن لال: "میں نے اسے پڑھا ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: میں ان کے سر پر اس کا سہرا باندھتا ہوں کہ شاید انہوں نے اخیر میں اسے پڑھا۔ مجھے اعتراف ہے' جناب والا! کہ میں نے اسے بہت مدت ہوئی پڑھا تھا۔ لیکن میں نے اسے چلایا۔ بس آیئے اب ہم ریلوے بورڈ کے آئین کا جائزہ لیں۔ ریلوے بورڈ کلیتا" حکومت کے تابع ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس نے بھی بورڈ کے آئین کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کی تردید نہیں کرسکتا۔ (ایک آواز: "صوبائی حکومت بھی اسی طرح سے ہے۔") جی ہاں۔ لہٰذا ریلوے بورڈ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ملازموں کا مجموعہ ہے۔ جنہیں مخصوص تنخواہوں پر ملازم رکھا گیا ہے اور ان ملازموں نے خود کو ایک ادارے کی شکل دے لی ہے۔ لیکن وہ بالکل حکومت ہند کی زیر نگرانی اور اس کے احکام کے تابع ہیں۔ (ایک آواز: "اور وزیر ہند کے") اور پارلیمان کے اگر آپ کو یہ پسند ہو۔ اب میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو کہتے ہیں کہ چونکہ حکومت ہند جواب دہ ہے..... (ایک آواز" "کس کے سامنے۔") "اگر میرے معزز دوست مجھے بات مکمل کرنے دیں گے تو میں انہیں جواب دوں گا۔ اب کہا یہ جاتا ہے کہ چونکہ حکومت ہند' ریلوے بورڈ کی حکمت عملی' اس کے پروگرام اور اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ دار ہے' چونکہ وہ اپنے طور پر وزیر ہند کے سامنے جواب دہ ہے۔ چونکہ ہمیں بہت سی شکایات ہیں' چونکہ ان کی طرف توجہ نہیں دی گئی یا ان کا ازالہ نہیں کیا گیا۔ لہٰذا ہمیں چند ماتحت ملازمین کو برطرف کردینا چاہئے' جنہوں نے خود کو بورڈ کی شکل دے رکھی ہے۔ جو کسی اور کے تابع فرمان ہیں۔ جو جواب دہ ہے' اگر ایسا ہے تو' اس مقننہ کے سامنے میں اپنے دوست پنڈت موتی لال نہرو کو سمجھ سکتا ہوں کہ وہ آگے بڑھتے ہیں اور دستوری نوعیت کا ایک سوال اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ "یہ ہے حکومت ہند کا ایک محکمہ جو ان تمام باتوں کا ذمہ دار ہے اور جہاں تک اس محکمے کا تعلق ہے۔ میں اس کے بارے میں مانگ مسترد کردوں گا۔" لیکن آپ اپنی برہمی کے عالم میں حکومت ہند پر ضرب

نہیں لگاتے' جو ذمہ دار ہے۔ آپ ایک مد کو مسترد کرتے ہیں' جس کا مقصد ریلوے ملازمین کو ادائگی کرنا ہے.....''

مسٹر ایم' ایس ایے: (نمائندہ برار) ''ان لوگوں پر ضرب کاری لگانے میں کونسا مضائقہ ہے۔ جو حکومت ہند کے قریب ترین اور عزیز ترین ہیں۔''

مسٹر ایم' اے' جناح: ''اگر آپ اس دستوری سوال پر اظہار رائے کرنا چاہتے ہیں' جناب والا! کہ آپ زیادہ سے زیادہ تنخواہ کی طلب کو مسترد کردیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے یہ سوچنا پڑے گا کہ مجھے کس کی تنخواہ کو مسترد کردینا چاہئے۔ میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو کے استدلال میں ایک واضح سقم موجود ہے۔ میں اس نکتے پر صرف ایک اور بات کہوں گا۔ اگر ہمیں مختلف شکایات اور کوتاہیوں پر غور کرنا ہے تو اس مقصد کے لئے تو ہمارے سامنے متعدد تحاریک موجود ہیں۔

''پھر اخیر میں میں یہ کہوں گا۔ ہم' یہ مقننہ' حکومت اور ہمارے درمیان ایک روایت کے ضمن میں ایک فریق بنے تھے۔ یہ گزشتہ ستمبر کی بات ہے۔ اس روایت کے تحت میں ان شرائط کو پڑھنا نہیں چاہتا چونکہ یہ شرائط معزز اراکین کے ذہنوں میں تازہ ہوں گی۔ لیکن اس روایت کے تحت ہم نے ریلوے کی انتظامیہ کو بالکل مختلف زمرے میں رکھا تھا۔ اس روایت کی رو سے ریلوے کی انتظامیہ کو تجارتی اساس پر استوار کرنا تھا۔ اور ہم نے حکومت کی رضامندی سے یہ روایت قائم کی۔ جس میں ان تمام نکات کو شامل کیا گیا جن کی ہم اس وقت شکایت کر رہے ہیں' یعنی ہندیانے کی' ریلوے بورڈ میں ایک ہندی کی شمولیت' ان تمام امور پر گزشتہ ستمبر میں ہی تو بحث و تمحیص ہوئی تھی۔ پہلی مرتبہ چند ماہ بعد میرے معزز دوست سر چارلس انیز یہاں تشریف لاتے ہیں اور اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ ریلوے بورڈ کے چیئرمین ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس سے بالکل غیر مطمئن ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے قبل کہ میں اس ایوان میں کھڑا ہوں اور میں آنریبل سر چارلس انیز یا ان کے جانشین سے یہ کہوں کہ میں آپ کی حکمت عملی آپ کے پروگرام اور آپ کے انتظام سے مطمئن ہوں۔ سر چارلس انیز یا ان کے جانشین کو

بہت محنت کرنا ہوگی۔ میں اس امر سے بالکل متفق ہوں کہ لاتعداد شکایات ہیں۔ فی الحقیقت وہ جمع ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ پنڈت موتی لال نہرو نے نشاندہی کی کہ وہ گزشتہ ربع صدی سے زیادہ مدت سے شکایات جمع ہو رہی ہیں۔ (ایک آواز "پچھتر برس سے زیادہ عرصہ سے") اب جناب والا! اس پر الی تاریخ کو کریدنے سے کیا حاصل ہو گا جو بالکل عریاں ہے۔ اب تو آنریبل سرچارلس انیز کو یا ان کے جانشین کو اس روایت کے تحت ایک موقع دے دیجئے اور پھر دیکھیں اور پھر مہمیز لگائیں (ایک آواز: بے رحمی کے ساتھ) اس قدر بے رحمی کے ساتھ جس قدر بے رحمی کے ساتھ آپ لگا سکتے ہیں۔"

مسٹر سی ' ایس ' رنگا آیر: شکایات قبل از فراہمی ' فراہمی سے پیشتر بے رحمی کے ساتھ مہمیز لگائیے۔"

مسٹر ایم ' اے ' جناح: آپ سرچارلس انیز کو ایک موقعہ دے دیجئے اور پھر بے رحمی کے ساتھ مہمیز لگائیے۔ اگر آپ ایسا کر سکتے ہیں ' تب میں آپ کا ساتھ دے دوں گا۔ از راہ کرم شکایات قبل از فراہمی ' کی ترکیب کو حذف کر دیجئے۔ (ایک آواز: "کیوں") کیونکہ آپ اس روایت کے تحت ایک موقعہ دینے کی تجویز سے اتفاق نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے کہ میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔

مسٹر جمنا داس ایم ' مہتا: (بمبئی شمالی قسمت غیر مسلم دیہاتی حلقہ) "کیا آپ کو کوئی شکایت نہیں ہے"

مسٹر ایم ' اے ' جناح: مجھے تسلیم ہے کہ ہمیں شکایات ہیں ' لاتعداد شکایات لیکن میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ میں یہاں کھڑا ہو جاؤں اور مطالبات زر کو مسترد کر دینے کی حکمت عملی کی حمایت کروں۔"

مسٹر سی ' ایس ' رنگا آیر: "آپ لفظوں سے کھیل رہے ہیں۔

مسٹر ایم ' اے ' جناح: جی ہاں میں لفظوں سے کھیل رہا ہوں۔ آپ اپنے رفیق کار مسٹر چمن لال سے مشورہ کر لیں جو دستور پر تازہ ترین سند بنے ہیں۔ لہٰذا میں

کہتا ہوں کہ ہمارے لئے یہ درست نہیں ہوگا کہ ہم فراہمی سے انکار کردیں۔ ہم یہی تو چاہتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم ان شکایات پر یکے بعد دیگرے بحث کریں اور میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ ان نکات پر جنہیں میں سمجھ سکوں۔ ریلوے ممبر کو بے رحمی کے ساتھ مہمیز لگانے میں شریک ہوجاؤں۔"

ایگزیکٹو کونسل اور اصلاحات کے لئے مطالبہ زر

حکومت کی حکمت عملی پر شدید نکتہ چینی

۱۴ مارچ ۱۹۲۵ء

۱۴ مارچ ۱۹۲۵ء کو مطالبات زر پر رائے شماری کے لئے مقننہ کے اجلاس کی آخری نشست تھی کہ پنڈت موتی لال نہرو نے تحریک پیش کی کہ ایگزیکٹو کونسل کے لئے پورے کے پورے مطالبہ زر کو حذف کردیا جائے۔ یہ فی الحقیقت حکومت ہند کے خلاف مذمت کی تحریک تھی۔ انہوں نے کہا کہ سوراجیوں، قوم پرستوں اور انڈی پنڈنٹ پارٹی کے اراکین کا حکومت کی کارروائیوں کے خلاف خواہ کچھ بھی ردعمل کیوں نہ ہو۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سب کے سب نظم و نسق سے پوری طرح نئے غیر مطمئن ہیں۔ اس تحریک کے حق میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم، اے، جناح نے حکومت کی حکمت عملی پر شدید نکتہ چینی کی۔

مسٹر ایم، اے، جناح: "جناب والا! کوہاٹ کے بدنصیب مسئلہ پر ہیجان کے بعد میں ایوان کو واپس کچھ مختلف مسائل کی جانب لے جاؤں گا۔ جناب والا! اگر ہم

مختلف شعبوں میں حکومت کارروائیوں پر بحث کرنے لگیں، اگر ہم ان کی غلطیوں کی تاریخ رقم کرنے بیٹھ جائیں، اور اگر ہم اپنی شکایات کی داستان تحریر کرنے لگ جائیں تو ہمیں مہینے درکار ہوں گے۔ یہ اس مقصد کے حصول کا مقام نہیں ہے۔ لیکن، جناب والا! میں آغاز گفتگو میں ہی اس ایوان کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے تو ہم دستور کے خلاف احتجاج اور اس کی مذمت کرتے ہیں۔ ثانیاً" ہم حکومت کی حکمت عملی کی عام طور سے مذمت کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان آراء کا ایگزیکٹو کونسل کے لئے مطالبہ زر کے خلاف اندراج ہو۔ یہ خالصتاً" طریقہ کار کا سوال ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ لہذا آج اس ایوان میں اس بحث کے ضمن میں ہمیں حکومت ہند کے خلاف موقف پیش کرنا ہے۔ یہ کوئی مضائقہ کی بات نہیں کہ اس کے اجزائے ترکیبی کیا۔ خواہ یہ گورنر جنرل ہوں۔ جنہیں کچھ اختیارات حاصل ہیں، خواہ ایگزیکٹو کونسل کو کچھ اور اختیارات حاصل ہیں یا وزیر ہند یا یہ تینوں مشترکہ طور پر یا ان تینوں کے اوپر آپ برطانوی پارلیمان کو رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہمیں تو اس تعلق میں حکومت ہند سے سروکار ہے اور جناب والا! میں خود کو حکومت ہند کی حکمت عملی کی ان بڑی بڑی مدوں تک محدود رکھوں گا۔ جو لائق مذمت ہیں۔

"اب جناب والا! ہم سب سے پہلے موجودہ دستور کے خلاف اپنے احتجاج کو لیتے ہیں۔ یہ کہا گیا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کرنل کرافورڈ تھے۔ جو کبھی کبھی دستوری مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات انہوں نے بنگال کے تجارتی سربرآوردہ شخصیت کی جانب سے لقمہ دینے کے بعد کہی اور لقمہ لینے کے بعد انہوں نے کہا۔ اس سے سرٹیفکیٹ عطاء کرنے کی روایت کا آغاز ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے ان کی بات کو درست طریقے سے لکھا۔ اب جناب والا! ہمیں اس صورت حال کا جائزہ لینا چاہئے۔ پارلیمانی طریقہ کار کے تحت کیا ہوگا؟ اگر آپ حکومت کی حکمت عملی کے خلاف تحریک مذمت پیش کرتے ہیں تو آپ حکومت کی حکمت عملی کے خلاف ایک عمومی بحث کرتے ہیں اور اگر اس تحریک کا حکومت کے خلاف اندراج ہوتا ہے تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ حکومت رخصت ہوجاتی ہے، یہ ہار جاتی

ہے۔ جناب والا! کیا یہ حکومت، ہماری ووٹ سے ہار جائے گی؟ (معزز اراکین: ہرگز نہیں، ہرگز نہیں) اس تحریک کی منظوری کے بعد جس کے بارے میں مجھے مطلق کوئی شبہ نہیں کہ اگلے چند لمحوں میں یہ ایوان اس تحریک کو منظور کرنے ہی والا ہے۔ معزز ممبران اس طرف تشریف فرما رہیں گے اور تاج کے وزراء کی حیثیت سے اپنے عہدوں پر برقرار رہیں گے۔ پھر اس نامناسب اور غیر معمولی دستور کے تحت، جس کی تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں، کیا متبادل موجود ہے۔ میرے دوست مسٹر نہن چند رپالی نے اپنے خوشگوار انداز میں اس دستور کا تذکرہ کیا، اور میں سمجھتا ہوں، کہ یہ ایوان اس ذکر سے محظوظ ہوا، کیونکہ یہ درست تھا۔ اب جناب والا! نزدیک ترین نتیجہ کیا ہے۔ جو ہم اخذ کرسکتے ہیں، یہ ہے کہ واحد راستہ یہ ہے کہ نہ صرف ہم اس ملک کے باشندوں کے سامنے، بلکہ دنیا بھر کے سامنے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حکومت کو شکست ہوگئی ہے۔ گورنر جنرل کو تصدیق نامہ جاری کرنے پر مجبور کریں۔ اس کے علاوہ بھی ایک متبادل طریقہ کار ہے۔ سو روپیہ کی ایک کٹوتی، میرے دوست کہیں گے کہ یہ درست ہے۔ اسے کیوں اختیار نہیں کرلیتے؟ کیونکہ، میں محسوس کرتا ہوں، کہ اس طریقے سے لازمی طور پر حکومت کی واضح اور بغیر کسی لاگ لپٹ کے حکومت کی شکست ثابت نہیں ہوگی، اس سے شبہ باقی رہ جاتا ہے اور ہم اس موقعہ پر شک اور شبے کی کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ جناب والا! آپ دیکھیں گے کہ یہ واحد ملک نہیں ہے، جو اس نوعیت کا طریقہ اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ اب جناب والا! ہم دیکھیں کہ کیا اس دستور کے خلاف احتجاج کے بارے میں ہمارا موقف حقیقت پر مبنی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے جناب والا! میں دیکھتا ہوں کہ میرے معزز دوست ممبر داخلہ میرے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں، جی ہاں اب جناب والا! آپ دیکھیں گے کہ آسٹریلیا میں ۸ اپریل ۱۸۹۱ء کو:

> "نیو ساؤتھ ویلز کی مجلس قانون ساز نے مسٹر ڈبلیو سی، وینٹ ورتھ کی قیادت میں اپنی ایک مجلس منتخبہ کی رپورٹ منظور کی جس میں نئے قانون دستور کے خلاف اس بناء پر احتجاج کیا کہ

اس کے تحت آمد محاصل کلیتا" نو آبادیاتی مقننہ کی تحویل میں نہیں دیئے۔ یہ کہ جملہ معتمد اور تنخواہ دار افسروں کا تقرر گورنر اور ایگزیکٹو کونسل کی جانب سے ہونا چاہیے۔ بغیر وزیر نو آبادیات کی مداخلت کے اور یہ کہ قانون سازی کا بنیادی اختیار نو آبادیاتی مقننہ کو تفویض ہونا چاہیے۔ اخیر میں ان خامیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے ہمارے ان غیر مبہم حقوق کا اعلان اور ان پر اصرار کیا گیا۔ ہم ایک کے ازالے اور دوسرے کے بالصراحت اعلان کا کام ان لوگوں پر چھوڑتے ہیں جن کی ہم نیابت کرتے ہیں اور اس مقننہ پر جو ہمارا اتباع کرے گی۔"

جناب والا! میں بہادر کرنیل (کرنل کرافورڈ) کو یہ یاد دلا سکتا ہوں کہ ہم کوئی غیر معمولی یا ان سنی راہ اختیار نہیں کر رہے ہیں۔ اب جناب والا! ہم اپنے احتجاج کی طرف آتے ہیں۔ کرنل کرافورڈ یوروپین فرقے کی ترجمانی کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے مفادات کی بات کی ہے۔ انہوں نے اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ ویسٹرن ہوسٹل رائے سینا میں تازہ روایت قائم ہوئی ہے۔ یعنی عشائیہ۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم اس نوعیت کی متعدد روایتیں قائم کرسکتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہم اسی طرح ہنسی خوشی رہتے رہیں، جس طرح ہم رہ رہے ہیں۔ کیوں؟ چونکہ تجارتی مفاد خطرے میں ہے۔ ایک سول سروس ہے۔ انہیں اپنی رائے کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ اس لئے وہ استحکام اور اس دستور کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اور کتنی مدت کے لئے؟ کب ان یوروپی تاجروں کے فرقے کی اس ملک میں دلچسپی ختم ہوگی؟ کیا کرنل کرافورڈ اس کی ضمانت دے سکتے ہیں؟ جناب والا! مجھے حیرت ہے کہ اس ایوان میں ایک ذمہ دار نمائندہ اس نوعیت کی دلیل بھی پیش کرسکتا ہے۔ جو بالکل بیکار اور بچگانہ ہے۔ جناب والا! اس ایوان میں ہر شخص جانتا ہے، اور مجھے پرانی تاریخ کو کھنگالنے کی کوئی خواہش نہیں۔ کہ مسئلہ کیا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس دستور پر اس وقت اور فی الفور نظرثانی

کی جاسکتی ہے یا ہمیں ۱۹۲۹ء تک انتظار کرنا ہوگا؟ کیا یہ مسئلہ نہیں ہے؟ اب' اس پر فوراً ہی نظرثانی کیوں نہیں کی جاسکتی؟ کیا ہم قطعی طور پر ۱۹۲۹ء ہی کے پابند ہیں؟ کیا کوئی معزز رکن مجھے یہ بتا سکتے ہیں؟ نہیں' میرے دوست آنریبل ممبر داخلہ کے پیشرو سرولیم و نسینٹ اور سرما لکم ہیلی نے ایک فارمولے سے اتفاق کیا تھا جسے ۱۹۲۱ء میں اس ایوان نے منظور کیا تھا۔ جس میں یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ اس دستور کا جائزہ اور اس پر نظرثانی ۱۹۲۹ء سے قبل ہونی چاہئے۔ اب جناب والا! اس کام کو فوراً" ہی کیوں نہ کر لیا جائے؟ ہمیں بتایا گیا تھا کہ ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کی کارکردگی کا جائزہ لیا جانا چاہئے۔ ہمیں مکمل طور پر اس امر کا جائزہ لینا چاہئے کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء پر عمل درآمد کے دوران کون کون سی خامیاں اور دشواریاں سامنے آئیں۔ میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو کہتے ہیں کہ ہم سب کو علم ہے کہ یہ ایک شدنی امر ہے۔ ہمیں مزید کسی اطلاع کی ضرورت نہیں۔ پس جناب والا! ہوسکتا ہے کہ وہ درست ہوں۔ میں انہیں بتا سکتا ہوں کہ میری بھی یہی رائے ہے' جس کا میں ایک سے زیادہ مرتبہ علی الاعلان اظہار کر چکا ہوں۔ دیگر اصحاب نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس دستور کو حقیقی ثمر آور نتائج حاصل کرنے کے لئے چلایا جاسکتا ہے۔ لیکن حکومت نے کہا' حکومت کو باقاعدہ طریقے سے عمل درآمد کرنا چاہئے۔ حکومت کو کچھ قطعی اصولوں اور متعین خطوط پر کام کرنا چاہئے۔ پھر کیا ہوا؟ ہم نے گزشتہ برس ایک قطعی مطالبہ پیش کیا کہ اس دستور پر نظرثانی کی جانی چاہئے۔ مجھے اس بات سے اس وقت کوئی سروکار نہیں۔ جناب والا! کہ کس ادارے کے ذریعہ اس دستور پر نظرثانی کرائی جائے لیکن جواب کیا تھا؟ جواب یہ تھا' جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ سرما لکم ہیلی نے حکومت ہند کی نیابت کرتے ہوئے امور مفوضہ اور ایک بیان ملک معظم کی حکومت کی طرف سے اس ایوان میں دیا تھا۔ انہوں نے نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہماری تحقیقات سے یہ ظاہر ہوا کہ اس قانون کے ڈھانچے اور اس کی حکمت عملی میں پیش رفت ممکن نہیں' تب یہ سوال کہ آیا اس دستور میں ترمیم کی جاسکتی ہے یا نہیں' یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ جس کی حکومت فی الوقت پابند نہیں ہے۔ اب

جناب والا! یہ بات اس کمیٹی کے امور مفوضہ کا جزو ہے۔ اب اس کمیٹی کو اس سوال کا جواب دینا چاہئے کہ آیا ہماری تحقیقات سے یہ ظاہر ہوا کہ دستور میں ترمیم ہونی چاہئے یا نہیں ہونی چاہئے اور ہم اس سوال کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم ادائیگی فرض میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے۔ یہ جواب اقلیت نے دیا ہے۔ اکثریت یہ محسوس کرتی ہے کہ امور مفوضہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سوالات کا جواب تلاش کرنا ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اب میں اس ایوان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا حکومت کا اس ایوان میں یہ اعلان کرنے میں کہ وہ اس دستور پر نظرثانی کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ مزید تاخیر کا کوئی جواز ہو سکتا ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ ممبر داخلہ وہاں خاموش بیٹھے ہیں' ان کے جسم کا کوئی عضو حرکت نہیں کر رہا۔

ایک معزز رکن: "وہ اتنے بدتمیز نہیں ہیں کہ درمیان میں مداخلت کریں"

مسٹر ایم' اے' جناح: نہیں میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ مداخلت کریں۔ میں یہ چاہتا تھا کہ وہ ذرا سی جنبش تو کریں' لیکن وہ تو پتھر کی طرح ساکت ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ہم نے تو ان سے یہ گزارش کی تھی کہ وہ ایک دن مقرر کر دیں۔ تاکہ ہم ان کے سامنے اپنے حقیر خیالات پیش کر سکیں اور اس ایوان میں مڈیمن رپورٹ کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کر سکیں۔ ممبر داخلہ کہتے ہیں نہیں' ہم نے حکمت عملی کے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا اور ہم نے کوئی تجاویز مرتب نہیں کی ہیں۔ ہم ابھی رپورٹ پر بحث و تمحیص نہیں کر سکتے۔ مباحثہ لاحاصل اور بے سود ہو گا' اور پھر جب وہ اس مرحلے میں دھکیل دیئے گئے تھے جب ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ پھر ہز ایکسی لینسی وائسرائے کا لندن جانے سے کیا فائدہ؟ انہیں وزیر ہند لارڈ برکن ہیڈ سے صلاح مشورے کے لئے کیوں طلب کیا گیا؟ پھر انہیں اس کا اعتراف کرنا ہی پڑا۔ بلاشبہ اس کا ممتاز سوالوں میں شمار ہو گا۔ اب جناب والا! میں یہ سوچتا ہوں۔ بلاشبہ مجھے علم ہے کہ آنریبل ممبر کیا کہیں گے۔ وہ کہیں گے' ہم اس مسئلہ پر کیسے گفتگو کر سکتے ہیں۔ جب کہ ہم نے ابھی یہ فیصلہ ہی نہیں کیا کہ ہمیں کہنا کیا چاہئے لیکن مجھے واقعتاً ایک شکایت ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حزب اقتدار' جب یہ بات ان کے مناسب حال

ہوتو وہ اس ایوان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ گویا کہ یہ ایک مکمل پارلیمان ہے اور جب یہ ان کے مناسب حال نہ ہوتو وہ کہتے ہیں۔ اوہ نہیں ذمہ داری تو ہماری ہے۔ آپ تو یہاں صرف حکومت پر اثر انداز ہونے کے لئے بیٹھے ہیں۔ اب میں حزب اقتدار سے کہوں گا کہ وہ ایک بار قطعی فیصلہ کرلے کہ کیا آپ ہم سے اس طرح کا معاملہ کریں گے۔ گویا کہ ہم ایک مکمل پارلیمان ہیں۔ ملحوظ خاطر رہے کہ میں اس سے خوشی سے پھول نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ ہم ایک مکمل پارلیمان نہیں ہیں اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کہ آپ خود کو وہ کچھ سمجھنے لگیں جو آپ فی الحقیقت نہیں ہیں۔ لیکن اس مجلس کو یہ تو بتا دیجئے کہ درحقیقت یہ ہے کیا کسی طرح اتنی بات تو ہم پر واضح کر دیجئے۔ بلا شبہ یہ مجلس واقعتاً ایک مشاورتی ادارہ ہے۔ (مسٹر ڈی' وی' بیلوی: "یہ ایک بحث و مباحثہ کی کلب ہے") یہ اس سے ذرا سی کچھ زیادہ ہے۔ اب جناب والا! اس لئے میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ اس مجلس کا استحقاق ہے' اور اس وعدے کو یاد کیجئے جو ہم سے کیا گیا تھا کہ یہ رپورٹ اس مجلس کے سامنے پیش کی جائے گی اور اس مجلس کو اس رپورٹ پر بحث مباحثہ کرنے اور اپنی رائے کے اظہار کا موقعہ دیا جائے گا۔ لہٰذا میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ اس مجلس کا استحقاق کہ حکومت کو یہ کہنا چاہئے تھا' کہ اس سے قبل کہ ہم اس رپورٹ پر بحث و تمحیص کا آغاز کریں اور اس سے قبل کہ ہم عبوری نوعیت کے نتائج اخذ کریں۔ ہم یہ چاہیں گے کہ ہمیں اصلاحاتی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پر آپ کے فیصلے کی شکل میں آپ کی معاونت حاصل ہوجائے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک سنگین نوعیت کی شکایت ہے جو ہمیں ہے۔

"اب جناب والا! دوسرا مسئلہ جو ہم اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے۔ اس ایک برس کے دوران ہم نے جو کام کیا اور قدرتی طور پر ہمیں اس وقت' اگرچہ ممبر خزانہ اس میزانیہ کے ساتھ ہمارے سامنے آتے ہیں جو اعداد و شمار سے اور اخراجات اور آمدنی کے کل میزان سے بھرپور ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ وہ کس طرح وصولی کریں گے اور کس طرح خرچہ کریں گے' وغیرہ وغیرہ۔ ایوان کی

اس جانب ان کے اعداد و شمار اور میزانیہ کا جائزہ لینے کے علاوہ ہمیں کچھ اور بھی کرنا چاہئے' اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے سالانہ حساب کتاب کی فرد تیار کریں۔ ہمارے حساب کتاب کی سالانہ فرد اور اپنے ساز و سامان کا جائزہ لینے کا مطلب یہ ہے کہ خزانہ کے علاوہ جملہ اہم مسائل کے بارے میں حکومت کی حکمت عملی کیا رہی۔ پس جناب والا! دستوری صورت حال کے بارے میں میں پہلے ہی گفتگو کرچکا ہوں اور یہ کہ اس ضمن میں ہمارے محسوسات کیا ہیں۔ میں درحقیقت یہ محسوس کرتا ہوں اور میں جناب والا! آپ کو اور حزب اقتدار کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے فی الفور اس دستور میں ترمیم کرنے یا اس پر نظرثانی کرنے کا فیصلہ نہ کیا تو آپ ممکنہ طور پر عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کریں گے۔ یہ کام کون سا ادارہ سرانجام دے۔ اس بارے میں میں خود کو پابند نہیں کرتا' لیکن میں حکومت سے یہ بات یقیناً کہوں گا کہ وہ اپنی حکمت عملی اور فیصلے کا اعلان کردے اور وہ جس قدر جلد یہ اعلان کردیں گے۔ اسی قدر اس ملک کے امن عامہ اور اچھی حکومت کے لئے بہتر ہوگا۔ بلکہ بلا کسی پس و پیش کے اعلان کردیجئے کہ آپ فی الفور دستور پر نظرثانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔

"اب جناب والا! دوسری چیز' ایک بہت ہی اہم چیز' جسے میں دستور کے ضمن میں پیش رفت سے کم اہمیت نہیں دیتا' وہ ہے حکومت ہند کی فوجی حکمت عملی' میں اس تعلق میں اس ایوان کا وقت نہیں لینا چاہتا۔ کیونکہ حال ہی میں اس اجلاس کے دوران دو بار اس موضوع پر بحث ہوچکی ہے۔ بدقسمتی سے' جناب والا! اس سال دوسرے موضوعات پر بحث مباحثے کی وجہ سے میں' اس نوٹس کے تحت جو میں نے فوج کے شعبہ کے لئے مطالبہ زر کے ضمن میں پہلے ہی سے دے رکھا ہے' فوجی حکمت عملی کے بارے میں بحث چھیڑنے کے موقعہ سے محروم رہ گیا۔ لیکن میں ایک بار پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں' جو میں نے آنریبل مسٹر و ینکٹا پتی راجو کی اس تحریک پر تقریر کرتے ہوئے کہی تھی' جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ ہندی سینڈہرسٹ کے قیام کے سلسلہ میں اقدام کرے۔ جناب والا! میزانیہ پر عام بحث کے دوران ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف کے لب و لہجہ اور اعلان پر دکھ ہوا لیکن میں نے

لہجے کی اتنی زیادہ پروا نہیں کی، میں نے زبان کی اتنی زیادہ پروا نہیں کی، میں نے اصل بات کی طرف توجہ دی اور اصل بات کسی اور چیز کے مقابلے میں زیادہ مایوس کن اور قابل اعتراض نکلی۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ لارڈ رولن سن خیر خواہ ہیں۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ انہوں نے کچھ کوششیں کیں اور میں ان کی مساعی کا اعتراف کرتا ہوں، لیکن پھر بھی مسئلہ جیسا کہ میں اسے سمجھتا ہوں، یہ نہیں ہے کہ آپ نے آٹھ یونٹیں قائم کرنے کی کوشش کی۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ آپ دس لڑکوں کو کنگ کمیشن کے حصول کی اہلیت حاصل کرنے کے لئے انگلستان بھیجنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ نہیں ہے کہ آپ کے پاس دہرہ دون میں کالج ہے اور شاید آپ لڑکوں کو تربیت دینے کے کچھ اور ادارے بھی قائم کریں گے۔ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے اور آپ اس سے باخبر ہیں۔ یہ بات کہنے کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ کمانڈر انچیف نے کہا، کہ ہم ایک قوم نہیں ہیں، متجانس لوگ نہیں ہیں۔ راہ میں زبردست دشواریاں حائل ہیں اور یہ کہ آپ ہند کو یک جان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہند کو اپنی دفاع خود کرنے کی اہلیت حاصل کرنے میں کافی وقت لگے گا۔ اب جناب والا! یہ تو واقعتاً میری تجویز کا جواب نہیں ہے۔ اگر کوئی دشواریاں نہ ہوتیں، اگر ہند کو ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے کی ضرورت نہ ہوتی، اگر ہند بد نظمی کا مرقع نہ ہوتا تو میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کمانڈر انچیف وہاں ہرگز نہ کھڑے ہوپاتے اور جس لب و لہجہ میں انہوں نے اس روز ہم سے گفتگو کی، کسی طور نہ کرسکتے۔ برعکس ازیں میں وہاں کھڑا ہوتا اور کمانڈر انچیف کو حکم دے رہا ہوتا کہ میرے احکام کی تعمیل کریں۔ لیکن یہ دلیل پیش کرنے سے کیا حاصل۔ بلاشبہ ہند کو دشواریاں لاحق ہیں۔ بلاشبہ ہند کو آپس میں جڑنے کی ضرورت ہے ورنہ تو میں حزب اقتدار کی نشستوں پر تشریف فرما اپنے معزز دوستوں سے یہ پوچھتا کہ آپ کی نسل کے تین لاکھ فرد اس ملک پر ایک لمحے کے لئے بھی حکومت کرسکتے۔ اپنی جملہ مشین گنوں کے باوصف؟ لہٰذا ایک سیدھی سادی اور معقول تجویز کا اس نوعیت کی دلیل سے جواب دینے کا کیا فائدہ؟ میری تجویز کیا ہے؟ میں نے کیا کہا تھا؟ میں اسے دہراؤں گا۔ میں دشواریوں کو

تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ کیا آپ ان دشواریوں کے باوجود ہند کی مدد کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ اپنی نیک نیتی کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس مسئلہ کا مکمل طور پر جائزہ لینے کا موقعہ دیجئے۔ جب آپ نے آٹھ یونٹوں کو ہندیانے کا کام کرنا شروع کیا تو کیا آپ نے ہم سے مشورہ کیا تھا؟ آپ اب یہ کہتے ہیں کہ ہندی افسران یونٹوں میں کام کرنا نہیں چاہتے اور یہ کہ وہ ان یونٹوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جہاں انگریز افسر ہوں۔ کیا آپ نے ہم سے مشورہ کیا تھا؟ نہیں' کیا آپ نے ہم سے اس وقت مشورہ کیا تھا جب آپ نے ان دس لڑکوں کو بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا؟ نہیں۔ کیا آپ نے ہم سے اس وقت مشورہ کیا تھا جب آپ نے ان دس لڑکوں کے انتخاب کا طریقہ کار طے کیا تھا؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ نے وہ طریقہ کار طے کیا ہے۔ جس کے ذریعہ آپ کو کبھی بھی صحیح قسم کے لڑکے دستیاب نہیں ہوں گے۔ کیا آپنے اس ملک کے ذمہ دار لوگوں میں سے کسی سے رجوع کیا اور ان سے کہا۔ آیئے ہم نے یہ عزم کرلیا ہے' ہم ہندیوں میں ایک معقول مدت کے دوران اپنے ملک کے دفاع کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے بے چین ہیں' ہم آپ کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں۔ پوری صورت حال کا بھرپور طریقے سے جائزہ لیتے ہیں؟" آپ نے معمولی معاملات پر چھوٹے چھوٹے معاملوں پر بہت سی کمیٹیاں مقرر کیں۔ جیسا کہ میں نے چند روز پیشتر اپنی تجویز میں کہا تھا۔ کیا آپ نے ایک کمیٹی بھی ایسی قائم کی۔ جس میں شامل ہوتے آپ کے کمانڈر انچیف' آپ کے فوجی ماہرین' آپ کے سیاستدان' آپ کے اعلیٰ ملازمین اور سر کیمبل زہوڈز؟ کیوں نہیں؟ بلا شبہ ان کا یہاں مفاد موجود ہے اور ہمیں ان کا اضطراب دور کردینا چاہئے۔ گزشتہ بحث کے دوران آنریبل ممبر واخلہ نے ایک ترمیم پیش کی تھی۔ مجھے تقریر کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ کچھ ایسا ہوا کہ میں اس قدر خوش نصیب نہ تھا کہ آپ کی توجہ اپنی جانب منعطف کراپاتا۔ اگرچہ میں صرف اتنی وضاحت کرنا چاہتا تھا کہ وہ ترمیم کیوں قابل قبول نہیں ہے اور فی الحقیقت وہ ترمیم ہمارے لئے قابل قبول نہیں تھی کیونکہ' جیسا کہ میں کہتا ہوں' حکومت ہند کی پوری فوجی حکمت عملی کا نچوڑ یہ ہے۔ سب سے پہلے تو اس بات کا فیصلہ کیجئے کہ آپ ہر

سال ہند کے لوگوں میں سے کتنے لوگوں کو بھرتی کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ اس تعداد کا تعین اس وقت تک نہیں کرسکتے جب تک کہ آپ اس امر کی مکمل تحقیقات نہ کرلیں۔ جب آپ تعداد متعین کرلیں گے تب یہ سوال پیدا ہوگا کہ آپ ان کی تربیت اور تعلیم کے لئے ضروری سہولتیں کس طرح فراہم کریں گے۔ آپ کو ایک ہندی سینڈہرسٹ قائم کرنا پڑے یا نہ قائم کرنا پڑے۔ پس یہ تو واقعتاً گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوتنے کے مصداق ہوا۔ میری دانست میں پہلا اور اولین اہمیت کا سوال یہ ہے۔ ایک کمیٹی تشکیل دیجئے۔ جسے یہ امور تفویض کئے جائیں کہ وہ یہ معلوم کرے کہ ان ہندیوں کی کل کتنی تعداد ہے۔ جنہیں آپ فوج کو تیز رفتاری سے ہندیانے کے ضمن میں سال بہ سال بھرتی کرنے کے لئے آمادہ ہیں اور یہ کہ آیا وہ مطلوبہ تعداد دستیاب یا فراہم ہوسکے گی۔ تب دوسرے سوال پر کہ ان کی تربیت اور تعلیم کے لئے مطلوبہ سہولتوں کے حصول کی غرض سے کون سی مشینری یا طریقے اختیار کئے جائیں' اصل سوال کے جواب کی روشنی میں غور کرنا ہوگا۔

"اب جناب والا! میں دوسرے نکتے کی طرف آتا ہوں۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میں چھوٹی چھوٹی تفصیلات میں پڑنا نہیں چاہتا۔ اگلا سوال آپ کی تعلیمی حکمت عملی کے حوالے سے ہے۔ جناب والا! کچھ برس پہلے ایک معروف امریکی ہند تشریف لائے تھے۔ نام ان کا تھا مسٹر برائنٹ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا صدارتی انتخاب بھی لڑا تھا۔۔ اور ایک بہت ہی لائق فائق انگریز' جن کے لئے میرے دل میں بہت احترام ہے' میری موجودگی میں مسٹر برائنٹ کو قائل کر رہے تھے کہ وہ ہند میں انگریزوں کی فرمانروائی کی حمایت کریں اور کہنے لگے کہ ہم یہاں کیا کرسکتے ہیں؟ ہم لوگوں کو کون سی اصلاحات دے سکتے ہیں۔ اس ملک میں ان لوگوں کی حالت تو دیکھیں' بمشکل آبادی کے پانچ چھ فی صد لوگ لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ مسٹر برائنٹ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور سوال کیا کہ آپ لوگ کتنی مدت سے اس ملک میں ہیں؟ اس صورت حال کا ذمہ دار کون ہے کہ آبادی کے صرف پانچ چھ فی صد لوگ لکھ پڑھ سکتے ہیں؟ پس جناب والا! یہ واقعہ پندرہ یا بیس برس قبل ہوا۔ لیکن آج صورت

حال کیا ہے؟ اس وقت سے اب تک ہمیں اصلاحات کے تحت حکومتیں مل چکی ہیں۔ ایک ۱۰ ۔ ۱۹۰۹ء کا قانون اور دوم موجودہ دستور آپ نے کیا کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی بھی ملک کی حکومت کی پیشانی پر یہ عظیم ترین کلنک کا ٹیکہ ہے۔ جو یہ ظاہر کرے کہ آپ کی ڈیڑھ سو برس کی حکمرانی کے بعد' جیسا کہ اس ملک کا معاملہ ہے' آپ اس ملک کی کل آبادی کے چھ یا سات فی صد سے زیادہ لوگوں کو بھی علم اور روشنی تو کیا خواندگی بھی نہیں دے سکے۔ کیا یہ آپ کی حکمت عملی ہوگی؟ کیا یہ طریقہ ہوگا۔ جس کے ذریعہ آپ ہند کو دستوری اعتبار سے ترقی دینا اور حکومت خود اختیاری اور خود اپنی دفاع کے اہل بنانا چاہتے ہیں؟

"پھر جناب والا! میں آپ کی تجارتی حکمت عملی کی جانب آتا ہوں۔ جناب والا! مجھے فوراً ہی اس امر کا اعتراف کرلینا چاہئے کہ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس مسئلہ پر مستند طریقے سے بات کرسکوں۔ لیکن اس معاملے میں بھی جہاں تک حکومت ہند کی تجارتی حکمت عملی کا تعلق ہے۔ اہم اختلافات موجود ہیں ایک تو کرنسی کا مسئلہ ہے' زر مبادلہ' آبکاری محصول اور وطن کی صنعتوں کو تحفظ دینے کا مسئلہ ہے۔ ان مسائل کے ضمن میں بہت اہم اختلافات ہیں۔ میرے معزز دوست سر پرشوتم داس ٹھاکر داس اس جانب ہمارے ممبر خزانہ ہیں۔ وہ ہمارے مشیر مالیات ہیں۔ (ایک آواز: "مسٹر جمناداس ایم۔ مہتا") فی الوقت میں انہیں اس حیثیت سے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں' لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس منصب پر ترقی پاسکتے ہیں۔ اب جناب والا! کرنسی اور زر مبادلہ فی الحقیقت ایسے امور ہیں جن پر اس جانب میرے بعض دوست میرے مقابلے میں زیادہ مستند طریقے سے گفتگو کرسکتے ہیں۔

"اور آخر میں لیکن اہمیت کے اعتبار سے کم تر درجہ کی نہیں' حکومت ہند کی وہ حکمت عملی ہے۔ جسے میں کوئی بہتر نام نہ ہونے کی وجہ سے جابرانہ حکمت عملی کہوں گا۔ اب جناب والا! ہم ہنگامی قانون پر بحث و تمحیص کرچکے ہیں۔ ہم نے مسٹر پٹیل کے مسودہ قانون پر بھی بحث کی' جس کا مقصد بعض قواعد و ضوابط کو منسوخ کرنا تھا۔ اور میں اس ایوان کو بیزار کرنا نہیں چاہتا اور کوئی بات بھی دہرانا نہیں چاہتا۔ میں

صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ہنگامی قانون نے بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے اور اگر آپ اپنی اس حکمت عملی کو جائز ٹھہرانا چاہتے ہیں اور اگر آپ واقعتاً یہ سمجھتے ہیں اور عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ آپ کا حقیقی مقصد امن عامہ کو برقرار رکھنا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ہند کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے پیش رفت کرنے پر بھی آمادہ ہیں۔۔ ملحوظ خاطر رہے کہ اس سے قبل کہ بہت تاخیر ہوجائے۔۔ آگے بڑھیں اور یہ بات لوگوں سے کہہ دیں اور یہ کام بلا کسی تاخیر کے کرڈالیں۔ عملی واحد اور حقیقی ثبوت ہے' اور آزمائش ہے۔ آپ کے ارادوں اور حکمت عملی کی یاد رکھئے کہ ان نوجوانوں نے بم چلانے کا جو شعار اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے' میں ایسا محسوس کرتا ہوں' جناب والا! کہ کس میں کتنا صبر ہے۔ مجھ میں کچھ صبر ہے۔ شاید اس جانب میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو میں میری نسبت کچھ کم صبر ہے۔ (موتی لال نہرو: "مجھ میں تو بالکل صبر نہیں میں تو بہت بے صبرا ہوں") پنڈت موتی لال کہتے ہیں کہ ان میں بالکل صبر نہیں۔ جناب والا! مجھے ان سے اتفاق نہیں۔ میں اپنی رائے کا اظہار کروں گا۔ جو شخص بم پھینکتا ہے۔ اس میں صبر پنڈت موتی لال نہرو سے بھی کم ہے۔۔ میں سمجھتا ہوں وہ یہ تسلیم کریں گے۔ (پنڈت موتی لال نہرو: "اگر یہ کم ہو سکتا ہے") بالکل۔ اب جناب والا! بات حد سے آگے نہیں بڑھی۔ جہاں آپ نے بم بازوں پر ہاتھ ڈالا تو بات اس سے بھی آگے بڑھ سکتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حکومت اس بات کو سراہے اور میں توقع کرتا ہوں کہ آپ نہ صرف اپنی حکمت عملی کو تبدیل کردیں گے۔ بلکہ اس ملک کے باشندوں کو اطمینان دلائیں گے اور اپنے مقاصد اور مواعید کو درست ثابت کردیں گے۔ جن کا آپ نے بار بار اعادہ کیا ہے اور ہند کے لوگوں کو اتنا بیزار نہیں کردیں گے کہ وہ ایسا قدم اٹھانے پر مجبور ہوجائیں۔ جو آپ اور اس ملک کے عوام دونوں کے لئے تباہ کن ثابت ہو۔"

ہند کے میزانیہ کا مسودہ قانون

میزانیہ کو مسترد کرنے کے بارے میں
پنڈت موتی لال نہرو کی تحریک کی مخالفت

۱۸ر مارچ ۱۹۲۵ء

۱۸ مارچ ۱۹۲۵ء کو جب میزانیہ کے مسودہ قانون میں متعدد ترامیم بھگتا دی گئیں تو سرباسل بلیکیٹ نے تجویز پیش کی کہ ترمیم شدہ میزانیہ کو منظور کرلیا جائے۔ پنڈت موتی لال نہرو نے تحریک کی مخالفت کی۔ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ دنیا کی کوئی حکومت فراہمیوں کے بغیر چل نہیں سکتی۔ انہوں نے کہا کہ کسی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے فراہمیاں مہیا کی جائیں۔ اگر اسے فراہمیوں کے مطالبے سے قبل شکایات رفع نہیں کیں۔ اس مسودہ قانون کے تعلق میں مسٹر ایم' اے' جناح نے جو رویہ اختیار کیا اس پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ اگرچہ گزشتہ برس انہوں نے جملہ فراہمیوں کو مسترد کرنے کی تجویز سے اتفاق کرلیا تھا۔ مسٹر ایم' اے' جناح نے پنڈت موتی لال نہرو کی میزانیہ کو مسترد کرنے کی تجویز کی مخالفت کی۔ سوراجیوں نے ان کی تقریر میں بہت زیادہ مداخلت کی۔

مسٹر ایم' اے' جناح: (شہر بمبئی: مسلم شہری) جناب والا! میں اس بحث میں کوئی غیر ضروری گرما گرمی پیدا نہیں کرنا چاہتا اور اگر مجھ سے ممکن ہوسکا تو میں اس امر کی پوری کوشش کروں گا کہ میں کسی فرد یا جماعت کی ناراضگی کا باعث نہ بنوں۔ جناب والا! میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو اور ان کی جماعت کے دیگر اراکین نے' جنہوں نے تقریریں کیں' اپنی پوزیشن کو بالکل واضح کردیا ہے۔ پنڈت موتی لال

نہرو اپنے موقف کی اساس فراہمیوں کو مسترد کرسکنے کے اصول پر استوار کرنا چاہتے ہیں' اور اگرچہ انہوں نے ان الفاظ میں یہ بات نہیں کہی۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس کا اظہار کردیا ہے اور میرا خیال ہے کہ ان کے اور ان کی جماعت کے اس ایوان میں وجود کا مقصد اس دستور کو توڑنا ہے' اس کی راہ میں رکاوٹیں حائل کرنا ہے۔ الف سے ے تک' آغاز سے انتہاء تک.....''

پنڈت موتی لال نہرو: ''اس کی اصلاح کے لئے یا اس کے خاتمے کے لئے'' میں اسے اس طرح سے کہتا ہوں''

مسٹر ایم' اے' جناح: میں اس مسئلہ پر کوئی ابہام نہیں چاہتا' میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کو بالکل واضح کردیا جائے۔

پنڈت موتی لال نہرو: ابہام ہے کہاں؟ اس کی اصلاح کی جائے یا اسے ختم کردیا جائے' اس کو برباد کردیا جائے یا اسے وہاں روانہ کردیا جائے' جہاں آپ چاہیں۔''

مسٹر ایم' اے' جناح: مجھے معلوم ہے کہ پنڈت موتی لال نہرو نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ اس میں سقم چھوڑ دیا جائے۔ کیا وہ یہاں اس دستور میں اصلاح کے لئے آئے ہیں؟

دیوان بہادر ٹی' رنگا اچاریہ: ''کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ اس کی اصلاح کے سلسلے میں انہوں نے اب تک کیا کیا ہے؟

پنڈت ہرکرن ناتھ مصرا: ''آپ نے وہاں بیٹھ کر جہاں آپ بیٹھے ہیں' اب تک جو کچھ کیا ہے۔ انہوں نے اس سے کہیں زیادہ کیا ہے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: آیئے ہم اس مسئلے کو بالکل واضح کردیں۔ میں اس ایوان میں اور اس کے باہر ملک میں اس مسئلہ کو آزمائش کے لئے پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر آپ کامیاب ہوجاتے ہیں اور اگر ملک آپ کی حمایت کرتا ہے تو پھر

مجھ سے زیادہ کسی کو خوشی نہیں ہوگی۔ آپ ایک مینڈیٹ کے ساتھ یہاں آیئے۔ مسئلے سے پہلو تہی نہ کیجئے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: ملک نے ہمیں یہاں بھیج کر ہماری حمایت کی ہے۔"

مسٹرایم' اے' جناح: میں کہتا ہوں کہ اگر ملک یہ چاہتا ہے کہ اس مجلس قانون ساز کو توڑ دیا جائے' اور اگر آپ یہ بات واضح طور پر ملک کے سامنے رکھ دیں تو عین ممکن ہے کہ آپ کو کچھ عرصے تک اکثریت حاصل نہ ہوسکے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ مرجائیں' اور ہم میں سے کچھ لوگوں کو اپنے مقاصد کی خاطر استعفے دینا پڑیں اور ضمنی انتخابات ہوں اور آپ رائے دہندگان کے سامنے آئیں اور اکثریت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ہے میری مراد......"

پنڈت موتی لال نہرو: "اجازت دیجئے کہ میں اپنے معزز دوست کی اطلاع کے لئے اس بات کو بالکل واضح کردوں کہ ہمارے پاس ملک کی طرف سے اس مجلس قانون ساز کے لئے ایک بین اور براہ راست مینڈیٹ ہے کہ اگر یہ مجلس اپنی اصلاح نہیں کرے گی۔"

مسٹرایم' اے' جناح: میں اس سے انکار کرتا ہوں' میں چیلنج کرتا ہوں۔"

پنڈت موتی لال نہرو: ہم اسی ٹکٹ پر یہاں آئے ہیں۔ یہی ہمارا انتخابی منشور تھا۔"

مسٹرایم' اے' جناح: میں اسے چیلنج کرتا ہوں' معزز پنڈت جی کو ابھی تک یہاں اکثریت حاصل نہیں ہے اور میں اسے چیلنج کرتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ملک اس بات کا اعلان کرے۔" (ایک معزز رکن: کیا آپ اکثریت میں ہیں؟"

پنڈت شام لال نہرو: "کیا میں معزز رکن کو یہ اطلاع دے سکتا ہوں کہ یہاں ہم اکثریت میں ہیں؟ اگر حکومت کے ۳۹ نامزد اراکین کو شمار نہ کیا جائے تو ہماری اس ایوان میں اکثریت ہوگی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جناب والا! اس سے پہلو تہی کرنا بے سود ہے' میں اپنے سوراجی دوستوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ میں کہتا ہوں' اس پر قائم رہنے کے لئے پوری طرح سے آمادہ ہوں۔ اگر میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو کی حکمت عملی یہ حکمت عملی ہے اور اگر ان کا یہ پروگرام ہے کہ وہ اس مجلس قانون ساز میں اول تا آخر رکاوٹیں ڈالیں مسلسل اور متواتر بشمول فراہمیوں کا استرداد' ان کی حکمت عملی یہ ہے' اور اگر جیسا کہ میرے دوست مسٹر چمن لال نے بجا طور پر کہا کہ ہم اس حکومت کو ناممکن بنا دینا چاہتے ہیں اور جیسا کہ مسٹر ا ھینکر نے درست طور پر ابھی اس کی توثیق کی پھر میں' جناب والا! اس کا مخالف ہوں۔ جناب والا! یہ مسئلہ ہے۔ ہمارے سامنے"

مسٹر وی' جے' پٹیل: کیا میں اپنے معزز دوست کی توجہ نیشنلسٹ پارٹی کے دستور کی جانب مبذول کرا سکتا ہوں' جس کا مسودہ انہوں نے خود تیار کیا تھا۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "میرے دوست مسٹر پٹیل غلط بیانی کئے بنا رہ نہیں سکتے اور فی الحقیقت اور وہ ایک جملے میں بات کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے' جب کہ انہیں اس کا بخوبی علم ہے کہ یہ معاملہ نہیں ہے۔ اگر وہ اپنا ہاتھ سینے پر رکھیں گے اور اگر ان کا کوئی بھی ضمیر ہے اور اگر وہ اس دستور کو ایک بار پھر پڑھ لیں تو شاید وہ اسے بہتر طریقے سے سمجھ پائیں۔ (مسٹر وی' جے' پٹیل: یہ واحد جواب ہے' جو آپ دے سکتے ہیں۔") میں نہیں چاہتا کہ مجھے پٹڑی سے اتار دیا جائے۔ اب پنڈت موتی لال نہرو کا یہ کہنا کہ ہمیں کچھ شکایات ہیں' میرے لئے قابل فہم ہے۔ میں بخوبی سمجھتا ہوں۔ اور یہاں مجھے خدشہ ہے کہ' جناب والا! ہماری اس کٹا بحثی میں اصل مجرم کھسک گیا اور اس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہتا ہے۔ میں اس بات کو فراموش یا نظرانداز نہیں کرنا چاہتا کہ مجرم اس جانب حزب اقتدار کی نشستوں پر موجود ہے اور میں نہیں چاہتا کہ ہماری آپس کی بحث میں ملزم بچ کر نکل جائے۔ لیکن میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دراں حالیکہ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ آپ کا موقف بہت مضبوط

ہے۔ وہ سوال جس پر مجھے غور کرنا ہے اور جس پر غور کرنے کے لئے میں اس ایوان کے ہر رکن سے التجاء کرتا ہوں۔ یہ ہے کہ کیا آپ اس حکومت کو ناممکن بناسکتے ہیں۔ (پنڈت موتی لال نہرو: "ہم اپنی پوری کوشش کریں گے۔") (مسٹر کے۔ احمد: "چرخہ کاتنے پر لگ جائیں۔") بس جناب والا! کوشش کرنے کی میری کتنی بھی خواہش کیوں نہ ہوں' اپنے دوستوں کا ساتھ دینے کے لئے ہمارے جذبات کتنے بھی شدید کیوں نہ ہوں' میں محسوس کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے' اور میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں' اور مجھے امید ہے کہ آپ باور کریں گے کہ مجھے دیانت داری کے ساتھ یقین ہے کہ اس وقت آپ اس حکومت کو ناممکن نہیں بناسکتے اور اگر آپ نے اس غلطی کا ارتکاب کیا تو یہ پلٹ کر آپ پر جھپٹے گی۔ (پنڈت موتی لال نہرو: "حوصلہ کریں۔") میرے معزز دوست کہتے ہیں' حوصلہ کریں۔ میرا جواب یہ ہے کہ آپ کی اس پختہ عمر میں آپ کی اس ناعاقبت اندیشی میں آپ کا شریک کار نہیں ہوسکتا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ناعاقبت اندیشی ہے اور جو مجھے روک رہی ہے۔"

پنڈت شام لال نہرو: "آپ نے گزشتہ سال اپنے ضمیر کے خلاف ایسا کیوں کیا تھا؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: جناب والا! اس ایوان میں پنڈت شام لال نہرو جو واحد کارنامہ سرانجام دیتے ہیں' وہ ہے مداخلت' (بیجا)......"

کپتان ہیرا سنگھ برار: نکتہ اعتراض پر' جناب والا! حکومت کو ناممکن بنانے کا جواب یہ ہے کہ جیسے کل شہر میں انتخاب کو ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ اسی طرح ہم اس ایوان میں آپس میں لڑ لڑ کر اک دن حکومت کو ناممکن بنا دیں گے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جناب والا! برطانوی تاریخ کا حوالہ دینا اور کرامویل کا تذکرہ کرنا تحصیل لا حاصل ہے۔ جب کہ حقائق مختلف ہیں۔ میں کرامویل کی تقلید کرنا چاہوں گا اور جناب والا! مجھے اس سے زیادہ مسرت اور کسی چیز میں حاصل نہیں ہوسکتی' اور اگر میں ہند کا کرامویل بن سکوں تو اس سے میرے جذبہ آرزو ہندی کو بھی

یقیناً" تسکین حاصل ہوگی۔ لیکن مواد کہاں ہے؟ آپ کے آج کے کرامویل کے حامی لوگ کہاں ہیں؟

پنڈت موتی لال نہرو: باہر دیہات میں نکلیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔"

مسٹر ایم ' وی ' ابھینکر: کرامویل نے لوگوں کو بنایا۔ لوگوں نے کرامویل کو نہیں بنایا۔"

مسٹر ایم ' اے ' جناح: میں سمجھتا ہوں کہ وہ تن تنہاء ہوتے تھے۔ لہٰذا جناب والا! دیگر ممالک کی تواریخ سے مثالوں کا حوالہ دینا بیکار محض ہے۔ اگرچہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ بعض اوقات ان میں کچھ باہمی ربط ہوتا ہے۔ لیکن بہر نوع ہمیں اپنی پوزیشن پر بھی غور کرنا چاہئے۔ جو فی الوقت ہے۔ ہماری پوزیشن یہ ہے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "غلام ہیں۔"

مسٹر ایم ' اے ' جناح: ہم غلام ہیں۔ مجھے اس میں کوئی کلام نہیں۔ مجھے اس کا ہمیشہ علم رہا' میں نے اسے ہمیشہ محسوس کیا اور مجھے اتفاق ہے کہ ہم غلام ہیں۔ لیکن جناب والا! جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ فی الحال آپ اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اس حکومت کو ناممکن بنادیں' لہٰذا میں اس وقت تک کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ جب تک کہ میرا پیمانہ صبر لبریز نہ ہو جائے اور جب تک کہ میں بھی ناعاقبت اندیش اور تباہ کار نہ بن جاؤں' اس وقت تک میں کوشش کرنا اور خود پر قابو رکھنا چاہتا ہوں' اپنے آپ کو قائم رکھنا چاہتا ہوں' میں دیانت دارانہ کوشش کرنا چاہتا ہوں اور ہر ممکن طریقے سے اس حکومت کو مجبور کرنا چاہتا ہوں' اور اپنے ملک کے لئے کچھ معقول فوائد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اسی باعث میں یہاں کھڑا ہوں۔ پنڈت موتی لال نہرو کا یہ کہنا کہ آپ نے گزشتہ سال کیا کیا تھا؟ چچا کہتے ہیں اور بھتیجا دہراتا ہے۔ لیکن جناب والا! آیئے اب ہم صاف گوئی سے کام لیں۔ مجھے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں۔ آیئے ہم صاف گوئی سے کام لیں۔ اب آپ نے پچھلے برس کیا کیا تھا؟ آپ نے اپنی پارٹی میں فیصلہ کیا' یعنی نیشنلسٹ پارٹی میں' جس کے بارے میں میرے

دوست بات کرنا بھولتے نہیں' کہ تمام مطالبات زر کو مسترد کردیا جائے۔ آپ نے میزانیہ کو رد کردینے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے چار شقوں کو مسترد کردیا۔ چار شقوں کو مسترد کردینے کے بعد یہی پارٹی اپنے فیصلے سے منحرف ہوگئی۔ پہلے دن کی کارکردگی کے بعد میرے دوست پنڈت موتی لال نہرو نے کیا کہا؟ پنڈت موتی لال نہرو نے اگلے روز کیا کہا؟ انہوں نے کیا بیان دیا؟ انہوں نے اس مفہوم کا بیان دیا۔ اور میں انہیں اس کے بارے میں یاد دلاؤں گا۔ کہ وہ تباہ کرنے کی حکمت عملی پر کاربند نہیں تھے۔ جو سوراجیوں کی حکمت عملی تھی' وہ نیشنلسٹ پارٹی کی حکمت عملی پر عمل پیرا تھے۔ انہوں نے سوراجی پارٹی کی حکمت عملی کو مسترد کردیا۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "میں نے اس کی وضاحت کردی تھی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ نے بالکل واضح کردیا تھا۔ آپ نے اسے مسترد کردیا تھا۔"

پنڈت موتی لال نہرو: جی میں نے کیا۔ کیونکہ میں اس وقت سوراجی پارٹی کے قائد کا کردار ادا نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت میں نیشنلسٹ پارٹی کی ترجمانی کر رہا تھا' اور اب میں اپنی صحیح پارٹی کی نیابت کر رہا ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: معزز ممبر اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اب وہ تباہ کار کے روپ میں ظاہر ہو رہے ہیں اور پھر بھی ہم سے بار بار کہا جارہا ہے کہ آپ نے گزشتہ سال یہ کیا۔ پچھلے سال آپ نے انحراف کیا۔ میں نے آپ سے انحراف کرنے کے لئے کبھی نہیں کہا۔ آپ نے مطالبات پر ان کے حسن و قبح کی بنیاد پر بحث و تمحیص کی۔"

مسٹر اینگر: "آپ کی خاطر"

مسٹر ایم' اے' جناح: یہ قطعی طور پر نادرست ہے۔ یہ کہنا کذب کامل ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اگر یہ پارٹی کا فیصلہ ہے تو میں میزانیہ اور مالی مسودہ قانون کی آخری شق تک آپ کے ساتھ ووٹ دوں گا۔ اور یہ کہنے کے بعد میں نے کہا کہ میں

اس پارٹی میں مستقبل کے لائحہ عمل کے بارے میں فیصلہ کروں گا۔ یہ تھی میری پوزیشن۔ آپ نے حکمت عملی کو الٹ دیا۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "اسے کس نے الٹا؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ کی پارٹی نے"

پنڈت موتی لال نہرو: "کیا اسے سوراج پارٹی کے ارکان نے الٹایا۔ انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ارکان نے؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔"

پنڈت موتی لال نہرو: آپ نے استعفا بھیجا تھا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: نہیں۔ لہٰذا' جناب والا! میرے دوستوں کا یہ کہنا کہ پچھلے سال کیا ہوا تھا' بے کار بات ہے۔ کیا آپ گندے کپڑے اس ایوان کے اندر دھونا چاہتے ہیں؟"

پنڈت موتی لال نہرو: "یہ آپ کر رہے ہیں"

مسٹر ایم' اے' جناح: کیونکہ آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں۔ میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ لیکن آپ نے بار بار مجھ سے پوچھا کہ پچھلے سال آپ نے کیا کیا تھا؟"

پنڈت موتی لال نہرو: "اپنے گندے کپڑے دھوتے رہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: پھر جناب والا! کیا ہوا؟ مالی مسودہ قانون کو مسترد کرنے کا فیصلہ کس نے کیا؟ پنڈت موتی لال نے۔"

پنڈت شام لال نہرو: "پنڈت مالویہ نے"

مسٹر ایم' اے' جناح: "سوراج پارٹی کہاں تھی؟ جناب والا! جب سوراج پارٹی کو مناسب مال لگتا ہے۔ وہ ہیرو بن جاتے ہیں۔ وہ ہند کے کرامویل بننا چاہتے

ہیں۔ لیکن میں آپ سے التجاء کرتا ہوں' میں ایسا کرنے سے باز رہا ہوں۔۔ میں آپ سے التجاء کرتا ہوں کہ آپ اپنے لوگوں میں تنازعہ پیدا نہ کریں۔ ہمیں مخالف حزب کی جانب اپنی توجہ مبذول رکھنی چاہئے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "ہم اسے ناممکن بنا رہے ہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "پھر جاری رکھئے۔ فیصلہ آپ کا ہے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "یہ آپ کا بھی ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ محض ان حربوں کے ذریعے آپ مجھے رکاوٹ ڈالنے کی حکمت عملی' تباہ کرنے اور ناعاقبت اندیشی کی حکمت عملی کو اپنانے پر آمادہ نہیں کرسکتے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "ہم آپ پر انحصار نہیں رکھتے۔" (ایک آواز: "آپ یہاں صرف اٹھارہ ماہ کے لئے ہیں۔")

مسٹر ایم' اے' جناح: "پنڈت موتی لال نہرو اس کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے ۱۹۱۹ء کی کانگریس کے بارے میں کچھ کہا۔ میں نے تو محض کانگریس پارٹی کی ایک قرارداد کا حوالہ دیا تھا۔ میرا نکتہ تو سادہ سا تھا۔ وہ یہ تھا کہ جب کہ مسٹر پٹیل نے نظریہ دوعملی کے بارے میں میری گفتگو کے ایک جملے کو یہاں سے اور ایک جملے کو وہاں سے اہمیت دینے کی کوشش کی۔ لیکن قانون بن جانے کے بعد انڈین نیشنل کانگریس تو اسے قبول کرنے اور اسے چلانے کی حد تک چلی گئی۔ لہٰذا یہ بات کہنا کہ اس وقت ملک میں دوعملی کے قیام کا ہر شخص زبردست مخالف تھا' بے معنی سی بات ہے۔ فی الحقیقت اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پنڈت موتی لال نہرو خود کہتے ہیں کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کانگریس کیا سوچتی تھی۔ ۱۹۱۹ء قانون کے بارے میں یہ کہا:

"بعض امور میں وہ مقتضیات تو کسی حد تک پوری ہوگئیں۔ دیگر امور میں ان دلائل کو اہمیت نہیں دی گئی یا تو ایسے استدلال کی

بناء پر جو ہمیں متاثر نہیں کرتا' یا بغیر کسی وجہ کے قانون کی اساس ہند کے عوام کی امنگوں پر استوار نہیں کی گئی اور اس کی دفعات کانگریس کے کم از کم مطالبات کو پورا نہیں کرتیں۔ لیکن ہمیں اس فائدے کو کم تر نہیں گردانا چاہئے' جو اس قانون سے حاصل ہوتا ہے۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ ہمیں کچھ اختیارات عطاء کرتا ہے اور ہمارے لئے خدمت کے نئے مواقع کا باب وا کرتا ہے۔ جو اب تک ہندیوں پر بند تھا"

مسٹر راما سوامی آینگر: کیا یہ دو عملی کے بارے میں ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: یہ قانون مجریہ ۱۹۱۹ء کے بارے میں ہے۔ جو دو عملی پر مبنی ہے۔ پنڈت موتی لال نہرو اس سال کانگریس کے صدر تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ یہ خدمت کے نئے مواقع کا باب وا کرتا ہے' اور پنڈت موتی لال نہرو اس قانون کے تحت اس مجلس قانون ساز میں داخل ہوئے۔ یہ باور کرتے ہوئے کہ یہ خدمت کے نئے مواقع کا باب وا کرتا ہے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "نہیں نہیں"

مسٹر وی' جے' پٹیل: "اور یہ خدمت ہے"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مسٹر پٹیل کہتے ہیں کہ یہ خدمت ہے۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "کاش میرے دوست میری تقریر کا پہلا حصہ پڑھ لیتے۔ جس میں قانون پر مکمل تنقید شامل ہے۔"

مسٹر محمود شمشاد صاحب بہادر: نکتہ اعتراض پر جناب والا! کیا یہ نوک جھوک' طعن و تشنیع اور جواب سوال دستور کے مطابق ہے؟ کیا یہ برطانوی دستور کے مطابق ہے یا ہندی دستور کے مطابق؟ اگر یہ برطانوی پارلیمان کی روایات کے مطابق ہے تو ہمیں اس کی جملہ مراعات حاصل ہونی چاہئیں۔ ہم برطانوی پارلیمان کے برے

پہلو کی نقالی کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ صرف برطانوی پارلیمان کے اچھے پہلو کی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: جناب والا! میں گفتگو جاری رکھوں گا۔ مسٹر پٹیل کی تاویل کے پیش نظر۔ مسٹر پٹیل کہتے ہیں کہ پنڈت موتی لال نہرو کہتے ہیں۔ یہ خدمت ہے یعنی دستور کو تباہ کرنا۔ (پنڈت موتی لال نہرو "نہیں۔ نہیں") مجھے علم ہے کہ آپ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ میں پڑھنے والا ہوں:

> مزید میں یہ سمجھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ان حالات میں ہمارا واضح فرض یہ ہے کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے۔ اس سے پورا فائدہ اٹھائیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے حق کے لئے دباؤ ڈالتے رہیں۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "وہ کانگریس کا موقف تھا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جناب والا! میں نے کبھی کسی جگہ پر نہیں کہا کہ میں قانون سے مطمئن ہوں۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "آپ نے کہا تھا۔ دو عملی کامیاب ہو کر رہے گی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "فقرہ بازیوں سے کام نہیں چلے گا۔ میں اس وقت قانون کی بات کر رہا ہوں۔"

پنڈت موتی لال نہرو: "فقرہ بازی آپ کی ہے۔ میری نہیں"

مسٹر ایم' اے' جناح: مجھے ایک بار پھر کہہ لینے دیجئے کہ ان فقرہ بازیوں سے کام نہیں چلے گا۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ۱۹۱۹ء کا دستور اطمینان بخش ہے۔ اس کے برعکس میں نے یہ بالکل واضح کیا کہ یہ تسلی بخش نہیں ہے۔ میں نے بھی وہی بات کہی کہ یہ خدمت کے مواقع کا دروازہ کھولتا ہے۔ میں نے وہی بات کہی جو پنڈت موتی لال نہرو برسہا برس سے کہتے چلے آرہے ہیں اور میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ میں اس دستور سے جس قدر فائدہ اٹھا سکوں' اٹھالوں' اور اس سے کوئی فائدہ

نہیں' اور میں اس ایوان کے اراکین سے اپیل کرتا ہوں۔۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں کہ ہم اپنی مشکلات کو فراموش کر بیٹھیں۔ میرے دوست مسٹر چمن لال کی طرح جذبات کی رو میں بہ جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جوش ایک بہت اچھی چیز ہے۔ جذبہ بہت عمدہ چیز ہے۔ زیادتی کے ارتکاب کا احساس ایک انسان کی بہت اچھی صفت ہے۔ میں اسے سراہتا ہوں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں' میں وہ تمام جذبات محسوس کرتا ہوں' میں زیادتیوں کے خلاف برہمی کے احساسات کی تائید کرتا ہوں۔ لیکن جناب والا! میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ میرے عوام' میرا ملک' اس وقت غیر منظم ہے' بے چارگی کے عالم میں ہے۔ شکستہ پا ہے اور میں اس حکومت کو ناممکن نہیں بنا سکتا۔ یہ بات نہیں کہ میں محسوس نہیں کرتا' یہ نہیں کہ مجھے احساس نہیں ہے لیکن یہ ہے۔۔ میں حزب اقتدار کو دوبارہ ہٹا دینا چاہتا ہوں اور میں احساسات کو چھپانا نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے وجود کے روئیں روئیں میں محسوس ہوتا ہے۔ لیکن مجھے دکھ ہے مجھے افسوس ہے۔ مجھے اپنی تذلیل کا احساس ہے' کہ میں حکومت کو جھکا نہیں سکتا۔ لیکن اس کے باوصف کہ نہ میں اس پوزیشن میں ہوں نہ میرے عوام' آج اس حکومت کو ناممکن بنانے کی پوزیشن میں ہیں۔ فی الوقت یہ قابل عمل تجویز نہیں ہے۔"

ضابطہ فوجداری بنگال میں ترمیم کا ضمنی مسودہ قانون

انڈی پنڈنٹ پارٹی کی جانب سے مسودہ قانون کی شدید مخالفت

۲۳ مارچ ۱۹۲۵ء

۲۳ مارچ ۱۹۲۵ء کو سر الیگزینڈر مڈیمین نے مجلس قانون ساز میں ضابطہ فوجداری بنگال میں ترمیم کا ضمنی مسودہ قانون پیش کیا۔ انہوں نے اس امر کی وضاحت کی کہ مسودہ قانون اجلاس میں اس قدر تاخیر سے کیوں پیش کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ضمنی مسودہ قانون کی ضرورت اس وجہ سے لاحق ہوئی کہ بنگال کے ہنگامی قانون کی بعض دفعات مجلس قانون ساز بنگال کے دائرہ کار سے باہر تھیں۔ مثلاً وہ جو ہائی کورٹ کے احاطہ کار پر اثر انداز ہوتی تھیں اور جو بیرون بنگال علاقوں سے متعلق تھیں۔ دفعہ ۳ نے قرار دیا تھا کہ کوئی شخص جسے کمشنر نے مقامی قانون کے تحت مجرم گردانا ہو۔ وہ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کرسکتا ہے اور مزید یہ کہ سزائے موت ہائی کورٹ کی توثیق کے تابع ہوگی۔ دفعہ ۴ مقامی حکومت کو یہ اختیار عطاء کرتی تھی کہ وہ حکومت ہند کی پیشگی منظوری سے بیرون بنگال کسی جیل میں حراست کی ہدایت کرسکتی ہے۔ مسٹر ایم' اے' جناح

نے انڈی پنڈنٹ پارٹی کی جانب سے باشثناء دفعہ ۳ مسودہ قانون کی سخت مخالفت کی۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ یقیناً دکھ کی بات ہے کہ سر الیگزینڈر مڈیمین یہ مسودہ قانون اس ایوان میں پیش کریں۔ کاش یہ کوئی اور ہوتا۔ اب یہ مسودہ قانون جو ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ جناب والا! جب گورنر جنرل نے یہ ہنگامی قانون جاری کیا تو اس قانون کے اجراء کے خلاف ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک متفقہ احتجاج کیا گیا۔

مسٹر ایچ' کالورٹ: "یہ بالکل غلط ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ماسوا نوکر شاہی کے چند دنی فطرت اراکین کے کیا آپ وہ تمام شعور کھو بیٹھے۔ (ایک آواز: شرم) ہو جو انگریزوں کا سرمایہ افتخار ہے؟

مسٹر ایچ کالورٹ: "ہم نے صداقت کو نظر انداز نہیں کیا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: یہ کسی بھی مہذب حکومت کے لئے شرم کی بات کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اس نوعیت کے قانون پر انحصار کرے۔ میرے لئے مسٹر کالورٹ ناقابل فہم ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ وہ انگلستان سے کچھ زیادہ ہی عرصے سے غیر حاضر ہیں۔ میں ان کے لئے حوالہ دوں گا' میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ تذکرہ کیا ہے اور میں اپج کے لئے ایک عظیم شخصیت کے الفاظ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ جن پر ہر انگریز فخر کرتا ہے۔ یعنی لارڈ مارلے' اور یہ بتاؤں گا کہ ان کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ میں ان کی رائے کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتا جو لغو ہے اور جو بالکل مخرب اخلاق اور کمینہ پن ہے اور کسی انگریز کے شایان شان نہیں۔ جناب والا! یہ بات میں نے مکمل کرلی۔ اب مجھے اپنے موضوع کی طرف لوٹنے دیجئے۔ میں بلاخوف تردید دہراتا ہوں کہ جب گورنر جنرل نے ہنگامی قانون جاری کیا تو ہند کے باسیوں نے اس کی ہمہ گیر طور پر مذمت کی۔ وہ ہنگامی قانون ابھی ختم نہیں ہوا۔ یہ محض چھ ماہ تک نافذ العمل رہ سکتا تھا۔ عوامی رائے عامہ کے باوصف حکومت کی ہٹ

دھرمی اس حد تک پہنچ گئی کہ اس مجلس میں آنے کی بجائے انہوں نے مقامی مجلس قانون کی پناہ لینے میں عافیت جانی۔ (ایک آواز: شرم) وہ بنگال کونسل میں جاتے ہیں۔ وہاں انہوں نے کیا پایا؟ بنگال کی مقننہ نے اسے مسترد کردیا۔ اور وہ قانون کس طرح وضع کیا گیا تھا؟ یہ تصدیق نامے کے اجراء کے طریقہ کار کے تحت وضع کیا گیا۔ تصدیق نامہ جسے ملک معظم کی منظوری درکار ہوتی ہے اور یہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے صدمہ ہوا کہ یہ گھناؤنا قانون اور یہ کراہت برطانوی پارلیمان کی میز پر دھر دی جاتی' تاکہ اسے اس جانچ پڑتال اور اس خفگی کا سامنا نہ کرنا پڑے جو اس قانون کے خلاف ہونی چاہئے تھی۔ میں برطانوی پارلیمان کے عظیم ترین مداحوں میں شامل ہوں۔ لیکن جب برطانوی پارلیمان یہاں تک گر گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یقیناً وہ پارلیمانوں کی ماں کا منصب بھی کھو بیٹھی' جس کی وہ دعویدار ہے۔ اب ملک معظم نے مسودہ قانون کو اپنی منظوری عطاء کردی ہے۔ نائب وزیر لارڈ ونٹرٹن نے یہ جرات اور جسارت کی کہ وہ برطانوی پارلیمان کے ایوان میں کھڑے ہوں۔ جو لوگوں کی حریت کی علمبرداری کی دعویدار ہے۔ انہوں نے کیا کہا؟ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا قانون میں کسی مقدمہ کا تصور موجود نہیں۔ نظر بندوں کو غیر معینہ مدت کے لئے پابند سلاسل کیا جاسکتا ہے۔ بالکل درست' اور جب مسٹر لانسبری نے دریافت کیا کہ کیا کوئی حد ہے۔ انہوں نے کہا کہ قانون میں کوئی حد متعین نہیں کی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنی انتظامیہ اور اپنی پولیس کے مشورے کے مطابق جتنے لوگوں کو چاہیں اور جب تک چاہیں غیر معینہ مدت کے لئے یا جتنے عرصے کے لئے آپ چاہیں حوالہ زنداں کرسکتے ہیں' اور متعلقہ شخص کو مقدمے کا مطالبہ کرنے یا مقدمے کی سماعت کا بھی حق حاصل نہیں۔ یہ بات نہیں' جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ میں کسی مجرم کے موقف کی وکالت یا اس کی پیروکاری کر رہا ہوں۔ استدلال کیا ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ ہم اس برہمی کا اظہار کر رہے ہیں؟ ایسا کیوں ہے کہ ہم اس کی اس قدر مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ ایسا کیوں ہے کہ یہ ہماری سرشت کے خلاف جاتا ہے' دلیل بہت ہی سادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قانون کے ذریعہ آپ

کسی معصوم کو کوئی تحفظ نہیں دیتے۔ یہ کہ یہ امکان ہے کہ معصوم لوگ بھی ابتلا کا شکار ہوجائیں۔ یہ کہ یہ ظلم و ستم اور اس ملک میں جائز تحریکوں کو کچلنے کی ایک چکی ہے اور اسے ماضی میں غلط استعمال کیا گیا اور اس امر کا ہر امکان موجود ہے کہ اسے مستقبل میں بھی غلط استعمال کیا جائے۔

اب' جناب والا! اس قانون کا جواز کیا ہے؟ کیا یہ ملک حالت جنگ میں ہے؟ کیا اس ملک میں قومی سطح پر کوئی خطرہ موجود ہے؟ کیا بنگال کے امن عامہ کو کوئی خطرہ لاحق ہے؟ میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ یہ ثابت کردیں' آپ کی دلیل کیا ہے؟ آپ کی دلیل بہت حقیر دلیل ہے کہ چند افراد اس خطرے سے دوچار ہیں کہ انہیں گولی مار دی جائے گی۔ اس قابل دید قتل کا منصوبہ سو یا دو سو آدمیوں کے کسی ٹولے نے بنایا ہوگا' لوگوں کا ایک ٹولہ۔ چند افسروں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہوگیا۔ ان پر گولی چلا دی جائے یا ان کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا جائے۔ اب میں ایک سادہ سا سوال کرتا ہوں' جناب والا! اپنے بارے میں اور میرا جواب یہ ہے کہ اگر میں سرکاری افسر ہوتا اور اگر میں یہ محسوس کرتا کہ میری زندگی خطرے میں ہے اور مجھے گولی ماری جانے والی ہے' جیسے کتے کو گولی مار دی جاتی ہے' پھر بھی میں کسی ایسے قانون کو وضع کرنے میں فریق نہ بنتا جو معصوم آبادی کی زندگی اور آزادی کو خطرے میں ڈال دے۔ جو یہ قانون بلاشبہ ڈالتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) (مسٹر ڈبلیو' ایس' جے' ولسن: "وہ زخم کے نشان کا مذاق اڑاتا ہے۔ جس نے کبھی زخم نہیں کھایا۔") بلکہ میں تو کھڑا ہوجاؤں گا اور اس بدقماش ٹولے سے گولی کھا لوں گا' بجائے اس کے کہ میں انتظامیہ اور پولیس کو وہ اختیار دوں جس کو غلط استعمال کیا جاسکے اور جسے ماضی میں غلط استعمال کیا گیا۔ میں انگریزوں سے اپیل کرتا ہوں۔ میں افسروں سے اپیل کرتا ہوں' جو ان نشستوں پر تشریف فرما ہیں کہ وہ حوصلہ کریں' پریشان مت ہوں اور انصاف کے ان عظیم' شریفانہ' نفیس اور شاندار اصولوں کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ جناب والا! یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں ہے۔ آپ نے ۱۹۰۹ء میں اس حکمت عملی پر عمل درآمد کیا۔ اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ آپ نے اس حکمت عملی پر

۱۹۱۹ء میں کاربند ہونے کی کوشش کی جب آپ کو رولیٹ ایکٹ وضع کرنے کی تحریص ہوئی۔ وہ قانون کبھی استعمال ہوئے بغیر منسوخ ہوا۔ اس حکمت عملی سے آپ کو کیا نفع حاصل ہوا؟ اب پھر آپ غلط راہ پر گامزن ہیں اور میں آپ کو انتباہ کرتا ہوں' آپ دوبارہ اس حکمت عملی پر سنگدلی' ہٹ دھرمی اور ضد کے ساتھ عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں اور میں آپ تنبیہہ کرتا ہوں۔ جیساکہ مجھے آپ کو تنبیہہ کرنے کا ایک موقعہ اس وقت ملا تھا جب آپ رولیٹ ایکٹ وضع کر رہے تھے۔ جناب والا! اس ہنگامی قانون کی بجائے جو چھ ماہ نافذ العمل رہ سکتا ہے۔ ہمارے پاس قانون بنگالہ ہے۔ یہ پانچ برس کے لئے وضع کیا گیا اور اب حکومت ہند چاہتی ہے کہ یہ ایوان اس خوفناک قانون میں اضافے کے لئے اس مسودہ قانون کی منظوری دے دے۔ میں معزز ممبر داخلہ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ سنجیدہ ہیں۔ کیا وہ یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان حالات میں اس ایوان کو اس مسودہ قانون کی منظوری عطاء کرنے پر آمادہ کرلیں گے؟ جناب والا! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں یہ کہہ دوں کہ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ یہ مذاق ہے اور اُس میں اس قدر جسارت ہے کہ وہ اس مسودہ قانون کو اس ایوان میں لائیں اور کہیں کہ اسے منظور کردیجئے۔"

"اب جناب والا! اس سے قبل کہ میں اس کی دفعات کو نمٹاؤں' میں مورلے کا حوالہ دینا چاہوں گا۔ ۱۹۰۹ء میں لارڈ مورلے نے یہ کہا تھا۔ انہوں نے لارڈ منٹو کو لکھا تھا اور جو کچھ انہوں نے کہاتھا وہ یہ ہے:

"جلاوطنی" انتہاء پسندوں کے نگلنے کے لئے ایک ناگوار گولی ہوگی۔

انہوں نے یہ بھی لکھا:

> سوال مستقبل کا ہے۔ یہ زار اور ڈوما کی سی بات ہے۔ کیا ہمیں یہ کہنا ہوگا کہ آپ کو اصلاحات اس وقت ملیں گی۔ جب آپ خاموش ہوجائیں گے۔ دریں اثناء آپ جو کچھ کہتے ہیں ہم وہ نہیں سنیں گے۔ ہمارے اصلاحات کے منصوبے ہوا میں معلق لٹکے ہوئے ہیں۔ اس اثناء میں بہت سی فوجی عدالتیں' گرفتاریوں

کے بہت سے پروانے اور امن عامہ قائم کرنے کے لئے دیگر ساز و سامان۔"

ایک اور جگہ وہ لارڈ منٹو کو لکھتے ہیں:

"آپ اپنا موقف غیر معمولی قوت کے ساتھ بیان کرتے ہیں......"

بعینہ یہی کچھ معزز ممبر داخلہ نے کیا ہے۔ (ایک آواز: "اعتراض؟") انہوں نے اپنا موقف غیر معمولی قوت کے ساتھ ایک سے زیادہ مرتبہ بیان کیا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں، لیکن پھر میں اپنے سکون کے لمحوں میں آپ سے اختلاف پر یہ سوچ کر اطمینان حاصل کر لیتا ہوں کہ شاید نیدر لینڈ میں اسپین کے وائسرائے صاحبان نے، آسٹریا کے وائسرائے نے وینس میں، بوربونوں نے ہر دو سسلیوں میں اور ایک دو گورنروں نے قدیم امریکی نو آبادیات میں جو استدلال استعمال کیا ہوگا۔ وہ آپ سے مختلف اور بہت کم زور دار نہ ہوگا۔

بالکل یہی معزز ممبر داخلہ کر رہے ہیں۔ ماضی میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔ پھر وہ کیا کہتے ہیں؟ ہم آگے چلتے ہیں۔ وہ اعادہ کرتے ہیں:

ہمیں تسلیم ہے کہ پس زنداں ہونے کے باعث وہ یعنی نظر بند نئے لائق نفرت کاموں میں تو کوئی حصہ نہیں لے سکتے۔ لیکن ان کی مسلسل نظر بندی بد قماشوں کو عام طور سے خوف زدہ کر دے گی۔

یہ روسی استدلال ہے:

مشتبہ لوگوں کو ریلوں میں بھر کر سائبیریا بھیج کر ہم نراجیوں کو اس قدر خوف زدہ کر دیں گے، کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور پھر سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے

گا۔

اور یہ ہیں مسٹر کالورٹ۔"

مسٹر ایچ' کالورٹ (پنجاب: نامزد سرکاری) جناب والا! "میں نے یہ ہرگز نہیں کہا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "لیکن لارڈ مورلے کیا کہتے ہیں: وہ آگے چل کر کہتے ہیں: اس حکمت عملی کا روس میں کوئی شاندار نتیجہ نہ نکلا۔ نہ یہ حامیوں کی زندگیاں بچا سکی اور نہ روس کو کسی ڈوما سے محفوظ رکھ سکی۔ یہی وہ چیز تھی جس سے حامیوں نے اور باقی ماندہ مخالفوں نے نفرت کی اور اس کی تحقیر کی۔

جناب والا! اب میں اس مسودہ قانون کے بارے میں اپنا موقف بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس مسودہ قانون کے پہلے جزو کو' ان دفعات کو جو اپیل کا حق اور ہائی کورٹ کو موت کی سزاؤں کی توثیق کا اختیار عطاء کرتی ہیں۔ ہم امکانی طور پر مسترد نہیں کرسکتے۔ اگرچہ بنگال کے ضابطہ فوجداری میں ترمیم کے قانون دوسرے لفظوں میں ہنگامی قانون کو مسترد کرنے یا وضع کرنے میں نہ ہمارا کوئی ہاتھ نہ کوئی آواز اور نہ کوئی اختیار۔ اس ایوان کو کچھ اس کیفیت سے دوچار کردیا گیا تھا۔ کیا آپ کسی شخص کو یہ فائدہ اٹھانے دیں گے یا نہیں' جس پر اس قابل نفرت قانون کا اطلاق ہوگا۔ جس پر خاص ٹربیونل مقدمہ چلائے گا۔ جس شخص پر شہادت کے خصوصی قواعد و ضوابط لاگو ہوں گے۔ یہ جس قدر بھی قابل نفرت ہو' ہم جتنا چاہیں اس کی مذمت اور تحقیر کریں۔ اگر ہم سے یہ دریافت کیا جائے کہ کیا آپ اپیل کے حق کو مسترد کرنا چاہتے ہیں تو میرا جواب یہ ہے کہ میں اس حق کو مسترد نہیں کرسکتا' اور میں اس شخص کے ساتھ سخت ترین نا انصافی کا مرتکب ہوں گا۔ جس کے خلاف آپ کا یہ ٹربیونل شہادت کے خصوصی قواعد و ضوابط کے تحت مقدمے کی سماعت کرے اور میں اسے ہائی کورٹ میں جانے کا موقعہ دینے سے انکار کردوں۔ جس کی زندگی داؤ پر لگی ہو میں اسے اس موقعہ سے محروم نہیں کرسکتا اور اس لئے جناب والا! میں مسودہ قانون کے اس جزو کو مسترد نہیں کرسکتا۔ لیکن میں مسودہ قانون کے اس جزو کو وضع کرنے میں بھی ایک فریق نہیں

بنوں گا' میں حکومت کو یہ رخصت دے دوں گا کہ اگر وہ چاہتی ہے تو یہ کرلے۔

جناب والا! پھر میں مسودہ قانون کے دیگر جزو کی جانب آتا ہوں۔ مسودہ قانون کا دیگر جزو' دفعات ۴ اور ۵ کا مقصد اس عمل کو اس قابل نفرت قانون کے نفاذ اور اس پر عمل درآمد کو مزید سہل بنانا ہے۔ میں اسی میں فریق بننے سے انکار کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم دفعات ۴ اور ۵ کو فوری طور پر مسترد کردیں۔ اور ہم ان کے خلاف ووٹ دیں گے۔ جہاں تک دفعہ ۶ کا تعلق ہے' اس کے بارے میں معزز ممبر داخلہ نے اس درجہ خاموش اور شریفانہ رویہ اختیار کیا اور اس کے تعلق میں اس قدر اختصار سے کام لیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے مزید ایک لفظ بھی بولا تو وہ پھنس جائیں گے۔ اب میں معزز ممبر داخلہ سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ کیا چاہتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ آپ ہم سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کو اجازت دے دیں کہ آپ بنگال پولیس کو اجازت دے دیں۔ بنگال کی انتظامیہ کو اجازت دے دیں۔ لوگوں کو گرفتار کرنے کی' انہیں نظر بند کرنے کی' انہیں بغیر مقدمہ چلائے' غیر معینہ مدت کے لئے حراست میں رکھنے کی اور اس شخص کو اس نعمت عظمیٰ یعنی حراست بیجا سے رہائی کے قانون کا سہارا لینے کا حق بھی نہ دیا جائے' اور آپ چاہتے ہیں کہ ہم ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۹۱ کے تحت آپ کو ایک استثناء عطاء کردیں۔ یہ کہ ہمیں ایک استثناء کا اہتمام کرنا چاہیئے' تاکہ آپ کا لائق نفرت قانون کامیابی سے چل سکے۔ یہی کچھ کرنے کے لئے ہم سے کیا جارہا ہے۔ (مسٹر کے' احمد نے کچھ کہا جو صاف طور پر سنا نہ جاسکا) وہاں جو معزز رکن زیرلب بات کہہ رہے ہیں۔ میں اسے سننے سے قاصر ہوں۔ (ایک آواز: "ان کی پروا نہ کیجئے۔") لہٰذا جناب والا! ہم اس معاملے میں ایک فریق نہیں بن سکتے: اور اس سے قبل کہ میں بیٹھ جاؤں میں اس ایوان کے ہر رکن سے التجاء کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سوراج پارٹی نے فیصلہ کرلیا ہے۔ مجھے علم ہے کہ ہم نے اس راہ کو اپنانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ لیکن اس ایوان میں اور اراکین بھی ہیں اور میں ہر رکن سے التجاء کرتا ہوں کہ اگر آپ میں ذرہ برابر بھی عزت نفس موجود ہے۔ اگر آپ میں اپنے ابنائے وطن کے ساتھ انصاف

اور شائستگی کے سلوک کا ذرا سا بھی شعور ہے تو۔ ان دفعات کے خلاف ووٹ دیجئے۔ ملحوظ خاطر ہے کہ میں مجرم کو بچانے کے حق میں نہیں ہوں۔ مجرم کے لئے میرے دل میں کوئی رحم نہیں' لیکن میں اس کا قائل ہوں کہ یہ نہ کوئی قومی مسئلہ ہے نہ ہی حفظ عامہ کا سوال نہ ہی ہم حالت جنگ میں ہیں۔ اور میں کہتا ہوں' حکومت تقاضہ مملکت کی بنیاد پر خواہ کچھ بھی ہے۔ کیوں نہ کہے۔ یاد کیجئے میں نے لارڈ مورلے کا حوالہ دیا تھا کہ دیگر گورنروں نے بھی ماضی میں اسی طرح استدلال کیا تھا اور یہ ایک پرانی' بہت پرانی کہانی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حکومت واقعتاً" صحیح کام کرنا چاہتی ہے تو ان کے لئے درست راستہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی پولیس کو اہل بنائے۔ (مسٹر بی سی پال۔ "تحسین کے نعرے۔") اور اگر آپ کے پاس یہ ٹولہ ہے یا چند سو لوگوں کے ٹولے ہیں۔ بہرکیف آپ سو کے لگ بھگ لوگوں سے زیادہ کو نہ پکڑ سکے۔ اور ان کے خلاف سرے سے کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں محبوس رکھا ہوا ہے۔ اب تقریباً پانچ ماہ سے۔"

مسٹر بپن چندر پال: "کیا انہوں نے ان میں سے کسی کے خلاف پرانے ضابطے کے تحت مقدمہ چلایا ہے؟"

مسٹر' ایم' اے' جناح: "جہاں تک مجھے علم ہے۔۔ میں حکومت کی نیابت نہیں کر رہا ہوں۔۔ جہاں تک مجھے اخبارات کے ذریعہ سے علم ہے ان میں سے کسی کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ لہٰذا میں جملہ اراکین سے اپیل کرتا ہوں۔۔ اور میں اپنے انگریز دوستوں سے بھی اپیل کرتا ہوں۔۔ بلاشبہ افسر تو حکومت کی موافقت میں ووٹ دیں گے۔ وہ قواعد کے تحت ایسا کرنے کے پابند ہیں۔۔ لیکن میں دیگر انگریز دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حکومت کے ساتھ ووٹ دینے کے پابند نہیں اور میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اسے اپنی منظوری عطاء نہ کیجئے۔ جناب والا! میں اس میں اس قدر اضافہ کروں گا کہ ہم اصول کی بناء پر اس اقدام کے مخالف ہیں۔ لیکن ہم اس بناء پر بھی اس کے مخالف ہیں کہ آپ کی حکمت عملی غلط ہے۔ میں حزب اقتدار سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس حکمت عملی پر اصرار نہ کریں۔ مجھے امید

ہے کہ یہ بے سود نہ ہوگی' کہ اگر آپ حقیقتاً اس خطرے سے نجات پانا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے واحد درست راہ مفاہمت ہے۔"

۲۳ مارچ کو ایوان نے دفعات ۴ اور ۶ کو مسترد کردیا' ۲۴ مارچ کو گورنر جنرل لارڈ ریڈنگ کی جانب سے ایک پیغام موصول ہوا۔ جس میں مجلس قانون ساز سے کہا گیا کہ وہ ضابطہ فوجداری بنگال میں ترمیم (ضمنی) کے مسودہ قانون کو اسی طرح منظور کردے۔ جس طرح انہوں نے سفارش ہے۔ تب ممبر داخلہ نے تحریک پیش کی کہ دفعہ ۳ کے بعد دفعات ۴'۵ اور ۶ کا اضافہ کردیا جائے۔ مسٹر رنگا اچاریہ نے اس تحریک کی پر زور مخالفت کرتے ہوئے ایوان سے درخواست کی کہ وہ گورنر جنرل کی سفارش کو منظور کرنے سے انکار کردے۔ مسٹر ایم' اے' جناح نے حکومت کی حکمت عملی پر کڑی نکتہ چینی کی۔

مسٹر ایم' اے' جناح: (بمبئی شہر: مسلم شہری) جناب والا! مجھے تعجب ہوا کہ جب میرے دوست مسٹر رنگا اچاریہ گورنر جنرل کی سفارش کو نمٹا رہے تھے تو معزز ممبر داخلہ نے برا مانا۔ جناب والا! آج ہمیں اس ایوان میں گورنر جنرل کی سفارش کو نمٹانا ہے۔ لارڈ ریڈنگ نے مجلس قانون ساز کے اراکین کو خطاب کرتے ہوئے یہ کہا:

> ذمہ داری کچھ ایسی نوعیت کی تھی کہ اس میں شراکت نہیں کی جاسکتی اور یہ میرے لئے درست یا مناسب نہ ہوگا کہ میں اس میں آپ کے ساتھ شراکت کی کوشش کروں یا میں اسے آپ کے کاندھوں پر ڈال دوں۔ (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۵ء جلد نمبر ۵۔ جزو نمبر ۱' صفحہ ۹)

اس سفارش کا مطلب کیا ہے؟ لارڈ ریڈنگ گورنر جنرل اس امر کے خواہش مند ہیں کہ وہ ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر ڈال دی جائے اور کیا یہ طریقہ ہے اسے ہمارے کاندھوں پر ڈالنے کا؟ جناب والا! میں کہتا ہوں کہ یہ دفعہ ۶۷ ب کا برملا غلط استعمال ہے اور میں اس ایوان میں مزید کہتا ہوں کہ یہ بڑے افسوس اور دکھ کی بات

ہے کہ اس وقت جب ہند کے امور دو عظیم شخصیتوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک سابق چانسلر جو خزانے کے نگراں رہے اور دوسرے سابق لارڈ چیف جسٹس۔ اس ایوان سے ضابطہ فوجداری بنگال کے ترمیمی قانون میں اضافے کے لئے کہا جائے۔

"جناب والا! میرے معزز دوست مسٹر رنگا اچاریہ برہم تھے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے حکومت کی اسکیم اور چال کو سراہا نہیں۔ حکومت کی اسکیم اور چال یہ ہے۔ قانون بنگال انتظامیہ اور پولیس کو کسی شہری کو گرفتار کرنے اور اسے غیر معینہ مدت کے لئے زیر حراست رکھنے یا جب تک وہ چاہیں قید و بند میں رکھنے کا اختیار دیتا ہے۔ اب جب تک کہ وہ حبس بے جا سے رہائی کے پروانے کی اجرائی کے اصول کی بنیاد پر، جو دفعہ ۴۹۱ ضابطہ فوجداری میں موجود ہے، ضرب کاری نہ لگا دیں تو وہ اس بد طینت قانون کو اس کے منطقی نتیجے تک نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ اگر وہ کسی شہری کو لائق نفرت قانون کے تحت گرفتار کرتے ہیں تو دفعہ ۴۹۱ موجود ہے اور اسے حبس بے جا سے رہائی کا پروانہ جاری کرانے کا حق حاصل ہے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ہائی کورٹ، جس پر مجھے اس ملک میں فخر ہے، اسے ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کرے گی۔ اس وجہ سے حکومت دفعہ ۴۹۱ کے تحت حبس بے جا سے رہائی کے پروانے کے اجراء پر اپنا کلہاڑا استعمال کرنا چاہتی ہے۔ یہ ہے ان کی اسکیم اور یہ ہے ان کی چال۔ وہ اس اسکیم اور چال پر عمل در آمد کرنا چاہتے ہیں اور میں اس ایوان میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آپ اس پر کف افسوس ملیں گے اور اپنے اندازے سے کہیں زیادہ فتنہ و فساد برپا کردیں گے۔"

تحقیقاتی کمیٹی برائے اصلاحات کی سفارشات

حکومت کی حکمت عملی پر شدید نکتہ چینی

۸ ستمبر ۱۹۲۵ء

۱۹۲۴ء کے اوائل میں اصلاحات کے ضمن میں قانون مجریہ حکومت ہند ۱۹۱۹ء پر عمل درآمد پر تحقیقات کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی گئی۔ اپنے نتائج کے بارے میں کمیٹی کے اراکین متفقہ فیصلہ نہ دے سکے چنانچہ اس کمیٹی نے اکثریتی رپورٹ اور اقلیتی رپورٹ کے ناموں سے دو رپورٹیں پیش کردیں۔ ۷ ستمبر ۱۹۲۵ء کو سرالیگزینڈر مڈیمین نے تحریک پیش کی کہ "یہ مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے، یہ سفارش کرتی ہے کہ وہ تحقیقاتی کمیٹی برائے اصلاحات کی اکثریتی رپورٹ میں کارفرما اصول کو قبول کرلیں اور وہ حکومت کی مشینری میں اصلاح کی غرض سے مفصل سفارشات پر جلد غور و خوض فرمائیں"۔ اس پر پنڈت موتی لال نہرو نے ایک ترمیم پیش کی جس میں انہوں نے تجویز کیا کہ ہند کے دستوری ڈھانچے اور نظم و نسق میں حسب ذیل تبدیلیاں لائی جائیں۔

(ا) تمام محصولات اور املاک جن کی ملکیت ملک معظم یا وزیر ہند کے حق میں محفوظ ہے اس کے بعد گورنر جنرل بشمول کونسل کے حق میں چلی جائے گی۔ (ب) گورنر جنرل بشمول کونسل مجلس قانون ساز ہند کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ (ج) وزیر ہند کی کونسل کالعدم قرار دے دی جائے گی۔ (د) افواج ہند کو ایک معقول مدت کے دوران ہندیا دیا جائے گا۔ (ر) مجالس قانون ساز، مرکزی اور صوبائی، ان اراکین پر مشتمل ہوں گی جو حلقہ ہائے انتخاب کے ذریعہ یا جس قدر وسیع حق رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ہوں گے (ز) مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہی کا اصول مرکزی حکومت کے جملہ شعبوں میں رائج کیا جائے گا۔ (س) صوبوں میں نظام دو عملی کی بجائے خودمختار اور ذمہ دار حکومت قائم کی جائے اس شرط کے ساتھ کہ باقی ماندہ اختیارات مرکزی حکومت کی تحویل میں رہیں۔ اپنی تحریک میں انہوں نے تجویز پیش کی کہ کوئی موتمر، گول میز کانفرنس یا کوئی اور مناسب ادارہ تشکیل دیا جائے جو مجلس قانون ساز کے مشورے سے ایک مفصل اسکیم وضع کرے جو متذکرہ بالا اصولوں پر مبنی ہو۔ اس تحریک پر ایوان میں بڑی گرماگرم بحث ہوئی۔ ۸ ستمبر کو اس تحریک پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ہند سے متعلق حکومت کی حکمت عملی پر کڑی تنقید کی۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: مجھے اس امر میں بہت شبہ ہے کہ یہ بحث اختتام پر ثمر آور بھی ہوگی۔ جناب والا! میں محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت ماحول افسردہ ہے اور سیاسی افق یقینی طور پر بہت تاریک ہے۔ لیکن اولاً تو ہمیں کوشش کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ آج ایوان کے سامنے مسئلہ کیا ہے۔ جناب والا! اس مسئلہ کی تاریخ بہت پرانی اور طویل ہے۔ لیکن میں ۱۹۱۹ء سے قبل کی تاریخ پر گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ جب ۱۹۱۹ء میں قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء منظور کیا گیا، تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس امر کا بخوبی علم ہے کہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد قانون مجریہ ۱۹۱۹ء سے مطمئن نہ

تھی تاہم انہوں نے کہا کہ یہ جو کچھ بھی ہے اسے چلانے کی کوشش کریں گے۔ حکومت کو اس کا بخوبی علم ہے اور لارڈ برکن ہیڈ اس درجہ بے خبر نہیں ہوسکتے ـــــ اگرچہ انہوں نے اپنی تقریر میں اس کا حوالہ نہیں دیا اور مجھے یقین ہے کہ انگلستان میں ان کے لارڈ ریڈنگ کے ساتھ مذاکرات کے دوران انہیں ان عناصر اور صورت حال سے پوری طرح سے آگاہ کردیا ہوگا۔ یہی نہیں بلکہ ان کا تذکرہ مڈیمین کمیٹی رپورٹ میں بھی موجود ہے جسے میں باور کرتا ہوں کہ لارڈ برکن ہیڈ نے پڑھا ہوگا۔ وہ اسباب جو تحریک عدم تعاون کے آغاز، اس کے معرض وجود میں آنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کا باعث بنے وہ غیر معمولی واقعات تھے جنہوں نے اس ملک میں ہر مرد و زن اور بچے کا خون کھولا دیا۔ (تحسین و آفرین کے نعرے) جناب والا! پنجاب کا مسئلہ اب باقی نہیں ہے۔ جلیانوالہ باغ کے سانحے کو ہم معاف تو نہیں کرسکتے لیکن ہم اسے فراموش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ معاہدہ وارسیلز رفت و بود ہوگیا۔ مسئلہ خلافت اس شدت کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ لیکن جناب والا! سوراج کا مسئلہ برقرار ہے۔ آیئے ہم اس مسئلہ کی ۱۹۲۱ء میں ماضی قریب کی تاریخ کو تازہ کرلیں۔ اس مجلس قانون ساز نے، جس کے اراکین رسوائی اور رائے عامہ کی ملامت کا خطرہ مول لے کر حکومت کے ساتھ تعاون کے لئے یہاں آئے تھے، ۱۹۲۱ء میں کیا کیا؟

۱۹۲۱ء میں ایک قرار داد پیش کی گئی اور حکومت نے عملاً اس قرار داد کو منظور کرلیا۔ وہ قرار داد حسب ذیل تھی:۔

> یہ کہ یہ مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ وزیر ہند کو اس مجلس کی اس رائے سے مطلع کردیں کہ ہند نے ذمہ دار حکومت کی راہ پر جو پیش رفت کی ہے وہ تقاضا کرتی ہے کہ ۱۹۲۹ء کی تاریخ سے پہلے دستور کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور اس پر نظرثانی کی جائے۔ (مباحث مجلس قانون ساز بابت ۱۹۲۱ء جلد ۲ شمارہ ۷ شملہ ص ۱۲۸۶)

پس جناب والا! اس کا ہمیں ملک معظم کی حکومت کی جانب سے جواب موصول ہوا۔ اور تین اعتراض کئے گئے۔ پہلی دلیل تھی کہ موجودہ دستور کے تحت پیش رفت

ممکن ہے۔ یہ ایوان ان الفاظ کو ملحوظ خاطر رکھے گا کہ موجودہ دستور کے تحت پیش رفت ممکن ہے۔ دوسری دلیل تھی کہ رائے دہندگان کا حسن و قبح اور ان کی استعداد وقت اور تجربے کی کسوٹی پر پرکھی نہیں جا سکی اور تیسری دلیل تھی کہ ابھی نئی دستوری مشینری کی کارکردگی کی من حیث المجموع آزمائش باقی ہے۔ اس کا جواب فروری ۱۹۲۴ء میں اس مجلس نے ایک قرارداد کے ذریعہ دے دیا۔ اس (قرارداد) کی موافقت میں بھاری تعداد میں ووٹ آئے۔ پنڈت موتی لال نہرو کی طرف سے ترمیم شدہ قرار کو ایوان کے اس جانب بلا کسی استثناء تقریباً ہر طبقے نے قبول کیا۔ اس ایوان کو یاد ہوگا کہ اس وقت میں نے یہ بالکل واضح کردیا تھا کہ گول میز کانفرنس محض ایک ادارہ ہے ہمیں جو کچھ مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ ہند میں ذمہ دار حکومت کے قیام کے لئے اقدام کیا جائے۔ سوال یہ نہیں کہ یہ گول میز کانفرنس ہے یا چوکور میز کانفرنس جس کے بارے میں ہم جھگڑا کھڑا کریں۔ یہ سوال نہیں ہے کہ ہمیں فی الفور اور اسی لمحے ذمہ دار حکومت مل جائے۔ ایوان نے جو مسئلہ اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ قانون حکومت ہند ناقابل عمل ہے اور یہ کہ وقت آن پہنچا ہے جب اس پر نظرثانی ہونی چاہئے اور اس کا جائزہ لیا جانا چاہئے۔ جناب والا! اس سوال کا جواب یہ تھا ـــــ میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا ـــــ کہ لیبر حکومت کے زیر اہتمام تحقیقاتی کمیٹی برائے اصلاحات تشکیل دی گئی۔ اس تحقیقاتی کمیٹی برائے اصلاحات کو جو امور تفویض کئے گئے تھے وہ مناسب حال نہ تھے اور ان کا اس ایوان کے تمام اراکین کو بخوبی علم ہے۔ جناب والا! یہ زور دے کر کہا گیا کہ اس قانون کے ڈھانچے اور حکمت عملی کی حدود کے اندر معقول قسم کی پیش رفت ممکن ہے۔ پھر ہمیں بتایا گیا "بہت اچھا" یہ ہے آپ کا موقف بہرحال ہم ایک تحقیقات کرانا چاہتے ہیں اور اگر ہماری تحقیقات سے یہ پتہ چلا کہ اس قانون کے ڈھانچے اور اس کی حد کے اندر معقول ترقی کا امکان نہیں ہے تو پھر دستور پر نظرثانی اور جائزہ ایک الگ مسئلہ ہے جس پر بعدازاں غور کیا جائے گا' یاد رہے کہ یہ ایک واضح اور قطعی امر تھا جو مڈیمین کمیٹی کو تفویض کیا گیا تھا یعنی اگر ہماری تحقیقات سے یہ ظاہر ہوا' تو ہمیں یہ کہنا ہوگا کہ اس قانون کی حدود میں معقول

ترقی ممکن نہیں ہے اور دستور پر نظرثانی کرنی چاہئے۔ پس جناب والا! یہاں میں کرنل کرافورڈ کی تقریر کا حوالہ دوں گا کہ وہ اپنی تقریر میں اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے اس ایوان میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہی کہ تحقیقات کے آغاز ہی میں اقلیت کی غیر جانبداری مجروح ہوگئی تھی۔ جناب والا! مجھے یقین ہے کہ ممبر صاحب بہادر نے اپنا یہ موقف ثابت کرنے کے لئے کہ اقلیت کی غیر جانبداری آغاز تحقیقات میں ہی مجروح ہوگئی تھی جو اقوال پیش کئے اگر انہوں نے دستور کے پہلو کو سمجھا ہوتا اور ان حوالوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو شاید وہ آخری آدمی ہوتے جو اس قدر بے بنیاد الزام لگاتے۔ وہ کون سے حوالے تھے جن کا انہوں نے سہارا لیا؟ انہوں نے جن اقوال کا سہارا لیا وہ مڈیمین رپورٹ کے صفحہ ۱۳۲ پر مذکور ہیں۔ میں ان اقوال کا تذکرہ کروں گا اور کرنل کرافورڈ سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک بار پھر ان اقوال کو احتیاط سے پڑھ لیں اور میں ان سے یہ اپیل بھی کرتا ہوں کہ وہ اس الزام کو واپس لے لیں جو انہوں نے اقلیت پر لگایا ہے۔(تحسین و آفرین کے نعرے) جناب والا! ہم نے کیا کہا تھا؟ ہم نے کہا تھا:-

> "ہم یہ گذارش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں' کہ امور مفوضہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہم نے اپنے آغاز کار میں ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ جہاں تک تحقیقات کا تعلق ہے ہمارے لئے کافی دور تک جانے کی راہ کھلی ہے تاہم اصلاحی تجاویز کے باب میں امور مفوضہ کی دفعہ ۲ میں جو زبان استعمال کی گئی ہے اس سے ہمارا احاطہ کار بہت حد تک محدود ہوگیا"۔

اب کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ کیا یہ درست نہیں ہے؟ کیا کرنل کرافورڈ اب یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا مطلب کیا تھا اگرچہ امور مفوضہ نے ہمیں اختیار دیا تھا کہ ہم قانون حکومت ہند کے نقائص اور اس میں موجود دشواریوں کی از الف تا ی تحقیقات کریں تاہم ہمیں ان نقائص کی جانچ پڑتال کرنے اور ان کے درماں کی سفارش کرنے سے روک دیا گیا تھا؟ یہ تھا ہمارا مطلب"۔

کرنل جے۔ ڈی۔ کرافورڈ: نکتہ وضاحت پر' جناب والا! آنریبل مسٹر جناح نے جو کچھ کہا ہے اس کے پیش نظر میں جانب داری کے ان تمام الزامات کو واپس لینا چاہتا ہوں ـــ (تحسین و آفرین) جو میں نے اقلیتی رپورٹ کے ممتاز اراکین کے خلاف عائد کئے ہوں۔ میرا ارادہ اس حقیقت پر زور دینا تھا کہ میری رائے میں اقلیتی اراکین نے سیاسی پہلو پر ناروا زور دیا جس سے مسئلے کے انتظامی عناصر ماند پڑ گئے۔ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ انتظامی عنصر ہے نا کہ سیاسی عنصر جس سے ایک عام آدمی اور تجارت اور کاروبار میں مصروف لوگوں کو سروکار ہوتا ہے"۔

مسٹر ایم اے جناح: "میں اس وقت کرنل کرافورڈ کے نقطہ نظر سے تعرض نہیں کروں گا میں تسلیم کرتا ہوں کہ اختلافات رائے موجود ہیں۔ لیکن فی الوقت یہ معاملہ نہیں ہے جس سے میں نمٹنا چاہتا ہوں۔

جناب والا! اب میں آگے بڑھوں گا۔ اب اس ایوان کے سامنے مسئلہ کیا ہے؟ وہ مسئلہ جس پر میں دوبارہ چاہوں گا کہ یہ ایوان اپنی توجہ مرکز کرے یہ ہے۔ کیا اس دستور پر مستقبل قریب میں نظرثانی ہو گی اس کا جائزہ لیا جائے گا یا ہمیں ۱۹۲۹ء تک انتظار کرنا ہو گا؟ یہی حقیقی مسئلہ ہے اور یہ ہی سوال ہے جس پر ہمیں غور کرنا ہو گا۔ اب جناب والا! ہم یہ سمجھتے ہیں اور اس باب میں کوئی شبہ نہیں ـــــ لارڈ برکن ہیڈ اور معزز ممبر داخلہ بھی اس کی تردید نہیں کر سکتے ـــــ کہ قانون کے ڈھانچے اور اس کی حکمت عملی کے اندر رہتے ہوئے دو عملی کے بنیادی نقائص ذمہ دار حکومت کی جانب پیش قدمی کو ناممکن بنا دیتے ہیں۔ اس نکتے پر لارڈ برکن ہیڈ کیا کہتے ہیں:۔

> پھر کیا' کیا اس مرحلے پر میرے لئے مستقبل کے بارے میں کچھ کہنا ممکن ہو گا۔ پارلیمان کی (مجموعی) دانش نے اعلان کیا کہ ایک رائل کمیشن سے دس برس کے بعد مونٹیگو چیمسفورڈ دستور پر نظرثانی کرائی جائے۔ بلاشبہ اس نظرثانی کی احتیاج ہو گی اور یہ بات اتنی سادگی سے نہیں کہی جا سکتی کہ ہر چیز لازماً" کھٹائی میں ڈال دی جائے گی۔ فی نفسہ دو عملی بدیہی طور پر کوئی مقدس

> اصول نہیں۔ نتائج کو اس کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہئے۔ یہ تصور (دو عملی) ہمیشہ نظریاتی اور مصنوعی رہا ہے۔ ایک عظیم کامیابی اس کا جواز پیش کر سکتی ہے۔ نسبتاً" تھوڑی (کامیابی) نہیں کرے گی۔ (ہند ۲۶-۱۹۲۵ء میں صفحہ ۳۶۱)

اور پھر وہ اپنی تقریر کے اختتام پر اس اقتباس کا حوالہ دیتے ہیں جس کا دو عملی کے متعلق بہت معروف' درست اور مسلمہ اندازے کے طور پر بار بار حوالہ دیا گیا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ انہیں دو عملی کے بارے میں اس بیان اور اندازے سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ میں اس اقتباس کو دہراؤں گا کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس کا دہرانا گوارا ہو گا:

> گورنر جنرل بشمول کونسل کے الفاظ نے جن کا حوالہ آں جناب محرک نے دیا' یہ درست ہے کہ اس بات کو ریکارڈ میں محفوظ کر لیا ہے' کہ ان کی رائے میں دو عملی ایک بھدا' پیچیدہ اور الجھا ہوا نظام ہے جس کی کوئی منطقی اساس نہیں جس کی بنیاد مصالحت پر استوار ہے اور جس کا دفاع صرف عبوری مصلحت کے طور پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ حضرات! میں نے یہ واضح کرنے کے لئے کافی کچھ کہہ لیا ہے کہ اور جو بھی تنازعے آپ حضرات مجھ سے علاحدہ رکھیں یہ نہ تو تلخ ترین ہو گا اور نہ ہی بہت طویل' (محولہ بالا کتاب صفحات ۶۰-۳۵۹)

"اب جناب والا! اگر میں یہاں تک درست ہوں اور ہم درست ہیں کہ دو عملی' اس کے بنیادی نقائص کو ملحوظ رکھتے ہوئے' ممکنہ طور پر اس قانون کے ڈھانچے اور حکمت عملی کی حدود کے اندر کوئی پیش رفت نہیں کرنے دی گی۔ یہ ملک کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی اور یقینی طور پر' میں یہ بات بہت پرزور انداز میں کہتا ہوں' یہ اس ملک کے سیاسی شعور رکھنے والے کسی بھی طبقے کو مطمئن نہیں کرتی --- پھر جواب کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ تمام دلائل کو رخصت کر دیجئے جنہوں نے میری

دانست میں ہند کے لوگوں کو رسوا کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ ہم ایک قوم نہیں ہیں اس لئے ہمیں ۱۹۲۹ء تک انتظار کرنا چاہئے۔ پھر میں سمجھتا ہوں کہ اچانک ہم ایک قوم بن جائیں گے۔ جناب والا! یہ دلیل ۱۹۱۹ء میں پیش کی گئی تھی۔ جب مسٹر مونٹیگو' سابق وزیر ہند جن کے لئے میں دل میں حد و حساب احترام موجود تھا' دارالعلوم کے ایوان میں کہا تھا:

> وہ اعلان اس مقصد کے حصول کے لئے کیا گیا تھا جو میں سمجھتا ہوں کہ واحد منطقی' واحد ممکن العمل' واحد قابل قبول مطلب ہے سلطنت اور جمہوریت کا یعنی ان تمام اقوام کو جو شاہی پرچم لہراتے ہیں ایک موقعہ فراہم کرنا کہ وہ اپنی تقدیر کا خود فیصلہ کریں۔ (ایک معزز رکن: "اقوام") میں اقوام کی بات لمحہ بھر میں کرتا ہوں میں درخواست کروں گا کہ سوال نہ اٹھایا جائے۔ معزز رکن نے اقوام کا سوال اٹھایا ہے—یہ ایک قوم ہے یا نہیں ہے ہم نے ہند سے وعدہ کیا ہے کہ ذمہ دار حکومت کا حصول بتدریج ہو گا۔ ہم نے ہند سے وعدہ کیا ہے اور ہند کو اپنی امپیریل کانفرنس میں قلمرو کی مانند نیابت دی ہے' ہند انجمن اقوام عالم کا ابتدائی رکن ہو گا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آپ کی راہ میں کوئی بھی دشواریاں کیوں نہ حائل ہوں آپ کا شاہی فریضہ (اصلاحات ہند' مسودہ قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء' مدارس ۱۹۱۶ء صفحہ ۷۲)—— جس کے لئے جناب والا! آنریبل سرچارلس رنیز تیار نہیں ہیں:
>
> یہ ہے کہ آپ ان دشواریوں پر قابو پائیں اور ہند کے قومیت کی راہ پر گامزن ہونے میں امداد کریں آپ خواہ کتنا بھی ان دشواریوں کا اعتراف کیوں نہ کرتے ہوں اور میں تجویز کرتا ہوں کہ وہ غور کرے

راہ میں حائل دشواریوں پر'

جناب والا! ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہند ایک قوم نہیں ہے۔ ہم ایک قوم تھے جب جنگ عظیم جاری تھی اور ہند سے خون اور پیسہ دینے کی اپیل کی گئی تھی۔ ہم ایک قوم تھے جب ہم سے کہا گیا کہ ہم فرانس میں معاہدہ امن پر دستخط کر دیں۔ ہم اس وقت بھی ایک قوم تھے جب ہم انجمن اقوام عالم کا رکن بنے جسے ہم گرانقدر عطیہ دیتے ہیں۔ امپیریل کانفرنس میں نمائندہ بھیجنے کے لئے بھی ہم ایک قوم ہیں۔ ہم آپ کے شریک کار ہیں لیکن ہم ایک قوم نہیں ہیں۔ نہ ہم ایک نسل ہیں نہ ایک قوم جب ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے اپنے ملک میں ذمہ دار حکومت اور پارلیمانی اداروں کے قیام کے لئے اہم پیش رفت کیجئے۔

تب جناب والا! ہمیں بتایا جاتا ہے ---- میں دوبارہ کہتا ہوں کہ بات نقطہ رسوائی تک پہنچ گئی ہے ---- ہمارے رائے دہندگان کیسے ہیں ذرا ان پر نظر ڈالیں۔ پھر ہمیں بتایا جاتا ہے "اپنی تعلیم کی طرف دیکھیں" اپنے ملک کے دفاع کے تعلق میں ذرا اپنی صورت حال پر نگاہ کریں دارالامراء میں اپنے بیان میں لارڈ برکن ہیڈ نے سخت ناانصافی کی ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہند کے واسطے کنگ کمیشن کے لئے جو آسامیاں مخصوص کی گئی ہیں ان کے لئے دس لڑکے تو ہم فراہم نہیں کر سکتے۔ میں اسے مسترد کرتا ہوں کہ یہ "کلیتاً" جھوٹ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کر دس ہزار فراہم کر سکتا ہوں۔ آپ نے ہند کے عوام الناس پر فوج کا یہ دربند کر دیا ہے۔ آپ نے محض ۱۹۱۸ء میں جنگ کے دباؤ کے تحت یہ ذرا وا کیا تھا اور ہندیوں کو کنگ کمیشن حاصل کرنے کا موقعہ دیا تھا اور اب آپ پلٹ کر کہتے ہیں لیکن ہند میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ ہم برطانوی فوجیوں کو الگ کر سکتے ہیں' آپ نے ایک گیریزن مقرر کیا۔ اپنے فرزندان وطن کو سو برس یا اس سے زیادہ مدت تک باہر رکھا اور اب ہم سے کہتے ہو کہ ہم ملک کا دفاع نہیں کر سکتے۔ جناب والا! یہ بڑی معروف بات ہے۔ حکومت کو اس کا علم ہے اور اگر انہیں اس کا علم نہیں ہے تب میں کہتا ہوں کہ وہ راج کرنے کے اہل نہیں ہیں ہو سکتا ہے کہ لارڈ برکن ہیڈ نے طمطراق کا

سہارا لیا ہو لیکن انہوں نے اظہار کیا ـــ میں نہایت احترام کے ساتھ عرض کرتا ہوں کیونکہ بہرحال وہ وزیرِ ہند ہیں ـــ پوری جہالت کا دارالامراء میں یک رخی تصویر پیش کر کے جو ہند کے نیک نام پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔

اب جناب والا! اگلا الزام ہے تعلیم اور یہاں میں اپنے معزز دوست مسٹر کوک کی جانب آتا ہوں جنہوں نے کاروباری انداز اختیار کیا ہے۔ انہوں نے یہ دعویٰ تو نہیں کیا کہ وہ دساتیر کو سمجھنے کے اہل ہیں انہوں نے ان امور کی نشاندہی کی جو ایک عام آدمی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ میں اس ایوان میں مبالغہ آرائی نہیں کروں گا اگرچہ میرے خیالات دشواریوں کے بارے میں بہت شدید ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دشواریاں ہیں کوئی شخص جو یہ کہتا ہے کہ دشواریاں نہیں ہیں سچ نہیں بولتا لیکن خدا کے لئے ہمیں رسوا تو نہ کرو۔ ہم کہتے ہیں کہ دشواریاں ہیں ہمیں ان کا مقابلہ کرنا چاہئے اور مل جل کر رفیقوں کی طرح انہیں حل کرنا چاہئے یہی کچھ ہم چاہتے ہیں۔

فی الحقیقت میں زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا لیکن میں دوسرے نکتے کو بھی نمٹانا چاہتا ہوں لارڈ برکن ہیڈ ہز ایکسی لینسی وائسرائے اور معزز ممبر داخلہ کا جواب وسب کہتے ہیں کہ ایک شرط ہے۔ اقلیتی رپورٹ کے معنی ہیں کہ ہمیں رائل کمیشن مطلوب ہے لیکن معزز ممبر داخلہ کہتے ہیں کہ رائل کمیشن کا اعلان ایک واضح شرط ہے۔ انہوں نے لفظ "قطعی" کا اضافہ نہیں کیا جو لارڈ برکن ہیڈ نے کیا تھا لیکن میں دونوں لفظوں قطعی اور واضح' استعمال کرتا ہوں اور شرط یہ ہے کہ ذمہ دار راہنماؤں کو تعاون کرنا چاہئے۔ یہاں میں حکومت سے دریافت کرتا ہوں' میں لارڈ برکن ہیڈ سے دریافت کرتا ہوں' میں لارڈ ریڈنگ سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ ان لوگوں کے لئے کیا فرماتے ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ عدم تعاون نہیں کیا فرماتے ہیں جس نے آپ کے ساتھ عدم تعاون نہیں کیا۔

کیا آپ سیاسی شعور رکھنے والے لوگوں کے ایک طبقے کو جھکائیں گے جو ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بھی ہے کیا آپ انہیں رکوع میں لائیں گے؟ کیا آپ پنڈت موتی لال نہرو سے وائسریگل لاج کے تخت شاہی کے سامنے زمین بوسی کرائیں

گے اور ان سے کہلوائیں گے، جناب میں حقیر فقیر ہوں میں آپ کے روبرو پیٹ کے بل رینگتا ہوں اور کیا آپ از راہ نوازش خسروانہ رائل کمیشن عطا کر دیں گے"؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں؟ پنڈت موتی لال نہرو اس مجلس میں کیا کر رہے ہیں؟ کیا وہ آپ کے ساتھ تعاون نہیں کر رہے ہیں؟ اس سے سوا آپ کو اور کیا مطلوب ہے؟ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کو مزید اور کیا چاہیئے۔ کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے کون سی شہادت، کون سا ثبوت دستاویزی یا زبانی پیش کروں یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کہ ذمہ دار راہنما آپ کے ساتھ تعاون پر آمادہ ہیں؟ کیا آپ کے منہ پر آنکھیں نہیں ہیں، کیا آپ کے کان نہیں ہیں۔ کیا آپ کے سر میں مغز نہیں ہے؟ (ایک معزز رکن: "سماعت نہیں") جناب والا! اتنا کچھ تعاون کے ضمن میں۔

اب میں اگلے نکتے کی طرف آتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر سر باسل بلیکیٹ خود کو اس مسئلے کے مالیاتی پہلو تک محدود رکھتے تو ہمارے لئے زیادہ بہتر ہوتا بجائے اس کے وہ ایک آئینی دستاویز کی تاویل کرنے اور اسے معنی پہنانے لگے۔ پس جناب والا! میں مزید کچھ اور نہیں کہوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ دستاویز واضح ہے اور اپنے منہ آپ بولتی ہے۔ لیکن اگر لارڈ برکن ہیڈ اور ہز ایکسی لینسی وائسرائے اور معزز ممبر داخلہ ہی یہاں رک جاتے کہ جونہی ذمہ دار راہنما تعاون کا مظاہرہ کریں گے اور اس امر کا اظہار کریں گے کہ وہ اس دستور کو جو کچھ بھی اس کی قدر و قیمت ہے وہ اسے چلائیں گے تو ہم مستقبل قریب میں یقیناً ایک کمیٹی مقرر کر دیں گے۔ اگر وہ یہاں رک جاتے تو یہ میرے لئے قابل فہم ہوتا۔ لیکن ہم کیا دیکھتے ہیں؟ لارڈ برکن ہیڈ کا طمطراق اور شان و شکوہ وہیں ختم نہیں ہو جاتا اور یہاں دہرایا جاتا ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں:

> مجھے ہمیشہ یہ محسوس ہوا کہ اس نوع کی بحث کا نہایت سادہ سا جواب دیا جا سکتا ہے۔ ہم انگلستان میں یہ دعویٰ تو نہیں کرتے کہ دنیا بھر میں ہم واحد لوگ ہیں جو دستور بنا سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم اپنی حقیر سی مساعی سے جو ہم نے انسانی ہنرمندی کے

اس شعبے میں کی ہیں کلیتاً" غیر مطمئن ہیں"۔

میں یقینی طور پر اعتراف کرتا ہوں جناب والا! کہ وہ عملی انسانی ہنرمندی تھی۔ پھر وہ آگے چلتے ہیں:

> لیکن اگر ہند میں ہمارے ناقد یہ رائے رکھتے ہیں کہ ہند کے حالات کے بارے میں ان کا زیادہ علم انہیں یہ اہلیت عطا کرتا ہے کہ وہ وہاں کامیاب ہو جائیں گے جہاں ان کے بقول ہم ناکام رہے تو وہ ایک ایسا دستور مرتب کرلیں جسے کافی حد تک اقوام ہند کا عمومی اتفاق حاصل ہو۔

یہاں ہم اقوام ہند ہیں:

"ہمارے مسائل میں یہ امداد" یہ ان کے مسائل ہیں ہمارے نہیں ہیں۔

> کسی جگہ بھی آزردگی نہیں ہو گی اس کے برعکس حکومت ہند اور میری جانب سے اس کی نہایت احتیاط کے ساتھ جانچ پڑتال کی جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ کمیشن کی جانب سے بھی جب کبھی بھی وہ معرض وجود میں آئے۔ (ہند ۲۶۔۱۹۲۵ء میں صفحہ ۳۶۴)

لٰہذا لارڈ برکن ہیڈ کہتے ہیں۔ آپ اپنے دستور کی جھلک دکھا دیجئے اب میں دوبارہ اپنے دوست معزز ممبر مالیات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ اگر وہ از راہ عنایت اس ترمیم کو پڑھ لیں تو وہ یہ دیکھیں گے کہ اس ترمیم میں وہ قطعی خطوط میں مذکور ہیں جن پر دستور میں ترمیم کی جانی چاہئے۔ کیا میں لارڈ برکن ہیڈ کے جواب میں اس ایوان میں یہ کہتے ہوئے غلطی پر ہوں کہ یہ وہ بنیادی تبدیلیاں ہیں جنہیں میں چاہتا ہوں کہ اس دستور میں درج کر دیا جائے؟ کیا میں اس معاملہ میں غلطی پر ہوں؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ میری تجاویز غلط ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ میری تجاویز میں نقائص ہیں۔ آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ میں نے کہاں غلطی کی اور یقیناً میں یہ واضح کروں گا کہ میں قائل ہو سکتا ہوں ...."

آنریبل سرچارلس انیز: (ممبر تجارت) "کیا معزز وضاحت کریں گے کہ آیا وہ پنڈت موتی لال نہرو نے کل جو کچھ کہا ہے اسے قبول کرتے ہیں کہ اس ترمیم میں کوئی شوشہ بھی تبدیل نہیں ہونا چاہئے"

مسٹر ایم اے جناح: میں معزز ممبر تجارت کے شرارت آمیز رویہ کا خوگر ہوں اور وہ مجھے اپنی بیٹھک میں نہیں بلا سکیں گے۔ میں مکڑی کو بہت عرصے سے جانتا ہوں اور مکھی اس کے جال میں پھنسنے والی نہیں ہے۔ اب میں آگے چلتا ہوں کسی بھی شرارت میں پھنسے بغیر میں کہتا ہوں کہ یہ ترمیم لارڈ برکن ہیڈ کے لئے جواب ہے۔

"پس جناب والا! اب مجھے اپنے معزز دوست سرچارلس انیز کی طرف لوٹنے دیجئے۔ انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ تمہیدی بیان نذرباد ہو سکتا ہے کوئی مضائقہ نہیں"۔

آنریبل سرچارلس انیز: میں نے جو کچھ کہا تھا یہ تھا کہ تمہیدی بیانات میں تبدیلی کی جا سکتی ہے"۔

مسٹر ایم اے جناح: "جی ہاں' لہٰذا وہ نذرباد ہو سکتے ہیں۔ پس یقیناً وہ مقدس نہیں ان میں جیسا ہم چاہیں تغیر و تبدیل کیا جا سکتا ہے"۔

آنریبل سرچارلس انیز: ایسا نہیں جیسا کہ آپ چاہیں"۔

مسٹر ایم اے جناح: "آپ اور میں بہرکیف جناب والا! میں بہت عرصے سے قانون کے پیشہ سے منسلک ہوں اور میں نے ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ کوئی تمہیدی بیان مقدس نہیں ہوتا۔ کوئی قانون مقدس نہیں ہوتا۔ کسی قانون کی کوئی دفعہ مقدس نہیں ہوتی۔ واقعتاً میں سرچارلس انیز کو بتائے دیتا ہوں اگر انہیں اس کا علم نہیں کہ تمہیدی بیان میں ہمیشہ اس برائی کا تذکرہ ہوتا ہے جس کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ تمہیدی بیان محض اس مقصد کا اظہار کرتا ہے جس کے حصول کے لئے قانون وضع کیا جا رہا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں"۔

آنریبل سرچارلس انیز: "آپ کا شکریہ"

مسٹر ایم اے جناح: لیکن حقیقتاً میرے لئے یہ ایک بے کار سی بحث ہے۔

بالکل بے کار بحث۔ مسئلہ دراصل یہ ہے آپ اپنی دفعہ ۸۴ الف لے لیجئے جس کا معزز ممبر داخلہ نے حوالہ دیا۔ اچھا اب رائل کمیشن مقرر کر دیا جائے گا تو وہ کیا کرے گا۔ وہ مسئلہ کا جائزہ لے گا۔ فرض کیجئے اس مسئلے کے جائزے کے بعد رائل کمیشن اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ہم جو کچھ اپنی ترمیم میں کہہ رہے ہیں وہ کیا جا سکتا ہے۔ ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے رائے عامہ کے ارتقا کو' پیش نظر رکھتے ہوئے رائے دہندگان کی اہلیت کو اور ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ملک کی تعلیمی حالت کو۔ اور اجازت دیجئے کہ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ آج اس ملک میں اس سے زیادہ لوگ پڑھے لکھے ہیں جتنے اس وقت انگلستان میں پڑھے لکھے لوگ تھے جب آپ کو پہلی بار پارلیمان میسر آئی اگر آپ فی صدر تناسب کا ہی سہارا چاہتے ہیں ---- اور اس ضمن میں جملہ حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے' فرض کیجئے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ ہند کے عوام الناس پوری طرح اہل اور چوکس ہیں کہ ان تمام تجاویز کو جو اس ترمیم میں مذکور ہیں جامہ عمل پہنا دینا چاہئے' کیا آپ اس پر اعتراض کریں گے؟"

آنریبل سر چارلس انیز: "ہرگز نہیں۔ لیکن فیصلہ ملک معظم کی حکومت کے ہاتھ میں ہو گا اور یہ وہ بات ہے جسے معزز پنڈت تسلیم نہیں کریں گے"۔

مسٹر ایم اے جناح: اب میں فیصلہ کی طرف آتا ہوں۔ میں آپ کو بتا دوں' اگر میں معزز ممبر تجارت کو مخاطب کر سکوں' اجازت دیجئے کہ میں آپ کو آپ کی تاریخ سے کچھ بتا دوں۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ سر چارلس انیز کی طرح کام کے بوجھ تلے دبے ہوئے سرکاری اہلکار بعض اوقات تاریخ بھول جاتے ہیں۔ اب آیئے ہم تاریخ کی طرف لوٹتے ہیں انہوں نے طریقے' اقدام اور وقت کی بات کی اور کہا کہ اس کی قطعی ثالثی ملک معظم کی حکومت ہو گی اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں حکومت سے اور بالخصوص معزز ممبر تجارت سے یہ دریافت کروں بندرگاہ بوسٹن کے معاملے میں آخری ثالث کون تھا۔ ملک معظم کی حکومت نہیں تھی۔ آپ کی تاریخ میں یہ مثال موجود ہے۔

آنریبل سر الیگزینڈر رڈیمین: یہ تو تاریخ سے پرامن آئینی اصلاح کی بشکل

مثال ہو گی۔

مسٹر ایم اے جناح: وہ بھی وہاں آئینی اصلاح چاہتے تھے۔ میرے معزز دوست ممبر داخلہ مجھے ذرا سا آگے بڑھنے کی اجازت دیں گے۔ ثالث کون تھا جب آپ نے جنوبی افریقہ کو بغیر مانگے حکومت اختیاری عطا کی؟"

آنریبل سرچارلس ا-لنز: "ملک معظم کی حکومت"

مسٹر ایم اے جناح: اور اس انقلاب کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو ملک معظم کی حکومت کے فیصلے سے قبل برپا ہوا"۔

آنریبل سرچارلس انیز: انقلاب اس سے پیشتر آیا تھا"

مسٹر ایم اے جناح: اور پس ملک معظم کی حکومت نے حکومت خود اختیاری دینے کا فیصلہ کر لیا کیا آپ یہاں بھی کچھ چاہتے ہیں؟"

انریبل سرچارلس انیز: کیا آپ چاہتے ہیں؟

مسٹر ایم اے جناح: اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ کو مل جائے گا۔ آئرلینڈ میں ثالث کون تھا؟ ملک معظم کی حکومت؟ (ایک معزز رکن: "ڈی ویلیرا") ان حضرات میں جو پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ہند کی حکومت چلاتے ہیں تخیل کا مکمل فقدان ہے"۔

آنریبل سرچارلس ا-لنز: "ان میں کچھ زیادہ ہی ہے"۔

مسٹر ایم اے جناح: وہ مخلص منتظمین ہو سکتے ہیں لیکن آپ ان سے کیا توقع کر سکتے ہیں؟ میرے معزز دوست نے کہا ہے کہ انہوں نے ۲۷ برس محنت سے کام کرنے میں گزارے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں' دیانتدارانہ کام مجھے تسلیم ہے' ان کے اپنے خیال کے مطابق اچھا کام میں تسلیم کرتا ہوں لیکن جناب والا! ان کی ایسے ماحول میں پرداخت ہوئی جس سے باہر نکلنا ان کے لئے ممکن نہیں وہی ۲۷ برس جو انہوں نے صرف کئے ہیں انہیں دستوری مسئلہ کا جائزہ لینے کا نااہل قرار دیتے ہیں۔ وہ کیا کہتے ہیں؟ پہلے انہوں نے برطانوی دعوے کی بات کی۔ دعویٰ کس چیز پر؟ تولیت پر' سرچارلس' یہ ایک فرسودہ اور گھسا پٹا نظریہ ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر

آپ اپنی تولیت کی بات کرتے ہیں تو آپ کی دلیل بالکل بودی ہے۔ سرچارلس کہتے ہیں۔ "ہم نہ صرف پڑھے لکھے لوگوں کے متولی ہیں یا کسی ایک طبقے کے بلکہ پوری ہندی قوم کے" پس جناب والا! ہم اس بارے میں جتنی کم بات کریں اتنا ہی بہتر ہو گا۔ یہ کسی کے کام کی چیز نہیں۔ سرچارلس کو چٹانوں، کھائیوں اور ٹیلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا وہ اس قدر خوف زدہ ہیں کہ وہ لڑھک جائیں گے ......"

آنریبل سرچارلس انیز: کہ آپ لڑھک جائیں گے"

مسٹر ایم اے جناح: "پھر وہ ہم سے کہتے ہیں کہ ہمیں سو برس سے ابتری اور بے نظمی کا پتہ نہیں، ہمیں علم نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کہا کہ سو برس سے ابتری اور بے نظمی کی دہشتناکی، میں تسلیم کرتا ہوں، جہاں تک اس کا تعلق ہے یہ اچھی دلیل ہے لیکن ہم نے کیا دیکھا ہے؟ (ایک معزز رکن: "پلیگ اور غربت کی دہشتناکی") ہم نے ابتری اور بے نظمی کی دہشتناکی تو نہیں دیکھی لیکن ہم نے کیا دیکھا میں دوبارہ دریافت کرتا ہوں؟ جناب والا! ہم نے دیکھی ہے اپنے ہی ملک کے انتظام و انصرام اور حکومت کی اجارہ داری کے دائرے سے باہر رکھے جانے کی دہشتناکی ہم نے سو برس دیکھی ہے اور تجربہ کیا ہے اپنے ہی ملک کے دفاع میں اپنی بے چارگی کی دہشتناکی۔ ہم نے دیکھی ہے لوگوں کی کثیر تعداد کی جہالت کی تاریکی میں رکھنے اور انہیں ابتدائی تعلیم سے بھی محروم رکھنے کی دہشتناکی۔ دنیا کا کوئی ملک جو مہذب ہونے کا دعویدار ہو اسے برداشت نہیں کرے گا سو برس کی حکمرانی کے بعد کیا آپ اپنی تعلیمی حکمت عملی کا کسی بھی مہذب ملک سے موازنہ کر سکتے ہیں۔ ہم نے وہ ہولناکیاں دیکھی ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ یہ دہشتناکیاں ابتری اور بے نظمی سے کہیں بدتر ہیں۔ ہم ان ہولناکیوں سے رہائی چاہتے ہیں۔ اور ہند کا ان دہشتناکیوں سے آزادی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے کہ غیر ذمہ دار افسر شاہی کو ایک کابینہ سے تبدیل کر دیا جائے جو عوام الناس کے نمائندوں کی مقننہ کے سامنے جواب دہ ہو، اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ دیانت دار لوگوں کی طرح آگے بڑھیں اور ہماری مدد کریں۔ مجھے دشواریوں کا علم ہے ہم جانتے ہیں کہ دشواریاں ہیں۔

"اب جناب والا! میں نے بات مکمل کر لی۔ اختتام پر میں کہتا ہوں کہ آپ کے سامنے دو متبادل راستے موجود ہیں۔ اقلیتی رپورٹ ہے جس کے بارے میں میں کہتا ہوں دستور پر نظرثانی کرنے کے لئے بہت مضبوط مقدمہ تیار کیا ہے اور وہ بعض اصلاحات اور رائل کمیشن یا کسی اور ادارے کے ذریعہ دستور پر نظرثانی کرانے کی سفارش۔ یہاں میں ایک بار پھر کہہ سکتا ہوں کہ لارڈ برکن ہیڈ اپنی تقریر میں اصل نکتے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اصل مسئلے سے اغماض برتا جب وہ کہتے ہیں:

> "حکومت کو ان تجربہ کار لوگوں کی ممنونیت کا اعتراف کرنا چاہئے۔ جنہوں نے اس قدر محنت سے کام کیا اور ایسی عمدہ رپورٹ پیش کی"۔

اس حوالے کے لئے میں اس ایوان میں لارڈ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

> "ہم پیش بنی کرنا نہیں چاہتے —— ان وجوہ کی بنا پر جن کا میں پہلے ہی اظہار کر چکا ہوں—— کہ جیسا کہ آپ حضرات کی خواہش ہے ہم اس مرحلے پر اقلیتی کمیٹی رپورٹ کو قبول کر سکیں گے۔ صوبائی خودمختاری کے مسئلہ پر ان لوگوں نے مناسب غور و فکر نہیں کیا جو آج ہماری توجہ اس جانب مبذول کرا رہے ہیں۔ صوبائی خود مختاری کا تقاضا ہے کہ امن عامہ کو مکمل طور پر تمام صوبوں کو منتقل کر دیا جائے اور اس سے ہند کی مرکزی حکومت میں دور رس تبدیلیاں ناگزیر ہو جائیں گے۔ میں نے ابھی تک اس کا سیر حاصل تجزیہ نہیں دیکھا اور شاذ و نادر ہی اس کا سرسری جائزہ لیا گیا ہو"۔

اس طریقے کو اپنانے کی کس نے ممانعت کی۔ کون اس کا ذمہ دار ہے؟ تحقیقاتی کمیٹی برائے اصلاحات کے امور مفوضہ نے دانستہ طور پر ہمیں ان کا گہری جانچ پڑتال کرنے

سے دور رکھا۔ ہم ایسا کہتے ہیں۔ اپنی رپورٹ کے اختتامی حصے میں ——— اقلیتی رپورٹ ——— ہم مزید کہتے ہیں:

> اختتام پر ہماری دانست میں مناسب سوال جو کرنا چاہئے یہ نہیں ہے کہ کیا کوئی متبادل عبوری نظام وضع کیا جا سکتا ہے بلکہ کیا دستور کو ایسی مستقل بنیاد پر استوار نہ کر دیا جائے کہ مستقبل میں از خود پیش رفت ہو تاکہ حکومت کو استحکام اور عوام الناس کا رضاکارانہ تعاون حاصل ہو سکے۔ ہم صرف اس توقع کا اظہار ہی کر سکتے ہیں کہ مستقبل قریب میں اس مسئلہ کو حل کرنے کی سنجیدہ کوشش کی جائے گی۔ خواہ یہ کوشش رائل کمیشن مقرر کر کے کی جائے جسے ہمارے مقابلے میں زیادہ آزاد امور مفوضہ اور تحقیقات کے لئے وسیع تر دائرہ کار عطا کر کے کی جائے یا کسی اور ادارے کے ذریعہ یہ معاملہ ہم خلوص کے ساتھ حکومت کی صواب دید پر چھوڑتے ہیں"۔ (رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی برائے اصلاحات ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۰۳)

جناب والا! آئندہ دو تین منٹ میں جو میرے پاس ہیں صورت حال کا ماحاصل بیان کرتے ہوئے میں اس ایوان سے گذارش کروں گا کہ مسئلہ یہ ہے:

> اول: کیا حکومت پورے دستور کی پڑتال کرنے کی غرض سے مستقبل قریب میں ایک رائل کمیشن مقرر کرنے پر آمادہ ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ آنریبل ممبر داخلہ بالکل خاموش ہیں ....."

سرالیگزینڈر مڈیمین: "جناب والا! میں بعد میں معزز رکن کو پوری تفصیل کے ساتھ جواب دوں گا"۔

مسٹر ایم اے جناح: دوم' کیا آپ دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ یہ چاہتے ہیں کہ ہم وہ بنیادی اصول آپ کے سامنے پیش کر دیں جن پر ایک دستور کی تعمیر ہونی

چاہئے؟ لارڈ برکن ہیڈ نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ خلوص کے ساتھ تجاویز پر غور کریں گے۔ یہ ترمیم موجود ہے اس پر غور کر لیجئے۔

"جناب والا! صرف ایک بات اور میں آپ کو یہ بتا دوں۔ ہند آج نہایت سنگین حالت سے دوچار ہے۔ باور کیجئے کہ میں ڈرانے یا دھمکانے کی بات نہیں کرتا۔ لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ ہند حصول آزادی کا عزم مصمم کر چکا ہے۔ طریقہ کار، اقدام اور وقت کا تعین یا تو آپ معقول جذبے کے تحت کر دیجئے یا پھر اس کا تعین وہ خود کرے گا"۔

ایگزیکیٹو کونسل اور اصلاحات کا مطالبہ

ایگزیکیٹو کونسل کے لئے مطالبہ زر کو حذف کرنے کی تحریک

۱۱ مارچ ۱۹۲۶ء

۱۱ مارچ ۱۹۲۶ء کو ممبر مالیات نے مجلس قانون ساز میں ایگزیکیٹو کونسل کے لئے مطالبہ زر کی تحریک پیش کی۔ مسٹر ایم۔اے۔ جناح آزاد اراکین کی تالیوں کی گونج میں اس مطالبہ زر کو حذف کر دینے کی تحریک پیش کرنے کے لئے اٹھے سوراجی ۸ مارچ کو مجلس قانون ساز سے واک آؤٹ کر گئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ایوان ان کی تحریک کو منظور کر لے تاکہ اس طرح حکومت کی اصلاحات کے تعلق میں حکمت عملی کے خلاف غیر مبہم طور پر اظہار ملامت ہو سکے۔ اپنی تقریر کے دوران مسٹر ایم۔اے۔ جناح نے اصلاحات کو روبہ عمل لانے کی تاریخ دہرائی اور دستور پر نظرثانی کرنے اور ان مطالبات پر حکومت کے جواب کا حوالہ دیا۔ مسٹر جناح نے رائل کمیشن کے قیام کا مطالبہ کیا اور نامزد اراکین سے اپیل کی کہ وہ ان کی تحریک کی حمایت کریں۔ مطالبہ زر کو حذف کرنے کی تحریک پیش کرتے ہوئے مسٹر ایم۔اے۔ جناح نے کہا:

مسٹر ایم اے جناح (بمبئی شہر: مسلم شہری): "جناب والا! میں تحریک پیش

کرتا ہوں کہ مطالبۂ زر زیر عنوان "ایگزی کیٹو کونسل" کو حذف کر دیا جائے"

"جناب والا! میں جن حالات کے تحت اس سوال پر ایوان سے خطاب کے لئے اٹھا ہوں بنا کہے میں جتنی ممکنہ طور پر وضاحت کر سکتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ ایوان انہیں شاید اس سے زیادہ سمجھ لے گا۔ مجھے یقین ہے کہ معزز اراکین مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ہمارے سروں پر ایک بہت گھنا بادل منڈلا رہا ہے۔ اور میں اسے سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ جناب والا! اس تحریک کا مقصد حکومت کی عام حکمت عملی کو زیر بحث لانا ہے اور بالخصوص دستوری مسئلے کو اٹھانا ہے۔ ایوان کے اس جانب ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ حکومت کی دستور کے تعلق میں حکمت عملی' جس کے بارے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا' کے خلاف غیر مبہم طریقے سے ملامت کا اظہار کرنے کے لئے اس ایوان کو آمادہ کر لیں۔ ممبر مالیات سر جارسل بلیکیٹ بہت مسرور نظر آتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس سال کا میزانیہ پیش کر کے زبردست کارنامہ سرانجام دیا جو تھوڑی سی بچت ظاہر کرتا ہے اس میزانیہ میں لائق تحسین کون سی بات ہے؟ اس سال ہمیں عمدہ مون سون میسر آئی زر مبادلہ ہمارے موافق رہا۔ ہم نے ریلوے کی شرح اور کرایوں کا نرخ بڑھا دیا تھا اور جہاں تک ریلوے کا تعلق ہے کافی زیادہ بچت ہوئی تھی اور نے محاصل کی بلند سطح برقرار رکھی جس میں اضافہ جنگ کے حالات کی بنا پر کیا گیا تھا اور اس سال بچت والا میزانیہ پیش کر دیا گیا۔ جناب والا! اس میں ایسی کون سی بات ہے جس کی وجہ سے ممبر مالیات یا کسی اور کو ہدیہ تبریک پیش کیا جائے؟ اس لئے جہاں تک اس میزانیئے کا تعلق ہے اس میں فی الحقیقت بہت سی معمولی سی دلچسپی کی بات ہے۔ تاہم میں ممبر مالیات کی مہارت' ذہانت و فطانت اور لیاقت کا اس وقت مشاہدہ کروں گا جب وہ محاصل کمیٹی کی رپورٹ کو نمٹائیں گے اور جب وہ اس ایوان اور ملک کے سامنے کوئی نئی چیز ایسی پیش کریں گے جس میں عوام الناس کی دائمی بہبود مضمر ہو۔ مجھے امید ہے کہ اس وقت وہ ہمیں یہ موقعہ فراہم کریں گے کہ ہم اس بات کو سراہیں کہ وہ ہند کے لئے کچھ کرنے کی صلاحیت سے بہرہ مند ہیں۔ لیکن فی الوقت' جناب والا! میزانیئے میں' جہاں تک میں دیکھ سکتا ہوں' بہت ہی

کم دلچسپی کی بات ہے۔ اس نے صرف نظر سوال ——— وہ سوال جو زبردست اور بہت بڑی دلچسپی کا حامل ہے وہ ہے دستوری مسئلہ جس سے میں نمٹوں گا۔ میں اس ایوان کے سامنے اس مسئلے کی ایک طویل تھکا دینے والی تاریخ بیان نہیں کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تسلیم کر لی جائے جب ۱۹۱۹ء کا قانون منظور کیا گیا تو اس ملک میں سیاسی شعور رکھنے والے بہت سے لوگوں نے اور میں باور کرتا ہوں کہ تقریباً" تمام اہم سیاسی جماعتوں نے رائے قائم کی کہ یہ اصلاحات اطمینان بخش نہیں ہیں اور مایوس کن تھیں۔ انڈین نیشنل کانگریس کا اس وقت ملک کی ممتاز سیاسی تنظیموں میں سے ایک تھی' دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں اجلاس منعقد ہوا اور اس نے کافی بحث و تمحیص اور محتاط غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان اصلاحات کو جہاں تک ان کی رسائی ہوتی ہے روبہ عمل لایا جائے اس کے ساتھ ہی اس رائے کا اظہار بھی کیا کہ وہ اطمینان بخش نہیں ہیں اور مایوس کن ہیں۔ پس جناب والا! اس لمحے سے میں یہ سوچتا رہا کہ ہمیں اعلیٰ ترین ٹری بیونل یعنی مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے روبرو اپنا موقف پیش کرنا چاہئے تھا۔ ہم قدم بہ قدم لڑتے رہے ہمیں فیصلہ سنا دیا گیا اور قانون منظور کر لیا گیا۔ عملی انسانوں کی طرح ہم نے یہ سوچا کہ ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ اصلاحات کو روبہ عمل لایا جائے اور انہیں چلا کر یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان اصلاحات کو چلانے میں کونسی بنیادی اور سنگین نوعیت کے نقائص اور دشواریاں حائل ہیں۔ لیکن پھر کچھ اور واقعات رونما ہوئے جن کے بارے میں میں گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ پنجاب کے تعلق میں ہنگامے' جلیاں والا باغ اور مسئلہ خلافت اور ہمارے ہم وطنوں کی بہت بڑی تعداد نے ان اصلاحات کو روبہ کار لانے سے انکار کر دیا۔ حزب اقتدار یہ تسلیم کرے گی کہ ایک خاصا بڑا حلقہ ایسا تھا جس نے اس حکمت عملی اور پروگرام سے اتفاق نہیں کیا وہ مختلف مجالس قانون ساز میں آئے اور انہوں نے ان اصلاحات کو چلایا۔ پھر آپ نے ۱۹۲۱ء میں حکومت کا کیا رویہ دیکھا۔ اس کا اظہار رایٹ آنریبل مسٹر شاستری کے الفاظ سے ہو جاتا ہے۔ جو' میں سمجھتا ہوں یہ ایوان اور حکومت بھی تسلیم کرے گی کہ وہ ایک انصاف پسند اور غیر جانبدار سیاستدان ہیں۔

انہوں نے یہ بات لارڈ ریڈنگ کی ۲۰ جنوری کی تقریر پر ایک مضمون میں لکھی:

> "ہند کی داخلی سیاست میں ایک طرف تو جب عدم تعاون کی گھٹا نے آسمان کو دھندلا دیا تھا انگریزوں اور ہندیوں کے مابین اخوت اور رفاقت کا طوفان امنڈ آیا نسلی امتیازات کو ختم کر دیا گیا۔ جابرانہ قوانین کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ سینڈ ہرسٹ اور وول وچ کے خواب دکھائی دینے لگے اور سرکاری اور غیر سرکاری یوروپین پر یہ سفارش کرنے پر متفق ہو گئے کہ ہمارے دستور پر ۱۹۲۹ء سے قبل نظرثانی کر لی جائے۔ ہم اس وقت عہد سعادت کے کس قدر قریب تھے۔ جونہی سیاسی افق صاف ہونے لگا سینڈ ہرسٹ کے خواب اور مواخات کے وعدوں پر پانی پھیر دیا گیا۔ لارڈ پیل نے آئینی پیش رفت کے بارے میں مقننہ کی درخواست اس کے منہ پر دے ماری اور رولیٹ ایکٹ نے اپنے نحسی دفعات کے ساتھ بنگال کے ہنگامی قانون میں نئی زندگی پالی"۔

اب میں آنریبل ممبر داخلہ سے جو حکومت کی نیابت کرتے ہیں' دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ آپ کی حکمت عملی اور آپ کے رویے کی درست عکاسی نہیں ہے؟ جناب والا! ذرا قریب تر آ جائیے۔ ۱۹۲۴ء میں جب اس مجلس قانون ساز کا پہلا اجلاس ہوا تو فروری ۱۹۲۴ء میں اس نے ایک قرارداد منظور کی جس کا ہمیں حکومت کی طرف سے جواب ملا جو یقیناً اطمینان بخش نہیں تھا۔ اولا" تو ہمیں بتایا گیا کہ اس دستور کے چلانے میں سائل نقائص اور دشواریوں کی چھان بین کرنے کے لئے ایک محکماتی کمیٹی مقرر کی جائے گی۔ یہ جواب نہ صرف اس مجلس میں اضطراب کا موجب بنا بلکہ بیرون مجلس پورا ملک مایوس ہوا اور وقت وزیر ہند لارڈ اولیور اور وزیراعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے اپنے اعلانات میں رائے عامہ کی بے چینی کم کرنے کے لئے اس خیال کا اظہار کیا کہ حکومت کی یہ خواہش ہے کہ وہ رائے عامہ کے حقیقی نمائندوں کے ساتھ

صلاح مشورہ کرے اور نہایت واضح الفاظ میں ہمیں یہ تاثر دیا کہ وہ اس مقصد کے لئے ذرائع اور طریقے استعمال کرنے والی ہے اور یہ کہ یہ کمیٹی جس کا اعلان کیا گیا تھا اس مسئلہ کے حل کے ضمن میں کوئی تاخیری حربہ یا منصوبہ نہیں ہے۔ پھر جناب والا! ہمیں مڈیمین کمیٹی ملی۔ جیساکہ آپ جانتے ہیں' جیساکہ سب معزز اراکین کو علم ہے عجیب و غریب امور مفوضہ کے ذریعہ مڈیمین کمیٹی کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔ لیکن اس کے باوصف اقلیتی رپورٹ دی گئی جس پر سرتیج بہادر سپرو' میرے آنریبل سرشیوا سوامی آیر اور ڈاکٹر پرنج پائی جیسے افراد نے دستخط کئے جنہیں حکومت کا اعتماد حاصل ہے اور جنہوں نے حکومت کے اندر بھی کام کیا اور حکومت کے باہر بھی کام کیا۔ اور وہ کیا کہتے ہیں انہوں نے اپنی سفارش پیش کی۔ اور ان کی سفارش کیا تھی؟ کیا اس کے بارے میں کوئی غلطی کر سکتا ہے؟ ان کی سفارش' جناب والا! اگر میں چند سطریں پڑھ سکوں' یہ ہے۔ تفصیلی تحقیقات اور سرکاری اہلکاروں اور غیر سرکاری لوگوں کی شہادتیں لینے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے۔ یہ اقتباس ہے جو میں اس ایوان کے سامنے پڑھنا چاہونگا' انہوں نے کہا:

"موجودہ نظام ناکام ہو گیا ہے اور ہماری رائے میں اس میں مستقبل میں بہتر نتائج دینے کی اہلیت نہیں ہے۔" اور پھر وہ متعدد نقائص کی نشاندہی کرتے ہیں بڑے' بنیادی اور جبلی اور ان کی نشاندھی کرنے کے بعد وہ مزید کہتے ہیں:

> ہمارے امور مفوضہ نے ہمیں ان مختلف تجاویز کا جائزہ لینے سے باز رکھا جو بنیادی نوعیت کی تھیں اور جو اس دستور کی تفصیلی جانچ پڑتال کا تقاضا تھیں۔ اور لہٰذا اقلیتی رپورٹ یہ کہتے ہوئے اختتام کو پہنچتی ہے:
>
> "ہم نہیں سمجھتے کہ اگر مجوزہ ترامیم کو جامہ عمل پہنا دیا گیا تو وہ ذمہ دار حکومت کے ضمن میں کوئی بیش قیمت تربیت دے سکیں گی یا ان دشواریوں کا کوئی مداوا کر سکیں گی جن پر ہم نے اپنے سیاسی حالات کے باب میں بحث کی ہے یا یہ کہ وہ صوبائی

حکومتوں کی پوزیشن کو ان کی مجالس قانون ساز کے تعلق میں یا
مرکزی حکومت کو اس کی مجلس قانون ساز کے تعلق میں کوئی
تقویت بخش سکیں گی۔ ہمارے رفقائے کار کی اکثریت کہتی ہے
کہ ہمارے سامنے کوئی متبادل عبوری نظام نہیں پیش کیا گیا۔ ہم
سمجھتے ہیں کہ ایسا کوئی متبادل عبوری نظام وضع نہیں کیا جا سکتا جو
تسلی بخش طور پر ان انتظامی یا سیاسی مشکلات کو حل کر سکے جن
کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی گئی۔ ہماری دانست میں
مناسب سوال جو دریافت کیا جانا چاہئے یہ نہیں ہے کہ کیا کوئی
متبادل عبوری نظام وضع کیا جا سکتا ہے بلکہ کیا دستور کو ایسی
مستقل اساس پر استوار نہیں کیا جا سکتا جس میں یہ اہتمام ہو کہ
مستقبل میں از خود پیش رفت ہو سکے تاکہ حکومت کا استحکام اور
عوام الناس کا رضاکارانہ تعاون حاصل ہو سکے۔ ہم صرف اس
توقع کا اظہار ہی کر سکتے ہیں کہ کسی قریبی تاریخ میں اس مسئلہ کو
حل کرنے کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش کی جائے گی۔ یہ کوشش کی
جانی چاہئے ـــ خواہ ایک رائیل کمیشن کے تقرر کے ذریعہ جسے
ہماری نسبت زیادہ آزاد امور تنقیص کرکے اور تحقیقات کا بڑا
دائرہ مہیا کرکے یا کسی اور ادارے کے ذریعے یہ وہ سوال ہے
جسے ہم پورے خلوص سے حکومت کے نوٹس میں لانے کی
سفارش کرتے ہیں' (رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی برائے اصلاحات
صفحات ۳۔۲۔۲۔۲)

جناب والا! حکومت کے نوٹس میں لانے کی یہ مخلصانہ سفارش ہم نے ۳ دسمبر
۱۹۲۴ء کو کی۔ اس وقت سے اب تک ہمیں لارڈ برکن ہیڈ کا اعلان موصول ہوا جو
انہوں نے ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے ساتھ مشورے کے بعد دیا جنہیں دیگر امور
کے علاوہ اس معاملہ کے بارے میں بھی مشاورت کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ ہمارے

پاس لارڈ برکن ہیڈ کا بیان ہے اور فوری مسئلہ کی طرف رجوع کرنے کے لیے وہ کیا کہتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ رائل کمیشن کو جلد مقرر کیا جاسکتا ہے۔ ایک قطعی شرط یہ ہے کہ ہمیں جذبہ تعاون کا اظہار کرنا چاہئے۔ اب یہ بیان گذشتہ برس دیا گیا تھا اور ان کے الفاظ استعمال کرنے کے لئے ـــــ اور میں اس ایوان کی توجہ ان کے اپنے الفاظ کی جانب مبذول کرانا چاہوں گا ـــ انہوں نے یہ کہا:

> لیکن مجھے اپنے خیال کی وضاحت کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ مقننہ کی ایسی کوئی خواہش نہیں تھی کہ وہ اپنی جانشین حکومتوں کے ہاتھ باندھ دینے کی کوشش کرے اگر ایک طرف سے خوش اسلوبی اور وفادارانہ تعاون کے جذبے کا عمومی مظاہرہ کیا جاتا یا اگر دوسری طرف سنگین اور نمایاں نقائص اپنی نشاندہی خود کرتے یہ ایسی بات گویا پارلیمان خود کو عقل کل تصور کرتی جو اینگلو سیکسن روایات کے منافی ہے کہ وہ اقتدار اعلیٰ پیغمبرانہ صفت اپنا لیتی اور یہ اعلان کر دیتی کہ کسی بھی حالت میں کمیشن کے تقرر کی تاریخ کو آگے نہیں بڑھایا جاسکتا امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دروازہ کبھی بند نہیں کیا گیا اس کے برعکس یہ آج بھی کھلا ہے۔(ہند ۲۶-۱۹۲۵ء میں صفحات ۳۶۲-۳۶۱)

مجھے دروازہ بالکل کھلا نظر نہیں آتا۔ جہاں تک میں دیکھ سکتا ہوں یہ تقریباً بند ہے، نہیں، پوری شدت سے بند ہے لیکن شرط موجود ہے واضح اور قطعی اس وقت تک اس پر دوبارہ غور نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ ہمیں ہر جا فکر ہندی کے ذمہ دار رہنماؤں میں موجودہ دستور سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی غرض سے ہمارے ساتھ تعاون کی مخلصانہ اور حقیقی خواہش کی شہادت نظر نہ آجائے۔ (محولہ بالا کتاب ص ۳۶۲) اب جناب والا! یہ فارمولہ ہے جسے ہر موقع پر جب کبھی بھی اس مسئلہ پر بحث ہوئی حکومت کی جانب سے لائق نفرت حد تک دہرایا گیا۔ اسے وائسرائے نے دہرایا جب وہ واپس آئے۔ اسے ممبر داخلہ نے دہرایا جب گذشتہ برس ستمبر میں اس

مسئلہ پر بحث ہوئی اور اسے ہز ایکسی لینسی وائسرائے نے گذشتہ جنوری کی ۲۰ تاریخ کو ایک بار پھر دہرایا جب انہوں نے مقننہ سے خطاب کیا۔ اور وہ کیا کہتے ہیں؟ اپنی تقریر میں جو انہوں نے ۲۰ جنوری کو ارشاد فرمائی وہ یہ کہتے ہیں:

> میں نے ہند کے سیاسی فکر کے رہنماؤں سے امید کی تھی کہ وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے جو انہیں حکومت کے رویئے کی وجہ سے ملا کہ شاید وہ اس درخواست کو قبول کرنے کی راہ اپنا سکیں جو ان سے کی گئی تھی اور اس طرح قانون میں مذکور کمیشن کے جلد تقرر کی راہ نکل آئے اور ہند اور حکومت کے درمیان سیاسی تعلقات کے نئے باب کا آغاز ہو سکے۔(مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۶ء جلد نمبر۷ شمارہ نمبر۱' دہلی ۱۹۲۶ء صفحہ نمبر۱۰)

پھر جناب والا! انہوں نے اپنی تقریر کو اس بات ختم کیا:

> مجھے ان لوگوں کی مطلوبہ حوصلہ افزائی نہ مل سکی جو میری طرح زیادہ تعاون اور خیرسگالی کے جویا تھے۔ تاہم زیادہ اطمینان بخش جواب کے لئے ابھی بھی وقت ہے۔ مجھے بھروسا ہے کہ رواں اجلاس میں جوں جوں مجلس قانون ساز کی کارروائی آگے بڑھے گی اتنے ہی فیاضانہ رویئے اور اسی قدر نیک نیتی کا واضح مظہر نظر آئے گا جس قدر وہ تھا جو اس اپیل کا موجب بنا۔ میں یہاں اور پورے ملک میں رونما ہونے والے واقعات کا گہری دلچسپی کے ساتھ مشاہدہ کرتا رہوں گا اور یہ میری مخلصانہ دعا ہے کہ وہ توقعات جن پر میں اب بھی ثابت قدم ہوں مایوسی کا منہ نہیں دیکھیں گی اور یہ کہ ہند کی ترقی کے ایک نئے عہد کا آغاز ہوگا۔۔ ایک عہد جس میں زیادہ ہمدردانہ مفاہمت' زیادہ بھرپور اعتماد اور زیادہ عمومی خیرسگالی کا دور دورہ ہوگا۔(مباحث مجلس

قانون ساز ۱۹۲۶ء جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ا دہلی ۱۹۲۶ء ص نمبر ۱)

اب جناب والا! میں ایوان کو ایک اور اقتباس سننے کی زحمت دوں گا پھر میں اس موقف کا جواب دوں گا جو حکومت نے اختیار کر رکھا ہے۔ ۱۸ فروری ۱۹۲۶ء کو ہم نے حکومت ہند کی جانب سے ایک اعلان سنا جسے ممبر داخلہ نے کونسل آف اسٹیٹ میں کیا اور یہ ہے وہ جواب جو انہوں نے دیا:

> "قانون میں مذکور کمیشن کے تقرر کی تاریخ کو آگے لانے کے بارے میں میں نے یہ ہرگز نہیں کہا' میں نے نہیں کہا اور یہ بات کبھی نہیں کہی گئی کہ راہ میں کوئی قانونی دشواری حائل ہے۔ تاریخ آگے لانے کا طریقہ بہت سے مواقع پر وضاحت کرکے ساتھ بیان کیا گیا ہے" (مباحث کونسل آف اسٹیٹ جلد نمبر ۷ ۱۹۲۶ء' کلکتہ ۱۹۲۶ء ص ۲۱۳)

میں اس میں صرف اتنا اضافہ کروں گا کہ یہ قابل نفرت حد تک دہرایا گیا پھر وہ کہتے ہیں:

> "میں اسے دوبارہ بیان کرتا ہوں — یہ تعاون ہے"

اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آنریبل ممبر داخلہ آج پھر اسے دوبارہ بیان کریں گے —

یہ تعاون ہے — میں اس ایوان کے جذبات کو بخوبی سمجھتا ہوں کہ اس لفظ کو طوطے کی طرح دہرانا کوئی حقیقی جواب نہیں ہے۔ لیکن تعاون ایک لفظ نہیں ہے — میں یہاں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ لفظ نہیں ہے۔

یہ ایک مسلسل اور مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کا ایک رویہ ہے (محولہ بالا کتاب کا وہی صفحہ) تالیاں — اگر میں وہاں ہوتا تو میں ان سے کہتا:

> "اگر اس ایوان کا ہر رکن اور ہند کی ہر مقننہ کا ممبر اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر یہ نعرہ لگائے "ہم تعاون کرتے ہیں" تو اس کا مجھ پر مطلق کوئی اثر نہ ہوگا یہ تو مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کا ایک

رویہ ہے جس سے حقائق جنم لیتے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کافی حد تک تعاون ملا میں اس سے انکار نہیں کروں گا بعض حلقوں میں یہ ملا۔ پہلی کونسل آف اسٹیٹ کی جانب سے حکومت کو جو مسلسل اور مستقل مزاجی کے ساتھ تعاون ملا میں اس کا حکومت کی طرف سے شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ موجودہ ایوان کی طرف سے یہ سلسلہ جاری رہے گا"
(محولہ بالا کتاب ص نمبر۲۱۵)

وہ دوسرے ایوان میں خود کو مقبول بنانے کی کوشش کر رہے تھے:

"بلا شبہ دوسری مثالیں بھی ہیں اور ماحول بہتر ہو رہا ہے۔ مجھے ایسی توقع ہے اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ میں اپنے معزز دوست سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی مساعی سے اور اپنے ہم خیال لوگوں کی مساعی سے وہی نتیجہ برآمد کریں۔ میں بعض جماعتوں کی مشکل اور پیچیدہ معاملات پر گفتگو نہیں کروں گا جن سے میں کماحقہ آگاہ نہیں مبادا میں کسی نازک راہ پر نکل جاؤں۔ مجھے بھروسا ہے کہ جلد ہی تمام جماعتیں بہرکیف ایک خیال کو اپنالیں گی یہ کہ وہ موجودہ دستور کو اس کی قدر و قیمت کے مطابق چلائیں گی اور جب یہ وقت آجائے گا تو میرے معزز دوست زیادہ خوشگوار زمانے میں اپنی قرار داد پیش کریں گے۔ اس لئے مجھے افسوس ہے کہ میں اس قرار داد کو قبول کرنے سے قاصر ہوں جو میرے معزز دوست نے پیش کیا ہے ......"(محولہ بالا کتاب و صفحہ)

اب جناب والا! میں حکومت اور ممبر داخلہ سے دریافت کرتا ہوں آج یہاں حکومت کی نیابت کون کرتا ہے' وہ کیا چاہتا ہے؟ کیا وہ یہ چاہتا ہے کہ ایک خاص حلقہ' سیاستدانوں کی ایک خاص تنظیم جنہوں نے عمل کی ایک مخصوص راہ اختیار کرلی ہے

اپنی راہ عمل آپ کی مرضی کے مطابق ترک کر دیں؟ اور چونکہ وہ اس امر کا اعلان نہیں کریں گے کہ وہ اس راہ عمل کو ترک کرنے کے لئے آمادہ ہیں' اور سارے ملک کی یا باقی ماندہ ملک کی رائے کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ جب تک کہ وہ مخصوص افراد خفت اٹھا کر اپنے الفاظ واپس نہ لیں اس وقت تک آپ مسلسل یہ کہتے رہیں گے کہ کوئی تعاون نہیں ہے یا یہ کہ یہ بہتر ہے لیکن کافی نہیں ہے۔ کیا حکومت یہ موقف اختیار کرنا چاہتی ہے؟ میں حکومت سے کہتا ہوں کہ وہ اس پر غور کرے۔ کیا ایک بھی سیاسی تنظیم ایسی ہے' کیا ملک میں ایک بھی ایسی سیاسی جماعت ہے جس نے حکومت پر یہ زور نہ ڈالا ہو کہ کم از کم رائل کمیشن فی الفور مقرر کر دیا جائے؟ کیا آپ اس ملک میں باقی ماندہ رائے کو تحقیر کی نظر سے دیکھیں گے کیونکہ آپ کی نظر میں ایک ایسا مخصوص حلقہ ہے جسے آپ ناممکن یا ناقابل مصالحت سمجھتے ہیں یا جو آپ کے سامنے اس خاص انداز سے نہیں جھکے گا جس طور سے آپ کی خواہش ہے؟ کیا آپ کا یہ جواب ہے ہمارے ہند کے لئے؟ آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں کیا لاؤں؟ ہر جماعت اتفاق کرے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ یہ دیانتداری سے سمجھتے ہیں کہ یہ کبھی بھی ہند میں ممکن ہو گا یا دنیا کے کسی بھی ملک کی تمام جماعتوں کو متفق ہونا چاہئے اور اس وقت تک حکومت حرکت میں نہیں آئے گی؟ آپ پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا ہے؟ آیئے اب ہم دیکھیں کہ کیا ہوا ہے۔ مجھے علم ہے کہ معزز ممبر جو اس طرف تشریف فرما ہیں مجھ سے کہیں گے کہ ابھی انہوں نے صوبہ جات متوسط میں اصلاحات نہیں چلائیں۔ انہوں نے بنگال میں اصلاحات نہیں چلائیں میں معزز ممبر سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ مجھے حقیقتاً" اور دیانتداری سے یہ بتا سکتے ہیں یا نہیں کہ اگر بنگال میں معاملات کو صحیح طریقے سے نمٹایا جاتا تو وزارت تشکیل پا گئی ہوتی اور اصلاحات روبہ عمل آجاتیں۔ میں اس کا قائل ہوں کہ بنگال میں سارا معاملہ آپ نے خراب کیا"۔

آنریبل سر الیگزینڈر مڈیمین (ممبر داخلہ): "کیا یہ بنگال میں ہوا یا صوبہ جات متوسطہ میں؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "بنگال"

سر ہری سنگھ گور: "اس کا مساوی طور پر صوبہ جات متوسط پر بھی اطلاق ہوتا ہے"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "لیکن میں لحہ بھر کے لئے فرض کئے لیتا ہوں کہ غلط ہوں اور یہ کہ آپ درست ہیں کہ دونوں جگہ بنگال اور صوبہ جات متوسط میں واضح اکثریت تھی جس نے اصلاحات کو چلانے سے صاف انکار کردیا میں یہ فرض کئے لیتا ہوں۔ میں آپ سے دوبارہ دریافت کرتا ہوں کیا آپ یہ محسوس کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کو یاد ہے کہ کن حالات کے تحت انتخابات منعقد ہوئے؟ کیا آپ کو یاد ہے کہ اس وقت کیا صورت حال تھی جب سابقہ مجلس قانون ساز کو توڑا گیا؟ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے خود اپنے دوستوں کے ساتھ کیا کیا تھا جنھوں نے پہلی مجلس قانون ساز میں آپ کا ساتھ دیا تھا؟ کیا آپ کو علم ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ کیا آپ نے اہم امور پر بے حد اعتدال پسند لوگوں کے مشورے پر کان دھرے؟ آپ پوچھتے ہیں "اب کیا کیا جاسکتا ہے؟" بنگال اور صوبہ جات متوسط کی کونسلوں میں کچھ مخصوص لوگ آ گئے ہیں اور انہوں نے اصلاحات کو چلانا ناممکن بنا دیا ہے۔ لیکن' جناب والا! کیا بنگال اور صوبہ جات متوسط اس موضوع پر حرف آخر ہیں؟ کیا ہند میں کوئی اور حصہ موجود نہیں؟ باقی صوبوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس مجلس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آنریبل ممبر خالی بنچوں کی طرف دیکھ رہے ہیں"۔

مسٹر این۔ ایم۔ جوشی:(نامزد: مزدوروں کے مفادات) "ان کے لئے وہی مجلس ہے"۔

مسٹر ایم۔ اے جناح: "اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کے مقدمے میں پیش رفت ہوگی تو سخت غلطی پر ہیں۔ کیا انہوں نے عملاً" اس ایوان میں تعاون پیش کیا یا نہیں کیا؟ سر فریڈرک وہائٹ کے پاس کون سی سند ہے۔ سرچارلس انیز کے پاس کون سی اہلیت ہے۔ خود ان کے اپنے بقول وہ افسروں کے افسر ہیں(قہقہہ)

آنریبل سر چارلس انیز (ممبر برائے تجارت اور ریلویز): کیا میں معزز ممبر سے دریافت کر سکتا ہوں کہ اس سے اعتراف کا اگلے روز ہی کیا جواب ملا؟"

دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ: "اعتراف پھر بھی موجود"

مسٹر۔ ایم۔ اے۔ جناح: "میں اگلے روز کے جواب پر بحث نہیں کر رہا تھا۔ میں اس کا جواب ایک منٹ میں دیتا ہوں۔ میں اس اعتراف کی بات کر رہا ہوں جو آنریبل سر چارلس انیز نے اس ایوان میں کیا اور وہ جواب کیا ہے جو آنریبل سر الیگزینڈر مڈیمین نے ۱۸ فروری کو کونسل آف اسٹیٹ میں اپنی تقریر کے دوران دیا؟ انہوں نے کہا کہ یہ بہتر ہے لیکن کافی نہیں۔ کون سا درست ہے ـــــ جو آنریبل سر چارلس انیز نے یہاں کہا یا آنریبل سر الیگزینڈر مڈیمین نے کونسل آف اسٹیٹ میں کہا؟

آپ نے جو تاثر قائم کیا وہ یہ ہے کہ آپ بہانہ سازی کی کوشش کر رہے ہیں اور آپ دیانتداری کے ساتھ رائل کمیشن مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ یہ ہے وہ مقدمہ جو آپ کے خلاف بنایا گیا۔ اب جناب والا! میں اس مقننہ کی بات کر رہا تھا۔ کیا آنریبل ممبر مجھے بتائیں گے کہ وہ کون سا اہم قانون ہے جو حکومت اس ایوان سے منظور کرانا چاہتی تھی جسے نامنظور کر دیا گیا۔ تین برسوں کے دوران ۲۵۔۱۹۲۴ء اور سال رواں ـــــ ہم تقریباً اس اجلاس کے اختتام پر ہیں ـــ کیا آپ مجھے واحد اہم قانون بتا سکتے ہیں جو اس ایوان کے سامنے لایا گیا جس میں آپ کو تعاون نہیں ملا۔ جیسا کہ آنریبل ممبر داخلہ کے الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے"۔

آنریبل سر بارسل بلیکیٹ: "۱۹۲۴ء کے میزانئے کے بارے میں کیا خیال ہے"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: اس میزانیئے کی بات دوسری ہے۔ میں اس کی طرف بھی ایک منٹ میں آتا ہوں اگر آپ نے مجھے اس کی اجازت دی۔ تاریخی بات کے طور پر مجھے یہ کہنے دیجئے کہ میزانیہ بابت سال ۱۹۲۴ء کے اس قرارداد کی تحریک ان اصحاب نے پیش نہیں کی تھی جنہیں آپ اس ایوان یا دیگر مجالس قانون ساز میں عدم

تعاون کرنے والوں کا نام دیتے ہیں بلکہ یہ تحریک پیش کی گئی تھی زبردست حامیوں کی طرف سے اور حمایت کی گئی تھی ان کی طرف سے اس لئے آپ میرے راستے میں رکاوٹ کھڑی نہ کریں۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ انڈی پینڈنٹ پارٹی میں بھی کیڑے پڑے ہیں۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ انڈ۔پنڈنٹ پارٹی نے بھی تعاون نہیں کیا۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ اعتدال پسندوں نے تعاون نہیں کیا۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ اس ملک کے ۳۵۰ ملین باشندوں کی عظیم اکثریت نے آپ کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ آپ کے ذہن میں صرف ایک طبقہ ہے اور وہ ہے انڈین نیشنل کانگرس۔ کانگرس کے زیادہ سے زیادہ ۷ ہزار ممبر ہوں گے۔ اور چونکہ انہوں نے ایک مخصوص رویہ اپنایا ہے آپ کہتے ہیں اس کی وجہ سے سارے ملک کو سزا ملنی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ پوزیشن کسی حکومت کے شایان شان نہیں الا آپ اسے ایک بہانہ بنانا چاہتے ہوں۔ یہ ہے وہ تاثر جو آپ نے قائم کیا ہے۔ میں ایک بار پھر رایٹ آنریبل سری نواس شاستری کا حوالہ دوں گا کہ وہ بھی کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

> "ان حالات میں اگر میں اپنے ہم وطنوں کو یہ انتباہ کروں کہ وہ برطانوی فیاضی کچھ زیادہ ہی سادہ دلی کے ساتھ قبول نہ کریں تو کیا میں بہت زیادہ قنوطیت پسند سمجھا جاؤں گا یا بنگالی بہت رجائیت پسند ہے کہ وہ یہ باور کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ہند میں برطانیہ کے کاموں کی داستان کا صرف روشن پہلو ہی ہے یہ بہت سہل ہے کہ ہم اپنی جملہ برائیوں کا ذمہ دار سوراجیوں کو ٹھہرا دیں"۔

آپ یہی کچھ کر رہے ہیں:

> "بے چارے! یہ کافی حد تک درست ہے کہ ان کی حکمت عملی غیر دانشمندانہ ہے اور ان کی چال بالکل بے سود ہے۔ لیکن ہمیں دھوکا نہیں کھانا چاہئے اس امر کی بھاری شہادت موجود ہے کہ برطانیہ عظمیٰ میں فی الوقت قدیم سامراجیت نے کم از کم کچھ

نامسعود عواقب کے ساتھ پھر سر اٹھایا ہے اور یہ کہ جب تک کہ
ہند کے لوگ متحد ہونا نہ سیکھیں اور برطانوی حکمت عملی پر پورا
آئینی دباؤ نہ ڈالیں ایک بار پھر استعمال ہونے اور بے وفائی کے
لئے تیار رہنا چاہئے"۔

اب کیا اس الزام کا کوئی جواز ہے یا نہیں؟ اگر یہ درست نہیں ہے تو آپ نے رائل کمیشن کی تقرری کے فی الفور اعلان کا فیصلہ کیوں نہیں کیا؟ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ آپ رائل کمیشن کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہیں اور دوسرے سانس میں کہتے ہو کہ مصالحت کرنے والے افراد لے آؤ' مصالحت کرنے والی جماعت لے آؤ جو نہ صرف کام کریں دستور کو چلانے کی پوری کوشش کریں بلکہ اس کا اعتراف کریں بلکہ اس اعتراف کا اعلان بھی کریں کہ وہ ہار گئے اور وہ اب نہایت عاجزانہ طور پر ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں" یہی آپ چاہتے ہیں۔ جناب والا! جب ہم نے انہیں دنوں میں گذشتہ برس بحث چھیڑی تھی تو میں نے کہا تھا کہ مسئلہ صرف یہ ہے کہ کیا آپ فی الفور ایک رائل کمیشن مقرر کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ ۱۹۲۵ء کے ستمبر کے اجلاس میں میں نے اپنی تقریر کے اختتام پر ان الفاظ میں اپنے معزز دوست ممبر داخلہ سے کہا تھا اور اس ایوان سے معذرت کے ساتھ میں اس کا حوالہ دوں گا۔ میں نے ان سے یہ کہا تھا:

"جناب والا! آئندہ دو منٹ میں یا تین منٹ میں جو میرے پاس
ہیں صورت حال کا ماحصل بیان کرتے ہوئے میں اس ایوان سے
گذارش کرتا ہوں کہ مسئلہ اس طرح ہے۔ اول: کیا حکومت
تیار ہے کہ پورے دستور کا جائزہ لینے کے لئے کس قریبی تاریخ
میں ایک رائل کمیشن مقرر کردے؟ دوم: کیا آپ دیانتداری اور
خلوص کے ساتھ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی خدمت
میں وہ بنیادی اصول پیش کردیں جن پر ایک دستور کی تعمیر ہونی
چاہئے۔ لارڈ برکن ہیڈ نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ وہ خلوص

کیساتھ تجاویز پر غور کریں گے۔ ترمیم موجود ہے اس پر غور کر لیجئے"۔ (دیکھئے صفحہ ۱۸-۲۱۷)

دارالامرا میں لارڈ اولیور نے اسی سوال پر لارڈ برکن ہیڈ کے بعد تقریر کرتے ہوئے کہا:

"میں صرف ایک آخری بات کہنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں ہو سکتا ہے کہ لارڈ موصوف نے بھی ذرا کم اندازہ لگایا ہو، جیسا کہ بہت سے لوگ لگاتے ہیں، اس باب میں کہ ہند میں جسے قومی جذبہ کہا جاتا ہے اس میں کس قدر شدت ہے اور قومی افتخار میں اور اس کے قومی رویئے اور مطالبے میں کہ ہند کے باشندوں کا خود اپنا دستور وضع کرنے میں بہت زیادہ عمل دخل ہونا چاہئے یہ کہنا کافی نہیں جیسا کہ لارڈ موصوف نے کہا اور جسے بار بار دہرایا جاتا ہے کہ ہند میں دو بڑے فرقے ہیں، یہ کہ تمہارے بہت سے مذاہب ہیں اور بہت سی زبانیں ہیں وغیرہ وغیرہ اور اس لئے ہند کے بارے میں ایک قوم کے طور پر گفتگو کرنا بے سود سی بات ہے۔ یہ آج بھی اتنا ہی کم درست ہے جتنا یہ دس برس قبل تھا۔ جبکہ دس برس پہلے آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہند میں عوام الناس کو قومی مذہب یا سیاست کے بارے میں بہت کم پروا ہے۔ گذشتہ دو تین برس کے دوران میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کی بنا پر میں اس بات کا پوری طرح قائل ہوں کہ یہ بھی درست ہے کہ وہ عہد گذر گیا ہے یہ کہ ہند میں بہت شدید اور ملک گیر قوم پرستی کا احساس موجود ہے جس پر وہ رہنما جو ہندی قومیت کی بات کرتے ہیں تکیہ کر سکتے ہیں"

"اس ضمن میں میں مسٹر رش بروک ولیمس کی آخری رپورٹ پر ہند کی مادی اور اخلاقی ترقی —— رپورٹ بابت ۲۴-۱۹۲۳ء ——

ایک بہت ہی مفید کتاب سے ایک اقتباس پیش کرنا چاہوں گا.....
"درآنحالیکہ عدم تعاون ایک سیاسی تحریک کی حیثیت سے تو بدیہی ناممکنات کے باعث ناکام ہوگئی۔ عدم تعاون کی ایک ذہنی رویئے اور بیدار شدہ قومی جذبے کے آلے کے طور پر اب بھی برقرار ہے۔ ہم آج کے ہند میں سیاسی زندگی کو اس وقت تک نہیں سمجھ پائیں گے جب تک ہم یہ محسوس نہ کرلیں کہ آغاز ہی سے مسٹر گاندھی کی تحریک ہند کے اضطراب کی اتنی بڑی وجہ نہیں جتنی کہ وہ علامت ہے ان گہری بے اطمینانیوں کی جو اضطراب پر منتج ہوئیں"۔

"پس زمانہ امن میں آپ ہند کے عوام کو ریت کا ایک خشک قطعہ تصور کرسکتے ہیں اب آپ کو انہیں ریت کا ایک ایسا قطعہ سمجھنا ہوگا جس میں کچھ احساس داخل ہوگیا ہو اور آپ کو لازماً" یہ احتیاط کرنا ہوگی کہ آپ کہیں اپنی حکمت عملی کی اساس ریگ رواں پر تو استوار نہیں کر رہے' یہ سبب تھا کہ میں نے اول موصوف سے اپیل کی تھی کہ وہ اس بات پر غور فرمائیں جو میں یقین کرتا ہوں کہ ہند میں اقلیتی رپورٹ کی حمایت میں تمام قوم پرست اور پروپاگنڈا پارٹیوں کے جذبات کی صحیح عکاس ہے اور جیسا کہ اول موصوف نے کہا اور درست کہا کہ ابھی تک اس سوال کا بھرپور جائزہ نہیں لیا گیا کہ صوبائی خودمختاری سے کیا مراد ہے؟ یہ منجملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ ہے جس کی بنا پر میں اور وہ تمام دیگر لوگ چاہتے ہیں کہ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ کون سا سوال ہے جسے مستقبل میں براہ راست نمٹانا ہوگا۔ جب ایسے لوگ جیسے کہ آنجہانی گورنر مدراس تھے ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ کچھ علاقے صوبائی خودمختاری کے لئے تیار ہیں اور کچھ دیگر علاقے

تیار نہیں ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ ان خیالات کی تحقیق ہونی چاہئے کہ کیا صوبائی خود مختاری کے تصور کو ترقی دینا ناممکن ہے۔ یہ بدیہی بات ہے جیسا کہ اس وقت بھی تھی جب میں تقریر کرنے کھڑا ہوا تھا کہ کاغذات کو میز پر دھرنے کے لئے اول موصوف کو حکومت ہند کے ساتھ خط و کتابت کرنی ہوگی اور للذا میں کاغذات کے بارے میں تحریک کو واپس لینے کی اجازت چاہتا ہوں"۔

اب جناب والا! یہ تھی رائے سابق وزیر ہند کی۔ للذا یہ مسئلہ ایک آسان سے سوال کی شکل میں خود بخود حل ہوگیا۔ آپ ہمیں مسئلے سے دور نہ جانے دیں۔ اس کی پروا نہ کیجئے کہ اس مجلس نے ۱۹۲۴ء میں کیا قرار داد منظور کی تھی۔ اس کی پروا نہ کیجئے کہ اس مجلس نے ستمبر ۱۹۲۵ء میں کون سی قرار داد منظور کی تھی۔ آپ کا موقف کیا ہے؟ آپ کیا کرنے والے ہیں؟ یہ کافی ہے کہ آپ اپنی متبادل تجویز پیش کردیں۔ یہ موجود ہے۔ اب آپ اس سے راہ فرار اختیار نہیں کرسکتے۔ اس کا ہزا یکسی لینسی وائسرائے نے ۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء کو اعادہ بھی کیا۔ آپ کی متبادل تجویز ہے قانون میں مذکور کمیشن ـــــ لیکن کیا یہ اس وقت مقرر کیا جائے گا جب آپ تعاون کی شہادت سے مطمئن ہوجائیں؟ اب آپ کو کس طرح کی شہادت مطلوب ہے۔ شہادت یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کرنے میں ناکام رہے اور آپ نے اتنے افراد کو اس ایوان سے باہر بھگا دیا۔ اگر آپ کی اپنے ارادوں کو جامہ عمل پہنانے کی حقیقی اور دیانتدارانہ خواہش ہوتی اگر آپ چاہتے کہ آپ کے اعلان پر عمل درآمد ہو تو آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ اس ملک کی رائے عامہ کا ایک بڑا حصہ رائل کمیشن کے قیام کا خواہشمند ہے۔ آپ کو صرف اس کا اعلان کرنا ہے اور تعاون یقینی ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس کا علم ہے لیکن آپ بہانہ سازی کر رہے ہیں۔ آپ میرے ہم وطنوں کے ایک مخصوص طبقے کی ذہنیت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہی کچھ آپ کر رہے ہیں۔ آپ ایسا کب تک کرتے رہیں گے؟ للذا یہ بالکل واضح ہے کہ مسئلہ ہے

کیا۔ حکومت کا موقف کلیتاً" ناقابل دفاع ہے۔

"اب جناب والا! یہ کہا گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس جانب موجود معزز ممبر کی طرف سے یہ کہا جائے گا کہ اگر آپ اس مطالبۂ زر کو مسترد کرتے ہیں تو آپ ہمیں اس کی تصدیق پر مجبور کر رہے ہیں' وہ یہ دوبارہ کہیں گے۔ انہوں نے یہ گذشتہ سال کہا تھا۔ انہوں نے یہ صرف چند روز پیشتر کہا تھا۔ اب آیئے ہم اس کا ذرا قریب سے جائزہ لیں۔ اولاً" تو یہ دیکھا جائے کہ یہ مطالبۂ زر ہے کیا۔ میں معذرت کے ساتھ ایوان کی توجہ اس کی جانب مبذول کراؤں گا کہ یہ ہے کیا۔ سب سے پہلے تو معزز ممبروں کی تنخواہ ہے جس پر رائے شماری نہیں ہوتی۔ پھر آتے ہیں دورے پر بھتہ اور اس کے اخراجات۔ سال ۲۷۔۱۹۲۶ء کے لئے دوروں کے بھتہ کا تخمینہ دو ہزار روپیہ لگایا گیا ہے جبکہ دورے پر اخراجات کا اندازہ ساٹھ ہزار روپیہ۔ میزان ہوا باسٹھ ہزار روپیہ پچھلے دنوں جب میں نے یہ تحریک پیش کی کہ اس مطالبہ زر کو دیگر مطالبات زر سے پہلے لے لیا جائے تو معزز ممبر نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس کی تصدیق کریں میں نے کہا تھا: "جی ہاں اگر آپ چاہتے ہیں تو ضرور کیجئے بشرطیکہ آپ کر سکتے ہیں"۔ قانون حکومت کی دفعہ کا مجھے بخوبی علم ہے جو حسب ذیل ہے:

> مجلس قانون ساز میں جو رائے دی جائے گی وہ گورنر جنرل (بہ شمول کونسل) کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ جو اگر یہ اعلان کردیں کہ وہ مطمئن ہیں کہ کوئی بھی مطالبۂ زر جسے مقننہ نے مسترد کردیا ہو ان کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے لازمی ہے تو تصور کیا جائے گا گویا اسے منظوری حاصل ہوگئی"۔

آیا یہ ان کی ذمہ داری ادائیگی کے لئے لازمی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنا تو ان کا کام ہے۔ لیکن جناب والا! معزز ممبروں کو دوروں کے جن اخراجات کی ادائیگی کی جاتی ہے وہ ہمارے کسی کام کے نہیں کیونکہ اسپیشل سیلون کے ذریعہ سارے ہند میں گھومنے سے وہ سیکھتے کچھ نہیں۔ اگر وہ شملہ جانا چاہتے ہیں تو وہ ہمارے خرچ پر جاتے

ہیں اور صحت افزا موسم سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اخراجات جس کی میرے فاضل دوست تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت پسندیدہ ہے اور بہت عمدہ ہے اور جس میں وہ ہمیشہ شرکت کرتے ہیں جونہی کہ مجلس کا اجلاس ملتوی ہوتا۔ صرف یہی کچھ ہے جو وہ کرنا چاہتے ہیں۔ اب معزز ممبران کو معقول اور بڑی تنخواہ ملتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ شملہ جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنی جیب سے اخراجات کی ادائیگی کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں شملہ لے جانے کے لئے دورے کے اخراجات گورنر جنرل کی ذمہ داری اور فریضہ کی ادائیگی کے لئے کس طرح لازمی ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر گورنر جنرل اس دفعہ کے تحت اپنے اختیار کا استعمال من مانی طریقے پر کرنا چاہتے ہیں تو وہ کرلیں۔ پھر معزز ممبر کہیں گے کہ اس کا مطلب ہے فرامیوں سے انکار ــــ اب میں اس طریقے سے خوف زدہ نہیں ہوتا مجھے علم ہے فرامیوں کے انکار کا کیا مطلب ہے اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں اسے اتنا ہی سمجھتا ہوں جتنا کہ معزز ممبر۔ جناب والا! میں ایک بار پھر ان کی توجہ اپنی اس تقریر کی جانب مبذول کراؤں گا جو میں نے ۱۹۲۴ء میں کی تھی۔ مجھے امید ہے کہ ایوان مجھے اپنی ہی تقریر کا حوالہ دینے پر معاف کردے گا لیکن میں اپنی پوزیشن کو واضح کردینا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایوان اس مسئلہ کو بھرپور انداز میں سمجھ لے اور میں نہیں چاہتا کہ اصل مسئلہ نظروں سے اوجھل ہوجائے۔ اب کیا ہوا؟ پس ۱۹۲۴ء میں اس ایوان کو یاد ہوگا کہ چار مطالبات زر یکے بعد دیگرے مسترد ہوئے اور اگلے روز جناب والا! میں نے اس ایوان میں کھڑے ہو کر کہا ــــ اور میں چاہتا ہوں کہ ایوان از راہ عنایت میری بات کو سمجھ لے کیونکہ میں اپنی پوزیشن اور اس پارٹی کی پوزیشن کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں جس کی میں نیابت کرتا ہوں ــــ میں نے کہا:

> نیشنلسٹ پارٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے میں کلیتاً اس بات کی تصدیق کرتا ہوں جو پنڈت موتی لال نہرو نے کہی۔ میں مزید وضاحت کردینا چاہتا ہوں کہ اس ایوان میں نیشنلسٹ پارٹی کا تخریب کا کوئی پروگرام نہیں اور میں مزید واضح کردینا چاہتا ہوں

بالخصوص میرے معزز دوست مسٹر چیٹرجی کی اس گفتگو کے حوالے سے جو انہوں نے کل کی تھی یعنی نیشنلسٹ پارٹی ایسی پارٹی ہے جو اس مجلس میں کام کرنے کے لئے تشکیل دی گئی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں اور اس مجلس میں ہم آئینی نوعیت کی حکمت عملی اور پروگرام پر عمل پیرا ہونے کے قائل ہیں۔ ہم اس حکمت عملی اور پروگرام پر اس وقت تک کاربند رہیں گے جب تک کہ آئینی جدوجہد کے آخری مراحل ختم نہ ہوجائیں۔ نیشنلسٹ پارٹی کے ذہن میں سول نافرمانی کا ایسا کوئی تصور موجود نہیں ہے کہ ہم محاصل کی عدم ادائیگی کی تحریک کو چلائیں گے۔ جناب والا! ہمارے لئے یہ بالکل جائز ہے کہ ہم آپ کی رولنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے عام بحث کو اپنے مافی الضمیر کی وضاحت کے لئے استعمال کر سکتے ہیں یعنی ہم حکومت ہند کی مذمت کرتے ہیں ہم وزیر ہند کی مذمت کرتے ہیں۔ کیوں؟ چونکہ آپ نے اس قرار داد کے ضمن میں ہمیں کوئی اطمینان نہیں دلایا جو ہم نے ۷۶ رائے کی بھاری اکثریت سے منظور کی تھی۔ ایک قرار داد جو اصلاحات کا مطالبہ کرتی تھی اور اس لئے ہم چاہتے تھے کہ واضح ترین انداز میں اپنا احتجاج ۔ اپنی مذمت اور اپنی نامنظوری اس طریقہ کو رقم کردیں جس طریقے سے آپ نے ہمیں جواب دیا۔

ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مشکلات موجود ہیں لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ آپ ہمیں مطمئن کرنے میں سراسر ناکام رہے ہیں۔

اب جناب والا! یہ تھی صورت حال مارچ ۱۹۲۴ء میں اور یہی موقف میں نے مارچ ۱۹۲۵ء میں اختیار کیا اور یہی موقف ہے جو میں مارچ ۱۹۲۶ء میں اختیار کر رہا ہوں

لٰہذا آج پھر مجھے اس ایوان سے کہنا چاہئے کہ اس مطالبۂ زر کو حذف کر دینے کے حق میں رائے دے۔ اب میرے معزز دوست مجھ سے کہیں گے کہ میں اس میں تخفیف کیوں نہیں کرتا' جناب والا! ایوان کے سامنے فہرست کارروائی موجود ہے جس میں مختلف مطالبات زر میں تخفیف کی سو سے زیادہ تحریکیں درج ہیں۔ لٰہذا میں معزز دوست ممبر داخلہ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں کون سی آئینی قباحت ہے اگر میں اس مطالبۂ زر کو مسترد کر کے بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کیونکہ میں شک کی کوئی گنجائش چھوڑنا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایوان غیر مبہم انداز میں اپنی رائے کا اظہار کر دے اس باب میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہئے کہ ہم اس مسئلہ پر حکومت کو شکست دینا چاہتے ہیں۔

مسٹر کے۔ احمد (راجشاہی ڈویژن: مسلم دیہاتی) "آپ کے پاس اکثریت نہیں ہے"۔

مسٹر این۔ ایم۔ دماسیۂ: میں معزز ممبر سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ ایک رائل کمیشن چاہتے ہیں یا آپ کی یہ خواہش ہے کہ حکومت قانون میں مذکور کمیشن سے تحقیقات کرائے بنا دستور کے ضمن میں کوئی پیش رفت نہ کرے جیسا کہ دفعہ ۸۴ الف قانون حکومت ہند میں کہا گیا ہے۔

مسٹر۔ ایم۔ اے۔ جناح: جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اسے بالکل واضح کر دیا ہے اور میں اسے دہرا دوں گا اگر معزز ممبر اسے نہیں سمجھے۔ میں چاہتا ہوں کہ حکومت ہند اس ایوان میں مجھے یہ یقین دلا دے کہ وہ دفعہ ۸۴ الف کے مفہوم کے مطابق قانون میں مذکور رائل کمیشن کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہے اور یہ کہ اس کمیشن کے اراکین ایسے ہوں جو عوام کے لئے قابل اطمینان ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ فی الفور کر دیا جائے۔

آنریبل سر الیگزینڈر مڈیمین: "قابل اطمینان کس کے لئے؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: عوام کے لئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ یہ صرف آپ کے لئے ہی قابل اطمینان نہیں ہونے چاہئیں۔ میرا

خیال ہے کہ اس تجویز پر نہ اعتراض ہوسکتا ہے اور نہ ہوگا۔ اگر آپ ایک رائل کمیشن مقرر کرنے والے ہیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ آپ ایسا کمیشن مقرر نہ کریں جس کو عوام الناس کا اعتماد اور احترام حاصل نہ ہو۔ جناب والا! لہذا یہ ہے حقیقتاً میرا نکتہ۔ لیکن مجھے علم ہے کہ معزز ممبر یہ کہیں گے "او ہو لیکن آپ کی قرار داد کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں جانتا ہوں کہ وہ یقیناً یہ بات کریں گے ——— آپ کا اس قرار داد کے بارے میں کیا خیال ہے جو آپ نے ستمبر ۱۹۲۵ء میں منظور کی تھی؟ جہاں تک ستمبر ۱۹۲۵ء کی قرار داد کا تعلق ہے میں اس ایوان میں کھڑا ہوں اور میں علیٰ حالہ اس کا قائل ہوں۔ جیسا کہ ہم اس وقت اس پر قائم تھے اور یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں ہے بلکہ ان گواہوں کی بڑی تعداد کی بھی رائے ہے جن کی شہادتیں مڈیمین کمیٹی نے لیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری گواہوں کی بھاری اکثریت نے یہی موقف پیش کیا اور انہیں بنیادی تبدیلیوں کے بارے میں تجویز پیش کی جن کا تذکرہ ستمبر ۱۹۲۵ء کی قرار داد میں کیا گیا ہے۔ میں اب بھی اس بات پر قائم ہوں کہ اگر اس مسئلہ کو جانچنے کے لئے کوئی غیر جانبدار ادارہ مقرر کیا جائے تو میں یہ ثابت کر سکوں گا کہ دستور حکومتِ ہند میں یہ بنیادی تبدیلیاں کی جانی چاہئیں اور مزید یہ کہ چونکہ لارڈ برکن ہیڈ نے اپنی تقریر میں واقعتاً ہمیں اس کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے کہا تھا "اگر آپ کوئی دستور یا اسکیم پیش کر سکتے ہیں تو ایسا کر دیجئے" اور فی الحقیقت یہ ایک جواب تھا ان کی تقریر کا۔ میں لارڈ برکن ہیڈ کی تقریر کا وہ اقتباس پیش کروں گا جس میں انہوں نے فی الواقعی کہا تھا: اگر آپ کے پاس کچھ تجویز کرنے کے لئے تو ضرور ایسا کیجئے۔

انہوں نے یہ کہا:

> انگلستان میں ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ دنیا میں صرف ہم ہی ہیں جو دستور بنا سکتے ہیں اگرچہ ہم انسانی ہنرمندی کے اس شعبے میں اپنی عاجزانہ تعمیری کوشش سے غیر مطمئن بھی نہیں لیکن اگر ہند میں ہمارے ناقدین کی یہ رائے ہے کہ ہند کے حالات

کے بارے میں ان کی زیادہ آگہی انہیں یہ اہلیت بخشتی ہے کہ وہ وہاں کامیاب ہوجائیں گے جہاں ہم ان کے بقول ناکام ہوگئے تو وہ ایک دستور تیار کرلیں جسے ہند کی عظیم اقوام کی معقول تعداد میں عمومی حمایت حاصل ہو۔ ہمارے مسائل کے حل میں اس نوع کی امداد سے کہیں بھی آزردگی نہیں ہوگی اس کے برعکس حکومت ہند اور میری جانب سے اس کی نہایت احتیاط کے ساتھ جانچ پڑتال کی جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ کمیشن کی جانب سے جب بھی وہ ادارہ معرض وجود میں آئے"۔("ہند ۲۶۔۱۹۲۵ء میں" ص ۳۶۲)

لہٰذا' جناب والا! مجھے اب بھی امید ہے اور میں بھروسا کرتا ہوں کہ آنریبل ممبر داخلہ حکومت کی جانب سے آج ہمیں یقین دہانی کرا سکیں گے اور اطمینان بخش جواب دے سکیں گے۔

اختتام سے قبل مجھے صرف ایک بات اور کہنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جناب والا! میں حزب اقتدار کے ووٹوں کی توقع نہیں کرسکتا۔ انہیں کوئی آزادی حاصل نہیں۔ جب تک وہ ان نشستوں پر بیٹھے ہیں نہ ان سے کوئی فیصلہ کی امید کی جاسکتی یا ان کا کوئی ضمیر ہوسکتا ہے۔ وہ محض ۲۶ مشینیں ہیں۔ وہ روبوٹ ہیں اور انہیں حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ اس لئے ان سے اپیل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انہیں کوئی آزادی حاصل نہیں۔ اس ایوان کے اراکین کا دوسرا گروہ قانون حکومت ہند کے تحت نامزد اراکین ہیں اور ان نامزد اراکین سے میں کہتا ہوں کہ اپنے ضمیر کے مطابق ووٹ دیں اپنے فرض کے مطابق اور یاد رکھیئے کہ دستور یہ نہیں کہتا اور حکومت یہ کہنے کی جسارت نہیں کرسکتی کہ آپ فیصلہ کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق رائے دینے کے ضمن میں کسی طرح سے بھی پابند ہیں۔ اس موقعہ پر ذمہ داری کلیتا" آپ کی ہے۔ میں ہر نامزد ممبر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے آزادانہ فیصلہ کو استعمال کرے۔ میں آپ حضرات سے جو یہاں نامزد اراکین ہیں' دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ دیانتداری

کے ساتھ رائل کمیشن کے تقرر کے خلاف ہیں؟ کیا آپ اس دلیل کو باور کر لیں گے جو حکومت کی جانب سے پیش کی جائے گی کہ اس مطالبہ زر کو مسترد کرنا ایک سنگین بات ہوگی۔ کیوں؟ اگر آپ نے ایسا کیا تو اس کے معنی ہیں انقلاب' اس کا مطلب ہے اس ملک میں بغاوت' میں کہتا ہوں کہ یہ چاندنی کے سامنے چادر تان دینا ہے۔ ایسے دلائل سے گمراہ نہ ہوں۔

مجھے امید ہے کہ میں نے اپنی پوزیشن کو بخوبی واضح کردیا ہے کہ میں فرامیوں کے استرداد کے نظریے کا قائل نہیں ہوں۔ اگر منطقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کا مطلب ہے دستور اور قانون کے تحت قائم شدہ حکومت کی تخریب۔ میں نے اس بات کو بالکل واضح کردیا ہے میں نے اس ایوان میں اس مجلس کی میعاد کے دوران اس وقت سے ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے جب سے میں یہاں آیا ہوں۔ میں نے مضبوطی کے ساتھ رکاوٹیں حائل کرنے کے کسی بھی پروگرام کا ساتھ دینے سے انکار کیا ہے مجھے اختلافات ہوسکتے ہیں۔ میں نے حکومت کے ساتھ اختلاف کیا ہے لیکن میں نے صحیح معنوں میں تعاون کیا ہے اس دستور کو چلانے میں برا' نقائص ہونے پر اور گلا سڑا جیسا کہ یہ ہے۔ میں آپ کو بتا دوں' جناب والا! اگر میں اس ایوان میں دوسرے طبقے سے مل جاتا تو یہ مقننہ پہلے ہی اجلاس میں بند ہوجاتی۔ میں نے مضبوطی سے انکار کردیا۔ میں نے کہا نہیں' میں نے آپ کی حمایت کی۔ میں نے آپ پر کوئی احسان کرنے کے لئے آپ کی حمایت نہیں کی۔ بلکہ چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اختیار کرنے کے لئے یہ درست راہ تھی۔ یہ کسی پر کوئی احسان نہیں۔ کیا آپ کو ایسے افراد مطلوب ہیں جو آئیں اور حقیقی ٹھوس اور اچھا کام کریں؟ کیا آپ تخریب میں مدد کرنا چاہتے ہیں؟ اس کا فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے۔ اس کے بعد میں آتا ہوں اپنے یوروپین دوستوں کی طرف۔ وہ بھی اس ایوان میں اسی طرح منتخب اراکین ہیں جس طرح ہم ہیں۔ لیکن میں ان سے اپیل کرتا ہوں اور میں ان سے نہایت مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی پوزیشن پر غور کریں۔ میں امید کر رہا ہوں۔ بے سود نہیں ـــــ کہ میں ان کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام نہیں رہوں

گا"۔ (آفرین و تحسین کے پر زور نعرے)

مولوی محمد یعقوب (روہیلکھنڈ اور کماؤں ڈویژن) "ایک لفظ مسٹر کے۔ احمد کے لئے بھی"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: مجھ سے کہا گیا ہے کہ ہمارے ساتھ اکثریت نہیں ہے۔ میں آپ کو بتا دوں جناب والا! اگر ہمیں شکست بھی ہو جائے تب بھی ہمارے ساتھ اکثریت ہے اگر آپ ان ۲۶ مشینوں کو منہا کردیں جو وہاں بیٹھی ہیں۔ وہ کس کی نیابت کرتی ہیں۔"

مسٹر کے۔ احمد: "حکومت کی"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: نہیں جناب والا! وہ یہاں قانون حکومت ہند کے تحت مشینوں کے مثل یہاں آتی ہیں۔ میں ان ۲۶ ووٹوں کو حکومت کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ باقی ماندہ ایوان' اگر میں ہار بھی جاؤں' تو بھی میرے ساتھ اکثریت ہے اور اگر ہم ان ۲۶ مشینوں کے علی الرغم ان کے خلاف اپنی تحریک منظور کرانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یہ حکومت کے لئے دائمی شرم اور اہانت کا باعث بن جائے گی اگر وہ ہماری خواہشات کو پورا نہیں کرتے اور اس ووٹ کو جامہ عمل نہیں پہناتے لہٰذا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کی ووٹوں پر ہی اس مسئلہ کا دارومدار ہوگا۔ اگر آپ نے اسے مسترد ہوجانے دیا تو حکومت ان ۲۶ ووٹوں کا ذکر نہیں کرے گی بلکہ کہے گی کہ اس ایوان نے اُسے (مطالبہ زر کو) منظور کرلیا۔

مسٹر کے۔ احمد: اگر آپ کے ساتھ اکثریت ہو تو میں آپ کے ساتھ ووٹ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: جناب والا! مجھے امید ہے کہ میرے معزز دوست' نامزد اراکین' یوروپین منتخب اراکین اور باقی ماندہ منتخب اراکین اس مسئلے کی نزاکت کا احساس کریں گے اور اس موقعہ پر حکومت کے ہاتھوں میں نہیں کھیلیں گے۔ یاد رکھیئے کہ حکومت نے جان بوجھ کر اپنی پوری کوشش کی اور دانستہ طور پر گذشتہ پیر کو ایگزیکٹو کونسل کے مطالبہ زر کو زیر غور نہیں لانے دیا۔ کیوں؟ کیونکہ وہ جانتے تھے

کہ اپنے سوراجی دوستوں کے ساتھ میں انہیں شکست فاش دے دیتا۔ یہ رکاوٹی رویہ اختیار کرنے کے بعد اب وہ امید کرتے ہیں کہ وہ مجھے ہرا دیں گے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے ہارنے نہیں دیں گے۔ حکومت کو یہ سیکھ لینے دیجئے کہ ان حربوں سے انہیں کوئی فایدہ نہیں ہوگا اور وہ ان حربوں کی مدد سے کامیاب نہ ہو سکیں گے۔
(پر زور اور مسلسل تحسین و آفریں کے نعرے)

شمال مغربی سرحدی صوبہ تک اصلاحات کی توسیع کا مطالبہ

مسلم لیگی رکن سید مرتضیٰ صاحب کی قرار داد

۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء

(۱۶ فروری ۱۹۳۶ء ایک مسلم لیگی رکن سید مرتضیٰ صاحب نے ایک قرار داد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ یہ مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے استدعا کرتی ہے کہ وہ از راہ عنایت قانون حکومت ہند کی ان دفعات کو جن کا تعلق مجلس قانون ساز اور وزراء کے تقرر وغیرہ اور اقلیتوں کے تحفظ کے ساتھ ہے شمال مغربی صوبہ سرحد تک وسعت دے دیں۔ سوراجیوں نے اس قرار داد کی مخالفت کی۔ جب ۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو اس پر دوبارہ بحث ہوئی تو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے قرار داد پر تقریر کرتے ہوئے حکومت سے دریافت کیا کہ صوبہ شمال مغربی سرحد کے بارے میں ان کی حکمت عملی کیا ہے۔ کیونکہ موجودہ حکمت عملی سے اس امر کا امکان ہے کہ سرحد پر ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات میں تلخی پیدا ہو جائے)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح (بمبئی شہر، مسلم شہری): "جناب والا! ایوان کے

سامنے ایک ایسا مسئلہ ہے جو اولاً بہت ضبط کا متقاضی ہے اور پھر بھی کسی کے منہ سے نادانستہ طور پر ایک آدھ لفظ یہاں وہاں ایسا نکل جائے جو ایک یا دوسرے فریق کی برہمی کا باعث بن جائے جناب والا! میں اس سوال کو فرقہ وارانہ نقطہ نظر سے نمٹانا نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے معزز دوست پنڈت مدن موہن مالویہ کے ساتھ ۱۹۰۶ سے کام کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ اگر مجھے یہ بات درست طور پر یاد ہے تو جب میں نے پہلی بار انڈین نیشنل کانگرس کے پلیٹ فارم پر قدم رکھا تھا تو یہ میرے دوست تھے جن کے سامنے میں ایک جونیئر کی حیثیت سے کھڑا تھا اور انہوں نے ہی مجھے انڈین نیشنل کانگرس کے پلیٹ فارم پر پہلی تقریر کرنے پر اکسایا اور ترغیب دی۔ اس وقت سے میں نے ان کے ساتھ کام کیا۔ مجھے یہ احساس ہے کہ میرے معزز دوست پنڈت مدن موہن مالویہ اتنے ہی بڑے قوم پرست ہیں جتنا کوئی اور ذی حیات ہند میں ہو سکتا ہے (تالیاں) لیکن جناب والا! بعض اوقات ہم ہمت ہار دیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ ممکن ہوتا ہے کہ ہم میں دیانتدارانہ تعصب پیدا ہو جائے۔ ایک چیز ایسی بھی ہوتی ہے جسے دیانتدارانہ تعصب کہہ سکتے ہیں۔ میں اس جذبے کو سمجھ سکتا ہوں اگرچہ میں اپنے معزز دوست کی زبان سے اتفاق نہیں کرتا کہ وہ کیا محسوس کرتے ہیں اور میں یکساں طور پر اپنے مسلمان دوستوں کے جذبات کو سمجھ سکتا ہوں کہ وہ کیا محسوس کرتے ہیں جب وہ ان بدنما واقعات کے بارے میں سوچتے ہیں جو نہ صرف کوہاٹ میں بلکہ ہند کے دیگر علاقوں میں بھی رونما ہوئے۔ جناب والا! یہ شاملات والا معاملہ ہے اور یہ ہماری بدنصیبی ہے، لیکن میں اپنے معزز دوست سے اپیل کرتا ہوں کیا ہم ہمت ہار دیں گے؟

پنڈت مدن موہن مالویہ: "نہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: کیا ہم اپنے اصول سے ہٹ جائیں گے کہ ہم ہند کے لئے آزادی حاصل کریں گے؟ اور کیا ہم شمال مغربی سرحدی صوبہ کے سوال کو اسی جذبے سے حل نہیں کریں گے جس جذبے سے ہم کسی دوسرے صوبے کے سوال کو حل کریں گے؟ جنابِ والا! ہند ہی وہ واحد ملک نہیں ہے جہاں ہمیں اس

نوعیت کے مسئلہ کا سامنا ہے۔ میں لارڈ ڈرہم کی رپورٹ سے چند سطریں پڑھوں گا جن میں انہوں نے کینیڈا کے لوگوں کی حالت کو بیان کیا اور تاہم انہوں نے دنیا کے اس حصے کے لئے ذمہ دار حکومت کے قیام کی سفارش کی۔ انہوں نے کہا:

پہلا نکتہ جس کی جانب میں آپ کی توجہ منعطف کراؤں گا جس سے دیگر نکات کم و بیش منسلک ہیں' وہ ہے کینیڈا اور انگلستان کے باسیوں میں بے حد تلخ دشمنی کا وجود' ایسی دو جماعتوں کی طرح نہیں جو مختلف الرائے ہوں جو حکومت کے تعلق میں مختلف مقاصد کی جستجو کر رہی ہوں بلکہ مختلف نسلوں کی طرح جو قومی مقابلے میں مصروف ہوں۔ کسی طرف سے بھی نسلی منافرت کا برملا اظہار نہیں کیا جاتا اس کے برعکس فریقین یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ اصلاً نسلی آغاز کے علاوہ کسی اور احساس سے متاثر ہیں۔ لیکن میرے خیال میں امر واقعہ یہ ہے جو براہ راست شہادتوں کی نسبت واقعاتی شہادتوں سے زیادہ درست ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے خلاف اعلانات کی تردید کے لئے کافی سے کچھ سوا ہے اگر طرفین کے مابین پارٹی یا اصولوں کا اختلاف ہوتا تو ہمیں جانبین میں دونوں نسلوں کا امتزاج نظر آنا چاہئے تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر جو کلیہ کو درست ثابت کرتی ہیں تمام برطانوی باشندے ایک طرف ہیں اور کینیڈا کے باشندے دوسری طرف۔ فوری طور پر موضوع زیر بحث کیا ہے یہ غیر متعلق بات ہے لیکن یقینی بات یہ ہے کہ جب کسی بھی امر پر تنازعہ کھڑا ہو جاتا ہے تو کینیڈا کے باشندوں کی بھاری اکثریت ایک طرف اور انگریزوں کی بھاری اکثریت دوسری طرف ایک دوسرے کے مدمقابل نظر آتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے دونوں طبقوں کی باہمی ناپسندیدگی سیاست سے ماوراء

معاشرتی زندگی میں بھی دخیل ہے جہاں پھر چند مستثنیات کو چھوڑ کر تمام میل جول ایک ہی نسل کے لوگوں تک محدود ہے۔ مختلف نسلوں کے بالغ لوگ نجی اجتماعات میں شاذ و نادر یا ایک دوسرے کے ساتھ مطلق ربط و ضبط نہیں رکھتے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جب بچے آپس میں لڑتے ہیں تو وہ اپنے والدین کی طرح فرانسیسی اور انگریز گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ حالت اس صورت حال کے مقابلے میں جو آج ہند میں موجود ہے زیادہ بدتر اور بہت زیادہ قابل مذمت ہے۔ کیا ہندوؤں اور مسلمانوں میں معاشرتی طور پر میل جول کیا مدرسوں میں آپ کے بچے ہندو اور مسلم گروہوں میں منقسم ہو کر کھیلتے ہیں؟ پھر کیوں دل چھوٹا کیجئے اور ہمت ہاریئے؟ یہ ایک مسئلہ ہے جسے ہمیں حل کرنا ہے اور ہم اسے حل کر لیں گے بشرطیکہ ہم آپس میں مل جل کر کام کریں۔ کم سے کم اس ایوان کے معزز اراکین' ہند کے مختلف علاقوں کے نمائندوں سے تو یہ یقیناً توقع کی جاسکتی ہے اور انہیں باقی ماندہ ہند کی مختلف انداز سے رہنمائی کرنی چاہئے۔

جناب والا! پس اس ایوان کے سامنے مسئلہ یہ ہے۔ ایک صوبہ ہے شمال مغربی سرحدی صوبہ جس کے لوگوں کے بارے میں اکثریت اور اقلیت دونوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان میں یہ اہلیت ہے' جو میرے معزز دوست سرشوا سوامی آیئر کی تقریر میں دی گئی تعریف کے مطابق بھی انہیں اصلاحات کا مستحق گردانتی ہے۔ سرشوا سوامی آیئر اس وقت زیادہ جوش میں تھے جتنا میں نے انہیں شاید ہی اس سے قبل دیکھا ہو جب وہ اس ایوان میں

تقریر کر رہے تھے اور انہوں نے کہا کہ کسی صوبے کے لوگوں کو حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس صوبے کے لوگوں میں مطلوبہ اہلیت موجود ہو۔ وہ اہلیت کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ سرد-نیز برے صرف اتنا کہتے ہیں کہ وہ لوگ مردانہ صفات سے متصف ہوں اور بہادر نسل ہو۔ لیکن کیا، جناب والا! اکثریت اسی جگہ رک جاتی ہے؟ اکثریت اس معاملے کو بالکل واضح کر دیتی ہے کہ وہ کیا ہیں اور میں وہ اقتباس پڑھوں گا:

سرحد کے باشندے یقیناً ذہانت یا اپنے معاملات کا انتظام خود سنبھالنے میں باقی ماندہ ہند سے کسی طور بھی پیچھے نہیں ہیں۔ اصلاحات کے لئے ان کی امنگیں پورے طور پر بیدار ہوچکی ہیں اور وہ اصلاحات کے ان لوازمات سے کم تر کسی چیز پر مطمئن نہیں ہوں گے جن سے کسی اور علاقے میں لوگ لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

سر پی۔ ایس۔ شوا سوامی: "شہادت سے اس کی تائید نہیں ہوتی"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: معزز ممبر کہتے ہیں کہ اس کی شہادت سے تائید نہیں ہوتی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں یہ شہادت کہاں سے ملی۔ میں نے اس کی ایک نقل حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مجھے یہ دستیاب نہ ہوسکی۔ شہادت شائع نہیں کی گئی اور دستیاب نہیں ہے اور مجھے علم نہیں کہ کس نے انہیں یہ شہادت فراہم کی۔

سر پی۔ ایس۔ شوا سوامی آئیر: "شہادت جس طرح اس کا رپورٹ میں حوالہ دیا گیا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میں معزز ممبر سے معذرت خواہ ہوں۔ شہادت اس تصور کی یقیناً تائید نہیں کرتی کہ ان میں ذہانت کی کمی ہے، یہ کہ ان میں قابلیت کی کمی

ہے' یہ کہ ان میں جوانمردی کی کمی ہے۔ اقلیتی کمیٹی کے ایک رکن آنریبل رنگا چاریہ نے ان کے دل و دماغ کی عظیم صفات کی ستائش کی۔ اگر آپ کو یہ شہادت مطلوب ہے تو یہ حاضر ہے۔ اگر میرے معزز دوست اپنے موقف کی اساس محض فرقہ وارانہ عصبیت پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس احساس کو بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہاں ہندوؤں کی ایک چھوٹی سی اقلیت موجود ہے جو کلیتاً مسلم اکثریت کے رحم و کرم پر ہوگی اس لئے شمال مغربی سرحدی صوبے کو پنجاب میں مدغم کردینا چاہئے۔ میں اس استدلال کو بھی سمجھ سکتا ہوں۔ میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ آپ یہ سوچتے ہیں کہ اب صوبہ شمال مغربی سرحدی صوبے میں ہندو پانچ فی صد ہیں اگر ان کا ادغام پنجاب کے ساتھ ہوگیا تو وہ باقی ماندہ پنجاب میں اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ مل کر اکثریت کے مظالم یا جارحیت کو روکنے میں بہتر پوزیشن میں آجائیں گے ہر چند کہ وہ اکثریت مسلمانوں کی ہی رہے گی۔ یہ بات میں سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن جناب والا! میں اپنے معزز دوست سرشواسوامی آئیر اور اپنے معزز دوست پنڈت مدن موہن مالویہ کو یہ بتا دوں کہ میں نے اس مسئلہ پر خاصا غور و فکر کیا ہے علاوہ ان دیگر اعتراضات کے جن کی واضح طور پر اکثریتی رپورٹ میں نشاندہی کی گئی ہے جو اب بالکل بدیہی ہے صوبہ سرحد کے باشندے لسانی' نسلی جغرافیائی اور ہر دیگر اعتبار سے پنجاب کے لوگوں سے مختلف ہیں اور آپ ان لوگوں کو ان کی مرضی کے خلاف اور پنجاب کے لوگوں کی مرضی کے خلاف پنجاب میں مدغم کیوں کر رہے ہیں؟ جناب والا! یہ کوئی چھوٹا صوبہ نہیں ہے۔ یہ ایک صوبہ ہے جس کی آبادی بیس لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ آسٹریلیا کی آبادی بھی' میں سمجھتا ہوں' چالیس لاکھ کے لگ بھگ ہوگی اور جیسا کہ میرے دوست ڈاکٹر حیدر نے کہا ہے کہ یورپ میں ایسی آزاد ریاستیں موجود ہیں جن کی آبادی بیس لاکھ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ پس آپ کس طرح ان لوگوں کو ان کی مرضی کے خلاف کہہ سکتے ہیں کہ ہم آپ کو پنجاب پر مسلط کرتے ہیں۔ جناب والا! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ادغام ہو یا ادغام نہ ہو اس صوبے کو اصلاحات ملنی چاہئیں۔ اگر اس صوبے کو اصلاحات نہ دی گئیں تو آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ اگر

اس صوبے کو اصلاحات مل گئیں تو ہندوؤں کے ساتھ کیا برائی ہوگی اور انہیں کیا نقصان ہوگا۔ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں امن و امان کا معاملہ فی الفور ایک وزیر کے حوالے کر دیا جائے گا؟

دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ: "کیوں نہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "آپ سمجھتے ہیں ایسا ہوگا"

دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ: "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کبھی بھی ہوگا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جی ہاں اس وقت تک' میں سمجھتا ہوں کہ میرے معزز دوست شاید اپنے خیالات میں اصلاح کر لیں۔ ایسا کیوں نہو؟ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ فوری خطرہ کیا ہے جس سے آپ خوف زدہ ہیں"۔

دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ: "آپ اب کیوں حوالے نہیں کر دیتے؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جی ہاں' کیا آپ خود اس کا مدراس میں مطالبہ نہیں کر رہے ہیں؟"

دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ: "بالکل ٹھیک"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "پھر انہیں کیوں نہ ملے۔ کیا ہند کے لوگوں کے لئے ایک اصول ہے اور ہند کے صوبہ سرحد کے لوگوں کے لئے دوسرا اصول؟ آپ کہتے ہیں وہ تیار نہیں ہیں۔ آپ کہتے ہیں وہ نا اہل ہیں اس لئے باقی ماندہ ہند شمال مغربی سرحدی صوبہ کو آپ کے جوتے تلے اور آپ کے تابع فرمان رکھے گا"۔

ایک معزز ممبر: "وہ نہیں کر سکتے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "پھر اس استدلال کا کیا فائدہ؟ کیا انہیں مکمل حکومت خود اختیاری کبھی بھی نہیں ملے گی۔ کیوں نہیں؟ یہ آپ کو مطلوب ہے۔ یہ انہیں مطلوب ہے۔ اگر وہ اس کے لئے تیار ہیں تو انہیں اس سے محروم کیوں رکھا جائے؟ اگر آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ادغام منصفانہ اقدام نہیں ہوگا قطع نظر ان مشکلات کے جن کا اکثریتی رپورٹ میں تذکرہ کیا گیا ہے اور اکثریتی رپورٹ میں بے شمار مشکلات کا ذکر ہے۔ میں ایوان کو بیزار کرنا نہیں چاہتا ان کا پہلے ہی کافی ذکر ہو چکا

ہے میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ بیس لاکھ لوگوں کو کیا جواب دیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم پنجاب جانا نہیں چاہتے۔ آپ انہیں مجبور کیوں کرتے ہیں؟"

دیوان بہادر ٹی رنگا چاریہ: "یہ انہوں نے کب کہا؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میرے پاس اختیار ہے۔ میرے پاس تار اور خطوط موجود ہیں جو مجھے کم و بیش ہر اہم شہر سے ارسال کئے گئے"۔

دیوان بہادر رنگا چاریہ: "انہوں نے کمیٹی کے سامنے کیا کہا؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "وہی بات۔ میرے پاس ان جلسوں کی روئیدادیں موجود ہیں جو ہفتوں ہوتے رہے اور میں معزز ممبر سے کہتا ہوں کہ مجھے مسلمانوں کے ایک جلسے کی ہی نشاندہی کر دیں جو ان خیالات کے خلاف منعقد ہوا ہو جو میں پیش کر رہا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ ہندو یہ نہیں چاہتے۔ مجھے اس کا علم ہے۔ (معزز اراکین: مہاسبھا یہ نہیں چاہتی) مجھے ایک واحد مسلمان دکھا دیجئے جو اصلاحات کے خلاف ہو۔ نواب اکبر خان کی رائے بھی شمال مغربی صوبہ سرحد واپس جانے کے بعد تبدیل ہوگئی۔ (مسٹر کے۔ احمد: انہیں گمراہ کیا گیا تھا۔) لہٰذا جناب والا! اگر میں اپنے معزز دوست کو قائل نہیں کر سکتا تو کم از کم حکومت کو تو احساسات کے بارے میں زیادہ علم ہے اور وہ میرے معزز دوست کے مقابلے میں کم جاہل ہے۔ اب جناب والا! یہ لوگ حقیقتاً کیا چاہتے ہیں؟ وہ ایک انتظامیہ کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں —— کیسی انتظامیہ؟ اس کا بیان ایک اینگلو انڈین اخبار کے الفاظ میں ہو جائے' وہ کہتا ہے:

> "روز بروز آزادی کی جنگ لڑتے ہوئے یہ ہندو تنظیمیں
> اپنے دلوں میں یہ خواہش پاتی ہیں کہ وہ حکمرانی کے قدیم' فرسودہ
> اور ازمنہ وسطیٰ کے اصولوں' افسر شاہی کی زیادتیوں اور ظلم کی
> حکمت عملی کی وکالت کریں جن کے لئے صوبہ سرحد کی حکومت
> بارہا تنقید کا نشانہ بنی"۔

کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ جاری رہے؟

"جناب والا! اگلا استدلال ہے اخراجات۔ اکثریتی کمیٹی نے جو اعداد و شمار دیئے

ہیں ان پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اور ان سے آپ یہ دیکھیں گے کہ ان تمام اصلاحات کی جن کی اکثریتی کمیٹی نے سفارش کی ہے کل اخراجات ایک لاکھ تیرہ ہزار ایک سو باسٹھ روپیہ آتے ہیں۔ اس میں سے' یادر کھیئے' ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر کی پہلے ہی منظوری دی جاچکی ہے (ایک اجنبی کے چیمبر میں داخل ہونے پر "آرڈر' آرڈر" کا شور) اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تین مدیں ہیں وزیر کی تنخواہ اور اراکین کے بھتے بیالیس ہزار پانچ سو روپیہ ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر اور عملہ تینتالیس ہزار سات سو بیاسی روپیہ یہ منظور کیا جاچکا ہے۔ لہٰذا دو مدیں جو باقی رہ گئیں وہ ہیں بیالیس ہزار اور چھبیس ہزار روپے جن کا کل میزان اڑسٹھ ہزار روپے بنتا ہے۔ پس جناب والا! کیا ہم بیس لاکھ روپے کے خسارے کی ادائیگی سے بچ سکتے ہیں جو اکثریتی رپورٹ کہتی ہے کہ یہ موجودہ خسارہ ہے۔ اور اکثریتی رپورٹ یہ نہیں کہتی کہ یہ سب کا سب داخلی انتظام و انصرام پر اخراجات کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے خود یہ محسوس کیا کہ اس میں کتنی رقم شاہی یا مرکزی دفاع پر صرف ہوئی اور کتنی داخلی انتظام پر ان کو الگ الگ کرنا مشکل ہے۔ پھر وہ اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ یہ (خسارہ) تھوڑے سے عرصے میں ختم ہو جائے گا۔ وہ یہ کہتے ہیں:

> "اگر اخراجات کو منصفانہ طور پر تقسیم کیا جائے اور اس تخفیف کو جو اس وقت زیر غور ہے' جامہ عمل پہنا دیا جائے تو ہم نے جو سطحی سا حساب کیا ہے تو اس کے مطابق داخلی نظم و نسق پر موجودہ خسارہ چھپن لاکھ روپیہ سالانہ سے بیس لاکھ روپیہ سالانہ پر آ جائے گا اور امکان کے ساتھ کہ آخر کار یہ بالکل معدوم ہو جائے"۔

لہٰذا جناب والا! ان دلائل میں کوئی حقیقت نہیں کہ صوبہ خود کفیل نہیں۔

اب جناب والا! میں اس معزز ممبر کی طرف آتا ہوں جو حکومت کی نیابت کرتے ہیں انہوں نے حکومت کی طرف سے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ دوبارہ ادغام کا سوال ختم ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ شور و غوغا مر گیا اور دفنایا جا چکا ہے اور

انہوں نے کہا کہ اب تو سوراج پارٹی کے قائد کی فصاحت و بلاغت بھی ان مردہ ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتی لیکن دوبارہ ادغام کے استرداد کے بعد انہوں نے اس موضوع پر ہمیں کوئی معلومات فراہم نہیں کیں۔ وہ خود اس رپورٹ کے پابند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر آج ان سے کوئی دستخط کرنے کے لئے کہے تو وہ دستخط کر دیں گے۔ بلند روشنیاں مدھم کردی جائیں گی لیکن وہ ہمیں یہ نہیں بتاتے کہ کس طرح مدھم کی جائیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ سائے گہرے ہوجائیں' لیکن انہوں نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ سائے کس طرح گہرے ہوجائیں گے۔ لیکن خد و خال یہی رہیں گے۔ جناب والا! میں ان سے یہ سننے کا منتظر ہوں کہ بلند روشنیوں کو کیا ہونے والا ہے اور سایوں کو کیا ہونے والا ہے؟ جناب والا! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معزز ممبر کی تربیت اس محکمہ میں ہوئی جو خارجہ اور سیاسی محکمہ کے نام سے موسوم ہے اور رائیگاں نہیں گئی۔ اس محکمہ میں سفارتکاری کے لئے دنیا کے کسی اور محکمے کے مقابلے میں بہتر تربیت ہوتی ہے۔ انہوں نے تقریر کی ایک طویل تقریر جسے ہم نے پوری توجہ سے سنا ہر لمحے کسی اعلان یا اعلانیہ کے منتظر رہے لیکن آخر میں انہوں نے یہ کہتے ہوئے اپنی تقریر ختم کردی:۔

> "ایک اور مشکل ہے جس کا ذکر ابھی مجھے کرنا ہے۔ بلاشبہ یہ ساری شام ہمارے سامنے موجود رہی اور وہ ہے فرقہ وارانہ مسئلہ۔ پس جیسا کہ میں نے ایک روز اپنے دوست میرے خیال میں مسٹر جناح کے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ حکومت بہت گہری دلچسپی اور بہت توجہ کے ساتھ اس بحث کا انتظار کر رہی ہے اور بہت گہری دلچسپی اور بہت توجہ کے ساتھ اسے سنے گی اور اخبارات میں' صوبہ سرحد میں اور پورے ہند میں اس پر عمل اور رد عمل کا مطالعہ کرے گی"۔ (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۶ء' جلد ہفتم' شمارہ۹' دہلی ۱۹۲۶ء ص ۱۳۲۸)

کیا جناب والا! وہ اس معاملے میں بھی ہم سے بالکل متفق ہونے کی توقع کرتے

ہیں (سر ڈ ینیز برے نہیں) پھر وہ کیا توقع کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ کیا وہ توقع کرتے ہیں کہ ہم اس ایوان میں کشتی لڑیں؟ وہ کیا توقع کرتے ہیں کہ اس بحث کے دوران یہ ایوان انہیں کیا دکھائے؟ جناب والا! مجھے توقع ہے کہ ہم نے حکومت کو دکھا دیا ہے ہم ساری دنیا کو دکھا دیا ہے کہ ہم نے اس مسئلہ کے حسن قبح پر بحث کی۔ انفرادی جذبات تو بھڑک کر رہیں گے اور انفرادی مزاج تو ہر مقننہ میں اپنا رنگ دکھا کر رہے گا۔ آپ اپنی پارلیمان کو تصور میں لائیے بلغاریہ میں مظالم پر گلیڈ اسٹون کی تقریروں کو یاد کیجئے۔ ایک عظیم آدمی اتنا عظیم اور میرے معزز دوست پنڈت مدن موہن مالویہ سے عظیم تر (لیفٹیننٹ کرنل ایچ۔ اے۔ جے۔ گڈنی: "اعتراض") وہ کتنی بار آگ بگولہ نہیں ہو جاتے تھے۔ آپ یہاں میرے دوست کو الزام کیوں دیتے ہیں؟ وہ محسوس کرتے ہیں۔ وہ ان کا احساس ہے۔ وہ ان کا مزاج ہے لیکن جناب والا! آپ کے پاس یہاں ایک آدمی ہے وہاں ایک فرد ہے۔ کیا یہی قطعی آزمائش ہو جائے گی؟ میں حکومت سے ایک بار پھر دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے اس کمیٹی کے تقرر سے اتفاق کیا تھا میرے معزز دوست سر شوا سوامی آئیر جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں اس کمیٹی کے تقرر کی وجہ تھے اور اس کمیٹی نے اپنا فیصلہ دے دیا ہے اور دو سرکاری ممبر آج بھی اس رائے کے حامی ہیں نہ صرف سر ڈینیز برے بلکہ 'موجودہ چیف کمشنر بھی' میں باور کرتا ہوں کہ وہ وہاں تھے مجھے معلوم نہیں کہ آیا وہ اب بھی وہاں ہیں میری مراد مسٹر بوسٹن سے ہے ان دونوں صاحبوں نے اکثریتی رپورٹ پر دستخط کئے۔ اب مسٹر بولٹن نے اس وفد کے جواب میں کیا کہا جس نے بہت زیادہ عرصہ نہیں گزارا ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء کو ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا:

> "پہلا سوال جو آپ نے اٹھایا ہے وہ اصلاحات کے بارے میں ہے آپ کو علم ہے کہ میں نے فرنٹیر انکوائری کمیٹی کی اکثریتی رپورٹ پر دستخط کئے تھے اور میں انہی خیالات پر اب بھی قائم ہوں جن کا اظہار میں نے اس وقت کیا تھا"۔

یہ ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء کی بات ہے انہوں نے بلند روشنیوں یا سایوں کی بات نہیں کی وہ محکمہ خارجہ میں نہیں رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف انڈین سول سروس کے ایک رکن ہیں (ایک معزز ممبر: "ایک مشین") لیکن وہ وہاں ایک حکمران تھے ان کی طرح نہیں جو اس طرف حزب اقتدار میں بیٹھے ہیں۔ جناب والا! لہٰذا' میں چاہتا ہوں کہ حکومت ایک قطعی جواب دینے میں تاخیر سے کام نہ لے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے موقف کو مکمل طور پر غلط سمجھ لیا جائے گا اور اس کے وہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں جن کی طرفین میں سے کسی کی بھی خواہش نہیں ہوگی۔ اس کا امکان ہے کہ یہ مسلمانوں کو یہ احساس دلا دے جیسا کہ میرے دوست راجہ غضنفر علی خاں نے کہا جنہیں میں ان کی پہلی تقریر پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کا امکان ہے کہ یہ مسلمانوں کو یہ احساس دلا دے کہ وہ ہندوؤں کی مخالفت کی وجہ سے جو صوبے میں ہند' مسلم تنازعہ پر مبنی ہے ترقی سے محروم ہو رہے ہیں اور ہندوؤں کے یہ سمجھنے میں حوصلہ افزائی ہوگی کہ ان کی شورش کی وجہ سے' جو انہوں نے آج کل برپا کر رکھی ہے وہ قرار دادوں پر قرار دادیں منظور کر رہے ہیں' حکومت اپنا رویہ تبدیل کر رہی ہے (ایک معزز رکن: "خوف زدہ") اور خوف زدہ ہے اور وہ صوبہ سرحد کو اصلاحات نہیں دے گی۔ (ایک معزز ممبر: "جو بات ایک پر صادق آتی ہے دوسرے پر صادق نہیں آتی") یہ ایک ایسا تاثر ہے جو خطرے سے پر ہے۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ اکثریتی رپورٹ پر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتے۔ اگر آپ کچھ نہیں کرنا چاہتے تو بلا کسی تاخیر کے ایسا کہہ دیجئے۔ اس کے برعکس اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تب بھی میں آپ سے بے حد مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ بغیر کسی تاخیر کے اپنا اعلان کر دیجئے۔"

اصلاحات اور معروضات

آل انڈیا مسلم لیگ کے ۱۸ھویں سالانہ اجلاس میں قرار داد

۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے ۱۸ھویں اجلاس منعقدہ دہلی میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء کو حسب ذیل قرار داد پیش کی:۔

"ہر گاہ کہ آل انڈیا مسلم لیگ اپنے اجلاسوں منعقدہ ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء میں ہند کے آئندہ دستور میں حقیقی پیش رفت کے تعلق میں اپنے موقف کی بار بار تعریف کی ہے اور حسب ذیل عواقب کے ساتھ دسمبر ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ میں منعقدہ اجلاس کی منظور کردہ قرار داد کا دوبارہ باضابطہ اعلان کرتا ہے یعنی ہر گاہ کہ مکمل ذمہ دار حکومت کا بسرعت حصول لیگ کے اعلان کردہ مقاصد میں سے ایک ہے اور اب یہ عام طور پر محسوس اور تسلیم کیا جا رہا ہے کہ سوراج کے تصور کو عملی سیاست کے عہد میں منتقل کر دیا جائے اور ہر گاہ کہ برطانوی حکومت کی بھی یہ اعلان شدہ حکمت عملی ہے کہ ہند کے عوام کو اپنی تقدیر خود بنانے کے لئے فیصلہ کن حصہ دیا جائے جس کی اگست ۱۹۱۷ء کے اعلان اور قانون مجریہ ۱۹۱۹ء سے اظہار ہوتا ہے جو تاریخ ہند میں ایک قطعی عہد اور اس وقت کا نقیب ہے جب ہند کو مکمل خود مختاری حاصل ہوجائے گی اور وہ قلم رووں کی صف میں مساوی حیثیت میں اور خود متحدہ سلطنت کے ساتھ برابر کے رکن

کی حیثیت سے برطانوی دولت مشترکہ میں شامل ہوگا۔

آل انڈیا مسلم لیگ اس رائے کی حامل ہے کہ ہند کے موجودہ دستور میں ترمیم ہونی چاہئے اور مطالبہ کرتی ہے کہ حکومت اس مقصد کی خاطر قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء پر نظرثانی کرے اور بلا کسی تاخیر کے ایک رائل کمیشن کا تقرر عمل میں لائے جو ضروری تحقیق و تفتیش کے بعد ایسی اسکیم مرتب کرے جو ہند کے دستور محکم اور مستقل اساس پر استوار کردے اور جس میں ہند میں مکمل خود مختار حکومت کے قیام کی غرض سے از خود پیش رفت کا اہتمام ہو اور اس طرح حکومت میں استحکام اور عوام الناس کا رضاکارانہ تعاون حاصل ہو جائے۔

بشرطیکہ' تاہم' ہند کے آئندہ دستور کے تعلق میں کسی بھی اسکیم کے بارے میں آل انڈیا مسلم لیگ باضابطہ طور پر دوبارہ اور غیر مبہم طریقے سے اعلان کرتی ہے کہ اس میں حسب ذیل بنیاد اور بنیادی اصولوں کو شامل کیا جائے اور ان کی ضمانت دی جائے یعنی (۱) ملک کی تمام مجالس قانون ساز اور دیگر منتخب ادارے اس قطعی اصول کی بنا پر تشکیل دیئے جائیں کہ ہر صوبے میں اقلیتوں کو اکثریت میں تخفیف یا اسے برابر کئے بغیر مناسب اور موثر نیابت دی جائے۔ (۲) فرقہ وارانہ گروہوں کی نیابت کے لئے موجودہ جداگانہ انتخابات کے طریقے کو برقرار رکھا جائے بشرطیکہ کسی بھی فرقے کے لئے یہ راہ کھلی رہے کہ وہ جب چاہے اپنے جداگانہ طریقہ انتخاب کو مشترکہ طریقہ انتخاب کے حق میں خیرباد کہہ سکے اور (۳) دوبارہ علاقائی تقسیم جب بھی ضروری ہوجائے کسی طریقے سے بھی پنجاب' بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں مسلمانوں کی اکثریت کو متاثر نہیں کرے گی۔(۴) تمام فرقوں کو مکمل مذہبی آزادی یعنی آزادی عقیدہ' عبادت' تعمیل رسوم' تبلیغ' انجمن سازی اور تعلیم کی ضمانت دی جائے گی(۵) کسی مقننہ میں کوئی ایسا مسودہ قانون یا قرار داد یا اس کا کوئی جزو منظور نہیں کیا جائے گا جس کی کسی فرقے کے ارکان کی تین چوتھائی تعداد مخالفت کرے اس بنا پر کہ یہ اس فرقے کے مفادات کے لئے ضرر رساں ہوگا۔ یا متبادل کے طور پر کوئی ایسا طریقہ وضع کیا جائے جو کسی ایسے معاملے سے نمٹنے کے لئے معقول اور قابل عمل ہو۔

لیگ بذریعہ ہذا ایک مرکزی کمیٹی مقرر کرتی ہے جو حسب ذیل افراد پر مشتمل ہوگی:

۱۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح ۲۔ سر عبدالرحیم ۳۔ مسٹر عبدالعزیز ۴۔ سر محمد شفیع ۵۔ شیخ عبدالقادر ۶۔ مولوی محمد یعقوب ۷۔ سر علی امام ۸۔ مسٹر محمد حسین ۹۔ میر عبدالقیوم

جو دیگر سیاسی جماعتوں کی جانب سے مقرر کردہ کمیٹی یا کمیٹیوں کے ساتھ ممکنہ طور پر باہمی مشاورت کے ساتھ ایک اسکیم مرتب کرے جسے مسلم لیگ کے غور و خوض کی غرض سے مسلم لیگ کونسل کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اسے رائل کمیشن کو پیش کیا جاسکے جب بھی اس کا تقرر عمل میں آئے آئندہ اصلاحات کے ضمن میں مرکزی کمیٹی کو پیش کرنے کے لئے اسکیم مرتب کرنے کی غرض سے مسلم لیگ صوبائی کمیٹیاں بھی مقرر کرتی ہے اس اختیار کے ساتھ کہ وہ اپنی تعداد میں اضافہ کر سکیں۔

قرار داد پیش کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ایک طویل تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ پہلی تجویز کے طور پر قرار داد میں کہا گیا ہے کہ لیگ کی خواہش ہے کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء میں ترمیم کی جانی چاہئے اور جمہوری نوعیت کی ایک حتمی پیش رفت ہونی چاہئے۔ مسلمان حکومت کے ساتھ عدم تعاون کی کسی بھی حکمت عملی سے اتفاق نہیں کرتے نہ ہی انہوں نے مزاحمت کی کسی حکمت عملی یا اصلاحات کو ناممکن بنانے کی منظوری دی۔ پچھلے انتخابات سے یہ ظاہر ہوگیا تھا کہ مسلمان اصلاحات کو وہ جیسی کیسی بھی ہیں چلانے کے خواہاں ہیں۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے مضطرب ہیں کہ ملک میں ان کا موقف مکمل طور پر واضح اور مستحکم ہو جائے۔

میثاق لکھنؤ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ ہماری درخواست پر مرتب نہیں کیا گیا تھا بلکہ انڈین نیشنل کانگرس کی جانب سے ہوئی تھی۔ اگرچہ اختلافات رائے موجود تھے تاہم وہ سمجھتے ہیں کہ میثاق دشواریوں کا بہترین عارضی حل تھا۔ پھر انہوں نے ملک میں مسلمانوں کے موقف کے تعلق میں کانگرس کے نقطہ نظر کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ اطمینان دہی سے بعید ہے کسی ذمہ دار کانگرسی یا ہندو رہنما نے مسلم

فرقے کے مستقبل کے بارے میں کوئی ٹھوس تجویز پیش نہیں کی۔ تاہم انفرادی اعلانات کئے گئے کبھی اس نے کیا کبھی اس نے لیکن کوئی حتمی چیز سامنے نہیں آئی۔ اس حقیقت سے کوئی مفر نہیں ہے کہ فرقہ پرستی ملک میں موجود ہے۔ محض باتوں یا جذبات سے اس کا قلع قمع نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مخلوط طریقہ انتخاب کے ذریعہ قوم پرستی تخلیق نہیں ہوسکتی۔ کینیڈا کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جداگانہ طریقہ انتخاب نمائندہ حکومت کی جانب پیش رفت میں مزاحم نہیں ہوتا۔ انہوں نے کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے رہنماؤں سے مخلصانہ اپیل کی کہ مسلمان فرقے کے دوستی اور یگانگت کا ہاتھ تمام لیس اور واقعی سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے جلسے، کانفرنسیں اور تبادلہ خیالات کریں۔ آج وہ جو قرار داد پیش کرنے والے ہیں اسی مفہوم کی ایک قرار داد ۱۹۲۴ء میں کانگرس کے سیکرٹری صاحبان کو بھیجی گئی تھی لیکن مسلم لیگ کو کوئی حوصلہ افزا جواب موصول نہیں ہوا۔ انہوں نے مسلم اور ہندو رہنماؤں سے التجا کی کہ ماضی کو فراموش کردیا جائے۔ تیر تلوار کو دفنا دیا جائے اور ایک مشترکہ مطالبہ تیار کرنے کے لئے دوستی اور یگانگت کے جذبے کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ ”ہمیں عدل و انصاف کے سوا کچھ نہیں چاہئے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اگر ہم دو فرقے اپنے اختلافات طے کرسکیں تو ذمہ دار حکومت کے ضمن میں نصف سے زیادہ کام ہو جائے گا۔ لیکن اگر بدقسمتی سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ ہماری بدنصیبی ہوگی کہ ہم کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکے تو پھر مسلمانوں کے لئے دوسری راہ یہی رہ جائے گی کہ وہ رائل کمیشن کے سامنے پیش کرنے کے لئے اپنا مقدمہ خود تیار کریں اور لڑائی لڑیں“ اگر رائل کمیشن مسلمانوں کو مطمئن نہ کرسکا تو وہ اپنی جدوجہد کو اعلیٰ ترین ٹری بیونل تک لے جاسکتے ہیں۔ وہ اس کے قائل رہیں گے کہ ایک اصول جو ان کے لئے مقدس اور حیات و موت کا مسئلہ ہے مستحکم ہو جائے لیکن انہوں نے اس توقع کا اظہار کیا کہ مسلمانوں کا مستقبل روشن تر ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے بہتر اذہان یہ محسوس کریں گے کہ ہند کے لئے واحد راستہ دوستی، یگانگت اور تعاون کے ساتھ کام کرنا ہے۔ انہوں نے کہا امید

ہے کہ ہند' قومیت کے اس مقام تک پہنچ جائے گا جس کے وہ سب آرزو مند ہیں۔

دہلی تجاویز کے بارے میں بیان

مخلوط انتخابات کی پیش کش کو نہ ہندوؤں نے سراہا نہ مسلمانوں نے

۲۹ مارچ ۱۹۲۷ء

۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو تیس ممتاز مسلم رہنما دہلی میں جمع ہوئے ان کا تعلق مختلف سیاسی مکاتب فکر سے تھا اور ان میں مہاراجہ محمود آباد' سر عبدالقیوم' ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد علی جیسے زعماء شامل تھے۔ طول طویل بحث کے بعد کانفرنس میں مخلوط انتخابات کے نظریہ کو قبول کرنے پر اتفاق ہوگیا۔ یہ تجاویز "تجاویز دہلی" کے نام سے موسوم ہوئیں۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے نام ایک بیان میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اس بات کی وضاحت کی کہ مسلم زعماء کی ہندوؤں کو مخلوط طریقہ انتخاب کی پیش کش کو ہندو اور مسلمان دونوں ہی کماحقہ نہ سراہ سکے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ پیش کش کا مقصد ان تجاویز کی بنیاد پر سمجھوتہ کرنا تھا جو اس میں مذکور تھیں جنہیں وہ شرائط ماقبل کا نام دیں گے جن کی منظوری کے بعد ہی مسلمان نشستوں کے تحفظ کے ساتھ مخلوط طریقہ انتخاب کو قبول کریں گے۔ یہ شرائط لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتی ہیں انہوں نے مزید کہا:

"(۱) یہ کہ سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے علاحدہ کردیا جائے اور اسے ایک الگ صوبہ بنا دیا جائے۔ (۲) یہ کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں ہند کے کسی اور صوبے کی سطح پر اصلاحات رائج کی جائیں اور یہ کہ ہندو مسلمانوں کے اس مطالبے کی حمایت کرنے پر اتفاق کریں گے۔ ان شرائط کے قبول ہو جانے کی صورت میں ہی مسلمان تمام صوبوں میں نشستوں کے تحفظ کے ساتھ مخلوط انتخابات کو قبول کرنے کی ہامی بھر لیں گے اور تین صوبوں سندھ، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں ہندوؤں کو نمایندوں کی تعداد کے تعلق میں وہی مراعات دیں گے جو ہندو اکثریت کے صوبے مسلم اقلیتوں کو دینے پر رضامند ہوں گے۔ مراعات کے اس سوال پر وہ دو ذمہ دار کمیٹیاں بحث و تمحیص اور تصفیہ کر سکتی ہیں جو دونوں فرقے علی الترتیب مقرر کریں گے۔ پنجاب اور بنگال میں نمایندگی کا تناسب آبادی کے لحاظ سے ہونا چاہئے دوسرے لفظوں میں مخلوط انتخاب آبادی کے تناسب سے نشستوں کے تحفظ کے ساتھ۔ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمایندگی ایک تہائی سے کم نہیں ہونی چاہئے۔ یہ بھی مخلوط طریقہ انتخاب کے ذریعہ نشستوں کے تحفظ کے ساتھ۔

یہ پیش کش بالکل مشروط ہے اور اسے مجموعی طور پر ہی قبول یا مسترد کیا جاسکتا ہے۔ ہندو زعماء نے دہلی میں اپنے ۲۳ مارچ ۱۹۲۷ء کے اجلاس میں، ہندو رائے عامہ سے مشورے کے بعد حتمی تجاویز مرتب کرنے اور جلد رپورٹ پیش کرنے کے لئے چاروں تمام صوبوں کے نمایندوں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی لہٰذا میں بھروسا کرتا ہوں کہ جو پیش کش کی گئی ہے ملک اس پر کوئی گرمی یا جذبات بھڑکائے بغیر پرسکون اور غیر جانبدارانہ ماحول میں پوری طرح سے غور و خوض کرے گا۔ میں یہ بتاتا چلوں کہ اس پیش کش کی جو دور رس نتائج کی حامل ہے ایک بہت ہی قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جداگانہ طریقہ انتخاب سے "لو اور دو" کے اصول کو مکمل طور اپنا کر ہی گلوخلاصی کرائی جا سکتی ہے۔ مجھے اعتماد ہے کہ اس پر رواداری کے جذبہ کے تحت تنقید کی جائے گی۔ جداگانہ اور مخلوط انتخاب کا مسئلہ بالآخر ایک طریقہ ہے اور ایک مقصد کے حصول کا ذریعہ۔ پیش نظر مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ

احساس دلا دیا جائے کہ وہ اکثریت کی جانب سے کسی بھی ظالمانہ کارروائی کے خلاف محفوظ و مامون ہیں اور انہیں قومی حکومت کے ارتقا کے عبوری دور میں اس بات سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ اکثریت اس پوزیشن میں ہوگی کہ وہ اقلیت کو دبا یا ڈرا دھمکا سکے گی۔ جیسا کہ دوسرے ملکوں میں اکثریت یہ کچھ کرنے کی طرف مائل ہوتی ہے۔

اس امر کا اعتراف کیا جانا چاہئے کہ موجودہ ماحول اور رواں حالات میں سیاسی توازن کو برقرار رکھنا از بس ضروری ہے۔ اس توازن کو برقرار رکھنے کے لئے مسلمانوں نے آسان اور زیادہ منصفانہ طریقہ کار اختیار کیا ہے جس میں رعایت باہمی کا اہتمام موجود ہے۔ اگر ہندوؤں نے اس اہم تجویز کو قبول کر لیا تو میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ ایک امید افزا ماحول پر منتج ہوگا اور تصفیہ ہماری پہنچ میں ہوگا۔ میں ذاتی طور پر جداگانہ طریقہ انتخاب کا حامی نہیں ہوں لیکن مسلمانوں کی بڑی بھاری اکثریت مضبوطی اور دیانتداری کے ساتھ یہ یقین رکھتی ہے کہ یہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ وہ محفوظ رہ سکتے ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ جداگانہ انتخابات کے نظام میں فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ تاہم میں اس تصور کی حمایت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ جداگانہ انتخابات نمائندہ حکومت کی ترقی اور اس کے ارتقا کی راہ میں کوئی موثر رکاوٹ ہوسکتے ہیں۔ دوسری طرف میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ موجودہ حالات کے تحت مخلوط انتخابات کے نظام کو قبول کرنا اعتراضات سے مبرا ہوگا یا یہ کہ کل ہی مکمل قوم پرستی تخلیق کر دے گا۔ لہٰذا جداگانہ یا مخلوط انتخابات کے نظام کا سوال جیسا کہ میں نے پہلے کہا' طریقوں اور حصول مقصد کے ذرائع کا سوال ہے۔

لہٰذا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اقلیتوں کو اعتماد اور تحفظ کا احساس کس طرح فراہم کیا جائے۔ دیگر مسائل یعنی ملک کی ملازمتوں میں مسلمانوں کے حصہ کا فارمولہ' مجالس قانون ساز میں ایسے قوانین کے مسودوں' قرار دادوں کے خلاف جو مذہب' رسم و رواج یا بین الفرقہ مفادات پر اثر انداز ہوتے ہوں کس طرح تحفظ کیا جائے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ دیگر منتخب اداروں کے متعلق مسئلہ کو حل کیا جاسکتا ہے اگر پیش کش

میں موجود اہم تجویز پر اتفاق رائے ہو جائے۔ جونہی مجھے ہندو زعماء کی طرف سے پیش کش کا کوئی حتمی جواب موصول ہوا' میں کسی قریبی تاریخ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مرکزی کمیٹی' خلافت کانفرنس کی نامزد کردہ کمیٹی' جمعیت العلماء کی مجلس عاملہ کے اراکین اور کونسل آف اسٹیٹ اور مرکزی اسمبلی کے مسلم ارکان کا ایک جلسہ طلب کر لوں گا جس میں ایک چھوٹی کمیٹی مقرر کر دی جائے گی تاکہ وہ دیگر امور کانگرس اور مہاسبھا کی مقرر کردہ کمیٹی یا کمیٹیوں سے تبادلہ خیال کر سکے اور پھر جب یہ کمیٹیاں کسی حتمی سمجھوتہ پر پہنچ جائیں تو پھر اسے ملک کی --- ہندو اور مسلمانوں دونوں کی --- مختلف تنظیموں کے سامنے توثیق کے لئے پیش کر دیا جائے گا۔ ختم کرتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس نازک مرحلے پر جلد سمجھوتہ کرنے میں کوئی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

فوجی افسروں کے عہدوں کی نصف تعداد پر ہندیوں کی تعیناتی

مرکزی مجلس قانون ساز میں ترمیم کی حمایت

۲۵ اگست ۱۹۲۷ء

ہند کی فوج میں افسروں کے عہدوں پر ہندیوں کی تعیناتی کے ضمن میں اہالیان ہند کے مسلسل مطالبات پر سفارشات مرتب کرنے کے لئے ۱۹۲۵ء میں جنرل اسکین کی زیرِصدارت سینڈ ہرسٹ کمیٹی مقرر کی گئی۔ فوج کو ہندیانے کا مسئلہ پہلی بار ۱۹۲۱ء میں مجلس قانون ساز میں پیش کیا گیا۔ اس وقت کے وزیر ہند نے پارلیمان میں اس کی اہمیت کی تصدیق کی۔ ہندیوں کے لئے فوج کی اسامیاں دوگنا کرنے کے علاوہ کمیٹی نے بعد ازاں ۱۹۳۳ء میں ہندی افسروں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے ایک ہندی سینڈ ہرسٹ قائم کرنے کی سفارش بھی کی۔ کمیٹی نے تجویز کیا کہ ۱۹۴۲ء تک افسروں کی تعداد کا نصف ہندیوں پر مشتمل ہونا چاہئے۔ تاہم اس اسکیم کا ۱۹۳۸ء میں جائزہ لیا جانا چاہئے۔ کمیٹی کی رپورٹ اب منظوری کی غرض سے حکومت کے زیرِغور تھی۔ یہ معاملہ رائے دریافت کرنے کے لئے ایوان میں پیش کیا گیا ۲۵ اگست ۱۹۲۷ء کو ڈاکٹر بی۔ ایس مونجے نے ایک

قرار داد پیش کی لیکن بعد میں مسٹر سری نواس آئینگر نے ایک متفقہ ترمیم پیش کی کہ یہ "مشروط ہوگی اس امر سے کہ اگر ہند کے کسی آئندہ دستور میں جو ہند کے عوام کے لئے قابل قبول ہو ہند کے دفاع کے سارے منصوبے پر نظرثانی کی گئی اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ سینڈ ہرسٹ کمیٹی کی سفارشات بالخصوص انگریزوں کی بھرتی کو جاری رکھنے سے متعلق ہندی رائے عامہ کو مطمئن نہیں کرتی یہ مجلس اس رائے کی حامی ہے کہ اس کمیٹی کی متفقہ سفارشات کی منظوری فوج کو ہندیانے کی جانب ایک حتمی آغاز ہوگا اور اس لئے یہ گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کی جاتی ہے کہ وہ از راہ عنایت ان سفارشات کو منظور کرلیں اور انہیں فی الفور جامہ عمل پہنا دیا جائے"۔ مسٹر ایم۔ اے جناح نے اس ترمیم کی حمایت کرتے ہوئے کہا:

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح (بمبئی شہر: مسلم شہری): "مجھے واقعتاً علم نہیں کہ میں اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے کس طرح آغاز کروں۔ لیکن شروع کرتے ہوئے میں ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف کو مبارکباد دیتا ہوں اس کے ساتھ ہی میں ان سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور میں ان کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ جناب والا! میں انہیں ان کے اس بیان پر مبارکباد دیتا ہوں جو انہوں نے اپنی تقریر میں دیا۔ مجھے بڑی مسرت ہے کہ انہوں نے کم سے کم ایک معاملے کے بارے میں تو صورت حال واضح کردی۔ وہ بیان یہ تھا:

> "وہ ان مسائل کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہیں اور وہ سوچ بچار کے لئے کافی وقت مل جانے کے بعد اپنی حکمت عملی کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کے لئے آمادہ ہیں"۔ (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۷ء جلد سوم شملہ ۱۹۲۸ء صفحہ ۳۴۹۴)

دوسرے لفظوں میں ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف نے یہ واضح کردیا کہ قانون میں مذکور کمیشن (رائل کمیشن) کے تقرر سے سینڈ ہرسٹ کمیٹی کی رپورٹ پر غور و خوض کا

کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا حکومت ہند رپورٹ کا سامنا کرنے اور اس سے نمٹنے کے لئے تیار ہے۔ پس جناب والا! میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں' اس حد تک معاملہ کچھ اطمینان کا باعث ہے۔ لیکن کیا میں ہز ایکسی لینسی سے دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ اپنی پوری کوشش کریں گے۔ اس بیان سے انحراف نہیں کریں گے جو انہوں نے اس ایوان میں دیا ہے اور جب تک کہ وہ سینڈ ہرسٹ کمیٹی رپورٹ پر فیصلہ نہیں کرا لیں گے نہایت تندہی اور اخلاص کے ساتھ اس معاملے کی پیروی کرتے رہیں گے۔ جناب والا! مجھے ان سے ہمدردی ہے اور میں ان کے دکھ میں شریک ہوں کیونکہ وہ خود اپنی تقریر میں یہ بات کہتے ہیں:

"مجھے امید تھی کہ میں آج اس ایوان کو اس معاملے کے بارے میں حکومت کی حکمت عملی سے متعلق معلومات فراہم کر سکوں گا۔ میرے لئے یہ امر بہت بڑے دکھ کا باعث ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا"۔ (محولہ بالا کتاب و صفحہ)

اور ہم سب کو معلوم ہے اور انہوں نے اپنی تقریر کے آخر میں اس بات کو بہت واضح کر دیا کہ وہ ایسا کیوں نہیں کر سکتے' انہوں نے کہا:

"حکومت انگلستان کو" جیسا کہ میں نے پہلے کہا ابھی تک اپنی آراء کو منضبط کرنے کا وقت نہیں مل سکا اور یقینی طور پر یہ بہتر ہوگا کہ انہیں معاندانہ ماحول میں اپنی رائے مرتب کرنے کو نہ کہا جائے"۔

پھر آگے چل کر انہوں نے کہا وہ اس بارے میں اس ایوان کے اراکین کی رائے کا خیر مقدم کریں گے انہوں نے اپنی تقریر اس طرح ختم کی:

"میں بھروسا کرتا ہوں کہ اس قرارداد پر زور نہیں دیا جائے گا۔ اگر زور دیا گیا تو پھر حکومت ہند کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں ہوگا کہ وہ ان وجوہات کی بنا پر جن کی میں نشاندہی کر چکا ہوں اس کی مخالفت کرے بلکہ میں تو اس کی توقع کر رہا ہوں اراکین اس موقعہ کو حکومت پر حملہ کرنے کی بجائے

اپنی آراء کے اظہار کے لئے استعمال کریں گے"۔ (محولہ بالا کتاب صفحہ ۳۳۹۸)

مجھے مسرت ہے کہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس ایوان کے اراکین کو اپنی آراء کا اظہار کرنا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ وہ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم اس قرار داد پر رائے شماری نہ کرائیں۔ کیا میں ہز ایکسی لینسی سے اپیل کرسکتا ہوں کہ وہ غور فرمائیں کہ کوئی تنظیم اور بالخصوص کوئی مقننہ رائے شماری کے بنا اپنی رائے کا اظہار کس طرح کر سکتی ہے؟ لہٰذا میں اس ایوان سے مطالبہ کروں گا کہ وہ اس سوال پر رائے شماری کرائے اور ہمیں اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہئے کہ ہم مسٹر آئینگر کی ترمیم کے حق میں ہیں یا نہیں۔

اتنا کچھ کہہ چکنے کے بعد میں اگلے نکتے کی طرف آتا ہوں' اور وہ یہ ہے کہ حکومت کا موقف غیر مبہم نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا اور اس لئے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا اس رپورٹ پر ایک دستخط کنندہ کی حیثیت میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ میں صرف اس ایوان سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ کسی دلیل یا استدلال کی غیر موجودگی میں جو اس رپورٹ کے خلاف پیش کیا جاسکے آپ کو اس رپورٹ کو قبول کر لینا چاہئے۔ اس رپورٹ کے خلاف کیا اعتراض ہے؟ واحد اعتراض' جو مجھے نظر آتا ہے' کرنل کرافورڈ کی جانب سے آیا ہے۔ مجھے ان کی تقریر پر تعجب ہوا۔ جب میں ان کی تقریر سن رہا تھا تو نہ صرف مجھے تعجب ہوا بلکہ اس بات پر حیرت بھی ہوئی کہ کیا وہ اس ملک میں آباد یورپی لوگوں کے بہتر اذہان کی بھی نیابت کرتے ہیں۔ پھر یورپی گروپ کے قائد کی تقریر ہوئی انہوں نے ان کی جان بچائی اور اس ایوان میں یورپی پارٹی کی شہرت کو جو دھچکا لگا تھا اسے بحال کرنے کی کس حد تک کوشش کی یورپی گروپ کے قائد نے نہ صرف اپنے خیالات کا اظہار کیا' اپنی پارٹی کی ترجمانی کی بلکہ اپنے ان لوگوں کی نمائندگی بھی کی جن سے ان کا نسل یا فرقہ یا ذات پات کی وجہ سے تعلق ہے مجھے نہیں معلوم کس وجہ سے۔ یہ کسی قدر رک رک کر اور ہچکچاہٹ کے ساتھ ہوئی۔ اس میں جذبے کا فقدان تھا۔ اس میں کسی طرح کا جوش

موجود نہیں تھا اور فقط یہ کہا گیا:

''پس رپورٹ موجود ہے۔ حکومت نے اپنی حکمت عملی کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لہٰذا اس ملک میں آباد یورپی لوگوں کو بھی اس وقت تک سوچنا بند کر دینا چاہیئے جب تک کہ حکومت کوئی فیصلہ نہ کر لے' اظہار کے لئے ان کے پاس کوئی رائے نہ تھی۔ جناب والا! یورپی لوگ اپنی رائے مضبوطی کے ساتھ' بلند آہنگ اور پر زور انداز میں اس وقت ظاہر کرتے ہیں جب معاملے کا تعلق ان کے خصوصی مفادات سے ہو لیکن یہ تو ان کے لئے غیر اہم معاملہ تھا۔ دوسری تنقید جو کسی طرف سے ہوئی وہ ایک تجویز تھی ''فوج سے مت کھیلو'' ایک خوبصورت فقرہ جس کے بہت سے معنی نکل سکتے ہیں۔ لیکن کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ کیا حکومت ہند کے عوام الناس کے ساتھ اپنا کھیل جاری رکھنے کی خواہاں ہے؟ اب' جناب والا! حکومت کی حکمت عملی تو عرصہ ہوا ـــــ ۱۹۱۸ء میں وضع کر لی گئی تھی حکومت ہند نے ہند کی فوج میں ہندیوں کو کنگ کمیشن دینے اور افسروں کے عہدوں پر تعینات کرنے کی حکمت عملی رائج کر دی تھی۔ ہند میں فوج' جیسا کہ اس ایوان کو علم ہے' ہندی فوج ہرگز نہیں ہے وہ تو ملک معظم کی افواج ہیں جو ہند میں متعین ہیں۔ حکمت عملی کا آغاز ۱۹۱۸ء میں پہلی مرتبہ ہوا۔ اس حکمت عملی کو کبھی مسترد نہیں کیا گیا بلکہ اس کے برعکس بار بار اس ایوان میں اس کی تصدیق کی گئی اور وزیر ہند نے بھی پارلیمان میں اس کا اعادہ کیا۔ وہ حکمت عملی یہ تھی کہ آپ کو ہند میں موجود فوج کے افسروں کے عہدوں پر ہندیوں کو تعینات کرنا چاہیئے۔ اور جناب والا! جیسا کہ میرے دوست منشی ایشور سرن نے کہا کہ یہ سوال پہلی مقننہ میں ۱۹۲۱ء میں اٹھایا گیا اور دوبارہ ۱۹۲۳ء میں اور پھر' جیسا کہ انہوں نے کہا' حکومت نے قرار دادیں قبول کیں۔ ایک قرار داد کا ایک جزو سینڈ ہرسٹ کے قیام سے متعلق تھا۔ ۱۹۲۴ء سے مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں اس ایوان میں اٹھا ہوں اور میں نے حکومت کو مخاطب کیا۔ میں نے پہلے برس ۱۹۲۴ء میں لارڈ رالن سن سے یہ بات کہی تھی کہ ہمیں سینڈ ہرسٹ میں دس نشستیں دینا' فوج سے نہیں بلکہ ہند کے عوام کے ساتھ کھیلنا ہے۔ یہ کہنا کہ اس ملک کے تین

سو پچاس ملین باشندے آپ کو ایسے دس نفر کے بھی نہیں دے سکتے جو کنگ کمیشن کے لئے مناسب اور موزوں قرار دیئے جاسکیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس ایوان کی ذہانت کی اہانت ہے۔ جواب میں کیا دلیل پیش کی گئی تھی؟ 'ہمیں مناسب امیدوار دستیاب نہیں"۔ پس اس معاملہ کا فیصلہ کیسے ہو؟ ہم نے دباؤ ڈالا اور ہم نے زور ڈالا کئے اور ۱۹۲۵ء میں اس ایوان نے ایک کمیٹی کے تقرر کے لئے ایک قرار داد منظور کی اور اس جانب غیر سرکاری اراکین کی طرف بہت دباؤ ڈالنے کے بعد سرالیگزینڈر مڈیمین نے مارچ ۱۹۲۵ء میں اعلان کیا کہ حکومت ایک کمیٹی مقرر کرے گی۔ حکمت عملی یہ تھی ---- اور میں نہیں چاہتا کہ ایوان اس بات کو فراموش کر دے ---- کہ ہند میں موجود فوج کے افسروں کے عہدوں کو ہندیانے کی رفتار تیز کر دی جائے منجملہ دیگر امور کے یہ بھی اس کمیٹی کا ایک امر مفوضہ تھا۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا ہم برطانوی سینڈ ہرسٹ میں اضافہ کریں یا ہم ہند میں سینڈ ہرسٹ قائم کریں۔ لہٰذا کمیٹی نے کار تفتیش شروع کیا۔ پوزیشن یہ ہے کہ آپ کے سامنے ۴۲ صفحوں پر مشتمل یہ رپورٹ موجود ہے اور کیا میں کمانڈر انچیف سے دریافت کر سکتا ہوں کہ ان کے لئے اور حکومت کے لئے، جن کی وہ نیابت کر رہے ہیں، کیا جواز ہے اس مواد کو دبانے کا اور اس ایوان کو اور عوام الناس کو اس سے محروم کرنے کا جسے سب کمیٹی نے انگلستان میں، فرانس میں، امریکہ میں اور کینیڈا میں جمع کیا۔ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ کس بنا پر اس کا جواز پیش کر سکتے ہیں؟ میں اس ایوان میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری کیڈٹوں کی شہادت سے قطع نظر کسی گواہ نے مراعات کا مطالبہ نہیں کیا یا کسی نے کہا ہو کہ وہ بند کمرے میں اپنی شہادت دے گا۔ کوئی ایسی قید کسی کی طرف سے عائد بھی نہیں کی گئی تھی، سرکاری افسر یا کسی اور گواہ کی جانب ~~سے~~ یہاں تک کسی متعلقہ حکومت کی طرف سے اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان چار ملکوں میں جو بیش قیمت مواد جمع کیا گیا تھا حکومت کے پاس اسے دبانے کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔ جناب والا! یہ اس ایوان کے ساتھ انصاف تو نہ ہوا کہ اس سے کہا جائے کہ وہ محض اس رپورٹ سے نمٹ لے اور اس کے سامنے وہ مواد نہ رکھا جائے جس پر یہ رپورٹ مبنی ہے۔ رپورٹ میں جن

نتائج کا ذکر ہے ان کی تمام تر بنیاد اس مواد اور شہادت پر استوار ہے جو اس ملک میں اور ان چار ملکوں میں جمع کی گئیں جن کا میں نے ذکر کیا۔ متعدد گواہوں کی جو شہادت اس ملک میں قلمبند کی گئی وہ بھی معزز اراکین کے سامنے نہیں رکھی گئی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کمانڈر انچیف از راہ عنایت اس درج شدہ شہادت کو پڑھ لیتے —— میری مراد ہے تعلیمی حکام کی شہادت سے —— اگر انہوں نے یہ شہادت پڑھ لی ہوتی تو انہوں نے یہ بات نہ کہی ہوتی جو انہوں نے کہی۔ مسٹر داس، ممبر قانون، ایک پبلک اسکول قائم کرنے میں مصروف ہیں جو اس مسئلہ کو حل کرنے میں بہت حد تک ہماری مدد کرے گی۔ میں ان کے الفاظ پڑھوں گا۔ کمانڈر انچیف نے کہا:

> اس تعلق میں میں ان مساعی کا حوالہ دینا چاہوں گا جو میرے رفیق کار آنریبل مسٹر داس کی جانب سے کی جا رہی ہیں۔ مسٹر داس، جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ ایوان واقف ہو، ہند میں ایک نہایت عمدہ قسم کا پبلک اسکول قائم کرنے کی زبردست کوشش کر رہے ہیں میں نہایت اخلاص کے ساتھ بھروسا کرتا ہوں کہ ان کی مساعی اس کامیابی سے ہمکنار ہوں گی جس کے وہ مستحق ہیں۔ وہ اس معاملے میں پوری دلچسپی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور اگر وہ اپنی کاوشوں میں کامیاب رہے تو میں نہایت دیانتداری سے یقین کرتا ہوں کہ ہم اس مسئلے میں بہت سی زبردست دشواریوں میں سے پہلی پر قابو پالیں گے۔ (محولہ بالا کتاب صفحہ ۳۴۹۶)

اب جناب والا! میں نہیں چاہتا کہ مجھے غلط سمجھا جائے۔ میری خواہش ہے کہ میرے معزز دوست مسٹر داس کو ہر کامیابی حاصل ہو اور میں نہیں چاہتا کہ مجھے غلط سمجھا جائے۔ لیکن جناب والا! کیا یہ مسئلہ حل کا اس وقت تک منتظر رہے گا جب تک کہ مسٹر داس ایک پبلک اسکول قائم کریں اور صرف اس وقت یہ مسئلہ حل ہوگا۔ کیا یہ تعبیر ہے۔ کیا یہ مطالعہ ہے تعلیمی ماہرین کی اس طول طویل شہادت کا سینڈ ہرسٹ

کمیٹی رپورٹ کا؟ یقیناً" جناب والا! یہ بدیہی بات ہے کہ آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ سفارشات کیا ہیں؟ مختصراً سفارشات یہ ہیں کہ انہیں دوگنا کردیا جائے اور ملحوظ خاطر رہے کہ آرمی کونسل بھی اس کی مخالف نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "عملے کا پانچ فیصد" جس کا مطلب ہے بیس سالانہ۔ اب ہمیں بیس موزوں لڑکے مطلوب ہیں --- ہمیں صرف بیس موزوں لڑکے سال ۱۹۲۸ء میں درکار ہیں اور کیا کمانڈر انچیف یہ کہتے ہیں اور کیا فوجی حکام یہ کہتے ہیں کہ ۱۹۲۸ء میں انہیں بیس لڑکے دستیاب نہیں ہوں گے اور یہ کہ آپ کو اس وقت کا انتظار کرنا ہوگا جب مسٹر داس اپنا پبلک اسکول قائم کر لیں گے (قہقہہ) پھر وہ کون سی انقلابی تبدیلی ہے جس کے واسطے ہم نے بعد کے لئے تجویز پیش کی ہے؟ اس میں ہر سال چار کا اضافہ کر دیجئے اور اس طرح ہم ۱۹۳۸ء تک پہنچ جاتے ہیں۔ ملحوظ خاطر رہے --- ۱۹۳۳ء میں ۔ ۱۹۳۳ء میں ہمیں زیادہ سے زیادہ ۳۸ اسامیاں دستیاب ہوں گی۔ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس براعظم کے طول و عرض میں آپ کو ۳۸ موزوں لڑکے دستیاب نہیں ہوں گے؟ اور کیا ہمیں مسٹر داس کے پبلک اسکول کا انتظار ہی کرنا ہوگا؟ جناب والا! یاد رہے کہ کمیٹی تعلیمی نظام کے ارتقاء' تعلیمی نظام میں ربط باہمی اور تعلیمی منتظمین اور تعلیمی تنظیموں کے تعاون کے معاملات پر غور و خوض کیا کس مقصد اور نتیجہ کی خاطر؟ ایک سینڈ ہرسٹ کی خاطر جو ہند میں قائم ہوگا چونکہ جب آپ ہند میں ایک سینڈ ہرسٹ یا فوجی اکادمی قائم کریں گے تب کمیٹی نے اس امر پر غور کیا کہ جب آپ کی اپنی فوجی اکادمی ہند میں قائم ہو جائے گی تو وہ زیادہ کامیابیوں سے ہمکنار ہوگی۔ زیادہ مقابلہ ہوگا اور ہند کے اس ادارے میں بہترین مواد داخلے کے لئے میسر آئے گا اور اسے مہمیز لگانے کی غرض سے' پیش نظر مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے کمیٹی نے یہ سفارشات پیش کیں۔ آپ اس ملک میں اپنے تعلیمی نظام کو ان خطوط پر ترقی دے کر جن کا رپورٹ میں تذکرہ کیا گیا ہے آپ وہ بہترین مواد تیار کر سکتے ہیں جو آپ کو دنیا میں کسی بھی جگہ مل سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وقت ہمارے پاس کافی مواد موجود نہیں ہے یا یہ کہ یہ دستیاب نہیں ہوگا۔ اس لئے' جناب والا! کرنل کرافورڈ اور غالباً" کمانڈر انچیف کے

ذہن میں پبلک اسکول کا نظام موجود ہے۔ مجھے قدامت پسندوں کے ذہن کا علم ہے اور اگر وہ اس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک نہیں سکتے تو میں انہیں کوئی الزام نہیں دوں گا' کہ فوجی ملازمت کے لئے موزوں لڑکے حاصل کرنے کا دنیا بھر میں واحد طریقہ پبلک اسکول کا نظام ہے۔ میں اس ایوان کو بتانا چاہتا ہوں' جناب والا! کہ امریکہ میں یا کینیڈا میں یا فرانس میں یا جرمنی میں یا کسی اور ملک میں جس کا مجھے علم ہو پبلک اسکول کا کوئی نظام ہی موجود نہیں ہے۔ اب یہ ایسا معاملہ تھا جس پر نہایت احتیاط سے غور کیا گیا اور اس نکتے پر بہت سا مواد جمع کیا گیا جو نہ اس ایوان کے سامنے موجود ہے اور نہ عوام کے سامنے۔

اب جناب والا! یہ ایک ایسا جزو ہے جس کا ڈنکا تو بہت بجا لیکن اس کی درست ترجمانی نہ ہوئی۔ اگر آپ اس اسکیم پر نظر ڈالیں تو زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہوگا وہ یہ ہے کہ ۱۹۳۳ء میں ہم زیادہ سے زیادہ ۳۸ آسامیوں تک پہنچ پاتے ہیں۔ بلا شبہ تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے لیکن اس میں بھی زیادہ سے زیادہ تعداد جس کی سفارش کی گئی ہے' جس کی تفصیل ضمیمے میں شامل ہے' پچیس برس کے بعد ۱۹۵۲ء میں ہندیوں کی تعداد ۱۲۵ سے زیادہ نہیں ہوگی۔

اب جناب والا! ہم انگریزوں کی بھرتی کی طرف آتے ہیں۔ کرنل کرافورڈ نے ہمیں بتایا ہے' جو اس موضوع پر عظیم ماہر کی حیثیت کے حامل ہیں ---- مجھے معلوم نہیں کہ انہیں یہ تمام معلومات کہاں سے ملیں شاید انہوں نے یہ اطلاعات کسی چانڈو خانے میں جمع کیں جب وہ پچھلی مرتبہ لندن تشریف لے گئے تھے ---- کہ انگریز نوجوان باہر آنے سے انکاری ہیں یا وہ باہر آنے سے انکار کردیں گے اگر ان سفارشات کو جامہ عمل پہنایا گیا۔ جناب والا! کرنل کرافورڈ انگریز نوجوانوں کے پیام بردار ہیں اور وہ یہ پیام اس ایوان میں ادھر ہند میں لائے ہیں کہ انگریز نوجوان ہند کی فوج میں ہندی افسروں کے ساتھ تعاون یا ان کی اہلیت کی بنا پر ان کے ماتحت کام کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ کیا یہ انگریز نوجوانوں کا ہند کے نام پیغام ہے یہ کہنے سے کہ "کند ہم جنس باہم جنس پرواز" ان کا کیا مطلب ہے یہ تجویز پیش کرنے سے ان

کی کیا مراد ہے کہ ہمیں ایک قلم رو فوج کھڑی کر دینی چاہئے جو کلیتا" ہندی ہو۔ آٹھ یونٹ اسکیم کی حمایت کرنے سے ان کا کیا مطلب ہے؟ اس آٹھ یونٹ اسکیم کے بارے میں اگر انہوں نے ہماری رپورٹ پڑھی ہوتی ـــــ بدقسمتی سے' بلاشبہ حکومت کے غلط رویئے کی وجہ سے یہ درست ہے کہ ان کے سامنے تمام مواد موجود نہیں تھا ـــــ تو وہ یہ دیکھتے کہ یہ نہ صرف ہندی کیشنڈ افسر تھے جنہوں نے اس آٹھ یونٹ اسکیم پر اعتراض کیا بلکہ ہر انگریز افسر نے جو رجمنٹوں کی کمان کر رہے ہیں اس کی بھرپور مذمت کی۔ (تحسین و آفرین) ایک گواہ بھی ایسا نہیں تھا جس نے اس کی مذمت نہ کی ہو' جب ہم انگلستان گئے تو دفتر جنگ بھی ہمارے سامنے کوئی معقول دلیل پیش نہ کر سکا کہ یہ آٹھ یونٹ اسکیم کیوں نافذ کی گئی۔ اس کا سبب غالبا برطانوی کابینہ کا فیصلہ تھا اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ کابینہ امپیریل ڈیفنس کمیٹی کے نام سے موسوم ادارے سے مشورہ کرتی ہے۔ اب جناب والا! ہم نے اس آٹھ یونٹ اسکیم سے تفصیل کے ساتھ نمٹا ہے اور ہمارے اعتراضات رپورٹ میں موجود ہیں لیکن اس آٹھ یونٹ اسکیم کا استحصال کیسے کیا گیا؟ اس کا جواب اس قسم کی تقریروں میں دستیاب ہے جن کا ایک نمونہ ہم نے اس رپورٹ کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ یہ تقریر کس نے کی؟ یہ تقریر ایک افسر نے کی۔ اور یہ افسر کون ہے؟ یہ افسر انڈیا آفس کے ہیں اور جو سینڈ ہرسٹ تشریف لے جاتے ہیں اور انگریز نوجوانوں سے کہتے ہیں کہ تمہیں کبھی بھی ہندیوں کے ماتحت کام نہیں کرنا پڑے گا اور اس طرح اس آٹھ یونٹ اسکیم کا آغاز ہوا۔ یہ غلط ترجمانی تھی۔ یہ گمراہ کن تھی یہ انگریز نوجوانوں کے ذہنوں کو زہر آلود کرنا تھا اور کرنل کرافورڈ اب پیغام لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ انگریز نوجوانوں سے یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کے معاشرتی حالات کو قبول کر لیں۔ معاشرتی حالات سے ان کا کیا مطلب ہے؟ ایک افسر کا معاشرتی حالات سے کیا تعلق ہے؟

کرنل جے۔ ڈی۔ کرافورڈ (بنگال: یورپین): "میس میں رہیے اور دیکھ لیجیے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میس میں رہئے اور شراب پیجئے" (قہقہہ) آپ اس سے کیا چاہتے ہیں وہ کیا کرے۔ شراب پیئے وہ اس کا پوری طرح اہل ہے۔ کیا آپ کے پاس اس وقت فوج میں چوالیس ہندی کنگ کمیشنڈ افسر موجود نہیں ہیں۔ سینڈ ہرسٹ میں بھی ـــــ کیا وہ میس کی زندگی میں شرکت نہیں کرتے۔ جناب والا! میں دوبارہ کہتا ہوں شہادت کا مطالبہ کیجئے اور میں حکومت سے کہتا ہوں کہ وہ اس شہادت کو پیش کرے۔ اسے شائع کر دیجئے۔

آپ نے اسے شائع کیوں نہیں کیا؟ اگر آپ شہادت پڑھیں گے تو آپ دیکھیں گے ایک بھی یورپی افسر نہیں تھا جس سے یہ سوال نہیں کیا گیا۔ ہر یورپی افسر سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ اپنے رفقائے کار' ہندی کمیشنڈ افسروں کے ساتھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔ ایک بھی یورپی افسر ایسا نہیں تھا جس نے یہ کہا ہو کہ وہ اپنے رفقائے کار یا ماتحتوں کے ساتھ ٹھیک ٹھاک نہیں چل رہا ہے۔ انہیں کوئی شکایت نہیں تھی۔ پھر ہندی کمیشنڈ افسروں کے انگریز افسروں کے ساتھ بہترین دوستانہ تعلقات ہیں اور بہت عمدہ روابط ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں میں تو اپنے رفقائے کار کے ساتھ بہت انسیت اور محبت کے جذبات موجود ہیں۔ تو یہ کہنے کا کیا فائدہ فوج میں ہندی افسروں کو انگریزوں سے الگ کر دیجئے۔ مجھے حیرت ہے کہ آج اس ایوان میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ کسی اور کی طرف سے نہیں بلکہ میرے ایک معزز دوست کی جانب سے کہ ان کے پاس اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک بالکل نئی اسکیم موجود ہے میں اپنے معزز دوست کرنل کرافورڈ سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں تھے جب سینڈ ہرسٹ کمیٹی نے ہند میں آٹھ ماہ تک اپنا اجلاس کیا اور مختلف لوگوں کی شہادت اور خیالات کو قلمبند کیا۔ کرنل کرافورڈ ہند میں موجود تھے۔ بعض اوقات تو وہ اس کمرے کے برابر والے کمرے میں ہوتے جس میں کمیٹی اجلاس کرتی (قہقہہ) بعض اوقات وہ اس کمرے میں بھی آ جاتے جس میں کمیٹی اجلاس کر رہی ہوتی (قہقہہ) اس وقت وہ کہاں تھے؟ وہ اپنی اس شاندار اسکیم کے ساتھ آگے کیوں نہیں آئے جسے انہوں نے اب اس ایوان کے سامنے پیش کیا ہے؟

کرنل جے۔ ڈی کرافورڈ: "میں نے اسکین کمیٹی کے نام ایک خط لکھا تھا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: انہوں نے جو اسکیم اس ایوان میں پیش کی ہے وہ انہوں نے اپنی اس تقریر میں پیش کیوں نہیں کی جو انہوں نے اس سے قبل ارشاد فرمائی تھی۔

کرنل جے۔ ڈی کرافورڈ: "مجھے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: معزز ممبر کو ایسا کرنے سے کس نے روکا۔ پس جناب والا! یہ ذہنیت کچھ لوگوں کی جو اس ملک میں یورپی لوگوں کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں (تحسین و آفرین اور تالیاں) پس جناب والا! آپ کے پاس ایک آدمی ہے کرنل کرافورڈ کی پوزیشن کا حامل، اس ایوان کا معزز رکن، جس کا فوج سے تعلق رہا، ایک شخص جس کا وسیع تجربہ ہے اور پھر بھی وہ کبھی سینڈ ہرسٹ کمیٹی کے سامنے پیش نہیں ہوا کبھی اس کے کسی اجلاس میں شرکت کی پروا نہیں کی اب وہ اپنی حیرت انگیز اسکیم کے ہمراہ یہاں تشریف لاتے ہیں (قہقہہ) ان کی اسکیم کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ان کی اسکیم بے ہودہ ہے اور ناقابل عمل۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے کہا جائے گا کہ میں ایک وکیل ہوں میں فوج کے معاملات کو کیا سمجھ سکتا ہوں۔ مجھے تسلیم ہے کہ میں ایک وکیل ہوں۔ لیکن جناب والا! کیا میں ان کی توجہ رپورٹ کے ایک پیراگراف کی جانب مبذول کرا سکتا ہوں جس پر ہند کے عظیم ترین سپاہیوں میں سے ایک سر اینڈریو اسکین کے دستخط ثبت ہیں۔ یقیناً اس کمیٹی میں میجر کے عہدے کے حامل دو کمیشنڈ افسر موجود تھے اور اس کمیٹی میں دو وائسرائے کمیشنڈ افسر بھی موجود تھے وہ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ وہ سب ان تجاویز سے اتفاق کرتے ہیں جو اس رپورٹ میں پیش کی گئیں۔ میرے معزز دوست کرنل کرافورڈ کہتے ہیں: "آپ ہندی افسروں کو تربیت کیوں نہیں دیتے" وہ کہتے ہیں کہ اس طریقے سے وائسرائے کمیشنڈ افسر کنگ کمیشنڈ افسر بن سکیں گے۔ اس سے میرے معزز دوست کا مطلب کیا ہے؟ وائسرائے کمیشنڈ افسروں کی میں بہت تعریف کرتا ہوں۔ وہ بہادر لوگ ہیں وہ رستم صفت لوگ ہیں۔ جنگ کے بہت سے میدانوں میں انہوں نے اپنا لوہا منوایا ہے اور جب میں یہ کہتا

ہوں تو مجھے غلط نہیں سمجھا جانا چاہئے کہ وائسرائے کمیشنڈ افسروں کی راہ میں کنگ کمیشنڈ افسر بننے میں بہت سی بنیادی دشواریاں ہیں عام طور پر سے ایک آدمی چالیس یا پینتالیس برس کی عمر میں وائسرائے کمیشنڈ افسر بنتا ہے۔ وہ عام طور سے سپاہی کی صف سے اوپر اٹھتا ہے جس کی کوئی تعلیم نہیں ہوتی۔

کرنل جے۔ ڈی۔ کرافورڈ: "بعض اوقات"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: نہیں جناب والا! یہ تو اب کی بات ہے کہ ہم کسی حد تک تھوڑا بہت پڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ صرف ابتدائی تعلیم سے لیس ہوتے ہیں ان میں سے بیشتر بمشکل لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ آج کل ہم کوشش کر رہے ہیں کہ تھوڑے بہت پڑھے لکھے لوگ حاصل کریں میرے معزز دوست کرنل کرافورڈ کی اسکیم کیا ہے؟ وہ ان لوگوں کو کنگ کمیشنڈ افسروں کے عہدے کے لئے تیار کریں۔ غور فرمایئے پینتالیس برس کی عمر کے ایک آدمی کو کنگ کمیشن کے لئے تیار کیا جا رہا ہے؟ کیا ہم اسے اسکول بھیجیں گے؟ جس وقت وہ اسکول سے باہر نکلے گا اور کنگ کمیشن لینے کے اہل ہوگا وہ پچاس برس کا ہوجائے گا۔ جس وقت وہ کپتان بنے گا تو وہ اپنی ملازمت کی آخری حدوں کو چھو رہا ہوگا اور وہ میجر یا ایک کرنل بنے گا یقینی طور پر کبھی بھی لیفٹیننٹ کرنل نہ بن سکے گا جس کے لئے ۲۶ برس سے زیادہ کی ملازمت درکار ہوتی ہے۔

کرنل جے۔ ڈی کرافورڈ: میرے ٹھیک ٹھیک الفاظ یہ تھے:

> "سپاہیوں کے درجے سے بڑی عمر کے لوگوں کو پندرہ، سولہ یا سترہ برس کی ملازمت کے بعد لینے کی بجائے میں سمجھتا ہوں کہ میں چار برس کی ملازمت کے بعد لے لیتا"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میرے معزز دوست کرنل کرافورڈ یہ بھولتے ہیں کہ بھرتی کے وقت ایک سپاہی کی عمر سولہ یا اٹھارہ برس کی ہوگی۔ وہ یہ کیوں فرض کرتے ہیں؟ چلیں مان لیتے ہیں کہ وہ اٹھارہ برس کا ہوگا اب میں اپنے معزز دوست کے لئے، جو فوجی ماہر ہونے کے دعویدار ہیں، لغویت کی نشاندہی کرتا ہوں۔ آپ کو کون ملے گا؟

ایک غریب سپاہی کا بیٹا۔ کوئی شخص جس میں جرات اور ہمت ہوگی اور بہتر مواقع میسر ہوں گے سترہ روپیہ ماہانہ کی حقیر رقم کی خاطر سپاہی بھرتی نہیں ہوگا۔ آپ کو ایک غریب آدمی کا بیٹا ہی ملے گا۔ آپ کو ایسا آدمی ہی ملے گا جسے کہیں اور منفعت بخش روزگار نہیں مل سکتا ہوگا۔ آپ یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں کہ ایک ۱۸ برس کا میٹرک پاس لڑکا سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوجائے گا؟ پھر آپ کو کس طرح کا لڑکا ملے گا؟ آپ اس لڑکے کو کیا تعلیم دے سکتے ہیں؟ تب تو یہ لڑکا کرنل کرافورڈ کے مطابق فوج میں سپاہی ہی رہے گا۔ وہ اٹھارہ برس کی عمر میں فوج میں بھرتی ہوا پھر پانچ برس کے بعد آپ اسے وائسرائے کمیشن عطا کر دیتے ہیں اور اس کے بعد وہ کیا کرے گا؟ وہ کنگ کمیشن اہلیت حاصل کرنے کے لئے پڑھائی کی تیاری کرے گا۔ یہ بے حد بے ڈھنگی، لغو اور مضحکہ خیز اسکیم ہے جو کوئی بھی شخص پیش کر سکتا ہے۔

اور جناب والا! مزید یہ کہ ہم نے اس تصور سے جو نیا نہیں ہے نمٹا ہے۔ اگر آپ صفحہ ۳۲ کے پیراگراف ۲۸ پر نظر ڈال لیں۔ ہم نے اپنی رپورٹ میں سپاہیوں اور ان کے بیٹوں کے لئے زبردست نیک خواہش اور التفات کا رویہ اختیار کیا ہے۔ ہم نے مختلف طریقوں سے ان کے لئے اہتمام کیا ہے۔ من جملہ دیگر اہتمامات کے ایک اہتمام وائسرائے کمیشنڈ افسروں کو کنگ کمیشن عطا کرنے کے زیر عنوان آتا ہے۔ ہم کہتے ہیں: آپ کے پاس انگلستان میں غیر کمیشن یافتہ افسر ہیں ان میں سے کچھ کو وقتاً فوقتاً ان کی غیر معمولی لیاقت کی بنا پر کمیشن کے عہدے دے دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ وائسرائے کمیشن کے افسروں کو غیر کمیشن یافتہ افسروں کے مساوی تصور کیا جائے ہم سفارش کرتے ہیں کہ وائسرائے کمیشن کے افسروں کو کنگ کمیشن حاصل کرنے کی اہلیت بہم پہنچانے کے مواقع فراہم کئے جائیں اسی طرح جس طرح برطانوی فوج میں غیر کمیشن یافتہ افسروں کو فراہم کئے جاتے ہیں۔ ہم نے اسے قابل عمل پایا اور یہ درج کردیا کہ اس مقصد کے لئے کس درجے میں اور کتنی تعداد میں لوگوں کا انتخاب کیا جائے اور انہیں یہ موقع مہیا کیا جائے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں فی الوقت وائسرائے کمیشن یافتہ افسروں میں ان لوگوں کی تعداد کم ہوگی

جو متذکرہ بالا شرائط پر پورا اتر سکیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آج کل وائسرائے کمیشن، اگر دی جائے تو شاذ و نادر ہی براہ راست دی جاتی ہے اور ان لوگوں کا تعلیمی معیار جو ہند کی فوج کے سپاہیوں کے درجے میں بھرتی ہوتے ہیں بہت ہی پست ہے۔

جناب صدر: میں معزز ممبر کی تقریر میں مداخلت کرنے کا مطلق خواہاں نہیں کیونکہ مجھے علم ہے کہ یہ ان کا خاص موضوع ہے اور انہیں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سہولت ملنی چاہئے لیکن اگر ان کی یہ خواہش ہے کہ قرار داد پر آج ہی رائے شماری ہوجائے تو انہیں اپنی بات پانچ منٹ کے اندر اندر مکمل کرلینی چاہئے ورنہ قرار داد کو اگلے روز پر لے جانا ہوگا۔

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: میں بہت ممنون ہوں جناب والا! میں نے حقیقتاً" اور عملاً" بات مکمل کر لی ہے میں نے تعلیم کے نکتے کو نمٹا دیا ہے۔ میں نے کرنل کرافورڈ کی اسکیم سے نمٹ لیا ہے پھر میں نے برطانوی بھرتی کے نکتہ کو نمٹا دیا ہے۔یہ تین امور ہیں جن سے ایوان کا اس وقت تعلق ہے۔

اب جناب والا! میں صرف اتنا کہوں گا۔ میں اور دو نکتے ہزا یکسی لینسی کمانڈر انچیف کی خدمت میں پیش کروں گا۔۔۔ جناب والا! پہلا نکتہ یہ ہے۔ میں کمانڈر انچیف سے دریافت کرتا ہوں کہ سینڈ ہرسٹ میں سرکاری سرپرستی کے بارے میں انہوں نے کیا کیا؟ سوال نمبرایک۔ سوال نمبر۲ یونیورسٹیوں کی سطح پر حکومت ہند نے ہندیوں کے آفیسرز ٹریننگ کور میں داخلے کے لئے کیا کیا اقدام کئے؟ جناب والا! یہ دو ایسے امور ہیں جن سے اعلیٰ شاہی حکمت عملی کا کوئی تعلق نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لئے انہیں امپیریل ڈیفنس کمیٹی کی رضامندی یا منظوری کی بھی کوئی حاجت نہیں۔ بہرکیف جہاں تک سرکاری سرپرستی کا تعلق ہے ایوان کو پہلے سے علم ہے کہ ہم اس سے نمٹ چکے ہیں۔ موجودہ سرپرست کرنل اسٹوکس کے بارے میں یہ بات بغیر کسی شک و شبہ کے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ مغلوب الغضب ناموزوں اور نا اہل شخص ہیں۔ اب کمیٹی نے کہا ہے کہ سرپرستی کے ضمن میں انتظامات بے حد غیر اطمینان بخش ہیں۔ بلا شبہ یہ بات بہت مہذب الفاظ میں کہی گئی ہے لیکن اگر آپ

ریکارڈ پر نظر ڈالیں، جو علیٰ حالہ دبایا ہوا ہے، تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ کرنل اسٹوکس کس قسم کے سرپرست ہیں۔ بات یہ نہیں ہے کہ یہ دریافت صرف سب کمیٹی نے وہاں کی۔ میں ہز ایکسی لینسی کمانڈر انچیف کو بتا دوں کہ ان کے خلاف سب کمیٹی کے کام شروع کرنے سے قبل بڑی کمیٹی کو شکایات موصول ہوگئی تھیں جنہوں نے ہند میں سینڈ ہرسٹ کی نیک نامی کو متاثر کیا اور یہ اس درجہ سنگین تھیں کہ بڑی کمیٹی نے اس معاملے میں ہمارے لئے خاص اوپر تحریری ہدایات مرتب کیں اور جب ہم وہاں گئے تو جو اطلاعات اور معلومات ہمارے پاس پہلے سے موجود تھیں ان کی بغیر کسی شک و شبہ کے تصدیق ہوگئی اور میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ حکومت ہند نے اس معاملے میں کون کون سے قدم اٹھائے۔

جہاں تک وہاں یونیورسٹیوں کی آفیسرز ٹریننگ کور کا تعلق ہے کسی ہندی کو ان میں داخلے کی اجازت نہیں۔ اس امر کی نشاندہی کی گئی تھی کہ یہ منصفانہ بات نہیں اور ہمیں ابھی تک اس کا جواب نہیں ملا۔ اسے بھی ہماری رپورٹ میں نمٹایا گیا ہے ---- یہ کہ اس سے بہت بڑی دشواری پیدا ہوتی ہے اولاً تو ایک ہندی جو یونیورسٹی میں ہے اگر کنگ کمیشن حاصل کرنا چاہتا ہے تو تاریخ ما قبل کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ جب تک اس نے آفیسرز ٹریننگ کور میں تربیت حاصل نہ کی ہو۔ ایک ہندی کو داخلہ ہی نہیں ملتا اور پھر اسے تاریخ ما قبل فائدے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسے آفیسرز ٹریننگ کور میں داخلہ نہیں ملتا اور اسے تاریخ ما قبل کا فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس لئے آپ ایک دائرے میں گھومنے لگتے ہیں۔ ایک دشواری تو یہ ہوئی۔ دوسری دشواری یہ ہے کہ جب آپ کے پاس یونیورسٹی میں ایک خاص عمر کا لڑکا ہوتا ہے تو وہ اس کی عمر کا وہ حصہ ہوتا ہے جب یہ تربیت بے حد مفید اور بہت ہی بیش قیمت ہوتی ہے۔ وہ نوجوان ہوتا ہے اور اسے آفیسرز ٹریننگ کور میں داخلے کی اجازت نہیں ملتی لہٰذا جب وہ اس ملک میں واپس آتا ہے، پختہ تر عمر میں واپس آتا ہے تو وہ ممکنہ طور پر اس وقت اس تربیت کو ان فوائد اور ان قیمتی نتائج کے ساتھ حاصل نہیں کرسکتا جو اسے کم عمری میں حاصل ہوتے چنانچہ وہ موجود ہندی

علاقائی فوج سے بھی بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ یہ کہا گیا کہ آفیسرز ٹریننگ کور بنیادی طور پر برطانوی علاقائی فوج کے لئے مخصوص ہے لیکن کوئی ہندی اس میں جانا نہیں چاہے گا۔ مستثنیات کو چھوڑ کر ـــــ میرے خیال میں شاید ہی کوئی ہندی نوجوان ہوگا جو انگلستان میں رہ جائے زیادہ تر ہندی نوجوان جو وہاں جاتے ہیں واپس آجاتے ہیں۔

یہ دو ایسے نکتے ہیں جنہیں یقیناً امپیریل ڈیفنس کمیٹی کی یا کابینہ کی منظوری یا رضامندی کی ضرورت ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو ہمیں ان دو نکتوں کے بارے میں معلومات فراہم کردینی چاہئیں۔

ختم کرتے ہوئے، جناب والا! میں یہ کہوں گا مجھے علم ہے کہ انگلستان میں ایک منڈلی موجود ہے انڈیا آفس کے گرد اس نے گھیرا ڈال رکھا ہے اور وہ واحد جگہ جہاں ہم گئے وہ سینڈ ہرسٹ تھی جس کا ماحول اس نے پراگندہ کر رکھا تھا۔ ہر جگہ جہاں ہم گئے ہمارے ساتھ مشفقانہ سلوک کیا گیا سینڈ ہرسٹ واحد مقام تھا جس کا ماحول اس منڈلی نے پراگندہ کر رکھا تھا میں بہتر ذہن رکھنے والے یورپی لوگوں سے جو اس ملک میں اور بہتر ذہن رکھنے والے انگریزوں سے جو انگلستان میں ہیں کہ اگر آپ کے نوجوانوں کی طرف سے آپ کا یہ پیغام ہے کہ وہ تعاون کے لئے تیار نہیں ہیں اور اگر وہ اس ملک میں کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اپنی اہلیت کی بنا پر عہدہ قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو اگست ۱۹۱۷ء کے اعلانیہ کو اسی وقت اور اسی جگہ پھاڑ کر پھینک دیجئے اور ہند کے عوام الناس کو یہ بتا دیجئے کہ ہم یہاں صرف حکمرانی کے لئے ہیں اور کسی کام کے لئے نہیں۔ جناب والا! میں دیکھتا ہوں کچھ نہ کچھ مشکل ہوگی کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بہرحال آپ کو نوجوانوں سے نمٹنا ہے لیکن ان کے ذہنوں کو مسموم کرنے کا کون ذمہ دار ہے؟ یہ وہی پرانی کہانی ہے جب انڈین سول سروس میں ہندیوں کو تعینات کرنے کی بات چل رہی تھی۔ جب ہم سے بہت سے لوگوں نے کہا تھا جو آج حزب اقتدار کی نشستوں پر تشریف فرما ہیں، اگر آپ سول سروس میں ہندیوں کو داخل کرنا چاہتے ہیں تو ہم استعفےٰ دے دیں گے ہم آپ کے ملازم بن کر نہیں رہیں گے۔ یہ وہی داستان تھی۔ مونٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات نافذ کی

گئیں۔ ہم سے بہت سے انگریزوں نے کہا تھا کہ وہ ان اصلاحات کے تابع فرمان ہونے کی بجائے ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے کیونکہ وہ ان اصلاحات کو نہیں چلا سکتے لیکن جناب والا! ہم دیکھتے ہیں کہ ہم ان دھمکیوں سے بچ نکلے (سوراجی بنچوں کی طرف سے قہقہہ) اور میں دیکھتا ہوں کہ حزب اقتدار کی نشستیں جن میں سے بعض نے غالباً" مستعفی ہو جانے کی دھمکی دی تھی لیکن اغلباً" انہوں نے بہتر فیصلہ کرلیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جناب والا! ہمیں ان دھمکیوں سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔

جناب صدر: "آرڈر' آرڈر۔ اگر یہ بحث اگلے کسی دن پر چلی جائے تو معزز ممبر کو خود اپنا ممنون ہونا چاہئے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: جناب والا! اس کے بعد میں اور کچھ نہیں کہوں گا اور میں ہزا یکسی لینسی کمانڈر انچیف سے ایک بار پھر اپیل کروں گا کہ وہ اس یقین دہانی سے انحراف نہ کریں جو انہوں نے اس ایوان میں کرائی اور ہند کے عوام کے ساتھ مزید نہ کھیلیں"۔

دستوری کمیشن کا تقرر

حکومت کے ساتھ اختلافات کی نوعیت بنیادی ہے

۱۶ فروری ۱۹۲۸ء

نومبر ۱۹۲۷ء میں برطانوی حکومت نے سرجان سائمن کی زیر صدارت دستوری کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا۔ کمیشن کے اراکین میں کوئی ہندی شامل نہیں تھا۔ اسے ہند کے دستوری مسئلہ کی تفتیش اور ہند کے آئندہ دستور کے بارے میں سفارشات پیش کرنی تھیں۔ مجلس قانون ساز ہند سے کہا گیا کہ وہ ایک منتخبہ کمیٹی مقرر کردے جو کمیشن کے روبرو پیش کرنے کے لئے تجاویز مرتب کرے۔ ۱۶ فروری ۱۹۲۸ء کو اس معاملہ کو مجلس قانون ساز میں اٹھایا گیا۔ لالہ لاجپت رائے نے حسب ذیل قرار داد پیش کی:

یہ مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ از راہ عنایت ملک معظم کی حکومت کو پارلیمانی کمیشن پر جو ہند کے دستور پر نظرثانی کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس مجلس کے کلی عدم تعاون سے مطلع کردیں۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حکومت کے ساتھ اختلافات کی نوعیت کو بنیادی قرار دیتے ہوئے تحریک پر اپنی تقریر میں کہا:

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح (بمبئی شہر: مسلم): جناب والا! آج جو مسئلہ ہمارے سامنے ہے وہ نہایت واضح مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ کمیشن جیسا کہ اس کا اعلان کیا گیا ہے، بشمول اس کی ہیئت ترکیبی اور وہ اسکیم جس کے خد و خال وزیر ہند نے بیان کئے ہیں قابل قبول ہے۔ جناب والا! پہلا سوال جس پر ہمیں غور کرنا ہے یہ ہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جنہوں نے یہ کمیشن مقرر کیا ہے۔ اعلان کا بکمال احتیاط جائزہ لیتے ہوئے ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ اصل فرق کیا ہے۔ فرق بنیادی ہے۔ یہ تفصیلات کا سوال مطلق نہیں ہے۔ اب یا تو حکومت ہمیں سمجھنے سے انکار کرتی ہے یا میں بغیر کسی اہانت کے کہوں گا کہ اگر آپ ہمیں نہیں سمجھتے تو آپ معمولی ذہانت سے بھی عاری ہیں۔ صورت حال پر غور فرمایئے۔ وزیر ہند نے کہا ہے کہ انہوں نے کمیشن مقرر کرنے سے قبل تین برس اس معاملے پر غور کیا۔ پورے تین برس۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ اس ملک میں سیاسی مکاتب فکر کے متعدد گروہ ہیں۔ کیا آپ انقلابیوں کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں جو بم اور پستول کے قائل ہیں؟ کیا آپ کانگرس پارٹی کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ قوم پرستوں کی پارٹی کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں جو دستور کے علمبردار ہیں؟ یا آپ صرف درخواست گذاروں کی پارٹی کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں جن میں میں نہایت دکھ کے ساتھ اپنے دوست لیفٹیننٹ محمد نواز خان کو شامل کروں گا جن کے لئے میرے دل میں بے حد احترام ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں بڑی صاف گوئی سے کام لیا۔ ایک دیانتدارانہ تقریر ان کا تعلق، جیسا کہ انہوں نے نہایت دیانتداری سے اعتراف کیا، اس مکتب سے ہے جو حکومت سے کہتا ہے: آپ جو کچھ کرتے ہیں، درست ہے۔ آخر کار آپ جو کچھ فیصلہ کریں از راہ عنایت مجھے بھی کچھ عطا کر دیجئے۔ مگر میں آپ کا آدمی ہوں۔ میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا۔ (متعدد معزز اراکین: "نہیں نہیں") آپ کے بولنے کا کیا فائدہ ہے؟ میں خود معزز رکن سے دریافت کرتا ہوں کیا انہوں نے یہ نہیں کہا؟۔

سردار محمد نواز خان: "نہیں میں نے نہیں کہا جناب والا"

مسٹر ایم۔اے۔ جناح: "انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا: میں ان کے اپنے

الفاظ دہراؤں گا اور فیصلہ ایوان کرلے۔ انہوں نے کہا کہ آپ انگریزوں کو باہر نہیں نکال سکتے"

سردار محمد نواز خاں: "بالکل بجا ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "بالکل درست ۔میں اتفاق کرتا ہوں ہم نہیں نکال سکتے اور اس لئے ہمیں ان سے جو کچھ مل سکتا ہے لے لینا چاہئے اور مزاحمت اور مقابلہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا لیجئے۔ پس جناب والا! یہ ایک مکتب ہے جس سے میرے معزز دوست لفٹیننٹ بہادر متعلق ہیں۔ پھر ایک اور مکتب ہے جس کی نیابت سر ذوالفقار علی خاں کرتے ہیں اور اس کے قریب ترین ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ موقعہ ہے جب مسلمان بہت زیادہ فائدہ اٹھا سکیں گے ان سے میں کہتا ہوں کیا آپ نے گذشتہ ڈیڑھ سو برس کے تجربے سے یہ نہیں سیکھا کہ آپ کو بے وقوف بنایا جاتا رہا ہے۔ (ایک معزز رکن: "کیا آپ کو بے وقوف نہیں بنایا گیا؟") میں بے وقوف بننے سے انکار کرتا ہوں۔ (ایک معزز رکن: کس سے؟") کسی سے بھی۔ میں کہتا ہوں' جناب والا! کیا حکومت محض ان درخواست گذاروں کو مطمئن کرنے پر قانع ہے؟ اگر وہ ہیں تو ان کو مبارک ہو وہ ان کے تعاون سے جب تک کام چلا سکیں چلائیں۔ لیکن میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ملک میں اور پارٹیاں بھی ہیں۔ جناب والا! سر ڈارسی لنڈسے نے کم از کم بمبئی میں تو ہماری اس بات کو سراہا ہے کہ ہم نے سارے ہند کے رہنماؤں کے دستخطوں سے تعمیری تجاویز کے ساتھ ایک منشور جاری کیا۔ میں اس ایوان کو وہ منشور سناؤں گا اور اس کے بعد اس معاملہ سے مزید نمٹوں گا۔ وہ منشور یہ ہے:

> ہم نے اس اعلان پر جو پارلیمان کے ایوان میں کیا گیا اور اس بیان پر جو ہز ایکسی لینسی وائسرائے نے کیا اور اس اپیل پر جو وزیراعظم نے کی دستوری کمیشن کی ہیئت ترکیبی اور پروگرام پر نہایت بے تابی کے ساتھ غور کیا اور ہم اس محتاط نتیجہ پر پہنچے

ہیں کہ کمیشن سے ہندیوں کو باہر رکھنا بنیادی غلطی ہے۔ اور یہ
کہ مقننہ کی ایک کمیٹی کو اپنے خیالات کمیشن تک پہنچانے اور
بعد میں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی سے ملاقات کی اجازت اس معاملے
کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ اسکیم کا یہ
بنیادی اصول کہ ہندیوں کی نہ تو مناسب مواد اور شہادت جمع
کرنے میں اور نہ ہی کمیشن کے فیصلوں کو بطور سفارشات
پارلیمان کے سامنے پیش کرنے میں کوئی بااختیار آواز ہو ایسی
نوعیت کا ہے کہ ہند میں اگر ذرا سی بھی خود داری ہو تو اسے
تسلیم نہیں کرسکتا جب تک کہ ایسا کمیشن قائم نہ کیا جائے جس
میں برطانوی اور ہندی مدبرین کو مساوی سطح پر شمولیت کی دعوت
نہ دی جائے ہم عمداً کمیشن کے، جیسے کہ اس وقت اس کی تشکیل
کی گئی ہے، کام میں حصہ نہیں لے سکتے یا شرکت نہیں کرسکتے۔

اب جناب والا! میں سرڈارسی لنڈسے کو تو معاف کر سکتا ہوں کہ انہیں اصول اور طریقہ کار میں فرق کا علم نہیں یا اس میں تمیز نہیں کر سکتے لیکن میں حزب اقتدار سے دریافت کرتا ہوں۔ اس قانونی معاونت کے ساتھ جو انہیں میسر ہے کہ وہ سیدھی سی بات نہیں دیکھتے یا سمجھ سکتے کہ اصول، طریقہ کار سے مختلف شے ہے۔ جس اصول کے لئے ہم لڑ رہے ہیں یہ ہے کہ ہمیں ہندی نمایندوں کے لئے مساوی رتبہ اور مساوی اختیار مطلوب ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے ہم لڑ رہے ہیں۔ اور میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس ایوان میں کم سے کم عقل کا کوئی ایسا رکن موجود ہے جو یہ کہہ سکے کہ موجودہ اسکیم کے تحت ہند کو یہ مل گیا ہے؟ مجھے یہ بتانے سے کیا فائدہ کہ سرجان سائمن نے ہزا یکسی لینسی وائسرائے کو ایک خط لکھا ہے جس میں طریقہ کار کے خطوط کا تذکرہ کیا ہے؟ اس کا اصل مسئلے سے کوئی تعلق نہیں کیا سرجان سائمن اور کمیشن کے اراکین کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ہندی نمایندوں کو وہی رتبہ اور اختیار دے دیں جبکہ انہیں خود اپنا رتبہ اور اختیار اس قرار داد کے ذریعہ ملا ہے

جسے پارلیمان نے منظور کیا اور جس میں پارلیمان نے کمیشن کے اراکین کے نام ملک معظم کو منظوری کے لئے پیش کئے۔ سرجان سائمن خود کہتے ہیں کہ وہ برطانوی حکومت اور حکومت ہند سے آزاد ہیں انہیں اپنا تقرر نامہ بادشاہ سے ملا ہے۔ پھر وہ چیز کسی کو کیسے دے سکتے ہیں جو انہیں خود کسی مقتدر سے ملی ہو؟ اور یہ ہے وہ سوال اور اصول جس پر ہم نے اپنے موقف کی بنا استوار کی ہے یعنی ہم چاہتے ہیں کہ حکومت ہند کے لئے نیا آئین مرتب کرنے میں شرکت کی غرض سے ہند کے نمائندوں کو مساوی رتبہ اور مساوی اختیار دیا جائے۔ مسئلہ سے فرار اختیار کرنے سے کیا فائدہ۔ کسی کو اس سے انکار نہیں کہ ہم قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء پر عمل در آمد کے بارے میں تحقیق اور تفتیش کے مقصد کے لئے یہ رتبہ و اختیار اور مساوات طلب کر رہے ہیں۔ اور مزید یہ کہ اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ آخر کار مقتدر مقننہ جو حتمی طور پر قانون سازی کرے گی اور حکومت ہند کے لئے دستور وضع کرے گی وہ برطانوی پارلیمان ہے ہمیں بتایا جاتا ہے کہ چونکہ آخری اور حتمی مقتدر مقننہ پارلیمان ہے اور وہ ہی قانون سازی کرے گی اور حکومت ہند کے لئے دستور وضع کرے گی اس لئے تحقیق کے مرحلے پر بھی تفتیش کے مرحلے پر بھی ہم محض گواہوں' ماتحتوں اور مددگار کمیٹیوں کی حیثیت سے حاضر ہوں۔ پس یہ ہے وہ حربہ جو ہندیوں کو کمیشن کی رکنیت سے محروم کرنے کے لئے تراشا گیا۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک پارلیمانی کمیشن مقرر کیا جائے گا جس میں کوئی ہندی نہیں ہوگا' کیوں؟ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں --- میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ صرف وہی پارلیمان کو رپورٹ اور سفارش پیش کرنے کے اہل ہیں اور کوئی نہیں۔ اور ہندیوں کو باہر رکھنے کے بعد آپ کہتے ہیں ہم آپ کو کمیٹیوں کا آلہ دیں گے جس کے لئے سرجان سائمن اور کمیشن نے از راہ نوازش طریقہ کار طے کیا ہے۔ میرے دوست سر ڈارسی لنڈسے نے محسوس کئے بغیر بات کی ہے' دوبارہ اگر میں ایسا کرسکوں' تو میں اگر وہ چاہیں تو میں لارڈ برکن ہیڈ کا حوالہ دے دوں گا کہ جب یہ کمیٹی واپس انگلستان جائے گی تو وہاں کیا کرے گی۔ سرڈارسی لنڈسے نے کہا ہے کہ کمیشن مدت پہلے آنجہانی ہوگیا ہوگا لیکن اس کے بعد

وفد انگلستان جائے گا۔ کون سا وفد؟(سر ڈارسی لنڈسے: "مقننہ کا کمیشن") درست یہ ہند کی مقننہ کی کمیٹی۔ یہ جائے گی اور کیا کرے گی؟ اس کا مشترکہ پارلیمانی کمیٹی سے آمنا سامنا کرایا جائے گا اور وہ کیا کریں گے؟ لارڈ برکن ہیڈ کہتے ہیں:

> جب ایک بار کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کر دی تو وہ ختم ہو جائے گا لیکن اس کے ناقدین موجود رہیں گے اور اس کے ناقدین کو نہایت رسمی اور خصوصی طور پر دعوت دی جاتی ہے کہ وہ پارلیمان کی مشترکہ کمیٹی کے ساتھ بیٹھیں کسی بھی تنقید یا اعتراضات کو واضح کریں جو بھی وہ کمیشن کی رپورٹ کے بارے میں محسوس کرتے ہیں۔

کسی بھی تنقید یا اعتراضات کو واضح کریں(قہقہہ) میں سر ڈارسی لنڈسے کے دلائل کے ضمن میں محض اس امر کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک نوازش بے پایاں کی گئی ہے اور ملحوظ خاطر رہے جیسا کہ میں سر ڈارسی لنڈسے کو یہ بتا سکتا ہوں اسی سانس میں یہ کہا گیا کہ وہ اسی طرح کسی اور ادارے کو بھی اپنے سامنے پیش ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں "اسی طرح"—— تنقید اور اعتراضات کی وضاحت کے پیش نظر پھر کس طرح آپ کا مرکزی مقننہ کا وفد بہتر پوزیشن میں ہوگا اینگلو انڈین ایسوسی ایشن کی کمیٹی سے یا (میری مراد کسی کی اہانت کرنا نہیں) مسلم لیگ سے جنہیں شرف باریابی بخشا جائے گا۔ تب وہ نوازش بے پایاں کہاں ہے جو آپ کے اس وفد پر برسائی گئی ہے؟ یہ تو بادی النظر میں ایک کیموفلاج ہے۔ استدلال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں—— میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا میں کہتا ہوں (مسٹر آر۔ کے۔ شان مکھن چیٹی: "آپ کو سفر خرچ ملے گا") میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ اختلاف بنیادی نوعیت کا ہے۔ میں ہرگز سر جان سائمن سے یہ توقع نہیں کرتا تھا کہ وہ اس سے زیادہ کچھ کریں گے جو کچھ وہ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ مجھے اعتراف ہے انہوں نے از حد اخلاق کا مظاہرہ کیا اور ہماری پوزیشن کو جو ماتحتوں کی اور معاونوں کی سی تھی خوش اخلاقی کے ذریعہ جس قدر خوشگوار بنانا ممکن تھا اپنے طریقہ کار کے خطوط کے

واسطے سے بنا دیا۔ ماسوا اس نکتے کے کہ جب شہادت خلوت میں قلمبند کرنے کی نوبت آئے گی۔ پھر ایک نکتہ اور ہے کہ جب کمیشن خلوت میں شہادت لے گا تو ہندی کمیٹیوں سے پورے اخلاق سے کہا جائے گا کہ وہ تشریف لے جائیں' انہوں نے ایک بار نکتے کی صراحت کی ہے یعنی جب کمیشن صوبوں میں جائے گا تو ہندی بازو مرکزی مقننہ کی کمیٹی پر مشتمل نہیں ہوگا بلکہ اصلی ہندی بازو صوبائی مجلس قانون ساز کی کمیٹی پر مشتمل ہوگا۔ (آنریبل مسٹر جے کریرار: "ابتدا") اور مرکزی کمیٹی کے اراکین ان کی صوابدید پر اتنی کارروائی میں حصہ لے سکیں گے جتنی کے بارے میں وہ اجازت دیں گے۔ اب' جناب والا! مجھ سے کہا جاتا ہے کہ ہم نے سرجان سائمن کے مکتوب پر کافی غور نہیں کیا۔ بہت بڑا الزام لگایا گیا ہے۔ حقیقتاً مجھے تعجب ہے کہ ممبر داخلہ نے یہ بات کہی۔ مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہ ہوتی اگر سرڈارسی لنڈسے نے یہ کہا ہوتا کیونکہ میں سمجھ سکتا ہوں کہ بہرنوع وہ ایک تاجر ہیں اور جناب والا! اس طرح کی ایک دستاویز انہیں بہت پیچیدہ نظر آئے گی۔ انہیں اسے بار بار پڑھنے کی ضرورت ہوگی اور شب دو شب وہ اس پر غور کر کے ٹالنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن یہ تو ایک کھلا راز ہے۔ میں سرڈارسی لنڈسے کو بتاتا ہوں اور اپنے دوست ممبر داخلہ کو ـــــ یہ ایک کھلا راز رہا ہے۔ جناب والا! پارلیمان کے ایوان میں بحث سے بہت پہلے اخبارات میں ان مذاکرات کی تفصیلات شائع ہوئیں جو ویسٹ منسٹر میں حزب اختلاف اور ملک معظم کی حکومت کے مابین ہو رہے تھے اور اس کے بعد آپ کو صرف پارلیمان کے دونوں ایوانوں میں ہونے والی بحث کو پڑھنے کی ضرورت ہے اور آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ جہاں تک کہ سرجان سائمن کے بیان کے حاصل کا تعلق ہے کم و بیش ہر لفظ عملاً دارالامراء میں لارڈ اولیور اور دارالعوام میں مسٹر ریمزے میکڈانلڈ اور دیگر لوگوں کی تقریروں سے دہرایا گیا اصلاً یہ وہاں موجود تھا۔ اب سرجان سائمن اس بات پر خفا ہیں کہ ہم نے اپنی رائے کا اظہار بلا کسی تاخیر کے کردیا۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم پر ان کے بیان کو آدھے گھنٹے میں نمٹا دینے کا جو الزام لگایا گیا ہے تو ہماری یہ منشا ہرگز نہیں تھی کہ ہم ان کے ساتھ کج خلقی کا سلوک

کریں۔ ہمارے سامنے سارا مواد موجود تھا پھر بھی ہم نے اس کے مطالعے میں چار گھنٹے صرف کیے (ایک معزز رکن "تین") میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ساڑھے پانچ بجے یہ بیان میرے ہاتھ میں تھا اور دس بجے سے پہلے فیصلہ نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہ کہنا بے سود ہے کہ یہ کوئی نئی چیز تھی۔ کوئی ایسی چیز جو اچانک ہم پر آشکار ہوگئی۔ پس جناب والا! ۔ سے کیا ہوتا ہے؟ میں پر کاہ کے برابر بھی پروا نہیں کرتا۔ کیا آپ مجھ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس کمیشن کا ہیئت ترکیبی اور اس اسکیم کے خلاف جو اصول پر مبنی اعتراضات ہیں وہ اس بیان سے رفع ہوگئے جو سرجان سائمن کے مکتوب میں مذکور ہے وہ نہیں ہوئے جو' جیسا کہ میں نے کہا بنیادی نوعیت کے ہیں اور اصولوں پر مبنی ہیں پس جناب والا! ممبر داخلہ نے اس پر بہت باتیں کی ہیں کہ فیصلہ اور بحث کا آغاز کرنے سے قبل تحقیق ضرور کرلینی چاہئے اور انہوں نے اس کے ذیل میں مڈیمین کمیٹی کی اقلیتی کمیٹی کی رپورٹ کا حوالہ دیا۔ اس وقت انہیں چاہئے تھا کہ وہ پورے اقتباس کا ذکر کرتے ایک دستخط کنندہ کی حیثیت سے میں توقع نہیں کرتا کہ ہم محض اس مقصد کے لئے ہی نمائندہ یا سند تصور کئے جائیں گے۔ اقلیتی کمیٹی نے یقیناً رائل کمیشن کی سفارش کی تھی۔ اگر وہ سارے کا سارا پڑھ دیتے تو وہ اس ایوان پر واضح کر دیتے کہ انہوں نے کیا کہا۔ جناب والا! میں آپ کی اجازت سے پورا اقتباس پڑھوں گا:

> ہماری دانست میں مناسب سوال یہ نہیں ہے کہ کیا کوئی متبادل عبوری نظام وضع کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ ہے کہ کیا دستور کو ایسی مستقل بنیاد پر استوار نہیں کیا جاسکتا جس میں مستقبل کے لئے از خود ترقی کا اہتمام ہو تاکہ حکومت کے لئے استحکام اور عوام الناس کا رضاکارانہ تعاون کا حصول ہوسکے۔ ہم صرف اس توقع کا اظہار ہی کر سکتے ہیں کہ اس سوال کو حل کرنے کے لئے کسی قریبی تاریخ میں ایک سنجیدہ کوشش کی جاسکتی ہے۔ یہ کوشش ایک ایسے رائل کمیشن کے تقرر سے ہو سکتی ہے جس کے امور

مفوضہ ہمارے مقابلہ میں آزاد تر اور جس کی تحقیقات کا دائرہ
ہماری نسبت وسیع تر ہو یا کسی اور ادارے کے ذریعہ یہ وہ سوال
ہے جسے ہم نہایت اخلاص کے ساتھ حکومت کے حوالے کرتے
ہیں۔ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ صفحہ ١٢٠٣)

جناب والا! اس رپورٹ پر ٣ دسمبر ١٩٢٤ء کو دستخط ثبت ہوئے اور آج ١٦ فروری ١٩٢٨ء ہے۔ حکومت نے اس سے قبل اسے جامہ عمل کیوں نہیں پہنایا؟ آپ نے اس خصوصی لمحے کا انتخاب کیوں کیا؟ (مسٹر کے۔ سی نیوگی: "مس مئیو ابھی تک تشریف نہیں لائی تھیں")

اب جناب والا! میں حقیقتاً اس ایوان کا وقت نہیں لینا چاہتا کیونکہ مسئلہ پر سیر حاصل استدلال کیا جاچکا ہے۔ لیکن ممبر داخلہ اس کا حوالہ دے کر کہنا کیا چاہتے ہیں؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اب تک اس سیاسی مکتب سے متعلق جن سے میرا تعلق ہے اور جس کی میں ترجمانی کرتا ہوں کسی نے بھی یہ کہا ہے کہ ہم تحقیقات کے خلاف ہیں؟۔میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ ایک ہی برش سے ہر شخص کا منہ کالا نہ کریں۔ آپ تمام پارٹیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرکے گویا کہ وہ سب مقاطع پر ادھار کھائے بیٹھی ہیں بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ گویا ان کے بھی اس کے لئے وہی یا گندی وجوہ ہیں یہ کہ تمام پارٹیاں کسی بھی شرارت آمیز نیت کی وجہ سے کمیشن کا مقاطعہ کرنا چاہتی ہیں۔ اگر آپ اسی راگ کو الاپنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ بہت جلد سارے ہند کو اپنے ہاتھ سے کھو دیں گے۔

آنریبل مسٹر جے کریرار: "میں نے اپنی تقریر میں کسی جگہ بھی کبھی شرارت آمیز نیت کا الزام نہیں لگایا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ محسوس کریں یہ کہ انتخاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ صرف درخواست گذاروں کے ایک طبقے کا تعاون چاہتے ہیں جو وہاں حزب اقتدار کے عقب میں موجود ہے یا آپ چاہتے ہیں کہ کوئی اور طبقہ بھی آپ کے ساتھ تعاون کرے؟ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ اب میں

اپنی جانب سے اور اپنے ہم خیالوں کی طرف سے بولتے ہوئے' اور میں آپ کو بتادوں کہ اس ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد آپ کے علم سے کہیں زیادہ ہے جو کہتے ہیں کہ میں کسی کمیشن کو اس وقت تک قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں تا آنکہ تفتیش اور تحقیق کے لئے ہندی نمایندوں کو مساوی رتبہ اور مساوی اختیار نہ دیئے جائیں۔ (تحسین و آفریں) جناب والا! کرنل ویج وڈ کے الفاظ کا ذکر کرتے ہوئے کہ ضروری بات یہ ہے کہ انگریزوں اور پارلیمان کی ذہنیت میں ایک تبدیلی آئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے صاف گوئی اور دیانتداری کے ساتھ بات کی ہے۔ انہوں نے یہ کہا:

> اس وقت اس ملک میں لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہندی نامعقول اور بچوں کی طرح ہیں اور جن لوگوں نے "مدر انڈیا" پڑھی ہے شاید ان کے محسوسات اور بھی زیادہ شدید ہیں اسی طرح ہند کے لوگ ہمارے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ ہم بے دین' جھوٹے اور منافق ہیں۔ ہمیں دونوں جگہ ہند اور انگلستان میں اس احساس کو بدلنا ہوگا اگر ہم ان دو نسلوں کے آیندہ شراکت (تعاون) کو کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں"

اپنی ذہنیت تبدیل کیجئے۔ جب تک آپ یہ سوچتے رہیں گے کہ ہم بچے ہیں یہ کہ ہم نامعقول ہیں یہ کہ ہم ـــــ میں ایک اور چیز کا اضافہ کروں گا ـــــ کہ ہم لائق نفرت ہیں۔

مسٹر ایچ جی کوک (بمبئی یورپین): "متلون مزاج"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "متلون مزاج' میں جو کچھ کہتا ہوں یا تو مسٹر کوک اسے پسند نہیں کریں گے یا اسے سمجھیں گے ہی نہیں میں انہیں مایوس کن قرار دے کر ان سے دستبردار ہوتا ہوں۔ چند روز پیشتر لارڈ ہالڈین نے بھی یہی بات کہی کہ انگریزوں نے ہندی ذہن تک رسائی کی کوشش ہی نہیں کی۔ اگر سر ڈارسی لنڈسے برس ہا برس ہند میں رہنے کے بعد سفید ہوگئے ہیں ـــــ میں بھورا نہیں کہوں گا ـــــ سفید تو وہ تھے ہی لیکن اب ان کا (سر) بالاخانہ بھی سفید ہوگیا ہے اگر وہ ہمیں نہیں

سمجھ سکتے تو میں لارڈ ہالڈین سے یہی کہوں گا کہ خدا ہم پر رحم کرے' اگر اراکین حزب اقتدار یہاں ملازمت کرتے کرتے بھورے ہوگئے ہیں' وہ بھی نہیں سمجھتے پھر میں یہی کہتا ہوں "خدا ہم پر رحم کرے" از راہ مہربانی ہمیں گمراہ نہ کیجئے۔ آپ کے سامنے سارا مسئلہ یہ ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ کوئی معقول پارٹی اور معقول شخص کوئی خود دار آدمی آپ کے ساتھ تعاون کرے یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ صرف سائل ہی آپ کے پاس آئیں۔ اگر آپ صرف سائل ہی چاہتے ہیں تو میں آپ کے لئے دعا کرنا چاہوں گا "خدا آپ پر رحم کرے" اگر آپ چاہتے ہیں کہ معقول اور خود دار لوگ آپ کے ساتھ کام کریں تو صاف گوئی سے کام لیجئے' دیانت داری سے کام لیجئے اور ہمیں صاف طریقے سے بتا دیجئے موجودہ کمیشن کی ہیئت ترکیبی اور اسکیم میں آپ کو مساوی رتبہ حاصل نہیں۔ آپ کو مساوی اختیار حاصل نہیں لیکن ہم آپ کو یہ دینے کے لئے تیار ہیں یا صاف طریقے سے کہہ دیجئے نہیں' لیکن ہمیں فریب نہ دیجئے۔ غیر محتاط لوگوں کو گمراہ نہ کیجئے اور ہماری غلط ترجمانی نہ کیجئے (تحسین و آفرین کے پر زور نعرے)

اسکین کمیٹی کی سفارشات کو مسترد کرنے کے بارے میں

کمانڈر انچیف کے بیان پر تحریک التواء

۱۰ مارچ ۱۹۲۸ء

(۱۰ مارچ ۱۹۲۸ء کو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک تحریک التوا پیش کی کہ کمانڈر انچیف کے ۸ مارچ ۱۹۲۸ء کے اعلان پر بحث کرنے کے لئے ایوان کا اجلاس ملتوی کر دیا جائے اس اعلان کے ذریعہ حکومت نے اسکین کمیٹی کی متفقہ سفارشات کو مسترد کردیا تھا۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اپنی تقریر میں ۱۹۲۱ء سے اس سوال کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ مجلس قانون ساز کے مسلسل دباؤ کی وجہ سے سر الیگزینڈر مڈیمین نے سر اینڈریو اسکین کی زیر صدارت ایک کمیٹی کے تقرر کا اعلان کیا۔ کمیٹی کی جانب سے پیش کردہ رپورٹ پر حکومت نے غور و خوض کیا اور نتیجتاً" کمانڈر انچیف نے کمیٹی کی سفارشات کو مسترد کرنے کا اعلان کیا۔ مسٹر ایم۔اے۔جناح نے یہ بات زور دے کر کہی کہ کمیٹی کی سفارشات پر غور و خوض سے قبل ہی اعلان کر دیا گیا انہوں نے اس امر کی نشاندہی کی کہ سفارشات ایک زنجیر میں متعدد کڑیوں کی مانند ہیں اور ان کڑیوں کو کسی

مرحلے پر بھی ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا اگر ایسا ہوا تو بہترین مواد کی بھرتی متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتی۔ انہوں نے کہا کہ فوج میں اصلاحات کی تاریخ حکومت کے لئے کسی طور بھی قابل رشک نہیں۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح (بمبئی شہر: مسلم شہری): جناب والا! اس مجلس کی کارروائی کو ملتوی کرنے کی تحریک اس لئے پیش کی ہے تاکہ ایک قطعی، فوری اور عوامی اہمیت کے مسئلہ پر بحث کی جاسکے۔ یعنی وہ اعلان جو ہزا یکسی لینسی کمانڈر انچیف نے ماہ رواں کی آٹھ تاریخ کو کیا، میں چاہتا ہوں جناب والا! کہ اولاً تو میں اس ایوان کی توجہ اس مسئلہ کی مختصر تاریخ کی جانب منعطف کرادوں۔ ۱۹۲۱ء میں ــــ میں اس سے پہلے کی بات نہیں کرنا چاہتا ــــ اس ایوان نے ایک قرار داد منظور کی جسے اس وقت کے کمانڈر انچیف لارڈ رالن سن نے قبول کرلیا تھا جو حسب ذیل تھی:

"جونہی رقم دستیاب ہو ہند میں سینڈ ہرسٹ کی طرز پر فوجی کالج کے قیام کے لئے اقدام کرنا چاہئے اور فوج کے دیگر شعبوں میں تعلیم و تربیت کے لئے ادارے قائم کرنے کی پسندیدگی کو باقاعدگی سے پیش نظر رکھا جائے"۔ (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۱ء جلد اول شمارہ نمبر۱۰ دہلی، ۱۹۲۱ء صفحہ ۱۷۵۳)

اصل قرار داد میں ترمیم کی گئی تھی اور لارڈ رالن سن نے اسے ترمیم شدہ شکل میں ہی قبول کیا تھا۔ جناب والا! میرے دل میں لارڈ رالن سن کے لئے بے حد احترام ہے۔ ہم ان کی جدائی میں بہت بے چین ہیں اور ہم ان کی یاد کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔ کاش وہ آج کمانڈر انچیف ہوتے۔ ۱۹۲۳ء میں مسٹر برڈن نے حکومت کی جانب سے ایک قرار داد میں ترمیم پیش کی اور ۴ جولائی ۱۹۲۳ء کو ترمیم شدہ قرار داد منظور کرلی گئی جو حسب ذیل تھی:

"یہ مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ از راہ عنایت ملک معظم کی حکومت پر قرادادوں ۷، ۸، ۱۰ اور ۱۱

کو جو اس مجلس نے ۲۸ مارچ ۱۹۲۱ء کو ایشر کمیٹی کی رپورٹ کے تعلق میں حکومت ہند کی تائید کے ساتھ منظور کیں جلد از جلد جامہ عمل پہنانے کی ضرورت پر زور دیں (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۳ء' جلد سوم جزو ۶' دہلی ۱۹۲۳ء صفحہ ۴۳۰۰۔)

ایوان کو یاد ہوگا کہ قرار داد نمبرے' ۲۸ مارچ ۱۹۲۱ء کو منظور کی گئی تھی۔ فروری ۱۹۲۵ء میں مسٹر راجو کی قرار داد اس ایوان کے سامنے آئی جو حسب ذیل تھی:

"یہ مجلس گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ ہند کی فوجی ملازمتوں کے ضمن میں ہندیوں کو کمیشن کے عہدوں کے لئے تربیت دینے کی غرض سے کسی مناسب علاقے میں عمدہ ساز و سامان سے لیس فوجی کالج کا آغاز کرنے کے واسطے جلدی قدم اٹھائے اور اس تعلق میں ابتدائی کام شروع کرنے کے لئے ضروری رقم منظور کرے"۔ (مباحث مجلس قانون ساز ۱۹۲۵ء جلد پنجم شمارہ ۱۶ دہلی ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۲۷۱)

قرار داد پر سیر حاصل بحث ہوئی اور سر الیگزینڈر مڈیمن نے ایک ترمیم پیش کی جس کا منجملہ دیگر امور کے ایک مقصد یہ تھا کہ ایک کمیٹی اس امر پر غور کرے کہ کیا ہندی سینڈہرسٹ کا قیام پسندید اور قابل عمل بھی ہے ایوان کے اس جانب ہم نے اس انداز پر اعتراض کیا اور کہا کہ اس مرحلے سے بہت عرصہ ہوا گزر چکے ہیں۔ ہم نے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۳ء میں اپنی قرار دادیں منظور کیں جنہیں حکومت نے قبول کیا کہ ہندی سینڈہرسٹ قائم کیا جانا چاہئے اور جو کام کرنے کا رہ گیا وہ یہ تھا کہ ہندی سینڈ ہرسٹ کے قیام کے سلسلے میں کیا اقدام ہونا چاہئے اس تکرار میں لارڈ رالن سن نے نہایت صاف گوئی کے ساتھ حسب ذیل اعتراف کیا:

"آخری دو مقرروں نے مجھ پر یہ بات عیاں کر دی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی دانست میں اس ایوان پر بھی یہ واضح کر دیا ہے کہ جس موقعہ پر میں نے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۳ء میں

حکومت کی جانب سے ایک ترمیم اور ایک قرار داد قبول کی میں
اس ایوان کے طور طریقوں سے اس قدر آشنا نہ تھا جس قدر
آج ہوں۔ لہٰذا اب میں اس سے زیادہ ہوشیاری کے ساتھ
چلوں گا جتنا میں اس وقت چلا۔ میں دوبارہ غفلت میں نہیں پکڑا
جاؤں گا۔ ہر چند کہ میں معزز پنڈت کی پیش کردہ ترمیم کو بہت
پسند کرتا ہوں مجھے افسوس ہے کہ اسے قبول کرنا میرے لئے
ناممکن ہے"۔ (متذکرہ بالا کتاب صفحہ ۱۲۶۹)

لہٰذا آخری موقعہ پر یعنی فروری ۱۹۲۵ء میں کمانڈر انچیف اس بات پر اڑ گئے کہ حکومت کے سامنے سوال یہ ہے کہ کیا ہندی سینڈ ہرسٹ کا قیام پسندیدہ اور قابل عمل ہے یا نہیں۔ جناب والا! جب تنازعہ اس نہج پر پہنچا تو یہ تجویز کیا گیا میں سمجھتا ہوں کہ میری جانب سے' کہ اس ایوان میں یہ بات طے نہیں کی جا سکتی کہ آیا ہندی سینڈ ہرسٹ کا قیام قابل عمل یا پسندیدہ ہے یا نہیں۔ اس سوال کو حل کرنے کے لئے آپ کو تحقیقات کرنی چاہئے اور بھرپور تفتیش۔ میں سمجھتا ہوں کہ بحث کے بالکل آغاز میں میں نے ہی یہ بات کہی تھی کہ ایک کمیٹی مقرر کی جانی چاہئے۔ میں نے اس وقت کہا تھا۔ "آپ اپنی کمیٹی مقرر کر دیجئے۔ اپنے فوجی لے لیجئے' اپنے غیر فوجی لے لیجئے اور میرے یورپی دوستوں کو لے لیجئے اور کچھ سیاستدانوں کو لے لیجئے۔ لیکن ہم اس معاملے کو اچھی طرح چھان پھٹک لیں اور پھر دیکھیں کہ یہ کمیٹی کس نتیجہ پر پہنچتی ہے"۔ پھر بعد ازاں مارچ ۱۹۲۵ء سر الیگزینڈر مڈیمن نے تسلیم کیا اور کہا کہ وقت آگیا ہے کہ اس سوال پر غور کر لیا جائے اور اعلان کیا کہ ایک کمیٹی مقرر کی جائے گی۔ کمیٹی حکومت ہند نے مقرر کی۔ اس کے اراکین کے انتخاب میں میری کوئی آواز نہیں تھی نہ ہی اس جانب سے کسی اور کی۔ انہوں نے ممتاز فوجیوں کو منتخب کیا اور ایک سینئر غیر فوجی (سویلین) مسٹر برڈن کو نہایت قابل شخص جو کئی برس حکومت کے فوجی سیکرٹری کے عہدے پر متمکن رہے۔ اس کمیٹی میں عظیم فوجی سر اینڈریو اسکین بھی تھے جن کی انصاف پسندی' احساس راستبازی اور دیانت داری کا میں رطب اللسان

ہوں اور جن کے لئے میرے دل میں زبردست احترام ہے۔۔۔ ان سے زیادہ دیانتدار فوجی دنیا کے تختے پر کہیں اور نہیں مل سکتا (تحسین و آفرین)۔ جناب والا! اس کمیٹی نے چودہ ماہ نہایت محنت سے کام کیا اور اپنی رپورٹ حکومت ہند کو بلکہ وائسرائے کو پیش کردی اور ایک مدت مدید کے بعد ہم نے اس کے بارے میں کل ایک اعلان سنا۔ لیکن اس سے قبل مجلس قانون ساز کے گذشتہ اجلاس ستمبر میں اس ایوان نے حکومت کے رائے شماری کے مطالبے کے بغیر سینڈ ہرسٹ کمیٹی کی سفارشات کی بھرپور حمایت کی اور گورنر جنرل بشمول کونسل سے سفارش کی کہ وہ کمیٹی کی سفارشات کو روبہ عمل لانے کے لئے اقدام کرے۔ اس وقت ہمیں بتایا گیا کہ معاملہ ملک معظم کی حکومت یا وزیر ہند کے زیر غور ہے۔ اب جناب والا! اعلان کیا ہے؟ اعلان یہ ہے کہ دس اسامیوں کی بجائے ہمیں بیس اور پانچ ہونگی ۔۔۔ یہاں میں حکومت فوجی سیکرٹری سے درخواست کروں گا کہ اگر میں غلطی کروں تو وہ اصلاح کردیں کیونکہ میں اخباری اطلاعات کا سہارا لے رہا ہوں جو مجھے دستیاب ہیں ۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ دس آسامیوں کی بجائے ان میں اضافہ کرکے بیس کر دیا جائے گا اور پانچ وائسرائے کمیشنڈ افسروں کے لئے مخصوص ہوں گی ....."

ایک معزز رکن: "اور چھ وول وچ میں اور چھ کار نویل میں"

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: "جس کا مطلب ہے کل ملاکر سینتیس"

مسٹرجی۔ ایم۔ ینگ (فوجی سیکرٹری): "یہ بالکل درست نہیں ہے چھ زیادہ سے زیادہ تعداد ہے جو دفتر جنگ وول وچ اور کارنویل میں دینے کے لئے تیار ہے دو نہیں جیسا کہ کمیٹی نے سفارش کی تھی لیکن تعداد کا انحصار اس ضرورت پر ہوگا جو ایک ہندی فضائی دستہ تشکیل دینے کے لئے لاحق ہوگی۔ پہلے سال میں ہمیں چھ مطلوب ہیں"۔

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: "لہٰذا میں کہتا ہوں کہ آپ زیادہ سے زیادہ سینتیس تک جاسکتے ہیں موجودہ نظام کی بنیاد پر جس کی کمیٹی نے سفارش کی"۔

ایک معزز رکن: "اولاً"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "اولاً اور قیامت کے روز تعداد کچھ زیادہ ہو گی"

ایک معزز رکن: "یہ اڑتیس ہو جائے گی"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "تاکہ آپ ہنسی خوشی چلتے رہیں۔ اب' جناب والا! یہ ہے اعلان۔ میں اس ایوان میں ایک بیان دینا چاہتا ہوں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہ یہ نتیجہ جس پر حکومت ہند اور ملک معظم کی حکومت اتنے عرصے کے بعد پہنچی ہے عملاً دفتر جنگ نے کرلیا تھا اور سب کمیٹی کو اپریل۔ مئی ۱۹۲۶ء اس کے پہنچنے فوراً بعد دے دیا گیا تھا۔ اس میں کوئی بات نئی نہیں ہے۔ یہ ایک کیمو فلاج ہے ہمیں یہ بتانے کے لئے کہ یہ سینڈ ہرسٹ کمیٹی سفارشات سے برآمد ہوا ہے سینڈ ہرسٹ کمیٹی کی رپورٹ پر بھرپور غور و خوض کے بعد جو زیر غور رہی کم و بیش دو برس تک۔(

ایک معزز رکن: "شرم") میں یہ بیان اس ایوان میں دیتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی اس کی تردید کردے۔ یہ پہلی بات ہے جو مجھے کہنی تھی۔

"اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ صورت حال کیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ کمانڈر انچیف نے سینڈ ہرسٹ کمیٹی کی سفارشات کو مسترد کرنے کے ضمن میں اپنے دلائل پیش کئے ہیں۔ جناب والا! میں اپنے معینہ وقت سے زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا اور جو کچھ میں کہتا ہوں یہ ہے کہ عملاً سینڈ ہرسٹ کمیٹی کی جملہ سفارشات ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں اور زنجیر کی باہم دگر منسلک کڑیوں کی طرح سے قائم ہیں۔ ہمارے امور مفوضہ جن کا میں ایوان کے سامنے ذکر کروں گا حسب ذیل تھے۔

> "کن ذرائع سے یہ ممکن ہو گا کہ کنگ کمیشن کے لئے ہندی امیدواروں کی دستیابی موجودہ صورت کے لحاظ' تعداد اور معیار دونوں اعتبار سے بہتر ہو جائے۔
>
> کیا یہ پسندیدہ اور قابل عمل ہو گا کہ ہند کی فوج میں کمیشن کے عہدوں کے لئے ہندیوں کو تربیت دینے کی غرض سے ہند میں فوجی کالج قائم کردیا جائے"۔(دی انڈین کوارٹرلی رجسٹر ۱۹۲۷ء جلد نمبر۱ ص ۱۱۲)

اب جناب والا! سینڈ ہرسٹ کے قیام کا نظام الاوقات اور ملک کے تعلیمی اداروں کے ساتھ رابطہ ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں۔ آپ بہترین مواد کی بھرتی کو جو آپ کو مطلوب ہے حقیقتاً" اور واقعتاً" متاثر کئے بغیر ان میں سے ایک کو حذف اور دوسرے کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ ہم نے جو ذرائع تجویز کئے وہ تعداد اور معیار دونوں کی اصلاح کے لئے ہیں انہیں قبول نہیں کیا گیا۔ پھر ہم نے سینڈ ہرسٹ کے قیام کے ضمن میں جو دلائل پیش کئے وہ پیراگراف نمبر ۳۵ میں درج ہیں اور جو کچھ ہم کہتے ہیں میں اسے ایک دومنٹ میں مختصراً بیان کر دوں گا۔ یہ بالکل واضح معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے ہندیانے کی ایک تدریجی اسکیم تجویز کی اسی طرح کنگ کمیشن کے لئے ہندی امیدواروں کی دستیابی' تعداد اور معیار دونوں اعتبار سے بہتری کے لئے یہ اقدام بھی ضروری ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ امیدواروں کی فراہمی ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ ہند کے پاس ایک اپنا خود کفیل ادارہ ہونا چاہئے اور پھر ہم کہتے ہیں کہ:

> "صرف ان وجوہات کی بنا پر ہم سمجھتے ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو ایک فوجی کالج کی داغ بیل ڈال دینا ایک عمدہ حکمت عملی ہوگی اور اس لئے نہ صرف کالج کے ڈھانچے کی تعمیر بنا کسی تاخیر کے شروع کر دیجئے بلکہ انگلستان کی طرح ہند میں بھی روایات اور شعور کی تعمیر بھی جو حصول کامیابی کے لئے بالکل ناگزیر ہوگی۔ طریقہ کار وقت طلب ہے اور آغاز ملتوی نہیں ہونا چاہئے اور مزید یہ کہ بہترین شہادتوں کے مطابق انگریزی سینڈ ہرسٹ میں گنجائش جلد ختم ہو جائے گی اور اس لئے ہند کو اپنا ادارہ شروع کرنا ہوگا"۔

جناب والا! پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہندی سینڈ ہرسٹ کے قیام کا کام یا اس کا فیصلہ ہم اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے اس کا فیصلہ کب کیا جائے گا' ہم نہیں جانتے۔ اگلی بات اور اعلانیہ کا سب سے زیادہ قابل اعتراض حصہ۔ اور یہ سب سے زیادہ اہم

اہم نکتہ ہے ---- وہ ہے معاملہ نہ صرف آٹھ یونٹس کے نظام کو برقرار رکھنے بلکہ اس میں توسیع کا۔اور جناب والا! آٹھ یونٹس کے بارے میں میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ میں قبل ازیں کہہ چکا ہوں۔ اس میں تو اسکیم کے ابتدائی اعلانیہ کی شان بھی نہیں جو لارڈ رالن سن نے فروری ۱۹۲۳ء میں کیا تھا۔ کیونکہ لارڈ رالن سن نے اپنے اعلانیہ میں کم سے کم یہ بات تو صاف کردی تھی کہ جب ہندی کنگ کمیشن کے افسروں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا تو فاضل (افسروں) کو دوسری یونٹوں میں تعینات کر دیا جائے گا۔ لیکن اب کمانڈر انچیف واضح طور پر یہ کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ وہ فاضل آمد کو کھپانے کے لئے متجانس یونٹوں کا آغاز کر دیا جائے گا تاکہ ایک ہندی افسر کبھی بھی ایک انگریز افسر کی کمان نہ کر سکے۔ انہوں نے یہ بالکل واضح کردیا۔ یہ ہے جناب والا! آٹھ یونٹس اسکیم۔

اب جناب والا! میں صرف ایک بات اور کہوں گا اور بیٹھ جاؤں گا اور وہ یہ ہے ہم یہ کوششیں سالہا سال سے کر رہے ہیں اور میں گذشتہ تاریخ بیان کرنا نہیں چاہتا۔ ۱۹۲۱ء سے بھی آغاز کریں تو یہ تاریخ حکومت کے لئے قابل رشک نہیں' جناب والا! اور پھر بھی وزیر ہند نے حال ہی میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا:

> "اب میرے امراء! میں حال کی طرف آتا ہوں۔ گذشتہ تین برسوں کے دوران ہر عقیدے' ہر اعتقاد اور ہر سیاسی مکتب فکر کے ممتاز ہندیوں کے ساتھ گفتگو کرنا میرا فریضہ منصبی رہا ہے۔ میں نے ان سب سے جو ہند کی آئینی ارتقا کے تعلق میں ہمارے رویہ کے نکتہ چیں تھے یہ سوال دریافت کیا: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ برطانوی فوج کو ہند سے واپس بلا لیا جائے؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سول سروس کو ہند سے واپس بلا لیں؟ یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہند کے ساحلوں سے برطانوی بحریہ کا تحفظ واپس لے لیا جائے۔ مجھے ایک ہندی بھی ایسا نہیں ملا وہ اس حکومت کے خواہ کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو' ہند کی ترقی کے ضمن

میں ہماری تجاویز کا کتنا ہی نکتہ چیں کیوں نہ ہو جس نے اس
خواہش کا اظہار کیا ہو کہ فوج کو واپس بلا لیا جائے یا......"

جناب صدر: "آرڈر۔ آرڈر۔ میں معزز رکن سے کہوں گا کہ وہ ختم کریں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں اس اقتباس کو مکمل کرنے کے سوا کچھ نہیں کہوں گا"

"یا یہ کہ انڈین سول سروس کو واپس بلا لینا چاہئے یا یہ کہ
بحریے کا تحفظ واپس لے لینا چاہئے"۔

جناب والا! میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہ بالکل درست نہیں ہے۔(تحسین و آفریں)

سائمن کمیشن کے لئے مطالبہ زر
تخفیف کی تحریک کی حمایت

۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء

(پنڈت موتی لال نہرو نے ۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء کو مجلس قانون ساز میں تحریک پیش کی کہ متفرق مطالبہ زر کو تین لاکھ چالیس ہزار روپیہ کے بقدر کم کر دیا جائے۔ اس رقم کا سائمن کمیشن کے اخراجات پورے کرنے کے لئے مطالبہ کیا گیا تھا۔ تحریک تخفیف کی حمایت کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ حکومت نے ہند کے عوام الناس سے مشورہ کئے بغیر کمیشن مقرر کیا ہے چنانچہ یہ امر پسندیدہ ہوگا کہ اس مطالبہ زر کو مسترد کر دیا جائے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ کمیشن ہند کے مفادات کے منافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس اصول کی بنا پر کمیشن مقرر کیا گیا ہے وہ اس امر سے مشروط ہے کہ ہند دستوری ارتقاء کے نا اہل ہے۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جناب والا! مجھے آنریبل ممبر داخلہ کے ایک نہایت عجیب و غریب دستوری نظریہ پیش کرنے پر کسی قدر تعجب ہوا۔ جیسا کہ میں نے انہیں سمجھا ہے انہوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ پارلیمان نے ایک کمیشن مقرر کرنے کا فیصلہ کیا

چنانچہ یہ فیصلہ ہو جانے کے بعد اس مقصد کے لئے مطالبہ زر کو مسترد کرنا اس ایوان کے بس میں نہیں ہے۔

آنریبل مسٹر جے۔ گریارنہ "میں نے یہ نہیں کہا تھا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ یہ انتہائی غیر دانشمندانہ ہوگا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں آنریبل ممبر داخلہ کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنے موقف کی اصلاح کر لی۔ (حزب اقتدار کے ایک معزز رکن: "آپ کی اصلاح کی گئی ہے") پس جناب والا! ہم کسی دستوری روایت یا قانون کی وجہ سے اس مطالبہ زر کو منظور کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ لہٰذا جناب والا! اس ایوان کو اس مسئلہ پر اس کے حسن و قبح کی بنیاد پر غور کرنا ہوگا کہ کیا یہ مناسب ہوگا یا نہیں ہوگا کہ ہم اس مطالبہ زر کی موافقت میں رائے دیں یا نہ دیں۔ یہ مسئلہ ہے جس کا سامنا کرنے کے لئے میں تیار ہوں۔

پس جناب والا! جب مسئلہ یہ ہو تو آیئے ہم صورت حال کا جائزہ لیں۔ صورت حال یہ ہے کہ پارلیمان نے اس ملک میں کسی ذمہ دار شخص کی رائے معلوم کئے بغیر اس کمیشن کو مقرر کر دیا۔ یہ کہ کمیشن کی تقرری کے بعد جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں ان سے آج کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کی بھی نیابت نہیں کرتے۔ ہند کی تمام سیاسی جماعتوں نے اس کمیشن کے خلاف احتجاج کیا۔ جناب والا! میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ جو لوگ اپنی وجوہات کی بنا پر اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے خواہاں ہیں وہ بھی اسے نامنظور کرتے ہیں اور انہوں نے بھی اس کمیشن کی ہیئت ترکیبی کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ اب ہم سے کہا جاتا ہے کہ اس کمیشن کو اپنی مہتم بالشان کارنامہ سرانجام دینے کی اجازت نہ دینا غیر دانشمندانہ فعل ہوگا۔ جناب والا! ہم نے پہلے ہی یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ کمیشن ممکنہ طور پر ہند کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ یہ محض ہیئت ترکیبی اور اسکیم اور اس طریقہ کار کا سوال نہیں جس کا اعلان سر جان سائمن نے چیرمین کی حیثیت سے کیا ہے بلکہ ہم اس امر کے قائل ہیں کہ یہ کمیشن ہند کے مفادات کے منافی ہے۔ ہم نے اس سوال پر بار بار بحث کی ہے۔ ہم مزید یہ

محسوس کرتے ہیں کہ اس کی ابتدا' وہ اساسی اصول جس پر کمیشن کے تقرر کی بنا رکھی گئی فی نفسہ اس مفروضہ پر قائم ہے کہ ہند کسی بھی آئینی پیش رفت کے نا اہل ہے۔ اب ہمیں بتایا جاتا ہے کہ اس معاملے سے نہ صرف ملک معظم کی حکومت کا تعلق ہے یہ کہ نہ صرف پارلیمان کا تعلق ہے اور ہند کی سیاسی جماعتوں کا تعلق ہے' حکومت ہند کا تعلق ہے بلکہ ایک چوتھا فریق بھی ہے جس کا اس سے تعلق ہے اور وہ ہے ہند کے مفادات اور پورا ملک جس کے بارے میں بھی سوچنا چاہیئے۔ اس چوتھے فریق سے آنریبل ممبر داخلہ کا کیا مطلب ہے؟ کیا ان کی مراد کاسہ لیسوں اور جو حکمِ سرکار' کے ہجوم سے ہے؟ (زور دار قہقہہ) یا ان کی مراد ان غریب' ناخواندہ لوگوں سے ہے جنہیں سرکاری ہتھکنڈوں کے ذریعہ جال میں پھنسانا مقصود ہے؟ کیا ان کی مراد یہ ہے کہ وہ اس ملک میں چوتھے فریق کی حیثیت رکھتے ہیں؟ کس کے مفادات کا تحفظ کیا جائے گا؟ جناب والا! جونہی اس کمیشن نے اس سرزمین پر قدم رکھا اس نے عوام الناس کے جانی اتلاف اور جراحتوں کی شکل میں اپنی حصہ وصول کر لیا۔

مسٹر کوس گریو (آسام: نامزد سرکاری): "قصور کس کا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "آپ کا قصور' کیونکہ آپ عوام الناس کی مرضی و منشا کے خلاف اس کمیشن کو ہند پر زبردستی ٹھونس رہے ہیں مسلط کر رہے ہیں۔ آپ اس کمیشن کو دیکھ بھال کے دورے پر لے گئے' ملک کی جاسوسی کی غرض سے' پولیس کی محافظت میں اور خفیہ پولیس کی اعانت کے ساتھ اور اس ملک کے ضابطہ فوجداری کے نفاذ کے ذریعہ (ایک معزز ممبر: "دفعہ ۱۴۴") اور یہ ہے وہ طریقہ جس طریقے سے آپ اس ملک کے دستور کے بارے میں تفتیش اور تحقیقات کرنا چاہتے ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو رقم کی منظوری دے دیں۔ یہ لغو بات ہے۔ جناب والا! میں حزب اقتدار کی ذہنیت کو سراہنے سے قاصر ہوں۔ جناب والا! میری گذارش ہے کہ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ایوان اس مطالبہ زر کو مسترد کردے۔ مجھے اس پر حیرت ہوئی کہ ہمارے ممبر مالیات نے جو حکومت ہند کی نیابت کرتے ہیں یہ تحریک پیش کی۔ مجھے کم سے کم ان سے یہ توقع نہیں تھی' جیسا کہ انہوں نے اکثریہ

اعلان کیا کہ وہ بھی ایک سوراجی ہیں' ان سوراجیوں سے بہتر سوراجی جن سے ہم واقف ہیں' کہ وہ یہ تحریک پیش کریں گے"۔

دیوان چمن لال: "جھوٹ کے بادشاہ بھی ہیں"

جناب صدر: "آرڈر۔ آرڈر"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "اور جناب والا! جب انہوں نے وقفے وقفے سے وہ اعلان اس ایوان میں کیا تو مجھے اس اعلان پر کچھ شبہ سا ہو چلا تھا لیکن جب گذشتہ روز انہوں نے اپنے کاندھے اچکائے اور اس ایوان سے باہر نکل گئے تو مجھے خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ کسی نہ کسی طرح کے سوراجی ضرور ہیں (زور دار قہقہہ) اور جب رائے شماری کی گھنٹی بجی تو انہوں نے اپنے حواس مجتمع کئے اور لابی میں تشریف لے گئے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی رائے شماری کرائی"۔

جناب صدر: "آرڈر۔ آرڈر' میں نہیں سمجھتا کہ یہ متعلق بات ہے"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جناب والا! میری گذارش یہ ہے کہ بالکل متعلق بات ہے کہ ممبر مالیات کو جنہوں نے اس ایوان میں بار بار سوراجی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اپنی دانست میں یہ درست سمجھا کہ وہ اس مطالبہ زر کو اس ایوان کے سامنے پیش کریں۔ یہ ہے میرا نکتہ اور میں کہتا ہوں' کہ جناب والا! ممبر مالیات کو یہ مطالبہ زر ہرگز اس ایوان کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہئے تھا۔

اب جناب والا! میں اس معاملے پر بحث نہیں کرنا چاہتا جس میں آنریبل ممبر داخلہ نے دو کمیٹیوں کا تذکرہ کیا جو مقرر کی گئی ہیں۔ لیکن جناب والا! اس میں نکتہ کیا ہے؟ کیا آپ ہماری مشکلات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں؟ کیا یہ وجہ ہے کہ ہم اس مطالبہ زر کو منظور کرنے پر مجبور ہو جائیں جو ایسے کمیشن کے اخراجات سے متعلق ہے جو ہمیں مطلوب نہیں؟ یہ کیسی دلیل ہے۔

میں اس ایوان کو مزید زحمت نہیں دینی چاہتا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ معزز اراکین بھی جو اس کمیشن کو قبول نہ کرنے کی تحریک کے حق میں نہیں تھے اس امر پر غور فرمائیں گے کہ بہرکیف جہاں تک ان کا تعلق ہے انہیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ

ان کے خیالات کے مطابق بھی یہ کمیشن اطمینان بخش نہیں ہے اور انھیں اس صرف کے حق میں اپنی رائے نہیں دینی چاہئے"۔

صوبہ سرحد میں دستوری اصلاحات

ایک فریق کو دوسرے فریق کے مقابلے میں لانے کی حکمت عملی ترک کر دیجئے

۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء

(سر بارسل بلیکیٹ نے ۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء کو تحریک پیش کی کہ شمال مغربی سرحدی صوبے کا نظم و نسق چلانے کے لئے اٹھاسی لاکھ اکہتر ہزار روپے کی رقم منظور کی جائے۔ اس پر سر سرفراز حسین خاں نے تحریک پیش کی کہ اصلاحات کے مسئلے پر بحث کرنے کے لئے اس رقم کو بقدر سو روپیہ کم کر دیا جائے۔ مقرر نے تحریک کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کا آغاز ۱۹۲۱ء میں سر شوا سوامی آئیر کی قرار داد سے ہوا۔ پھر ۱۹۲۴ء میں ڈینیر برے کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی پھر ۱۹۲۶ء میں مجلس قانون ساز نے ایک قرار داد منظور کی جس میں صوبے کے لئے اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا۔ ۱۹۲۸ء تک حکومت نے برے کمیٹی کی رپورٹ پر کوئی کارروائی نہیں کی اگرچہ دو برس بیت چکے تھے۔ مسٹر ایم۔اے۔ جناح نے تحریک پر تقریر کرتے ہوئے حکومت کی اس حکمت عملی پر تنقید کی جو اس نے برے کمیٹی کی رپورٹ کے ضمن میں اختیار کی اور حکومت پر زور دیا کہ

وہ ایک فریق کو دوسرے فریق کے مدمقابل لانے کی حکمت عملی کو ترک کر دے۔)

مسٹرایم۔ اے۔ جناح (بمبئی شہر: مسلم شہری): "جناب والا! میں نے اس مسئلہ پر اپنے دوست سر دینیز برے کی تقریر ایک برس کے بعد ایک بار پھر سنی اور میں کہوں گا کہ یہ ایک المناک تقریر تھی۔ یہ آغاز سے اختتام تک نثر کا ایک حسین ٹکڑا تھا۔ لیکن اس میں ایک سوال کا جس سے اس ایوان کو سب سے زیادہ دلچسپی تھی جواب نہیں دیا گیا اور وہ یہ ہے کہ کیا اس امر کا کوئی امکان ہے کہ یہ مسئلہ جو پانچ برس یا اس سے بھی زیادہ عرصے سے آپ کے زیر غور ہے حتمی طور پر طے ہو جائے گا اور کیا کسی فیصلہ کے اعلان کا کوئی امکان ہے؟ اس بحث میں اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملا اور صورت حال اسی طرح ہے جس طرح ایک برس پہلے کی بحث میں تھی۔

جناب والا! ہو سکتا ہے کہ حکومت پر میرا یقین متزلزل ہو جائے۔ میرے معزز دوست سر عبدالقیوم کا حکومت پر یقین متزلزل نہیں ہو سکتا لیکن میں اپنے دوست کو ایک بات بتا سکتا ہوں کہ میرے اپنے عوام پر میرا یقین اسی طرح تابناک، مستحکم اور مضبوط ہے۔ یہ پہلی بات ہے جس پر آپ کو اپنا ذہن تیار کرنا ہے۔ کیا آپ کو اپنے لوگوں پر یقین ہے یا نہیں؟ سرعبدالقیوم نے کہا ہے کہ وہ کسی بھی طرح کی اصلاحات سے مطمئن ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ بہر حال کونسل کی حکومت کا فائدہ بھی کیا ہے؟ لیکن میں ان سے اتفاق نہیں کرتا۔ جناب والا! جو جدوجہد پورا ہند کر رہا ہے اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کر رہا ہے اس کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ تھوڑی سی اصلاحات یہاں ہو جائیں اور تھوڑی وہاں بلکہ ہم جس چیز کے لئے کوشاں ہیں وہ یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح شمال مغربی سرحدی صوبے میں فی الفور آغاز ہو جائے۔ ۱۹۲۲ء میں برے کمیٹی نے جس چھوٹی سی ابتدا کی سفارش کی تھی ہم اس سے بھی مطمئن ہو جائیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ معزز ممبر سر دینیز برے جو حکومت کے نمایندے کی حیثیت سے یہاں تشریف فرما ہیں اس رپورٹ کو ردی کا ٹکڑا تصور کرتے ہیں....."

سر دینیز برے: "نہیں جناب والا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "آپ نے اس سے روی کے ٹکڑے کا سا سلوک کیا ہے"

سر دینیز برے: "نہیں جناب والا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: آپ یہاں کھڑے ہوتے ہیں اور ہم سے کہتے رہتے ہیں کہ معاملہ زیرِ غور ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ معاملہ کسی بھی ذمہ دار حکومت کے لئے قابلِ رشک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اپنی کمیٹی مقرر کی جس کے چیرمین آنریبل سر دینیز برے تھے، ایک اکثریتی رپورٹ تھی اور اس رپورٹ کے ساتھ حکومت اس وقت تک، میں دہراتا ہوں، ایسا سلوک کر رہی ہے گویا وہ روی کا ایک ٹکڑا ہو"

سر دینیز برے: "نہیں جناب والا"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں کہتا ہوں، جناب والا! یہ فیصلہ کرنا اور اس پر اظہار رائے کرنا اس ایوان کا کام ہے کہ کیا سر دینیز برے جو بیان دیتے ہیں وہ درست ہے۔ آپ نے کیا کیا ہے؟ اس پر بیٹھے ہوئے ہیں"۔

لالہ لاجپت رائے: "غور کر رہے ہیں۔ انڈوں سے بچے نکال رہے ہیں"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "یہ بات کہنے کا کیا فائدہ ہے کہ معاملہ زیرِ غور ہے؟ اور جناب والا! جب حکومت کسی اور پر الزام دھرنے کے لئے بہانہ تلاش کرنا چاہتی ہے تاکہ وہ اسے سرد خانے کی نذر کر سکے کیونکہ وہ اس کے مناسب حال نہیں تو وہ فوری طور پر جھپٹ کر کوئی نہ کوئی بہانہ تراش لے گی۔ حکومت کہتی ہے کہ یہ دشواری ہمارے لئے زبردست سدِ راہ ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہندو اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جناب والا! اچانک حکومت کے دل میں ہندوؤں کے لئے احساسات اور جذبات ایک خاص قسم کی انسیت یا محبت پیدا ہو جاتی ہے ......"

پنڈت موتی لال نہرو: "خاص طور پر لالہ لاجپت رائے کے لئے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "اور خاص طور پر میرے دوست لالہ لاجپت رائے کے لئے۔ میں جانتا ہوں ڈاکٹر مونجے ان سے حسد کرنے لگیں گے۔ اور جناب والا!

مسلمانوں سے حکومت کہتی ہے "اچھا ہم تو تمہارے دوست ہیں لیکن یہ بدمعاش ہندو دشواریاں پیدا کر رہے ہیں" اور مسلمان فوراً اعتبار کر لیتے ہیں اور میرے معزز دوست کا حکومت پر یقین برقرار رہتا ہے اور وہ ہر بار حکومت کی لابی میں اپنا ووٹ ڈال دیتے ہیں۔ لیکن جناب والا! بہرنوع مجھے امید ہے کہ آج وہ اپنا ووٹ حکومت کے خلاف دیں گے۔ جناب والا! آج کا دن ایک ریکارڈ دن بن جائے گا' اگر وہ ہمارے ساتھ لابی میں چلے گئے۔ لیکن جناب والا! اس سے بڑی بات یہ کہ اس ڈھونگ کا جسے وہ بڑے کمیٹی کی سفارشات کو جو ہنوز زیر غور ہیں جامہ عمل پہنانے کی راہ میں سب سے بڑی دشواری قرار دیتے ہیں' بھرم کھل گیا۔ اور یہ کہنے میں بڑی مسرت محسوس ہوتی ہے کہ یہ بھرم میرے دوست لالہ لاجپت رائے کی تقریر سے کھلا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہ باتیں یقیناً جان لیتے ہیں اگرچہ ذرا آہستہ آہستہ۔ میرے ہندو دوستوں نے محسوس کر لیا تھا اور میرے مسلمان دوستوں نے اب محسوس کیا ہے کہ یہ پرانا کھیل ہے جو کچھ نہ کچھ کامیابی کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ لیکن جناب والا! اب یہ کھیل نہ کھیلئے۔ جتنی جلد آپ اسے ترک کر دیں گے اتنا ہی یہ آپ کے مفاد میں بہتر ہوگا اور ہمارے مفاد میں بھی۔ آیئے ہم اصل مسئلہ پر بات کریں۔ آیئے ہم ہر سوال سے اس کے حسن و قبح کے مطابق نمٹیں اور ہمیں اس بات کا بخوبی علم ہے جناب والا! کہ اس ملک میں بہر کیف تین فریق ہیں۔ چوتھے فریق کی بات نہ کیجئے جسے حال ہی میں ممبر داخلہ نے دریافت کیا ہے۔ اور یہ تین فریق جنہیں اس ملک کی آئندہ ترقی اور بہبود سے دلچسپی ہے وہ ہیں ہندو' مسلمان اور انگریز اور اس ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں اور جس قدر جلد آپ یہ محسوس کر لیں گے اسی قدر بہتر ہوگا۔ آپ ان کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیجئے انہیں آپس میں ربط قائم کر لینے دیجئے انہیں آپس میں ہم آہنگی پیدا کر لینے دیجئے انہیں ایک دوسرے سے لڑایئے نہیں۔ جناب والا! وہ جو اب کیا ہے جو آج حکومت نے دیا ہے؟ جواب بہت سہل سا ہے۔ معاملہ زیر غور ہے۔ سر د۔ نیز برے نے حقائق کے بارے میں متعدد بیانات دیئے جن سے مجھے کوئی پرخاش نہیں کہ تعلیم میں' ہسپتالوں کے قیام' سڑکوں کی تعمیر وغیرہ کے معاملوں میں

تھوڑی بہت بہتری ہوئی ہے۔ جناب والا! ان پیش پا افتادہ باتوں سے اصل مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں۔ سادہ سی بات یہ ہے کہ ہمیں حکومت کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا اور نہ ہی میں نے سر دینیز برے یا ممبر داخلہ کی طرف سے کوئی نئی دلیل سنی جو انہوں نے اس ایوان کے سامنے پیش کی ہو جس سے برے کمیٹی رپورٹ کو جامہ عمل پہنانے میں تاخیر کو جواز ملتا ہو۔ جناب والا! میں سر دینیز برے کے ساتھ ہمدردی کااظہار کرتا ہوں' جیساکہ خود انہوں نے کہاکہ ان کی ساکھ تباہ و برباد ہوگئی۔ میں ان کے ساتھ "کلیتا" متفق نہوں نہ صرف یہ تباہ و برباد ہوگئی بلکہ اسے دفن کر دیا گیا۔ اور لہٰذا انہوں نے اس اعلان کے سائے میں پناہ لے لی جو سرالیگزینڈر مڈیمین سابق ممبر داخلہ نے کیا تھا۔ جنہوں نے اصلاً کہا تھا کہ اس معاملے پر غور کیا جائے گا۔ آج ہمیں ممبر داخلہ کی تقریر سننے کا شرف حاصل ہوا' ممبر داخلہ نے ایک بالکل ہی مختلف مسئلہ پر بحث کی اور اس اصل مسئلہ پر نہ روشنی ڈالی اور نہ ہی کوئی رہنمائی کی جو اس ایوان کے سامنے ہے۔ جناب والا! کیا یہی وجہ ہے کہ لیک بالکل خارج از موضوع معاملے پر گفتگو کرنے کے لئے اس بحث میں حصہ لیا۔ میں ان لوگوں سے دریافت کرتا ہوں جو حکومت ہند کی نیابت کرتے ہیں۔ آپ کا جواب کیا ہے؟ ہنوز معاملہ زیر غور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ممبر داخلہ اور سر دینیز برے نے اس ایوان کے ساتھ اتنا اخلاق تو برتا جو وزیر ہند نے دوسری جگہ نہیں برتا جب ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ کیا وہ اندازاً ایسی تاریخ بتا سکتے ہیں جب انتظامیہ اور عدلیہ کو ایک دوسرے سے علاحدہ کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا معاملہ زیر غور ہے۔ جب انہیں یہ یاد دلایا گیا کہ نو ماہ قبل بھی اسی طرح کا جواب دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ رواں صدی کے اختتام سے قبل ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سر دینیز برے کی مراد بھی یہی ہے کہ اس فیصلہ سے اس صدی کے ختم ہونے سے قبل کسی وقت اس ایوان کو مطلع کر دیا جائے گا۔ جناب والا! اس تقریر پر جو انہوں نے ارشاد فرمائی اور جو جواب انہوں نے دیا اس پر انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں"۔

کل جماعتی قومی موتمر

نہرو رپورٹ پر مسلم لیگ کی ترجمانی

۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء

(نہرو رپورٹ پر بحث و تمحیص کے لئے کل جماعتی قومی موتمر کا اجلاس ۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو کلکتہ میں منعقد ہوا۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے موتمر میں مسلم لیگ کا موقف پیش کرنے کے لئے ۲۴ ارکان پر مشتمل ایک وفد مقرر کیا تھا۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلم لیگ کی جانب سے تقریر کرتے ہوئے موتمر کے سامنے مسلمانوں کے مطالبات پیش کیے۔)

جناب چیرمین اور مندوبین: آپ نے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس کی رپورٹ پہلے ہی پڑھی اور آپ کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہے۔ مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ نہ کسی طور پر بھی مفید ہے اور نہ نافع۔ حضرات، مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس امر کا احساس ہوگا کہ موجودہ لمحہ بہت سنگین اور بہت اہم ہے نہ صرف مسلمانوں کے مفاد کے لئے بلکہ سارے ہند کے لئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تسلیم کر لیا جائے گا کہ ہماری ترقی کے لئے یہ بالکل ناگزیر ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی تصفیہ ہو جانا چاہئے اور یہ کہ تمام فرقے اپنے وسیع و عریض ملک میں دوستی اور ہم آہنگی کے جذبے کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ کوئی بھی ملک دوسری

غالب قوم سے ایک جمہوری دستور چھپنے میں داخلی طور پر اقلیتوں کو تحفظات کی ضمانتیں فراہم کئے بغیر جہاں کہیں بھی یہ مسئلہ پیدا ہوا' نمائندہ ادارے قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اکثریتوں کا جابرانہ اور ظالمانہ روپ دھار لینا فطرتی امر ہے اور اقلیتوں کو ہمیشہ یہ خوف اور خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ الا ان کے مفادات اور حقوق کے تحفظ کا آئینی اہتمام واضح اور حتمی انداز میں ہو وہ نفرت اور تعصب کا شکار ہو سکتے ہیں لیکن یہ خدشہ اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ہمیں ایک فرقہ وارانہ اکثریت سے نمٹنا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ آپ موجودہ حالات پر غور کریں گے جن کے تحت ہم کام کر رہے ہیں اور جدوجہد آزادی میں مصروف ہیں اور آپ اپنی رائے مجوزہ ترامیم کی موافقت میں دیں گے جن کے بارے میں میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ منصفانہ اور معقول ہیں اور ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی سے ہمکنار کرا سکتے ہیں۔

پہلا نکتہ جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ نکتہ ہے ہماری اس تجویز کے بارے میں کہ مرکزی مقننہ میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہیں ہونی چاہئے۔ ہم تجویز کرتے ہیں کہ مرکزی مقننہ کے منتخب اراکین کی ایک تہائی مسلمان ہونے چاہئیں اور اس حد تک ملک کے مخلوط انتخابات میں ان کی نشستیں ان کے لئے محفوظ کر دی جائیں۔ اب نہرو رپورٹ کہتی ہے کہ اس اسکیم کے مطابق جو انہوں نے مرتب کی ہے اس امر کا امکان ہے کہ مرکزی مقننہ میں مسلمانوں کو ایک تہائی اور اس سے بھی زیادہ نشستیں مل جائیں۔ وہاں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ پنجاب اور بنگال کو ان کے تناسب سے زیادہ نشستیں مل جائیں گی اور نہرو رپورٹ میں پیش کردہ اسکیم کے تحت ہند کے اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے نمائندگی مل جائے گی۔ ہم جو کچھ محسوس کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ اگر یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کو مرکزی مقننہ میں ایک تہائی نمائندگی حاصل ہو جائے اس کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ نہ تو ان صوبوں کے لئے منصفانہ ہے جن میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور نہ ہی یہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ہمیں مرکزی مقننہ میں ایک تہائی نمائندگی حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا مسلم اکثریت کے دو صوبوں ـــــ پنجاب اور بنگال

---- کو ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ مل جائے گا جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ امیر کو زیادہ دے رہے ہیں جنہیں معمول کے حالات میں بھی مسلم نمائندوں کی بہت بڑی تعداد حاصل ہوگی اور آپ مسلم اقلیتی صوبوں کو عظیم اہمیت سے محروم کر رہے ہیں اور انہیں محدود کر رہے ہیں کہ انہیں ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ نہ ملے۔ جب کہ ہم پنجاب اور بنگال کو ان کی آبادی کے لحاظ سے محدود کر رہے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ فاضل نشستیں مسلم اقلیتی صوبوں میں تقسیم کر دی جائیں دوسرے لفظوں میں ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہم ایک تہائی تو مسلمانوں کی خواہش کے مطابق ڈھال لیں۔ مدراس اور بمبئی کا معاملہ لے لیجئے۔ ہمیشہ ایک ہی معیار نہیں رکھا جاتا یعنی سروں کو گننا۔ ان دو صوبوں کی اہمیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ یو۔ پی کا معاملہ لے لیجئے یہ مسلمانوں کی ثقافت کا مرکز اور دل ہے اور مرکزی مقننہ میں نمائندگی کی خاطر انہیں ان کی آبادی کی تعداد کے اعتبار سے محدود کر دیا جائے۔ پھر ان تین صوبوں کی' سندھ علاحدہ کیا جا رہا ہے' صورت حال بہ اعتبار آبادی یہ ہوگی یو پی ۱۴ فیصد جو طریقہ کار ہم اختیار کرانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ ایک تہائی اور ایک چوتھائی میں جو کچھ فاضل ہے وہ دیگر صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے مسلمانوں کے نزدیک ان کی اہمیت کے پیش نظر نہ کہ آبادی کے لحاظ سے مجھے یقین ہے کہ ہمارے سروں کو گننے کے علاوہ بھی ملحوظ خاطر رکھنے کے لئے زیادہ وزنی اور اہم بات ہو سکتی ہے جس کو نظر انداز نہیں ہونا چاہئے۔ یہ مقننہ میں ووٹ حاصل کرنے کا سوال نہیں ہے بلکہ یہ بھی از بس ضروری ہے کہ صوبوں کے مختلف علاقوں کو جو خود بہت وسیع و عریض ہیں مقننہ میں نمائندگی حاصل ہو جائے تاکہ مقننہ کے ایوان میں لوگوں کے مسائل یا ان کی شکایات کی مناسب اور بھرپور انداز میں ترجمانی ہو سکے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب مناسب حقائق اور دلائل ایک واحد نمائندے کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں اور جب وہ قائل کرنے والے ہوں تو وہ پوری مقننہ کو اپنے ساتھ بہا لے جاتے ہیں۔ درحقیقت بات یہ ہے آبادی کی بنیاد کے علاوہ جو فاضل نشستیں ہیں نہرو رپورٹ وہ پنجاب اور بنگال کو تحفہ کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہیں جب کہ ہم یہ تجویز کرتے ہیں

کہ یہ سات یا آٹھ نشستیں مسلم اقلیتی صوبوں میں تقسیم کر دی جائیں۔

ہماری اگلی تجویز یہ ہے کہ بالغ رائے دہی کا طریقہ تسلیم نہ ہونے کی صورت میں پنجاب اور بنگال میں بھی آبادی کی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے نشستیں محفوظ کر دی جائیں۔ لیکن انہیں زیادہ کے لئے انتخاب لڑنے کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ بلا شبہ یہ مشروط ہوگا اس سے کہ دس برس کے بعد اس سوال کا از سر نو جائزہ لے لیا جائے۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ مستقبل قریب میں بالغ رائے دہی کا طریقہ عملی سیاست کے دائرے میں آ جائے گا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ابتداً یہ تجویز مارچ ۱۹۲۷ء میں مسلم رہنماوں کی طرف سے آئی تھی جو دہلی مسلم تجاویز کے نام سے معروف ہوئی۔ اس پر آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس بمبئی اور پھر مدراس کانگرس کے کھلے اجلاس میں بحث ہوئی اور اس کی توثیق کر دی گئی۔ مسلم لیگ نے بھی دسمبر ۱۹۲۷ء میں اپنے کلکتہ کے اجلاس میں اس تجویز کی تصدیق کر دی میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگرچہ مسلمان' پنجاب اور بنگال میں تعداد کے لحاظ سے اکثریت میں ہیں لیکن ان کی قوت رائے دہی ان کی آبادی کے لحاظ سے بہت کم ہے اور اس لئے انہیں کافی نمائندگی حاصل نہ ہو سکے گی اور یہ خدشہ ہے کہ ان حالات میں ان کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب سے بہت کم رہ جائے گی۔ اس مسلمہ خطرے کے تدارک کے لئے نہرو تجاویز میں اہتمام کیا گیا ہے اور رپورٹ بالغ رائے دہی کا متبادل تجویز کرتی ہے اور اس بنا پر یہ استدلال کرتی ہے کہ پنجاب اور بنگال میں نشستیں مخصوص کرنے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن ہم ہنگامی ضرورت کے پیش نظر جو لابدی اور امکانی ہے کہ اگر بالغ رائے دہی کا اصول قائم نہ ہو پائے تو مسلمانوں کے لئے پنجاب اور بنگال میں ان کی آبادی کے تناسب سے نشستیں مخصوص ہوں لیکن انہیں اضافی نشستوں کا حق حاصل نہ ہو۔ اور اس لئے ہم اس ترمیم کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

ہماری اگلی تجویز یہ ہے کہ دستور کی طرز وفاقی ہو اور باقی ماندہ اختیارات صوبوں کی تحویل میں ہوں اور ضمنی نہرو رپورٹ کی دفعہ ۱۳ (الف) بہت ہی ضرر رساں ہے

اور اسے حذف کر دینا چاہئے اور پورے پر اس بنیاد پر نظر ثانی ہونی چاہئے کہ باقی ماندہ اختیارات صوبائی حکومتوں کی تحویل میں رہیں۔ اور اسی کے تحت نہرو رپورٹ کے ان جدولوں پر نظر ثانی ہونی چاہئے جن میں مرکزی اور صوبائی مضامین مذکور ہیں۔ یہ سوال دستوری نقطۂ نظراور ہند کی آیندہ ترقی کے اعتبار سے بہت اہم ہے اور اس کا فرقہ وارانہ پہلو سے بہت کم تعلق ہے۔ اگر اس مسئلہ کا احتیاط کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو اس کا بہت کم تعلق فرقہ واریت سے ہوگا اور کہیں زیادہ اہم تعلق ہند کے عام مفاد اور ہند کے عوام الناس کی آیندہ دستوری ترقی سے ہوگا۔

یہ ایسا موقعہ و محل تو نہیں ہے کہ آپ مجھ سے اس مناظرے کی توقع کریں جو دوماہرین قانون کے مابین ہو سکتا ہے۔ ہم نے اس معاملے پر بہت احتیاط کے ساتھ غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بقیہ اختیارات صوبوں کی تحویل میں رہنا وفاق ہند کے لئے نہایت مناسب ہے۔

جہاں تک سندھ کی علاحدگی اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کا تعلق ہے ہم اس امر سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ انہیں بالغ حق رائے دہی کے ساتھ نہرو آئین کے نفاذ تک انتظار کرنا چاہئے۔ کیا آپ مسلمانوں سے یہ توقع کرتے ہیں شمال مغربی سرحدی صوبے میں آئینی اصلاحات کے نفاذ کی اس وقت تک مخالفت کریں جب تک کہ نہرو آئین ایک حقیقت ثانیہ کا روپ نہ دھار لے؟ کیا آپ مسلمانوں سے یہ امید کرتے ہیں کہ مسلمان نہرو آئین کے نافذ ہونے تک سندھ کی علاحدگی کی مخالفت کریں گے؟ میں حیران ہوں کہ موتمر کی قائم کردہ کمیٹی نے ان تجاویز کو اس بنا پر مسترد کر دیا کہ لکھنؤ میں ایک قرار داد منظور کی گئی تھی جس میں ایک معاہدہ مذکور تھا جو چند افراد کے مابین قرار پایا تھا۔ وہ اس معاہدے میں فریق تھے اور انہوں نے اس معاہدے پر دستخط کئے تھے اور اس لئے وہ اس سوال کو دوبارہ نہیں اٹھا سکتے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کسی ایسی قرار داد کی منظوری میں فریق نہیں تھی اور نہ ہی اس جلسہ میں اس کی نمائندگی ہوئی۔ میں کمیٹی کے اراکین کے پورے احترام کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ جائز وجہ یا جواب نہیں ہے۔ آج اس موتمر میں بہت سی تنظیمیں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی کسی

ایسے معاہدہ کی پابند نہیں جو افراد یا گروہوں کے مابین طے پایا ہو۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ یہ موتمر پابند نہیں ہے اور اس موتمر کے سامنے ایسی دلیل پیش کرنا بالکل غیر معقول بات ہے۔ یہ موتمر اس امر کا استحقاق رکھتی ہے کہ یہ ان تجاویز میں جو اس وقت اس کے پیش نظر ہیں کوئی بھی تغیر و تبدل یا ترمیم و اضافہ کردے اور میں موتمر سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا سندھ کی علیحدگی اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں آئینی اصلاحات اسی وقت قبول کی جائیں گی جب نہو آئین حق بالغ رائے دہی کے ساتھ اس ملک میں نافذ اور عمل پذیر ہوجائے۔ مسلمان یہ محسوس کرتے ہیں کہ مسئلہ کو طاق نسیاں کی زینت بنانے اور ان کے پیہم مطالبے کو قیامت تک کے لئے ملتوی کرنے کے مصداق ہے اور وہ اس سے اتفاق نہیں کرسکتے۔ لہٰذا میں موتمر سے التجا کرتا ہوں کہ وہ ان تمام امور پر پوری احتیاط کے ساتھ غور کرے اور ہمارے مطالبات کو منظور کرے۔

(سر تیج بہادر سپرو نے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کی پیش کردہ ترمیم پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جب تک تمام کمیٹیوں میں مکمل ہم آہنگی نہ ہوگی ہند کے لئے قلمرو کا مرتبہ حاصل کرنا بھی ناممکن ہوگا حصول آزادی کی تو بات ہی بے کار ہے۔ انہوں نے موتمر سے درخواست کی کہ وہ عملی مدبرین کی حیثیت سے اور تصفیہ کی غرض سے مسٹر جناح کی تجویز پر غور کرے۔ مسٹر چنتامنی نے لبرل فیڈریشن کی جانب سے اور مسٹر رلیا رام نے آل انڈیا کرسچن کانفرنس کے نمائندہ کی حیثیت سے مسٹر جناح کے مطالبات کی مخالفت کی۔ مہابھائی مسٹر جیکار نے مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کے لئے نشستیں مخصوص کرنے کے ضمن میں مسٹر جناح کی ترمیم کی نہایت سختی کے ساتھ اور غیر مصالحانہ انداز میں مخالفت کی۔ اس بحث کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:)

جناب والا! مسلم لیگ کی جانب سے کسی مندوب کا بحث میں حصہ نہ لینے کا سبب یہ ہے کہ ہم اس موتمر میں' جس میں بارہ سو کے لگ بھگ مندوب شریک ہیں' اس مقصد کے لئے نہیں آئے ہیں کہ ہم یہاں ایسے تنازعے کھڑے کردیں جو تلخی پر منتج ہوں۔ ہم نے پہلے ہی اپنی تجاویز موتمر کے سامنے پیش کردی ہیں اور ان کی تائید میں اپنے دلائل بھی پیش کر دیئے ہیں جن کی بنا اس مفروضہ پر استوار ہے' جسے سب لوگوں کو تسلیم کرلینا چاہئے کہ اس ملک میں فرقہ وارانہ عصبیت موجود ہے۔ ہم یہاں اس لئے نہیں آئے ہیں کہ ہم اس کے لئے کسی کو ملزم ٹھہرائیں۔ جارحانہ باتوں اورالزام تراشیوں سے کوئی مفید مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی میں اس انداز تخاطب کی تقلید کروں گا جو میرے دوست مسٹر جیکار نے اختیار کیا۔ نہ ہی میں ان طول طویل دلائل اور استدلال کا جواب دوں گا جو انہوں نے پیش کئے۔ مختصر یہ کہ ان کا موقف ایک اعلان جنگ ہے اور اس اعلان جنگ کے بارے میں ہمیں آغاز ہی میں ہندو مہاسبھا کی جانب سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اگر رپورٹ میں موجود فرقہ وارانہ تصفیہ کے بارے میں ایک لفظ کا بھی رد وبدل کیا گیا تو وہ اپنی حمایت سے دستکش ہوجائیں گے۔ جہاں تک میرے دوست سر تیج بہادر سپرو کی تقریر کا تعلق ہے مجھے اندیشہ ہے کہ بعض مقررین نے اسے غلط سمجھا ہے انہوں نے مجھے ایک بگڑا بچہ کہا۔ مجھے اس جذبہ کا علم ہے جس کے تحت انہوں نے یہ بات کہی لیکن دوسرے لوگوں نے اس کی بچکانہ تعبیر کردی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس امر کی تردید نہیں کی جاسکتی اور مجھے امید ہے کہ مسٹر جیکار اور دیگر حضرات مجھ سے اتفاق کریں گے کہ جہد آزادی میں شریک اور جمہوری نظام حکومت کے قیام کے خواہشمند ہر ملک کو اقلیتوں کے مسئلہ کا' جہاں کہیں بھی وہ موجود تھا' سامنا کرنا پڑا اور کوئی دستور کیسا ہی مثالی کیوں نہ ہو اور نظریاتی اعتبار سے کتنا ہی مکمل کیوں نہ نظر آتا ہو اس وقت تک اقلیتوں کی حمایت حاصل نہ کر سکے گا جب تک کہ وہ یہ محسوس نہ کر سکیں کہ مجوزہ دستور اور حکومت کے تحت ایک وجود کی حیثیت سے وہ محفوظ ہیں اور یہ کہ کوئی دستور کامیاب ہوگا یا نہیں ہوگا اس کا دار و مدار اس آزمائش پر ہے کہ کیا اقلیتیں واقعتاً محفوظ و مامون

ہیں۔ وگرنہ کوئی صحیح دستور بھی برقرار نہیں رہے گا بلکہ انقلاب اور خانہ جنگی پر منتج ہوگا۔ یہاں مجھے یہ بات بھی کہہ دینی چاہیئے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ مسلم لیگ نے کل جماعتی کانفرنس میں بالکل کوئی حصہ نہیں لیا۔ مسلم لیگ کونسل نے فروری ۱۹۲۸ء میں ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی اور اس نے ۱۱ مارچ تک کل جماعتی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کمیٹی کو واضح ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ کسی دستور کی ترتیب میں اس وقت تک حصہ نہ لے جب تک کہ ہندو۔ مسلم اختلافات طے نہ ہو جائیں اور سمجھوتہ نہ ہو جائے۔ یہ درست ہے کہ کوئی تصفیہ نہ ہوسکا اور جب کمیٹی نے محسوس کیا کہ تصفیہ ممکن نہیں اسنے کل جماعتی کانفرنس میں مزید شرکت ترک کردی جس نے بعد میں نہرو رپورٹ پیش کی۔ آج میں اس امر کے بارے میں اظہار رائے نہیں کرنا چاہتا کہ آیا دستور وضع کیا جائے یا نہ کیا جائے لیکن میں مسٹر جیکار سے درخواست کروں گا کہ وہ اس بات پر غور کر لیں کہ جسے وہ عظیم ترین باہمی اتفاق رائے کا نام دیتے ہیں اور بھی زیادہ عظیم ہو جائے یا نہیں آج ہم ایک بہت ہی سنگین اور اہم معاملے کو طے کرنے میں مصروف ہیں۔ بات محض اتنی سی نہیں کہ مختلف تنظیمیں یہاں آئیں اور کہہ دیں کہ ہم اتفاق کرتے ہیں اور اپنے فریضے سے سبکدوش ہوجائیں۔ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں آج ہم یہاں ایک اہم معاہدہ طے کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں اور وہ تمام جماعتیں جو اس معاہدے میں شریک ہو رہی ہیں ان کے لئے کام کریں گی اور مل جل کر اس کے لئے لڑیں گی۔ ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان شانہ سے شانہ ملا کر چلیں تا آنکہ ہمارا مقصد حاصل ہو جائے۔ لہٰذا یہ لازمی بات ہے کہ آپ نہ صرف مسلم لیگ کی تائید حاصل کریں بلکہ مسلمانان ہند کی حمایت بھی اور اس وقت میں ایک مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ہندی کی حیثیت سے گفتگو کر رہا ہوں اور میری خواہش یہ ہے کہ جدوجہد آزادی میں سات کروڑ مسلمان ہمارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلیں۔ کیا آپ چند لوگوں کے ساتھ سے مطمئن ہو جائیں گے؟ کیا آپ کو اطمینان ہو جائے گا اگر میں یہ کہہ دوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں یا نہیں چاہتے کہ مسلم ہند آپ کے ساتھ

چلے؟ آپ کو ہند کے دو بڑے فرقوں کو یاد رکھنا چاہئے۔ میں یہ بات دیگر فرقوں مثلاً سکھ عیسائی اور پارسیوں کے ساتھ کسی بے ادبی کے بغیر کہہ رہا ہوں ---- وہ ہیں ہندو اور مسلمان۔ للہذا قدرتی طور پر ان کے اختلافات رفع ہونے چاہئیں اور آپس میں اتحاد و اتفاق ہونا چاہئے اور ان میں یہ احساس اجاگر ہونا چاہئے کہ ان کے مفادات مشترک ہیں اور وہ ایک مشترک منزل کی جانب ایک ساتھ رواں دواں ہیں۔ اس لئے میں اس بات کا خواہاں ہوں کہ آپ تدبر کی اس رفعت کو چھو لیں جس کا تذکرہ سرتیج بہادر سپرو کرتے ہیں۔ اقلیتیں اکثریت کو کچھ نہیں دے سکتیں اس لئے مجھ سے یہ کہنا بے سود ہے کہ میں ان باتوں پر زور نہ دوں جنہیں آپ چھوٹے چھوٹے نکات کہتے ہیں۔ میں ان ترامیم اور اضافوں کی بات اسلئے نہیں کرتا کہ میں شریر بچہ ہوں۔ اگر یہ چھوٹے چھوٹے نکات ہیں تو منظور کیوں نہیں کر لیتے؟ اس کا دار ومدار اکثریت پر ہے اور صرف اکثریت ہی دے سکتی ہے میں اس رد و بدل پر اس لئے زور دے رہا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کے لئے بہترین اور عادلانہ ہیں۔ کینیڈا اور مصر کی دستوری تاریخ پر نظر ڈالئے اقلیتیں ہمیشہ اکثریتوں سے خوف زدہ رہتی ہیں بالخصوص مذہبی اکثریتوں سے۔ اس لئے اقلیتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پوری طرح سے محفوظ ہوں۔ کیا کینیڈا نے فرانسیسی باشندوں اور انگریزوں کے مابین تصفیہ آبادی کی بنیاد پر ہوا تھا یا خالصتاً مساوات کے اصول پر؟ کیا مصر میں قبطیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین سمجھوتے میں اس نوع کے ملحوظات کارفرما تھے؟ ہم سیاست سے نمٹ رہے ہیں۔ ہم کسی عدالت میں نہیں ہیں اور اس لئے بال کی کھال اتارنے اور چھوٹی چھوٹی چپقلشوں میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بڑے مسائل ہیں اور انہیں اعلیٰ و ارفع قسم کے تدبر اور سیاسی دانش کو بروئے کار لا کر ہی حل کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے میں ایک بار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں فیصلہ کرنے سے قبل اس مسئلہ پر پوری احتیاط کے ساتھ غور کر لیں۔ از راہ کرم یہ خیال نہ کیجئے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے میں کسی جماعت کو دھمکی نہیں دے رہا اور مجھے توقع ہے کہ میری بات کو کسی غلط رنگ میں نہیں لیا جائے گا۔ اگر آج آپ اس معاملے کا تصفیہ نہیں کرتے

تو آئندہ ہمیں ایسا کرنا پڑے گا لیکن اس دوران میں ہمارے قومی مفادات پر زد پڑنا یقینی ہے۔ ہم سب اس سرزمین کے فرزند ہیں۔ ہمیں ایک ساتھ رہنا ہے' ایک ساتھ کام کرنا ہے اور ہمارے اختلافات چاہے کتنے ہی (گہرے) کیوں نہ ہوں آیئے ہم بدمزگی تو پیدا نہ کریں۔ اگر ہم متفق نہیں ہو سکتے تو پھر ہم یہ کیوں نہ مان لیں کہ ہم میں اختلاف ہے اور پھر دوستوں کی طرح جدا ہو جائیں۔ میں پھر اپنی بات دہراتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ جب تک مسلمان اور ہندو متحد نہیں ہوتے ہندوستان میں ترقی نہیں ہو گی اور آیئے ہم کسی منطق' فلسفے یا بکھیڑے کو باہمی سمجھوتے کے راستے میں حائل نہ ہونے دیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد سے زیادہ کوئی چیز مجھے عزیز اور راحت بخش نہیں۔

عام میزانیہ اور دستوری اصلاحات

نہرو رپورٹ کی تجاویز مسلم تجاویز کے بالکل برعکس ہیں

۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء

(۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کو جب میزانیہ کے مطالبات زر پر رائے شماری کے لئے ایوان کا اجلاس دوبارہ شروع ہوا تو ممبرمالیات سر جارج شسٹر نے ایگزی کیٹو کونسل کے اخراجات کے لئے مطالبہ زر پیش کیا۔ اس پر پنڈت موتی لال نہرو نے تحریک پیش کی کہ پورے مطالبہ زر کو کم کرکے ایک روپیہ کے بقدر کر دیا جائے۔ انہوں نے دستوری مطالبے کی تاریخ اور سائمن کمیشن کے تقرر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ سائمن کمیشن عوام کی خواہشات کے خلاف مقرر کیا گیا اور بعد میں انہوں نے اس کا مقاطعہ کیا۔ نہرو رپورٹ کے متعلق انہوں نے کہا کہ جہاں تک کہ اس کے بنیادی اصول کا تعلق ہے تمام ملک اور جملہ مکاتب فکر اس سے پوری طرح متفق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قلمرو کی طرز پر مکمل ذمہ دار حکومت ہندیوں کا مطالبہ ہے۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اس تحریک پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ نہرو رپورٹ کی تجاویز مسلم تجاویز کے بالکل برعکس ہیں اور یہ کہ ہند میں بہتر زندگی کے لئے ہندو۔ مسلم مسئلہ کا تصفیہ

ضروری ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ دستوری اصلاحات کے ضمن میں حکومت کا رویہ بھی مایوس کن ہے۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح (بمبئی شہر: مسلم شہری): جناب والا! ایوان کے سامنے جو مسئلہ ہے وہ نہایت اہم ہے اور میں اپنے دوست آنریبل ممبر داخلہ کے اس مشورے پر عمل کروں گا کہ مجھے اس معاملے سے بے لاگ انداز ٹھنڈے دل اور سکون کے ساتھ اور بغیر کسی غیظ و غضب کے نمٹنا چاہئے۔ اس ایوان کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ کیا حکومت نے اس ایوان میں ۱۹۲۴ء سے لے کر آج تک ہمارے پیہم مطالبات کا مناسب جواب دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں عملاً اس ایوان کی متفقہ رائے کی ترجمانی کرتا ہوں جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارا مطالبہ ہے ––– اس نے وقتاً" فوقتاً" جو بھی زبان' شکل اور طرز اختیار کی ہو ––– اس ملک میں ذمہ دار حکومت کا قیام' اقلیتوں کے لئے مناسب تحفظات کے ساتھ۔ اب اس تحریک پر ہمیں حکومت کے رویہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا حکومت نے ––– اگر میں اس بات کو ایک بار پھر دہرا سکوں ––– اس کا مناسب جواب دیا ہے۔ یہ' جناب والا! ہے اصل مسئلہ۔ میں نے اپنے معزز دوست پنڈت موتی لال نہرو کی تقریر سنی اور اس میں بہت کچھ ہے جس سے میں اتفاق کرتا ہوں اور اس میں وہ بہت کچھ بھی ہے جس سے میں اتفاق نہیں کر سکتا اولاً" اس جگہ سے تقریر کرتے ہوئے' اور پوری ذمہ داری کے ساتھ' میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس بات کو واضح کر دینا چاہئے کہ میں کانگرس کی حکمت عملی یا کانگرس کے پروگرام سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس مرحلہ پر میں اس سے مزید آگے نہیں جاؤں گا۔ میں یہاں نہایت مضبوطی اور عزم کے ساتھ اس امر کے لئے کھڑا ہوں کہ ہماری حکمت عملی ––– اس مکتب فکر کی جس کی میں نمایندگی کرتا ہوں ––– یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ قلمرو کی طرز پر ذمہ دار حکومت قائم کر دی جائے نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ اس تحریک کی حمایت کرنے میں میرے دلائل دیگر جماعتوں کے استدلال سے مختلف ہو سکتے ہیں۔

اب جناب والا! اس سے قبل کہ میں اپنے معزز دوست سے نمٹوں جو بلاشبہ

نیابت کرتے ہیں حکومت ہند کی اور جہاں تک اس ایوان کا تعلق ہے،برطانوی حکومت' برطانوی پارلیمان کی اور برطانوی قوم کی۔ میرا اگلا نکتہ جس کی میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں یہ ہے۔ میں اس تنازعہ میں شامل نہیں ہونا چاہتا جو نہرو رپورٹ کی وجہ سے پیدا ہوا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہاں مجھے یہ واضح کر دینا چاہئے اور یہاں پھر میں یہ وضاحت پوری ذمہ داری کے ساتھ کرتا ہوں ـــــ کہ نہرو رپورٹ' اب مسلمانوں کی جانب سے گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ جہاں تک فرقہ وارانہ مسئلہ کا تعلق ہے مسلم تجاویز کے جو ۱۹۲۷ء میں پیش کی گئی تھیں' جواب میں متبادل ہندو تجاویز کے سوا کچھ نہیں۔ مسلمانوں نے اسے قبول نہیں کیا۔

پنڈت موتی لال نہرو: "اعتراض"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "خواہ کچھ بھی کہا جائے یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کو جتنی جلد تسلیم کر لیا جائے گا اتنا ہی بہتر ہوگا کہ مسلمانان ہند کی طرف سے اسے قبول نہیں کیا گیا"۔

پنڈت موتی لال نہرو: "مسلمانان ہند کے ایک حلقے کی طرف سے"

مولوی محمد یعقوب: "ہماری اکثریت کی طرف سے ماسوا چند مستثنیات کے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: جناب والا! مجھے علم ہے کہ نہرو رپورٹ میرے معزز دوست کا لاڈلا بچہ ہے لیکن میں بے لاگ' پرسکون اور ٹھنڈے انداز میں گفتگو کر رہا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ یہ محسوس کرلیں اور وہ جس قدر جلد یہ محسوس کرلیں گے اسی قدر بہتر ہوگا ـــــ کہ یہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

پنڈت موتی لال نہرو "یہ ہے"

میاں محمد شاہ نواز (مغربی وسطی پنجاب: مسلم): "اس نکتے پر رائے شماری کرا لیجئے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جناب والا! میں صرف یہ بات دہرا سکتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ لیکن آج مجھ سے یہ التجا تو نہیں کی جا رہی کہ میں نہرو رپورٹ کے حق میں اپنی رائے دوں لہٰذا میرے مقصد کے لئے اس موقعہ

پر میرے لئے اس معاملے میں آگے جانا ضروری نہیں"

پنڈت موتی لال نہرو: "میں آپ سے کہہ تو نہیں رہا کہ آپ کریں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہے یا نہیں میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی بھی اس پر استصواب رائے عامہ کرا لے۔میں کہتا ہوں کہ یہ نہیں ہے"

پنڈت موتی لال نہرو: "میں کہتا ہوں یہ ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: پس جناب والا! میں کہتا ہوں کہ اگر میرے معزز دوست اس مغالطہ میں مبتلا رہیں گے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں گے جو ہم سب کو دل سے عزیز ہے یعنی قلمرو کی طرز پر ذمہ دار حکومت کا حصول۔ لیکن میں اس ایوان میں اس بحث میں مزید شامل نہیں ہونا چاہتا۔ اب جناب والا! میرے ذہن میں جو سوال ہے وہ یہ ہے کہ کیا ہم ہندو مسلم اختلافات کو حل کئے بنا آگے بڑھ سکتے ہیں؟ پنڈت موتی لال نہرو کہتے ہیں کہ دروازہ کھلا ہے۔ جناب والا! جس وقت انہوں نے یہ بات کہی معاً مجھے حکومت ہند یاد آگئی (قہقہہ)

مسٹر کے۔ احمد: "انہوں نے یہ بات گذشتہ چھ برس کے دوران سیکھی ہے' جناب والا! اور بہت موقعہ شناس ہو گئے ہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: اگر انہوں نے یہ کہا ہوتا' جو میں اس ایوان میں کہنا چاہوں گا کہ یہ ہمارا معاملہ ہے۔ یہ معاملہ ہے ہر ہندو کا اور ہر مسلمان کا کہ وہ یہ دیکھے کہ دو فرقوں کے مابین کوئی سمجھوتہ ہو جائے اور یہ کہ ہم دیکھیں گے کہ دو فرقوں کے مابین ایک سمجھوتہ طے پا جاتا ہے تو میں اس بیان کا خیر مقدم کرتا اور میں اس سے آگے جاتا ہوں اور اس ایوان سے کہتا ہوں اور اس کے باہر سارے ملک سے کہتا ہوں (مسٹر کے۔ احمد: "تحسین و آفرین") کہ اگر آپ شائستہ لوگوں کی طرح اس ملک میں رہنا چاہتے ہیں تو ہندو۔ مسلم مسئلے کو حل کر لیجئے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا میں' ہر جگہ آپ کے ساتھ پنچ قوموں کا سا سلوک نہ ہو یا آپ غلام رہنا نہیں چاہتے اور موجودہ حیثیت کو برقرار رکھنا نہیں چاہتے تو ہندو۔ مسلم مسئلہ کا تصفیہ کر

لیجئے۔ اگر آپ ہندو۔ مسلم سوال کو حل کر لیں گے تو آپ کو ایک اختیار حاصل ہو جائے گا وہ اختیار جسے پارلیمان جیسے اعلیٰ ترین اختیاراتی ادارہ' جسے میرے معزز دوست پنڈت موتی لال نہرو بھی اب تسلیم کرتے ہیں' کو بھی نوٹس لینا پڑے گا اور ہند کے کسی مشترکہ مطالبے کی مزاحمت کی جرات نہ ہو سکے گی۔ لیکن اپنے درمیان تنازعے کھڑے نہ کیجئے۔

پنڈت موتی لال نہرو: "یہ کون کر رہا ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "آپ"

پنڈت موتی لال نہرو: "آپ"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "اب جناب والا! میں نے پنڈت موتی لال نہرو کی طویل تقریر میں ہرگز کوئی مداخلت نہیں کی ....."

پنڈت موتی لال نہرو: "میں نے مطلق کوئی تنازعہ کھڑا نہیں کیا۔ میں نے تنازعات سے پہلو بچا کر نکل جانے کی کوشش کی"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: اف میرے خدایا! مجھے امید ہے کہ معزز رکن اپنی تقریر پڑھیں گے۔ میں بالکل جائز طریقے سے اپنے معزز دوست کی تقریر میں مداخلت کر سکتا تھا لیکن میں نے بہتر ذوق کا اظہار کیا چونکہ وہ بہرکیف ایک پارٹی کے قائد ہیں اور میں نے ان کے ایک ایک لفظ کو انتہائی توجہ کے ساتھ سنا لیکن وہ ایک مختلف راہ اختیار کرتے ہیں' ایک شور مچانے والے کی راہ ـــــ جس کا مجھے افسوس ہے۔ جناب والا! میں اس معاملے کے بارے میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔

اب یہاں تک بات واضح کر دینے کے بعد میں اپنے معزز دوست ممبر داخلہ کی جانب متوجہ ہوتا ہوں۔ بلا شبہ انہوں نے یہ کہا کہ وہ اس کے لئے تیار نہ تھے کہ اس نوع کا مسئلہ کھڑا کر دیا جائے گا۔ لیکن میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ آیا انہیں اس امر کا علم ہے یا نہیں ہے کہ ہم نے ۱۹۲۴ء میں کیا کیا تھا؟ کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ ہم نے ۱۹۲۵ء میں کیا قرار داد منظور کی تھی؟ کیا انہیں دستوری مسئلہ کی تاریخ معلوم نہیں جو ۱۹۲۱ء سے سال بہ سال اس خوفناک تنازعہ کا موضوع بن رہی ہے۔ انہوں نے

اس کا کیا جواب دیا؟ انہوں نے جو جواب دیا وہ سائمن کمیشن کا تقرر تھا۔ پھر یہ بھی ایک متنازعہ فیہ معاملہ ہے اور میں اس موقعہ پر اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔۔۔۔ ایک کمیشن جو اس ایوان کے لئے قابل قبول نہ تھا چنانچہ اس نے اسے مسترد کر دیا اور آج ہمیں حکومت کی طرف سے بتایا جاتا ہے کہ وہ ۱۹۱۷ء کے اعلان پر قائم ہیں۔ وہ اعلان تو ۱۹۱۷ء میں کیا گیا تھا۔ حکومت اس فارمولے کو کیوں دہراتی رہتی ہے کہ وہ ۱۹۱۷ء کے اعلان پر قائم ہے؟ جو بہانہ سازی کرتا ہے وہ خود پر الزام بھی دھرتا رہتا ہے۔ سارا مسئلہ تو یہ ہے۔ کیا حکومت اس مطالبے کو قبول کرتی ہے جو اس ایوان نے بار بار کیا ہے یا اس کا حقیقی جواب دیتی ہے؟ سارا مسئلہ یہ ہے۔ آپ کو یاد ہوگا' جناب والا! کہ ۱۹۲۴ء کی قرار داد کے بعد کیا ہوا جو اس ایوان نے بھاری اکثریت کے ساتھ منظور کی تھی۔ اس وقت حکومت کی جانب سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ ڈیمین کمیٹی مقرر کی جانی چاہئے۔ لیکن سیاسی ہند نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہ دیر لگانے کا ایک طریقہ ہے اور تاخیری حربے ہیں اور مجھے یاد ہے اور میں حافظے کی مدد سے یہ حوالہ دے رہا ہوں کہ اس وقت کے وزیراعظم برطانیہ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے ایک تقریر کی اور ہند کو یہ یقین دلایا کہ یہ تاخیری حربے نہیں ہیں۔ یہ کہ وہ مخلص ہیں لیکن یہ از بس ضروری ہے کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء کے تحت دستور کی کارکردگی کے بارے میں ایک ابتدائی تحقیقات ہونی چاہئے اور یہ کہ اسی سے انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ کیا اس قانون کے تحت اس کی گنجائش' ڈھانچے اور حکمت عملی کے مطابق اس میں کسی اہم پیش رفت کا امکان ہے۔ اگر نہیں تو وہ دستور پر از سر نظر ثانی کرنے کے سوال پر غور کریں گے جو ایک مختلف مسئلہ ہوگا اور ڈیمین کمیٹی کے امور مفوضہ ایسی شکل میں تھے۔ ڈیمین کمیٹی نے سارے مسئلہ کی تفتیش اور تحقیق کی۔ تفتیش اور تحقیق کے ضمن میں ان کے اختیارات لا محدود تھے لیکن سفارش کرنے کے ضمن میں ان کے اختیارات قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۱۹ء کی چار دیواری تک محدود تھے لیکن ان کے سامنے یہ راہ کھلی تھی کہ اگر وہ یہ فیصلہ کریں کہ اس قانون کی حدود میں اہم پیش رفت ممکن نہیں ہے تو وہ یہ سفارش کر سکتی تھی کہ

قانون پر پوری طرح سے نظر ثانی کرلی جائے۔ مڈیمین کمیٹی کی سفارش اقلیتی رپورٹ پر ختم ہوئی جو بعد میں اکثریتی رپورٹ بن گئی۔ اسنے تجویز کیا کہ پورا دستور تبدیل کر دیا جائے اور یہ کہ اس مقصد کی خاطر ایک موزوں ادارہ قائم کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رپورٹ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ اس اثناء میں جہاں تک پارلیمان کا تعلق ہے حکومت تبدیل ہوگئی اور دوسرے لوگوں نے ملک معظم کی حکومت کی ذمہ داری سنبھال لی اور معاملہ۔کھٹائی میں پڑ گیا۔ اس دوران یہ ایوان سال بہ سال حکومت پر یہ زور دیتا رہا کہ وہ کوئی اقدام کرے۔ ایک وزیر ہند کی جانب سے جولائی ۱۹۲۵ء میں ایک تقریر کے سوا کچھ نہیں ہوا جو بڑی مشہور تقریر تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ جو بڑی حد تک ذمہ دار تھی اس بات کی کہ ہمارے کچھ ذہن دستور سازی کی طرف لگ گئے جو میرے ذاتی خیال میں ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ انہوں نے ہند کے لوگوں کو طعنہ دیا تھا اور ہم دساتیر مرتب کرنے کے متبرک کام میں مصروف ہوگئے۔ پس جناب والا! اس کے بعد ہم نے اگست ۱۹۲۵ء میں ایک قرار داد منظور کی جس کا میرے معزز دوست پنڈت موتی لال نہرو نے حوالہ دیا۔ ہمیں بتایا گیا کہ انگریز تاریخوں کے غلام نہیں ہیں اور کمیشن کے تقرر کے معاملے میں عجلت سے کام لیا جاسکتا ہے اور یہ کہ وہ صرف ایک خواہش کی تکمیل کے منتظر ہیں اور وہ یہ ہے کہ ذمہ دار رہنما حکومت کے ساتھ تعاون کرنے لگیں۔ جناب والا! دو برس سے زیادہ انتظار کے بعد اچانک ۱۹۲۷ء میں انہوں نے یہ دریافت کرلیا کہ ذمہ دار رہنما اور ملک' حکومت سے تعاون کر رہا ہے۔ اور انہوں نے سائمن کمیشن کا اعلان کردیا۔ جو ایک ناگہانی مصیبت کے مصداق تھا۔ جناب والا! یہ کیسی اسکیم؟ کیسا اقدام؟ اور کیسا جواب ہے؟ میں معزز ممبر داخلہ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ حقیقتاً" یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس سے مطمئن ہیں؟ کیا اس سے کوئی بھی مطمئن ہے؟ اب ہم سے کہا جاتا ہے کہ اوہو ہم نے تو کمیشن مقرر کر دیا ہے' کمیشن اپنی تحقیق میں مصروف ہے پس جب تک کہ وہ اپنی رپورٹ شائع کریں مزید کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ کیا یہی وہ سب کچھ ہے جو ہمیں آپ کی طرف سے سننا ہے اور پھر آپ کو اس الزام سے بری الذمہ قرار دے دیں کہ آپ ہمارے

مسلسل مطالبات کے ضمن میں کوئی موزوں جواب دینے کے ضمن میں کوئی قدم اٹھانے میں ناکام رہے۔ جناب والا! میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ حکومت نے اس ایوان میں اصل مسئلہ سے پہلو تہی کی ہے۔ ہو سکتا ہے معزز ممبر داخلہ دانستہ طور پر اصل مسئلہ کے حسن و قبح کا جائزہ نہ لینا چاہتے ہوں اور وہ اس موقف کی آڑ لینا چاہتے ہوں کہ حکومت ۱۹۱۷ء کے اعلان پر قائم ہے۔ پس جناب والا! اس کا فیصلہ کرنا اس ایوان کا کام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے سامنے صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ یہ کہ اس تحریک پر ہم حکومت کے خلاف اظہار مذمت کریں کہ وہ اس ایوان میں ہمارے مسلسل اور بار بار کے مطالبات کا مناسب جواب دینے میں ناکام رہی۔

چودہ نکات پر مشتمل قرارداد
مسودہ مسلم لیگ کونسل کے اراکین میں تقسیم کیا گیا

۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء

(آئینی اصلاحات کے بارے میں ہندی رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے ۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو سائمن کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا گیا۔ کمیشن کے ارکان میں کسی ہندی کے شامل نہ ہونے کی وجہ سے ہند کی جملہ سیاسی تنظیموں نے اس کی مخالفت کی۔ مسلم لیگ کے ایک دھڑے نے سر محمد شفیع کی قیادت میں کمیشن کے ساتھ تعاون کا فیصلہ کیا اور علاحدہ مسلم لیگ قائم کر لی جس نے لاہور میں اپنا اجلاس منعقد کیا۔ مسلم لیگ کے دوسرے دھڑے نے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کی قیادت میں اپنے کلکتہ کے اجلاس میں ہند کے لئے ایک دستور وضع کرنے کی غرض سے انڈین نیشنل کانگرس اور دیگر تنظیموں کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاہم کل جماعتی قومی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۹ء میں جو نہرو کمیٹی کی رپورٹ "مرتبہ نہرو کمیٹی" کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے طلب کیا گیا تھا نہرو رپورٹ میں

ترمیم کے ضمن میں مسلم مطالبات کو قطعی انداز میں مسترد کردیا۔
کانگرس اور ہند رہنماؤں کی جانب سے مسلم مطالبات کی مخالفت نے مسلمانوں کے مختلف دھڑوں میں اتحاد پیدا کرنے کے سلسلے میں بڑی اعانت کی۔ مسلم لیگ کے کھلے اجلاس سے ایک روز قبل ۲۸مارچ ۱۹۲۹ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا پروگرام طے کرنے کے لئے مسلم لیگ کونسل کا اجلاس مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کی زیرصدارت منعقد ہوا جس میں کونسل کے اراکین نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ متوقع آئینی اصلاحات کے تعلق میں مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کو مختلف آراء سے ہم آہنگ کرنے کے لئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حسب ذیل قرار داد کا مسودہ خود تیار کیا اور اسے اراکین میں تقسیم کیا۔)

"ہر گاہ کہ بنیادی خیال جس کے تحت کل جماعتی کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا اور ۱۹۲۸ء کے ہفتہ کرسمس کے دوران کلکتہ میں ایک موتمر طلب کی گئی تھی یہ تھا کہ ملک کی بڑی سیاسی جماعتیں اصلاحات کی ایک اسکیم کو مرتب اور منظور کریں اور ایک قومی معاہدے کے طور پر اس کی توثیق کریں۔ اور ہر گاہ کہ اس رپورٹ کو انڈین نیشنل کانگرس نے آئینی طور پر ایک برس کے لئے جسے ۳۱ دسمبر۱۹۲۹ء کو ختم ہو جانا تھا منظور کیا تھا اور برطانوی پارلیمان کے اسے معینہ مدت کے اندراندر قبول نہ کرنے کی صورت میں کانگرس سول نافرمانی اور عدم ادائیگی محاصل کے ذریعہ مکمل آزادی کے حصول کی حکمت عملی اور پروگرام پر قائم رہتی ہے اور ہر گاہ کہ ہندو مہاسبھا نے اپنے نمایندوں کے ذریعہ شروع ہی سے جو رویہ اختیار کیا وہ اعلان جنگ سے کسی طرح کم نہ تھا کہ فرقہ وارانہ مصالحت سے متعلق نہرو رپورٹ کے جزو میں ایک لفظ کا بھی رد و بدل کیا گیا تو وہ فوراً" اپنی حمایت سے دستکش ہو جائیں گے اور ہر گاہ کہ نیشنل لبرل فیڈریشن کے مندوبین نے فیاضانہ غیر جانبداری کا رویہ اختیار کیا اور بعدازاں الہ آباد میں ہندو۔ مسلم اختلافات کے تعلق میں غیر جانبدارانہ حکمت عملی اپنائی اور ہر گاہ کہ سکھ لیگ نے پہلے ہی نہرو رپورٹ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اور ہر گاہ کہ غیر

برہمن اور پست اقوام کلیتا" اس کی مخالف ہیں۔ اور ہر گاہ کہ موتمر میں آل انڈیا مسلم لیگ کے مندوبین کی جانب سے پیش کردہ معقول اور معتدل ترمیمی تجاویز قبول نہیں کی گئیں۔ مسلم لیگ نہرو رپورٹ کو قبول کرنے سے قاصر ہے۔

لیگ انتہائی تشویش اور محتاط غور و فکر کے بعد نہایت خلوص اور زور دار طریقے سے یہ قرار دیتی ہے کہ حکومت ہند کے آئندہ دستور کے ضمن میں کوئی بھی اسکیم قابل قبول نہیں ہوگی جب تک کہ مدراس میں حسب ذیل بنیادی اصولوں کو جامہ عمل نہ پہنا دیا جائے اور اس میں ان کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کا انتظام نہ کر دیا جائے:

(۱) آئندہ دستور کی طرز وفاقی ہونی چاہئے جبکہ بقیہ اختیارات صوبوں کو تفویض کر دیئے جائیں۔

(۲) تمام صوبوں کو یکساں نوعیت کی خود مختاری عطا کی جائے۔

(۳) ملک کی تمام مجالس قانون ساز اور دیگر منتخب اداروں کو ہر صوبے میں اقلیتوں کی مناسب اور موثر نمائندگی کے قطعی اصول کے تحت تشکیل دیا جائے اور کسی صوبے میں بھی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے اور نہ اسے مساوی سطح پر لایا جائے۔

(۴) مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی نیابت ایک تہائی سے کم نہیں ہونی چاہئے۔

(۵) فرقہ وارانہ گروہوں کی نیابت کو علاحدہ طریقہ انتخاب کے ذریعہ برقرار رکھا جائے گا جیسا کہ اس وقت ہے الا کسی بھی فرقے کے لئے یہ راہ کھلی ہے کہ وہ کسی بھی وقت اپنے علاحدہ طریقہ انتخاب کو مخلوط انتخاب کے حق میں میں تج دے۔

(۶) کوئی علاقائی حد بندی جو کسی بھی وقت ناگزیر ہو کسی طور پر پنجاب، بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں مسلمانوں کی اکثریت پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

(۷) مکمل مذہبی آزادی یعنی آزادی عقیدہ' عبادت اور اس کی بجا آوری' تبلیغ' انجمن سازی اور تعلیم کی تمام فرقوں کو ضمانت دی جائے گی۔

(۸) کوئی مسودہ قانون یا قرار داد یا اس کا کوئی جزو کسی مجلس قانون ساز یا کسی اور منتخب ادارے میں منظور نہیں کیا جائے گا اگر اس مخصوص ادارے میں کسی فرقے کے تین چوتھائی اراکین اس مسودہ قانون یا قرار داد یا اس کے کسی جزو کی اس بنا پر مخالفت کریں گے کہ وہ اس فرقے کے مفادات کے منافی ہوگا۔ یا کوئی ایسا متبادل طریقہ اختیار کرلیا جائے جو اس نوع کے امور کو نمٹانے کے لئے موزوں اور لائق عمل ہو۔

(۹) سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے علاحدہ کر دیا جائے۔

(۱۰) شمال مغربی سرحدی صوبے میں اصلاحات نافذ کی جائیں۔

(۱۱) دستور میں مسلمانوں کو دیگر ہندیوں کے ساتھ ملک اور مقامی اداروں کی جملہ ملازمتوں میں مناسب حصہ دینے کا اہتمام کیا جائے جس میں اہلیت کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

(۱۲) دستور میں مسلم ثقافت کے تحفظ اور مسلم تعلیم' زبان' مذہب' شخصی قوانین اور مسلم خیراتی اداروں کے تحفظ اور فروغ کا موزوں اہتمام ہونا چاہئے اور مملکت اور خودمختار اداروں کی جانب سے دی جانے والی امدادی رقوم میں مناسب حصے کا انتظام ہونا چاہئے۔

(۱۳) کوئی کابینہ خواہ مرکزی ہو یا صوبائی تشکیل نہیں دی جانی چاہیے جس میں کم سے کم ایک تہائی وزیر مسلمان نہ ہوں۔

(۱۴) مرکزی مجلس قانون ساز دستور میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں کرے گی جس سے وفاق ہند میں شامل ریاست اتفاق نہ کرتی ہو۔

قرار داد میں متذکرہ بالا شرائط کے متبادل کے طور پر حسب ذیل شرائط کا ذکر کیا گیا۔

"یہ کہ موجودہ حالات میں ملک کی مختلف مجالس قانون ساز اور دیگر منتخب اداروں

میں مسلمانوں کی نیابت علاحدہ طریقہ انتخاب کے ذریعہ ہونا بدیہی امر ہے اور مزید حکومت نے بار بار اس امر کا عہد کیا ہے کہ وہ اس طریقہ انتخاب میں جو انہیں ۱۹۰۹ء سے حاصل ہے اس وقت تک کوئی خلل نہیں ڈالے گی جب تک مسلمان خود اس سے دستبردار ہونے کا فیصلہ نہ کرلیں۔ مسلمان مخلوط طریقہ انتخاب کو قبول نہیں کریں گے تا آنکہ سندھ کو عملاً" ایک علیحدہ صوبہ نہ بنا دیا جائے اور شمال مغربی صوبہ اور بلوچستان میں دیگر صوبوں کی مساوی سطح پر اصلاحات نافذ نہ کر دی جائیں۔

مزید یہ کہ مختلف صوبوں میں مسلمانوں کی ان کی آبادی کے تناسب سے نشستیں محفوظ کی جائیں گی لیکن جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں گے وہاں مسلمان اپنی آبادی کے تناسب سے زیادہ نشستوں پر انتخاب نہیں لڑیں گے۔

جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں مسلمانوں کی زیادہ نشستوں پر نمایندگی کے مسئلہ پر بعد میں غور و خوض کیا جائے گا"۔

ہند کے اہم رہنماؤں کی نمائندہ گول میز کانفرنس طلب کرنے کی ضرورت

وزیراعظم برطانیہ کے نام مکتوب

۱۹ر فروری ۱۹۲۹ء

(سائمن کمیشن نے اپنا کام اپریل ۱۹۲۹ء تک مکمل کر لیا تھا لیکن اس سے قبل کہ وہ پارلیمان کو اپنی رپورٹ پیش کرتا انگلستان میں حکومت تبدیل ہو گئی اور مئی ۱۹۲۹ء کے عام انتخابات میں قدامت، پسندوں کی حکومت کی بجائے لیبر پارٹی نے وزارت تشکیل دے لی۔ اب مسٹر ریمزے میکڈانلڈ وزیراعظم تھے اور کرنل ویج وڈ وزیرہند انڈین نیشنل کانگرس نے حکومت سے کہا کہ وہ نہرو رپورٹ کو من و عن قبول کر لے لیکن مسلمانوں کے پاس کوئی سیاسی پلیٹ فارم نہ تھا اور اس طرح ہند کو سیاسی اور آئینی بحران کا سامنا تھا۔ اس مرحلہ پر مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حسب ذیل مکتوب وزیراعظم برطانیہ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کے نام سپرد قلم کیا جس میں ہند کے اہم رہنماؤں کی نمائندہ گول میز کانفرنس کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے ہند کو درپیش سیاسی صورت حال پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی اور اسے حل کرنے کے ضمن میں طریقے تجویز کئے۔)

ڈیر مسٹر میکڈانلڈ!

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو وہ گفتگو یاد ہوگی جو گذشتہ جولائی میں جب میں لندن میں تھا میرے اور آپ کے درمیان ہوئی۔ اس وقت آپ نے جو کچھ مجھ سے کہا اور اس شفقت کے پیش نظر جو آپ نے میرے ساتھ برتی مجھ میں یہ حوصلہ پیدا ہوا کہ میں آپ کے سامنے وہ صورت حال پیش کروں جس سے میں اس وقت دوچار ہوں۔ اس مسئلہ کے حل اور تصفیہ سے برطانیہ عظمیٰ اور ہند کے اہم مفادات کا تعلق ہے جنہیں، میں سمجھتا ہوں، کہ آپ کسی اور کے مقابلے میں زیادہ سراہتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں کیونکہ آپ نے آئی لنگٹن کمیشن کی رکنیت کے دوران ہند کے بارے میں ذاتی معلومات حاصل کیں۔ لیکن اس وقت سے اب تک ٹیمز اور گنگا میں بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ موجودہ صورت حال ایک بہت ہی سنگین قسم کا بحران ہے اور اگر اسے جاری رہنے دیا گیا تو میری دانست میں یہ ہند اور برطانیہ عظمیٰ دونوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا۔

سائمن کمیشن کا سیاسی ہند کی جانب سے مقاطعہ کیا گیا جس کے بارے میں شبہ کی گنجائش بہت ہی کم ہے۔ کمیشن کی رکنیت سے ہندیوں کا شروع سے آخر تک اخراج کی وجہ سے ہندیوں کی حالت سائلوں اور اسیروں کی سی بن کر رہ گئی اور میں آپ کو بتاتا چلوں کہ خواہ آپ اس کے برعکس کچھ بھی کیوں نہ سنیں اگر اس اسکیم کے مختلف مراحل کی سختی کے ساتھ پابندی کی گئی تو آپ کو آگے چل کر اس اسکیم کے تعلق میں سیاسی ہند کا تعاون ہرگز حاصل نہ ہوگا۔ لیکن جیسا کہ انگلستان میں ذمہ دار اشخاص اور اخبارات نے یہ بات بار بار دہرائی ہے سائمن کمیشن کا کام محض ایک "رپورٹر" کا سا تھا۔

جہاں تک ہند کا تعلق ہے ہمارے لئے یہ معاملہ ختم ہوگیا اور جب اس کی رپورٹ، وہ جو کچھ بھی ہو، جب بھی شائع ہوگی ہند میں اس کی مذمت کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ بلاشبہ یہ اس قیاس پر مبنی ہے کہ یہ اطمینان بخش نہیں ہوگی

اور ہند میں یہ قیاس پہلے ہی سے کیا جا چکا ہے۔ رپورٹ کی اشاعت کے بعد اگر کمیشن کی اسکیم کے اعلان شدہ پروگرام اور منصوبے کے مطابق' جیسا کہ میں سمجھتا ہوں ایسا ہی ہوگا' ملک معظم کی حکومت اس وقت کا انتظار کرے گی جب انہیں اس رپورٹ پر حکومت ہند کی سوچی سمجھی رائے موصول ہو اس کے بعد وہ اپنی تجاویز مرتب کریں گے اور انہیں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے حوالے کرنے کے لئے پارلیمان کے روبرو پیش کر دیں گے' ملک معظم کی حکومت کی تجاویز کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم کئے بغیر اور یہ کہ یہ مرحلہ ہوگا جب ہندی نمائندوں کو مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے سامنے اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ اس مرحلہ پر مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے ہاتھوں اہم نوعیت کے رد و بدل یا اضافے کے لئے مساعی کی کامیابی کا کیا امکان ہو سکتا ہے؟

مجھے لگتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ معمول کے حالات میں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی سے کسی بنیادی نوعیت کی تبدیلی کرانے کا کوئی امکان نہیں ہوگا اور اس ضمن میں میرے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی صورت حال یہ ہوگی۔ ان کے سامنے اولاً" تو ہوں گی سائمن کمیشن کی سفارشات۔ ثانیاً" ان کے سامنے ہوں گی حکومت ہند کی آراء اور تجاویز جو میری دانست میں رجعت پسندانہ ہوں گی اور ہند میں یہی رائے اور احساس ہے اور اس مواد کے ساتھ جو ان کے سامنے ہوگا ملک معظم کی حکومت کی مرتب کردہ حتمی تجاویز بھی مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے حوالے کر دی جائیں گی۔ مجھے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس مرحلہ پر جہاں تک تجاویز کے بنیادی اصولوں کا تعلق ہے ہم نہ صرف ان تجاویز کے بنیادی اصولوں میں کسی رد و بدل یا اضافے کی تجویز پیش کرنے سے خارج ہی نہیں بلکہ باز رکھے جائیں گے جو ایوان کی جانب سے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے حوالے کی جائیں گی اور جو کچھ اس مرحلہ پر معقول انداز میں اور کسی حد تک کامیابی کے

ساتھ ہو سکے گا وہ یہ ہوگا کہ اس پر بحث و تمحیص ہو جائے اور اگر ممکن ہو تو ان تجاویز کی تفصیل میں کچھ قطع و برید ہو جائے اگر ہند کے نمایندوں کو اتنا ہی سا فائدہ حاصل ہوتا تو کیا آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ سیاسی ہند کو جس نے تفتیش کے مرحلے پر سائمن کمیشن اور اسکیم دونوں کا مقاطعہ کیا تھا اب اسکیم کے اگلے مراحل کے لئے بلاواسطہ یا بالواسطہ تعاون کی ترغیب دی جاسکے گی جبکہ' جیسا کہ میں نے کہا ہے' کوئی حقیقی اور مفید مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔

ہند کا برطانیہ عظمیٰ کی بات پر اعتبار اٹھ گیا ہے۔ اولین اور مقدم ترین بات جس پر میں آپ سے غور کرنے کی درخواست کروں گا کہ وہ کون سا بہترین طریقہ ہے جس کے ذریعہ برطانیہ عظمیٰ کی نیک نیتی پر ہند کا اعتبار اور اعتماد بحال کیا جاسکے۔ ہزا یکسی لینسی وائسرائے لارڈ اروِن نے ۲۸ جنوری ۱۹۲۹ء کو مجلس قانون ساز سے خطاب کرتے ہوئے اس فریضہ کو سرانجام دینے کی کوشش کی۔ وہ کہتے ہیں:

"میں اس مجلس سے دوبارہ کہتا ہوں' اور ان کے توسط سے ہند سے' کہ اعلان مجریہ ۱۹۱۷ء برقرار ہے اور برطانوی قوم کے ایک مقدس عہد کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گا کہ ایک قوم دوسری قوم کے لئے مکمل قومی سیاسی قد کاٹھ کے حصول میں جو اعانت کر سکے گی کرے گی اور یہ جو عہد دیا گیا ہے اس کی ہرگز ہرگز خلاف ورزی نہیں کی جائے گی اور جیسا کہ افعال کو اقوال کے مقابلے میں زیادہ قوی سمجھا جاتا ہے میں اتنا اضافہ کروں گا کہ میں آج یہاں آپ کے سامنے گورنر جنرل کی حیثیت سے ہرگز کھڑا نہ ہوتا اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ برطانوی قوم اس مقدس روایت سے دستکش ہو چکی ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جو یہ بات پھیلا رہے ہیں کہ انگلستان میں ایک نئی نسل پیدا ہو چکی ہے جو

۱۹۱۷ء کے اعلان کی اہمیت کی نئی تاویل کر رہی ہے وہ دانستہ یا نا دانستہ طور پر لیکن حقیقتاً" برطانیہ عظمیٰ کے مقصد کی غلط ترجمانی کر رہی ہے اور ان کنوؤں کو مسموم کر رہے ہیں جو ہند اور برطانیہ عظمیٰ کی مشترکہ زندگی کی اعانت کرتے ہیں اور اسے برقرار رکھتے ہیں"۔

متذکرہ بالا اقتباس سے آپ یہ دیکھیں گے کہ اس رائے کا میں واحد حامل نہیں کہ برطانیہ پر سے ہند کا اعتماد نہایت تیزی کے ساتھ اٹھتا جا رہا ہے۔ پھر اس کی وجہ تلاش کرنے کے لئے زیادہ دور جانے کی بھی ضرورت نہیں۔ ۱۹۲۴ء میں مجلس قانون ساز میں ایک قرار داد پر اہم مباحثہ کے دوران جس میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ ہند میں مکمل ذمہ دار حکومت کے قیام کے پیش نظر قانون حکومت ہند پر نظرثانی کی جائے۔ سر مالکم ہیلی نے اپنی تقریر کے دوران حکومت ہند کی جانب سے یہ کہہ کر عملاً" تردید کردی کہ ۱۹۱۷ء کے اعلان اور قانون حکومت ہند کے دیباچہ کے یہ معنی ہیں کہ برطانیہ عظمیٰ ہند کو خود مختار قلمرو کا رتبہ دینے کی حکمت عملی کا پابند ہے۔ انہوں نے کہا: "اگست ۱۹۱۷ء کے اعلان میں خودمختار اداروں کی بتدریج ترقی کی بات کی گئی ہے تاکہ ہند میں ذمہ دار حکومت کا تدریجاً" حصول ہوسکے۔ قانون حکومت ہند کے دیباچے میں بھی یہی اصطلاح استعمال کی گئی ہے اور وہی اصطلاح شاہی ہدایت نامے میں بھی استعمال ہوئی جس میں یہ اضافہ کیا گیا "اس طرح ہند میں یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ دیگر قلمروؤں میں اپنا مقام حاصل کرسکے" اس اصطلاح کی اپنی اہمیت ہے۔ ہمیں اس کا علم ہے کہ اس کا عمداً" انتخاب کیا گیا۔ کانگرس اور لیگ نے شاہی حکومت سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اس ارادے کا اعلان کرے کہ وہ کسی قریبی تاریخ میں ہند کو خود مختار حکومت عطا کر دے گی۔ قانون میں جو اصطلاح استعمال کی گئی وہ عین ضابطے کے مطابق ہے جس سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ ہند میں حکومت برطانوی پارلیمان کی بجائے ہند کی مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہوگی اگر آپ اصطلاح مکمل قلمرو طرز کی خودمختار حکومت کا تجزیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ

اصطلاح وسیع تر مفہوم ادا کرتی ہے یعنی نہ صرف حکومت مقننہ کے سامنے جواب دہ ہوگی بلکہ مقننہ کو بھی وہ پورے اختیارات حاصل ہوں گے جو جدید قلمرو کے ساتھ مخصوص ہیں یہ ہوسکتا ہے کہ اصلیت میں کچھ فرق ہو کیونکہ ذمہ دار حکومت لازمی طور پر ایسی مقننہ کے ساتھ عدم مناسبت نہیں رکھتی جس کے اختیارات محدود ہوں یا ان پر کچھ قیود عائد ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ مکمل قلمرو طرز کی ذمہ دار حکومت ہی ذمہ دار حکومت کا منطقی نتیجہ ہو بلکہ یہ ذمہ دار حکومت کا بدیہی اور تاریخی ارتقا ہے لیکن یہ اس کے علاوہ اور حتمی قدم ہے"۔

مزید آپ کو علم ہے کہ لارڈ کرزن کی یاد داشتوں کی حالیہ اشاعت سے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات دریافت ہوگئی ہے کہ ۱۹۱۷ء کے اعلان میں جو الفاظ حتمی طور پر استعمال ہوئے ان کی اہمیت کے بارے میں لارڈ کرزن اور مسٹر ماٹیگو کے مابین اختلاف رائے تھا۔ اس کے ساتھ حکومت ہند اور ملک معظم کی حکومت کی ۱۹۲۴ء سے یہ حکمت عملی کہ جملہ معقول مطالبات سے اغماض برتو کا نتیجہ یہ ہے کہ تقریبا" ہر سیاسی جماعت اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ انصاف کی کوئی امید نہیں اور اس طرح ہند میں ایک گروہ ایسا ہے جس نے پہلے ہی سے مکمل آزادی کے حق میں اعلان کر دیا ہے اور میں بلا کسی مبالغہ کے آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آزادی کی تحریک آہستہ آہستہ فروغ پا رہی ہے کیونکہ اسے انڈین نیشنل کانگرس کی حمایت حاصل ہے۔

یہ ہے مختصر خلاصہ صورت حال کا۔ اس لمحے میں میں نہایت خلوص کے ساتھ آپ پر زور دوں گا کہ آپ بلا کسی تاخیر کے حکومت ملک معظم کو آمادہ کریں کہ وہ یہ اعلان کردے کہ برطانیہ عظمیٰ ہند کو مکمل ذمہ دار حکومت مع رتبہ قلمرو دینے کی حکمت عملی کے عہد کی غیر مشروط طور پر پابند ہے۔ اس نوعیت کے اعلان کا اثر نہایت دور رس ہوگا اور ملک میں مختلف ماحول پیدا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا اور آزادی کی تحریک کا بڑا مسکت جواب ہوگا۔ لیکن یہاں پھر مجھے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ وائسرائے کے الفاظ میں ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ افعال اقوال کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتے ہیں لہٰذا قدرتی طور پر اگلا سوال جو اصحاب فکر کے سامنے

نمودار ہوگا یہ ہے کہ کیا اقدام کیا جائے یا کون سے قدم اٹھائے جائیں اور کیا میں ایک بار پھر لارڈ ارون کی اسی تقریر سے ایک اقتباس پیش کرسکتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں:

"تاہم یہ بات بدیہی معلوم ہوگی کہ سب لوگوں کی یہی خواہش ہے کہ برطانیہ عظمیٰ اور ہند کے مابین باہمی اتفاق سے کوئی سمجھوتہ طے پا جائے اور یہ کہ موجودہ حالات میں برطانیہ عظمیٰ اور ہند میں دوستانہ تعاون اس کے حصول کی لازمی اور ناگزیر شرط ہے۔ ایک طرف اس امر کی تردید کرنا تحصیل لا حاصل ہوگا کہ پارلیمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسائل کے بارے میں آزادانہ اور غور و فکر کے بعد کوئی فیصلہ کرے اسی طرح یہ پارلیمان کی کوتاہ بینی ہوگی کہ وہ کسی ایسے حل کی تلاش کی کوشش کی اہمیت کو کم کرے جسے سیاسی ہند کی رضاکارانہ منظوری حاصل ہوسکے۔ کیا میں ایک ایسا حل تجویز کرسکتا ہوں، جو میرے خیال میں اغلباً" ہند کے لئے قابل قبول ہوسکتا ہے۔ حکومت ملک معظم اپنی تجاویز مرتب کرنے سے پہلے اور سائمن کمیشن کی رپورٹ اور اس پر حکومت ہند کی آراء وصول ہونے کے بعد ہند کے نمائندوں کو جو معاملہ کرنے کی پوزیشن میں ہوں (کیونکہ فی الوقت ہند میں متفقہ رائے کا حصول ممکن نہیں) مدعو کرے اور ان کے ساتھ اجلاس کرے اور ایک ایسا حل دریافت کرے جسے وائسرائے کے الفاظ میں سیاسی ہند کی رضاکارانہ منظوری حاصل ہوسکے۔ اگر اس طرح کا دعوت نامہ ملک معظم کی حکومت کی جانب سے اور وزیراعظم کی طرف سے آتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے قبول کرنا ہی پڑے گا اور اگر ایسے افراد کی کانفرنس ہوگئی جو سیاسی ہند کی اگلی اور اہم ترین صف میں شامل ہیں تو میں بالکل نا امید نہیں کہ ایسا تصفیہ ہو

جائے جو برطانیہ عظمیٰ اور ہند کے لئے باعث اطمینان ہو۔
لہٰذا کیا آپ میری ان تجاویز پر اس احتیاط اور توجہ کے ساتھ غور کر سکتے ہیں جو آپ انہیں دے سکتے ہیں۔ مختصراً ماحصل یہ ہے (۱) اعلان حکمت عملی (۲) اس کے جلو میں ملک معظم کی حکومت کی جانب سے دعوت نامہ تاکہ ہند کے دستور کے بارے میں کوئی سمجھوتہ طے پا سکے یہ اس سے قبل ہو کہ حکومت برطانیہ حتمی تجاویز مرتب کر کے پارلیمان کے سامنے پیش کرے۔ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے عرض کیا ملک معظم کی حکومت سائمن کمیشن کی رپورٹ اور اس پر حکومت ہند کے مراسلے سے لیس ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں اطمینان بخش نہیں ہوں گے۔

ہند کے نمائندے کون ہوں گے؟ آپ یہ سوال مجھ سے کر سکتے ہیں اور انہیں کس طرح سے منتخب کیا جائے گا؟ میں نے اس معاملے کے حسن و قبح پر غور کیا ہے۔ اگر ہم اپنے نمائندے مقننہ کے اندر سے چنیں اور خود کو مقننہ تک ہی محدود کر لیں تو مقننہ کے باہر بھی ایسے لوگ رہ جائیں گے جن کی موجودگی اس کانگرس کے لئے ناگزیر ہوگی جس کا تصور میرے ذہن میں ہے۔ دوسری طرف اگر رکنیت غیر ارکان کے لئے کھول دی جائے تو پھر کافی کنویسنگ اور رقابت شروع ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ ہمارے حسب دلخواہ لوگ نہ مل سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ خود ہند کے ممتاز سیاستدانوں کے ناموں سے بخوبی واقف ہوں گے۔ لیکن اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ اب تک ہز ایکسی لینسی وائسرائے بھی ہند کی دنیائے سیاست میں کون کون ہے' سے پوری طرح باخبر ہو گئے ہوں گے اور مزید حکومت ہند کے

ارکان بھی، اگر ضرورت ہو، آپ کی رہنمائی کر سکیں گے۔ لیکن ایسے لوگوں کو، جن کے بارے میں آپ کو مشورہ دیا جائے، لندن جانے کے لئے ملک معظم کی حکومت کے ساتھ اجلاس کرنے کی غرض سے اور کابینہ کے ساتھ کانفرنس کرنے کے لئے، مدعو کرنا آپ ہی کی ذمہ داری ہونی چاہئے۔ بلا شبہ تعداد جہاں تک ممکن ہو زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ میرا بس ہو تو میں تعداد کو پندرہ کے لگ بھگ محدود کر دوں۔

مختصراً" یہ ہے اسکیم جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ پورے خلوص کے ساتھ اس پر غور فرمائیں گے۔ نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

پہلی گول میز کانفرنس کا اجلاس عام

ہند کے لئے آیندہ دستوری طرز وفاقی ہو یا وحدانی

۲۸ نومبر ۱۹۳۰ء

(پہلی گول میز کانفرنس کے افتتاح کے بعد کانفرنس کے اجلاس عام منعقد ہوئے جو پانچ روز جاری رہے۔ اس دوران اس سوال پر تفصیلی بحث ہوئی کہ ہند کا آیندہ دستور وفاقی طرز کا ہو یا وحدانی۔ اس بحث کی خاص بات یہ تھی کہ ہند کی ریاستوں کے مندوبین کی تقاریر سے ہند کے لئے ایک ایسے دستور کی راہ کھل گئی جو برطانوی ہند اور ہند کی ریاستوں دونوں پر محیط ہو۔ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:)

"جناب صدر: خود آپ کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم یہاں جمع ہوئے ہیں تعاون کے لئے کامیابی کے جاندار عزم کے ساتھ۔

پہلا نکتہ جس کو میں نمٹانا چاہوں گا اس نکتہ کا تعلق ہے ایک طرف برطانیہ عظمیٰ کے اخلاقی دعاوی کے ساتھ اور دوسری جانب برطانیہ عظمیٰ کی لغزش اور کوتاہی سے۔ جناب والا! میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ میرا تعلق ان لوگوں کے ساتھ ہے جو یہ باور کرتے ہیں کہ اس سوال پر بحث کرنے سے کوئی مفید مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا

میں جانبین کے ان لوگوں سے جو اس سوال کو اٹھاتے رہتے ہیں یہ گذارش کر سکتا ہوں کہ اس سوال کو مورخین کے فیصلے پر چھوڑ دیا جائے۔ میرے مقصد کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ برطانیہ عظمیٰ ہند میں ہے۔ مجھے یہ بات تسلیم کر لینے میں کوئی تامل نہیں کہ آپ کو ہند سے گہری دلچسپی ہے دونوں تجارتی اور سیاسی اعتبار سے اور اس لئے آپ ایک فریق ہیں اگر میں یہ کہہ سکوں کہ آپ کو ہند کے آئندہ دستور سے زبردست دلچسپی ہے۔ لیکن جب میں نے یہ کہہ ڈالا تو میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی صاف گوئی کے ساتھ تسلیم کریں ـــــ اور صاف گوئی کا مطلب نہ تو کسی کے جذبات کو مجروح کرنا ہے نہ ہی یہ کہ ہم تلخ گوئی سے متاثر ہوں۔ اس کے معنی ہیں' جیسا کہ میں سمجھتا ہوں بالخصوص اس طرح کی کانفرنس میں' کہ ہمیں اپنا مافی الضمیر صاف گوئی اور ادب کے ساتھ پیش کرنا چاہئے اور کسی کے جذبات مجروح کئے بغیر اور اسی لئے میں ہر قسم کی تلخی سے احتراز کروں گا۔ یہ کہہ چکنے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی یہ تسلیم کرلیں کہ ہمارا مفاد آپ کے مقابلے میں زیادہ عظیم اور زیادہ اہم ہے کیونکہ آپ کا مالی یا تجارتی مفاد ہے اور سیاسی مفاد ہے لیکن ہمارے لئے تو یہی سب کچھ ہے۔

اب آیئے اس جذبے کے ساتھ' آپ کانفرنس میں اس جانب اور ہم اس جانب بیٹھے ہوئے' ہر سوال سے نمٹیں۔ میں نے تقریباً" یہ کہہ دیا تھا کہ حقیقتاً چار فریق ہیں' دیگر چھوٹی اقلیتوں مثلاً" سکھوں اور عیسائیوں کو فراموش نہ کرتے ہوئے اور ایک لمحے کے لئے بھی اچھوتوں کو فراموش نہ کرتے ہوئے لیکن اس وقت میز کے گرد چار بڑے فریق بیٹھے ہیں۔ ایک فریق انگریز ہیں' ہند کے راجگان ہندو اور مسلمان۔

آیئے' جناب والا! ہم اس امر پر غور کریں کہ وہ مسئلہ کیا ہے جس سے ہم اس وقت برسرپیکار ہیں۔ مسئلہ پر گفتگو کرنے سے قبل میں ایک بات صاف کر دینا چاہتا ہوں کچھ تھوڑی سی غلط فہمی ہے یا فقدان فہم۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ سمجھ لیں خصوصیت سے لارڈ پیل کے ارشادات کی روشنی میں۔ لارڈ پیل نے کہا کہ عدم تعاون کی تحریک کی وجہ سے ان کی پارٹی بہت پریشان ہے۔ اس بات پر زور دینے کے بعد

انہوں نے یہ کہتے ہوئے بات ختم کی کہ اگر ہم کسی سمجھوتے پر پہنچ بھی گئے اور ہم نے آپ کو ہند کے دستور میں بہت سی پیش رفت فراہم کر بھی دی تو اس سے وہ لوگ ناروا فائدہ اٹھالیں گے جو اسے غارت کرنا چاہیں گے۔ اب جناب والا! ہمیں ہند کی صورت حال کو سمجھ لینا چاہئے۔ ہند کی صورت حال یہ ہے ایسا کوئی بھی طبقہ نہیں خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان' وہ سکھ ہوں یا عیسائی'پارسی ہوں یا اچھوت یا تاجروں کا طبقہ' تجار ہوں یا بیوپاری' ہند میں ایک طبقہ بھی ایسا نہیں جس نے پرزور انداز میں یہ اعلان نہ کیا ہو کہ ہند کو مکمل خود مختار حکومت کا نظام ملنا چاہئے۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ہند میں ایک ایسی بہت بڑی اور بہت موثر پارٹی ہے جو ہند کے آیندہ دستور کو غارت یا غلط استعمال کرنے پر تلی بیٹھی ہے۔ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جن جماعتوں نے اس پارٹی کو روک رکھا ہے اور اس کے (ارادے) کو موخر کرا رکھا ہے جو مکمل آزادی کی قائل ہے وہ جب واپس جائیں تو آپ کی طرف سے یہ جواب لے کر جائیں --- کہ کچھ نہیں ہو سکتا چونکہ ایک مضبوط جماعت ایسی ہے جو اس دستور کا غلط استعمال کرے گی یا اسے غارت کردے گی جو ہم آپ سے لے کر جائیں گے۔ کیا آپ یہ جواب دینا چاہتے ہیں؟ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس استدلال میں کس قدر زبردست سقم اور کتنا مہیب خطرہ موجود ہے ساٹ کروڑ مسلمانوں نے --- ماسوا یہاں اور وہاں چند افراد کے --- خود کو تحریک عدم تعاون سے علاحدہ کر رکھا ہے۔ ساڑھے تین یا چار کروڑ اچھوت جنہوں نے عدم تعاون کی تحریک کی مخالفت کی۔ سکھوں اور عیسائیوں نے اس میں شرکت نہیں کی اور میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ اس پارٹی کو جسے آپ ایک بڑی پارٹی کے نام سے یاد کرتے ہیں --- اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک اہم پارٹی ہے --- ہندوؤں کی عظیم اکثریت کی بھی حمایت حاصل نہیں۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان تمام جماعتوں میں سے ہر ایک جو اب بھی اس بات کی قائل ہیں کہ ان کا صحیح مقام اس کانفرنس میں شرکت کرنا اور مذاکرات کی میز پر بیٹھنا ہے تاکہ کسی ایسے سمجھوتے پر پہنچا جا سکے جو ہند کی امنگوں کی تشفی کر سکے جب واپس جائیں تو باقی لوگوں میں شامل ہو جائیں۔

کیا آپ یہی کچھ چاہتے ہیں؟ چونکہ اس کے علاوہ ان کے پاس اور کیا چارہ کار ہوگا؟ کیا جواب ہوگا؟ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کی سنگینی پر غور کریں۔ اس سنگینی پر جس پر میرے پیشرو مقررین نے بھی زور دیا ہے۔ ویسے آپ اس پر بلا شبہ جتنی دیر چاہیں بحث کر سکتے ہیں۔

آیئے اب ہم اس کانفرنس کی نوعیت اور اس کے مقصد کو سمجھ لیں۔ برطانوی ہند کے وفد کی جانب سے گفتگو کرتے ہوئے عمومی نوعیت کی باتیں نہیں کرنی چاہتا۔ بلکہ میں آپ کے سامنے وہ اہم اصول پیش کروں گا جو اس کانفرنس کی مزید کارروائی میں ہماری رہنمائی کرے گا۔ مجھے یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ یہ بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے ہمیں واقعات اور حقائق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے—— اور اسی باعث ہم یہاں موجود ہیں کہ ہم ان واقعات اور حقائق کی چھان پھٹک کر لیں اور ہند کے لئے ایک ایسا دستور مرتب کر لیں جو ہند کے لوگوں کے لئے اطمینان بخش ہو۔ وہ اہم بنیادی اصول جو جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہماری رہنمائی کرے گا یہ ہے کہ —— اگر میں اسے رتبۂ قلمرو کہوں تو مجھے علم ہے کہ لارڈ ریڈنگ یہ سوال داغ دیں گے کہ رتبۂ قلمرو کے معنی کیا ہیں؟ مجھے علم ہے کہ اگر میں ذمہ دار حکومت کے الفاظ استعمال کروں تو کوئی اور مجھ سے یہ پوچھ بیٹھے گا کہ ذمہ دار حکومت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ مجھے علم ہے کہ اگر میں مکمل خود مختار حکومت کی ترکیب استعمال کروں تو کوئی اور مجھ سے اسی نوعیت کا سوال پوچھ لے گا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ بنیادی اصول جو اس کانفرنس کی کارروائی کے پورے دوران ہماری رہنمائی کرے گا یہ ہے کہ ہند اس بات کا متمنی ہے کہ "اپنے گھر میں وہ خود مالک ہو" اور میں کسی ایسے دستور کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو آپ وضع کریں اور جو مرکزی حکومت کی ذمہ داری اس کابینہ کو منتقل نہ کرے جو مقننہ کے سامنے جواب دہ ہو۔ اگر یہ اہم بنیادی اصول ہوگا جس سے ہم رہنمائی حاصل کریں گے تو پھر لارڈ ریڈنگ نے بجا طور پر یہ کہا ہے تو پھر کچھ معاملات کو جیسے دفاع، خارجہ حکمت عملی وغیرہ میں کچھ رد و بدل کرنا ہوگا۔ میں نہیں سمجھتا کہ جہاں تک برطانوی ہند کے وفد کا تعلق ہے اس نکتہ کے بارے میں کوئی سربستہ راز

موجود ہے۔ اب تک اس میز پر جس کسی نے بھی رتبۂ قلمرو کی ترکیب استعمال کی ہمیشہ یہ ضرور کہا "عبوری دور کے لئے کچھ تحفظات کے ساتھ"۔ جناب والا! یہ ہوگا ہمارا بنیادی اصول۔

لارڈ پیل اور لارڈ ریڈنگ کی تقریروں کا ماحصل بیان کرنا ہو تو صرف ایک نکتہ جو سامنے آیا ہے یہ تھا کہ رفتار کے بارے میں فرق تھا۔ میں ذرا آگے بڑھنے سے پہلے صرف ایک بات کہوں گا اور وہ یہ ہے کہ حکومت خود اختیاری کوئی تجریدی بات نہیں۔ یہ ایک کاروباری تجویز ہے اور اگر حکومت کا اختیار کسی کابینہ کو منتقل کیا جاتا ہے جو مقننہ کے سامنے جواب دہ ہو تو ہمیں جس اولین اور مقدم ترین شے کا اہتمام کرنا ہوگا وہ یہ ہے کہ مختلف مفادات کا تحفظ کیا جائے آپ ممکنہ طور پر اس وقت تک کوئی دستور وضع ہی نہیں کرسکتے جب تک کہ آپ ان حقوق اور مفادات کے تحفظ کا اہتمام نہ کرلیں جو ہند میں موجود ہیں۔ اولاً" اقلیتی مسئلہ ہے جس سے ہمیں نبرد آزما ہونا چاہئے اور جب تک کہ آپ اقلیتوں میں تحفظ کا وہ شعور پیدا نہ کردیں جو رضاکارانہ تعاون اور مملکت سے وفاداری اخذ کرسکے آپ جو دستور بھی مرتب کریں گے وہ کامیابی کے ساتھ چل پائے گا۔ بجا طور پر ہند کی ریاستوں کے فرمانروا یہاں موجود ہیں حکومت خود اختیاری کی غرض سے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ ہند کے لئے کوئی ایسا دستور مرتب نہیں کرسکتے جس میں ان کی پوزیشن کو زیر غور نہ رکھا گیا ہو۔ اور والیان ریاست جس چیز کے لئے مضطرب ہیں وہ یہ ہے کہ انہیں اس دستور میں کچھ تحفظات مطلوب ہیں جیسا کہ مسلمان فرقے کے لئے کچھ تحفظات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جناب والا! دوسرا نکتہ جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ لارڈ ارون کی تقریر کے اقتباس پڑھتے ہوئے لارڈ پیل نے کہا تھا کہ ایک سفر ہوتا ہے اور ایک سفر کا اختتام۔ کیا میں انہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ اسی تقریر میں لارڈ ارون نے یہ بھی کہا تھا جسے لارڈ پیل نے نظرانداز کردیا:

"اگرچہ یہ درست ہے کہ سلطنت کے دیگر حصوں کے ساتھ

ہمارے تعلقات کے ضمن میں ہند ان متعدد اوصاف کا مظاہرہ کرتا ہے جو خود مختار قلمروؤں کا خاصہ ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ہند کی سیاسی رائے فی الوقت مرتبہ کے ان اوصاف کی پوری قیمت لگانے کے لئے تیار نہیں صرف اس وجہ سے کہ بسا اوقات ان کا اطلاق ملک معظم کی حکومت کی نگرانی اور اتفاق رائے کا پابند ہوتا ہے۔ ہند کی جانب سے اس وقت قلمرو کے رتبے کا جو مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ اس عمومی دعوے پر مبنی ہے کہ نگرانی سے آزادی حاصل ہوجائے بالخصوص ان حلقوں میں جو زیادہ تر داخلی مفادات سمجھے جاتے ہیں' اور یہاں' جیسا کہ عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے' کچھ حقیقی مشکلات ہیں جو ہند کے داخلی معاملات' اس کے خصوصی حالات اور عالمی تناظر سے متعلق ہیں۔ ان کا سامنا کرنا ہوگا اور انہی کے تعلق میں ہند اور برطانیہ عظمیٰ میں مختلف آراء ہوسکتی ہیں۔ ان مشکلات کی موجودگی سے سنجیدگی کے ساتھ انکار نہیں کیا جاسکتا اور اب مجوزہ کانفرنس کا سارا مقصد ہی یہ ہے کہ ملک معظم کی حکومت کو یہ موقعہ فراہم کرنا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ ہند کے رہنماؤں کے ساتھ صلاح مشورے سے اس امر کا جائزہ لیں کہ کس طرح بہترین طریقے سے بے حد عجلت کے ساتھ اور نہایت یقینی طور پر ان پر قابو پایا جاسکتا ہے"۔

میں رفتار کے بارے میں صرف ایک بات اور کہوں گا۔ جناب والا! آپ نے دو برس قبل ۱۹۲۸ء میں برطانوی لیبر کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لندن کی صدارت کرتے ہوئے یہ کہا تھا:

"مجھے امید ہے کہ برسوں میں نہیں بلکہ مہینوں کے دوران ہماری قوموں کی دولت مشترکہ میں ایک اور قلمرو کا اضافہ ہونے والا

ہے۔ کسی اور نسل کی ایک قلمرو۔ ایک قلمرو جسے برابری کی بنیاد پر دولت مشترکہ کا احترام حاصل ہو جائے گا۔۔۔۔۔ میری مراد ہند سے ہے"۔

اور ہنوز، جناب والا! لارڈ پیل اور لارڈ اروِن کی تقریروں کا لب لباب یہ ہے کہ رفتار کے تعلق میں ہمارے اختلافات علیٰ حالہ قائم ہیں۔ ۱۹۲۸ء سے اب تک دو برس گذر چکے ہیں۔

ایک بات اور ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کا اعلان جو ہماری (گول میز کانفرنس کی) تخلیق کا باعث بنا۔ اس اعلان سے میں صرف ایک حصہ پڑھوں گا:

"کمیشن کے چیرمین نے وزیراعظم کے ساتھ مراسلت کے دوران اس امر کی نشاندہی کی، جس کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ وہ انگلستان میں شائع کی جا رہی ہے، کہ جوں جوں ان کی تحقیقات آگے بڑھی وہ اور ان کے رفقاء ان جہتوں سے بہت متاثر ہوئے جو ہند کے آیندہ دستوری ارتقا کے دوران متوقع طور پر اختیار کریں گی۔ اہمیت کے اعتبار سے وہ تعلقات ذہن میں آتے ہیں جو کبھی مستقبل میں برطانوی اور ہندی ریاستوں کے مابین پیدا ہو سکتے ہیں ان کے خیال میں ان طور طریقوں کا پوری طرح جائزہ لینا اشد ضروری ہو گا جن کے ذریعہ عظیم تر ہند کے ان دو حصوں کے تعلقات کو استوار کیا جائے۔ انہوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ اگر کمیشن کی رپورٹ اور بعد ازاں حکومت کی جانب سے مرتب کی جانے والی تجاویز میں اس وسیع تر تناظر کو پیش نظر رکھا جانا ہے تو حکومت کو اس طریقہ کار پر نظر ثانی کرنا ہو گی جو فی الوقت تجویز کیا گیا ہے"۔ (انڈین کوارٹرلی رجسٹر جلد نمبر۲، ۱۹۲۹ء، کلکتہ ص ۴۸۔ ۴۷)

لہذا' جناب والا! جب لارڈ پیل کہتے ہیں کہ سائمن کمیشن کی بعض سفارشات انقلابی نوعیت کی ہیں تو اس کمیشن کے چیرمین کہتے ہیں کہ ہند کے والیان ریاست کو شامل کرکے آپ نے نہ صرف طریقہ کار میں بنیادی تبدیلی کر دی ہے بلکہ پوری صورت حال میں یکسر تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ جناب والا! بات ختم کرتے ہوئے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ جہاں تک ہمارا تعلق ہے سائمن کمیشن کی رپورٹ مردہ ہے۔ حکومت ہند کا مراسلہ فرسودہ ہوگیا ہے اور ہمارے درمیان ایک نیا ستارہ طلوع ہوا ہے اور وہ ہیں ہند کے والیان ریاست' ان کی موجودگی سے برطانوی ہند کے قلمرو کے رتبہ کا مطالبہ بھی پس منظر میں چلا گیا ہے اور اب تو ہم کل ہند کی ایک مملکت کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ لہذا آپ کا اب بھی سائمن کمیشن کی رپورٹ یا حکومت ہند کے مراسلے پر اعتبار بے سود ہوگیا ہے۔ گفتگو ختم کرتے ہوئے مجھے یہ کہنا چاہئے کہ میں بہت متاثر ہوا ہوں' اور ہند کے والیان ریاست کے اس شریفانہ رویئے' حب الوطنی کے رویئے کا نہایت گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں جس کا ہند کے والیان ریاست نے مظاہرہ کیا۔

صرف ایک بات اور ہے جو میں کہنا چاہوں گا کیونکہ کچھ غلط فہمی ہوسکتی ہے۔ ہز ہائی نیس مہاراجہ پٹیالہ اور ہز ہائی نیس جام صاحب نے یہ کہا ہے کہ اس سے قبل کہ ہم کل ہند وفاق کے مسئلہ پر غور کریں ایک عدالتی ٹربیونل کے ذریعہ ہمارے مرتبے کا تعین اور فیصلہ ہوجانا چاہئے۔ میں اس بیان کے زور کو بخوبی سراہ نہ سکا لیکن کیا میں اپنے دوستوں' ریاستوں کے مندوبین سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ حکومت ہند کے موجودہ دستور کے تحت جاری کردہ احکامات کے مطابق ان کا مرتبہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو وہ دستور تو اب شکست و ریخ کی زد میں ہے اور وہ یہ نہیں چاہیں گے کہ ان کے مرتبے اور حقوق کا تعین کوئی اور کرے۔ اپنے مرتبے اور حقوق کا تعین کرانے کے لئے وہ خود یہاں موجود ہیں۔ یہ کانفرنس جو فیصلے بھی کرے گی اور اگر اتفاق رائے ہوجاتا ہے' اور اگر پارلیمان اسے جامہ عمل پہنا دیتی ہے تو پھر اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں کہ بٹلر رپورٹ میں کیا مرقوم ہے اور شملہ یا دہلی کے دفاتر میں کیا مذکور ہے۔

پارلیمان کے بارے میں ایک بات اور۔ یہ کہا گیا اور لارڈ پیل اور لارڈ ریڈنگ نے زور دے کر کہا کہ پارلیمان کو اس سوال کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ ہمیں اس کا علم ہے۔ اگر ہم یہ توقع نہ کرتے کہ پارلیمان کو حتمی فیصلہ کرنا ہے تو ہم یہاں نہ ہوتے۔ لیکن یہ یاد رکھیئے کہ اصل تصور یہ تھا کہ ملک معظم کی حکومت' برطانوی ہند اور ہند کی ریاستوں کے رہنماؤں کے ساتھ صلاح مشورے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے حاصل کریں گے اور اگر ایسا کوئی سمجھوتہ طے پا گیا تو وہ ان تجاویز کو پارلیمان کے سامنے رکھ دیں گے۔ مجھے مسرت ہے اگرچہ میں برطانوی وفد کی شمولیت کے تخیل کے خلاف تھا۔۔۔ میں نہایت صاف گوئی سے آپ کو بتاتا ہوں ۔۔۔ کیونکہ ایک کاروباری شخص کی حیثیت سے میں نے سوچا تھا کہ تین اشخاص کے مقابلے میں ایک شخص سے مذاکرات کرنا بہتر تھا۔ تین اشخاص سے اتفاق رائے کرانا زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اس کے خلاف تھا۔ اب کہ آپ یہاں موجود ہیں کیا آپ پارلیمان کی نیابت نہیں کرتے؟ تین پارٹیاں؟ آپ کرتے ہیں اگر آپ کوئی سمجھوتہ کر لیتے ہیں تو کیا آپ کو یہ خدشہ ہے کہ پارلیمان اسے مسترد کر دے گی۔ کیا میں یہاں وہ کچھ پڑھ سکتا ہوں جو لارڈ اروان نے کہا تھا جب یہ سوال اٹھایا گیا تھا:

> "یہ بدیہی بات نظر آئے گی' تاہم' سب لوگوں کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ اور ہند کے مابین باہمی اتفاق رائے سے کوئی حل تلاش کر لیا جائے اور یہ کہ موجودہ حالات میں برطانیہ عظمیٰ اور ہند میں دوستانہ تعاون کے ذریعہ اس کا حصول لازمی اور ناگزیر شرط ہے۔ ایک طرف اس بات سے انکار کہ پارلیمان کو اس مسئلے کے بارے میں اپنی آزاد اور سوچی سمجھی رائے مرتب کرنی چاہئے ایک بے سود بات ہوگی دوسری طرف پارلیمان کو ایسے سمجھوتے کی اہمیت کو کم کرنا جسے سیاسی ہند کی رضاکارانہ رضامندی حاصل ہو سکے کوتاہ نظری ہوگی"

اب اس معاملے میں' جیسا کہ کانفرنس تشکیل پائی ہے نہ صرف یہ ممکن ہے کہ

ہند کی رضاکارانہ رضا حاصل ہو سکے بلکہ برطانوی وفد کی بھی جو پارلیمان میں تین جماعتوں کا نمایندہ ہے۔ فی الحقیقت یہ بہت ہی بری پارلیمان ہوگی جو کسی ایسے تصفیے کو مسترد کرنے کی جرات کر سکے جو اس میز پر وسیع ترین حمایت کے ساتھ طے پا جائے۔

وفاق کے اہم عناصر

برطانوی ہند اور ہندی ریاستوں کے وفاق کی راہ میں دشواریاں

یکم دسمبر ۱۹۳۰ء

(کانفرنس کی وفاقی ڈھانچہ سے متعلق سب کمیٹی کا اجلاس یکم دسمبر ۱۹۳۰ء کو منعقد ہوا تاکہ وفاق کے اہم عناصر ترکیبی' وفاقی مقننہ کی نوعیت اور اس کے ایوانوں کی تعداد کے بارے میں غور و خوض کیا جاسکے۔ برطانوی ہند اور ہند کی ریاستوں کے وفاق کی تشکیل کی راہ میں حائل ہونے والی دشواریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:)

"جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے متعدد تقریریں سنیں اور میں اب تک کوئی اصول نمودار ہوتے نہیں دیکھ سکا۔ میں بہت مضطرب ہوں کہ کسی نہ کسی طرح کوئی قطعی اصول ہمارے سامنے آ جائے۔ جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے' برطانوی ہند کی حکومت کے دستور کا تعلق ہے اس میں کوئی رد و بدل یا ترمیم و تنسیخ پارلیمان کے منظور کردہ قانون کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ جہاں تک ہند کی ریاستوں کا تعلق ہے وہ ایک سمجھوتے کے ذریعہ سے وفاق میں شامل ہوسکتی ہیں۔ یہ طریقہ کار ہوسکتا ہے۔ لیکن جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے ابھی تک یہ امر بالکل واضح نہیں کہ جہاں تک

صوبوں کا تعلق ہے برطانوی ہند میں وفاق کی کیا نوعیت ہوگی؟ میں اس کمیٹی میں بحث چھیڑنا نہیں چاہتا لیکن نقطہ نظر یہ ہے کہ صوبوں کو خودمختار ریاستیں قرار دے دیا جائے۔ اگر انہیں خود مختار ریاستیں بنا دیا جائے تو وہ بھی وفاق میں اسی طرح شامل ہو جائیں گے جس طرح ہند کی ریاستیں اس میں آئیں گی۔ اس طرح صرف ایک وفاق ہوگا اور وفاق در وفاق نہیں ہوگا یا دو وفاق نہیں ہوں گے۔ سر سی۔ پی۔ راما سوامی آئیر کی جانب سے جو بات آئی ہے میں فی الحال ان کے استدلال کا جواب نہیں دینا چاہتا کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کوئی مفید مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں ہمیں سب سے پہلے اس نکتے پر بات کرنی چاہئے' جہاں تک برطانوی ہند یا صوبوں کے وفاق کا تعلق ہے ہماری دشواریاں خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں ہمیں فی الوقت انہیں ایک طرف رکھ دینا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ کیا برطانوی ہند کے صوبوں کا وفاق خود مختار ریاستوں کی حیثیت سے تشکیل پائے گا یا تکنیکی اصطلاح استعمال کی جائے کہ "باقی ماندہ اختیارات صوبوں کی تحویل میں رہیں گے" یا ایسا وفاق ہو جس کی حکومت میں مرکزیت ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہتر ہوگا کہ اس سوال کو فی الحال ایک طرف رہنے دیا جائے۔ سب سے پہلے ہمیں اس نکتے پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کون سے موضوعات ہیں جن کے ساتھ ہند کی ریاستیں اس وفاق میں شامل ہونے کے لئے تیار ہیں؟ اگر ہمیں پہلے یہ بات معلوم ہو جائے تب ہمیں اس کا علم ہو جائے گا کہ ہم کہاں ہیں۔ کیا وفاق حقیقی ہوگا یہ وہ اصطلاح استعمال کرنا ہے جو پہلے بھی استعمال ہو چکی ہے یا جیسا کہ مسٹر شاستری نے اپنی خوبصورت زبان میں کہا کہ اس کا علم ہمیں اس وقت ہی ہوگا جب ہم ان موضوعات کو نمٹانے پر آئیں گے جن پر وفاق میں شامل ہونے کے لئے والیان ریاست آمادگی کا اظہار کریں گے کہ وفاق اس قدر بے وقعت اور کمزور کر دیا گیا ہے کہ یہ بالکل وفاق نہیں رہا؟ لہٰذا میں ان سوالات کو اٹھا کر جن پر ہمیں برطانوی ہند کے صوبوں کے تعلق میں غور کرنا پڑے اس معاملہ کو پیچیدہ نہیں بناؤں گا۔ آیئے ہم فی الفور ان موضوعات پر غور کرلیں جنہیں ہندی ریاستیں وفاقی امور گردانتے پر آمادہ ہیں۔ اگر ہم اس بات پر آ جائیں تو پھر ایک سوال پیدا ہوگا

--- اور بہت اہم سوال جس پر واضح طریقے سے میرے دوست سر محمد شفیع اور ہز ہائی نیس نواب صاحب بھوپال نے زور دیا ہے۔

تب ہمیں ایک ایشوع کا سامنا کرنا ہوگا اور وہ ایشوع یہ ہوگا: آپ کس حد تک صوبوں کو ایک سطح پر لا سکتے ہیں یا آپ کس حد تک صوبوں کو ایک سطح پر نہیں لا سکتے۔ لہٰذا جناب والا! میں اس موضوع پر مزید کچھ اور نہیں کہنا چاہتا اور کمیٹی سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مختلف دلچسپ سوالات پر بحث کرنے کی بجائے کام شروع کر دیں۔ آیئے ہم اس معاملے پر گفتگو کریں کہ ہندی ریاستیں کس حد تک مشترکہ دلچسپی کے امور پر اتفاق رائے کے لئے آمادہ ہیں اور اگر ہم ان امور کی وضاحت کر دیں گے تو شاید ہماری پوزیشن اس کے مقابلے میں بہت زیادہ واضح ہو جائے گی جیسی کہ یہ اس وقت ہے۔

میں صرف ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں' جناب والا! اور وہ یہ ہے کہ ہندی ریاستوں کو اس امر کا احساس ہونا چاہئے کہ جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے ہمارے سامنے ایک قطعی مطمح نظر موجود ہے جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہم یہ عزم کر چکے ہیں کہ برطانوی ہند میں ذمہ دار حکومت کے ضمن میں پیش رفت ہونی چاہئے اور اس مطالبے کی وجہ سے جس کے لئے ہم جدوجہد کر رہے ہیں یہ صورت حال پیدا کر دی ہے کہ ہندی ریاستوں کے مفادات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ میں اس طرف اپنے دوستوں یعنی والیان ریاست اور ہندی ریاستوں کے مندوبین پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم تیار ہیں اور ہر طرح سے آپ کی ہر بات ماننے کے لئے آمادہ ہیں کیونکہ آپ کے ساتھ ہم قوی تر اور بہتر ہوں گے بہ نسبت اس کے کہ آپ ہمارے ساتھ نہ ہوں۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہوگا ہم آپ کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن ہمیں یہ دیکھ لینے دیجئے کہ آپ کی مراد حقیقی وفاق ہے اور اگر میں آپ ہی کی ترکیب استعمال کروں کہ آپ کل ہند کے لئے کتنا ایثار کرنے پر آمادہ ہیں اس جذبے کے تحت میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ اس امر پر گفتگو کریں کہ "آپ کن موضوعات کو کل ہند وفاق کی تحویل میں دینے کے لئے تیار ہیں"۔

کیا ریلیں وفاق کی تحویل میں ہونی چاہئیں؟

وفاقی ڈھانچے کی ذیلی کمیٹی میں وفاقی موضوعات پر بحث

۴ دسمبر ۱۹۳۰ء

(وفاقی ڈھانچے سے متعلق ذیلی کمیٹی کا اجلاس ۳ اور ۴ دسمبر کو منعقد ہوا جس میں وفاقی موضوعات کی درجہ بندی زیر بحث آئی۔ وفاقی موضوع کی حیثیت سے "ریلوں" کے بارے میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:)

جیسا کہ میں نے بحث کو سنا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکمت عملی اور قانون سازی کے ضمن میں تو کوئی اختلاف رائے نہیں۔ واحد سوال جو ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے وہ ریلوں کے انتظام و انصرام یا اس کی نگرانی کے بارے میں ہے اور اس سے پیدا ہونے والا معاملہ روپیہ پیسے کے تصفیے سے متعلق ہے۔ اس سے قبل کہ میں اسے نمٹاؤں کیا میں لارڈ لوتھین کو یہ بتا سکتا ہوں، جبکہ وہ یہ کہنے میں حتمی اور منطقی طور پر بالکل درست ہیں کہ وفاق کے لئے ریلوں کا قومی ملکیت میں ہونا بالکل ناگزیر نہیں، میں چاہتا ہوں کہ وہ ایکو رتھ کمیٹی کی رپورٹ کا مطالعہ کریں۔ ہند میں ہمارے خصوصی حالات تھے جن سے ہمیں عہدہ برآ ہونا پڑا اور عوامی سطح پر اور اخبارات وغیرہ میں کافی بحثا بحثی کے بعد ہم نے اپنی حکمت عملی طے کی ـــــ کہ ہماری ریلوں کا

انتظام و انصرام مملکت کے ہاتھ میں ہونا چاہئے اور ہر معاہدہ جو ختم ہوتا ہے کمپنی ریلوں کو مملکت کے حوالے کرنے کی پابند ہے۔ اس حکمت عملی پر کاربند رہتے ہوئے مملکت کی ریلیں معرض وجود میں آچکی ہیں اور ان میں سے بیشتر سرکاری ریلوں کی حیثیت سے چل رہی ہیں اور جو چند باقی رہ گئی ہیں وہ بھی معاہدہ کی مدت ختم ہونے پر لازمی طور سے مملکت کی ملکیت میں آجانی چاہئیں ـــــ لہٰذا جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے یہ بات قطعی طور پر طے ہو چکی ہے اور اس میں ردو بدل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر میں ایسا کہہ سکوں ـــــ اور برطانوی ہند میں سرکاری ملکیت میں ہی ریلیں جاری رہنی چاہئیں۔ اس صورت میں کسی نہ کسی سرکاری محکمہ کو ان کا انتظام کرنا ہوگا اور یہ محکمہ کس کی نگرانی میں انتظام کرے گا؟ اگر ہم کل ہند کے وفاق کے بارے میں سوچ رہے ہیں تب وہ وفاقی حکومت کے تحت آنا چاہئے ـــــ ورنہ آپ انہیں کہاں رکھیں گے ـــــ اگر یہ وفاقی حکومت کی تحویل میں آتی ہیں تو اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندی ریاستوں کی ریلوں کا کیا بنے گا؟ کیا وہ انفرادی ریاستوں کی زیر انتظام و انصرام اور نگرانی میں رہیں گی؟

کرنل ھسکر: "کیوں نہیں؟"

مسٹر جناح: "کیوں نہیں؟" یہ وہ سوال ہے جس کا جواب آپ سب کچھ سن لینے کے بعد دیں گے اور ہم اس وقت اسی امر پر بحث کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں صرف ایک لمحہ پہلے سر سی۔ پی۔ راما سوامی آئیر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا صورت حال کیا ہوگی۔ کیا ایک حصہ کا انتظام صوبہ جات متوسط کریں گے۔ دوسرے کا حیدر آباد اور ایک اور حصے کا صوبہ جات متحدہ وغیرہ وغیرہ بمبئی تک چلنے والی ریل کا مختلف انتظام، مختلف نگرانی اور مختلف حکام؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں، جیسا کہ سر سی پی راما سوامی آئیر نے نشاندہی کی، اور یہ ایک جواب کا تقاضا کرتی ہے"۔

مسٹر گاون جونز: "لیکن انتظام و انصرام ملکیت سے مختلف ہوتے ہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "بالکل۔ لہٰذا جہاں تک انتظام یا انصرام کا تعلق ہے یہ لازمی طور پر مرکزی اختیار کے تابع رہنا چاہئے"۔

مسٹر گاون جونز: "جی میں اتفاق کرتا ہوں"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: انفرادی وحدتوں کی تحویل میں نہیں۔ بہت اچھا۔ اس کے بعد سوال آتا ہے ملکیت کا۔ اب جب کہ آپ ملکیت کی بات کرتے ہیں مجھے علم ہے کہ ہند میں ایک حلقہ ایسا ہے جو اس رائے کا قائل ہے کہ کمپنی کے زیر انتظام ریلوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔ اچھا تو یہ ایک مسئلہ ہوگا آپ کی وفاقی حکومت کے لئے۔ وفاقی حکومت کو اس امر سے کوئی شے باز نہیں رکھتی کہ وہ کسی کمپنی کی اس تجویز کو قبول کر لے کہ وہ کوئی لاین کاروبار کے طور پر شروع کرنی چاہتی ہے۔ لیکن جہاں تک ریاستوں کا تعلق ہے وہ تو کمپنی کے زیر انتظام ریلیں نہیں ہیں۔ وہ تو ہندی ریاستوں کی املاک ہیں اور ان کی صورت حال بالکل وہی ہے جو برطانوی ہند میں ہے۔ قطعی طور پر۔ آپ کے پاس اپنی ریلیں ہیں جو آپ نے اپنے لوگوں کے محاصل سے تعمیر کیں اور وہ آپ کی ریاستوں کی ملکیت ہیں۔ پس اسی طرح ہماری ریلیں ہماری ملکیت ہیں۔ اب تصفیہ میں دقت کیا ہے؟ جیسا کہ سر بی ایم مترا نے کہا؛ بلا شبہ مشکل سوالات تو پیدا ہوں گے۔ میں ان کی نوعیت کو کم نہیں کرتا مالی تصفیہ وغیرہ وغیرہ اور یقینی طور پر یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس پر میں اس وقت بحث نہیں کروں گا اور واقعتاً" میں اس نکتہ پر بحث کرنے کا اہل بھی نہیں۔

یہ کہہ چکنے کے بعد کیا میں ایک بات اور کہہ سکتا ہوں اور اس پر میری گفتگو ختم ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ میں چاہوں گا کہ ہزہائی نیس مہاراجہ بیکانیر اس مسئلہ پر اس نقطہ نظر سے غور فرمائیں۔ اب ہند میں جو حالات موجود ہیں ان کے تحت بہت سے امور کا تصفیہ اس بنیاد پر ہوا کہ ہندی ریاستیں خودمختار ریاستیں ہیں' اور وہ خودمختار ریاستیں ہیں اور اس لئے ہندی ریاستوں اور برطانوی ہند کے مابین انفرادی یا اجتماعی طور پر جو انتظامات ہوئے وہ انتظامات موجودہ حالات کے تحت ہوئے۔ اور موجودہ حالات کیا ہیں؟۔ موجودہ حالات یہ ہیں کہ برطانوی ہند میں ہمارے پاس ایک نظام حکومت ہے جو پارلیمان اور تاج کے سامنے جواب دہ ہے۔ لہٰذا میں یہ چاہوں گا کہ والیان ریاست اس خیال کو اپنے ذہنوں سے نکال دیں کہ یہ وہ نظام حکومت ہے جو

جاری و ساری رہے گا۔ اس وقت ہم ایک بالکل مختلف نظام حکومت پر غور کر رہے ہیں۔ ایک ایسا نظام حکومت جس میں والیان ریاست ملک کی مقننہ کے زیر نگیں آ جائیں گے اور اس لئے اگر آئندہ یہ دستور نافذالعمل ہوتا ہے تو آپ کی حیثیت برطانوی ہند کے نمایندوں کی بھی ہو جائے گی اور ایسا کوئی فیصلہ اور ایسی کوئی قانون سازی نہ کی جا سکے گی جسے آپ کے گروہ کی حمایت حاصل نہ ہو۔ لہٰذا آپ مستقبل میں جو کچھ بھی کریں گے یہ کوئی اور نہیں ہوگا جو آپ کی طرف سے کچھ کر دے گا بلکہ وفاقی حکومت کے رفقائے کار کی حیثیت سے آپ خود یہ سب کچھ کر رہے ہوں گے اور اس لئے جب ہز ہائی نیس احاطہ کار' اور استغاثے کے حکام اور ریلوے کمپنیوں کے امور وغیرہ وغیرہ کی بات کرتے ہیں اور اگر آپ کے پاس آپ کی وفاقی حکومت ہو اور اگر آپ کے پاس آپ کی مقننہ ہو تب آپ جو اقدام طے کرتے ہیں یا کوئی قانون جو منظور کیا جاسکتا ہے وہ آپ کی جانب سے ہمیں اپنے ساتھ رکھتے ہوئے ہی منظور کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح ہماری طرف سے جو کچھ کیا جاتا ہے وہ آپ کو ساتھ رکھتے ہوئے ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا احاطہ کار کے بارے میں وہ تمام پیچیدہ سوالات اور وہ تمام سوالات کہ استغاثے کے اختیارات کس کے پاس ہوں گے غائب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس قانون میں آپ اس امر کا اہتمام کریں گے —— اس قانون میں آپ اس کا ذکر کریں گے کہ مقدمہ چلانے کا اختیار کس کے پاس ہوگا؟ اس قانون میں آپ یہ طے کر دیں گے کہ کمپنیوں میں کس جگہ مقدمہ چلایا جائے گا لہٰذا میں آپ کے ذہن نشین یہ بات نہیں کراؤں گا کہ حقیقت کیا ہے بلکہ یہ کہ حقیقت کیا ہوگی اور یہ جو کچھ ہوگا وہ یہ ہے کہ آپ کا حصہ ہوگا' آپ کی آواز ہوگی' اور آئندہ دستور میں جو کچھ کیا جاسکے گا وہ آپ اور ہم مل جل کر کر سکیں گے۔

وفاق کے اہم عناصر ترکیبی

ہندی ریاستیں کس حد تک اپنے حقوق تج دیں گی؟

۵ دسمبر ۱۹۳۰ء

(وفاقی ڈھانچے سے متعلق ذیلی کمیٹی کا اجلاس ۵ دسمبر ۱۹۳۰ء کو پھر منعقد ہوا "وفاق کے اہم عناصر ترکیبی" کے موضوع پر بحث و تمحیص ہوئی۔ اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کمیٹی سے کہا کہ وہ ہندی ریاستوں سے یہ دریافت کرے کہ وہ کل ہند وفاق کے لئے اپنے حقوق سے کس حد تک دستبردار ہونے کے لئے تیار ہیں؟)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: میں سر تیج بہادر سپرو کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے معاملے کو اس پہلو سے پیش کیا۔ ہندی ریاستیں بلا شبہ خودمختار ریاستیں ہیں اور ہم اس معاملے پر اس نقطہ نظر سے غور کرنے میں معروف ہیں کہ وہ کون سے امور ہیں جن کے ضمن میں وہ اپنی خودمختاری سے دستبردار ہونے کے لئے آمادہ ہیں۔ اس وقت ہمارا اسی معاملے سے تعلق ہے۔ سر تیج بہادر سپرو نے کہا ہے کہ جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے، موجودہ قانون حکومت یہ وحدانی طرز کی حکومت ہے اور وہ خودمختار صوبے نہیں ہیں۔ لیکن کل ہند کے وفاق کے سوال پر غور و خوض کرنے کے لئے ہمیں کسی نہ کسی بنیاد سے آغاز کرنا چاہئے اور وہ بنیاد یہی ہو سکتی ہے کہ ہم انہیں

بھی خود مختار ریاستیں تصور کرلیں اور یہ دیکھیں کہ وہ کیا کچھ تج دیں گے مثلاً" کینیڈا کی طرح۔ کینیڈا میں' جیسا کہ سر تج بہادر سپرو نے کہا' اگرچہ باقیماندہ اختیارات مرکزی حکومت کی تحویل میں ہیں تاہم صوبے خود مختار صوبے ہیں' لیکن جواب یہ ہے کہ وہ صوبے اتفاق رائے کے ساتھ باقی ماندہ اختیارات سے دستبردار ہوگئے اور انہیں مرکزی حکومت کی تحویل میں دے دیا۔ یہ دستبرداری تھی۔ لہٰذا صوبے خود مختار رہے جس طرح ہندی ریاستیں خود مختار رہیں گی ہرچند کہ وہ کچھ اختیارات وفاقی حکومت کے حوالے کر سکتی ہیں۔ لہٰذا حقیقتاً سوال یہ ہے۔ ہمیں اس بنیاد سے آغاز کرنا چاہئے۔ میں صرف نظریئے کے طور پر بات کر رہا ہوں۔ آخر کار صورت حال کیا ہو گی؟ حتمی صورت حال یہ ہوگی صوبے بھی خودمختار صوبے ہوں گے اور ان امور سے دستبردار ہوں گے جن سے دستبرداری پر وہ اتفاق رائے کریں گے بالکل ہندی ریاستوں کی طرح۔ اگر میں یہاں تک درست ہوں تو پہلے ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ ہندی ریاستیں کس قدر دستبرداری پر آمادہ ہیں تاکہ ہم کم سے کم کسی قدر حتمی بات تک پہنچ سکیں اور تاکہ ہم حقیقی وفاق کو اپنی نظروں کے سامنے نمودار ہوتا دیکھ سکیں۔ اگر میں یہ کہہ سکوں کہ جب تک ہندی ریاستیں کافی یا مناسب اختیارات سے دستبردار نہیں ہوں گی جو وفاق کو ایک حقیقی وفاق کی شکل عطا کردیں گے اس سوال کو اٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ صوبوں کو کیا کچھ تج دینا چاہئے اور اگر صوبوں کو ہندی ریاستوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ اختیارات تج دینے پڑے جنہیں ہم کہیں گے لا۔ وہ وفاقی حکومت کے احاطہ کار میں نہیں رہ سکتے کیونکہ ان کا کوئی تعلق ہندی ریاستوں سے نہیں ہوسکتا۔ پھر انہیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے مرکزی امور کہا جائے گا۔ اور جیسا کہ آپ خود کہتے ہیں' ان سے نمٹنے کا اختیار کسے ہوگا؟ لہٰذا میں اس ایوان سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اصل مسئلہ سے پہلو تہی نہ کریں اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ' میں اس سے گذارش کروں گا کہ یہ دیکھا جائے کہ کیا ہندی ریاستیں ایک ادارے کے طور جس چیز سے دستبراد ہونے کے لئے آمادہ ہیں وہ حقیقی اور جاندار ہے جو وفاقی مقننہ اور وفاقی حکومت کو ممکن بنا دے گا۔ جب تک کہ ہم اس مرحلے پر نہ

پہنچ جائیں ہم فروعات میں ہی الجھے رہیں گے۔

کرنل ہسکر: "کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ کیا شے ہے جو آج صوبوں کو تج دینی ہوگی؟ آپ نے ایک موازنہ قائم کیا ہے ریاستیں کچھ امور سے دستبردار ہو رہی ہیں اور صوبے دستبردار ہو رہے ہیں"۔

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: " معاف کیجئے آپ اب بھی موجودہ دستور کے تناظر میں سوچ رہے ہیں۔ واقعتاً" یہی غلط نتیجہ ہے"۔

وفاقی مقننہ کی ہیئت ترکیبی

کیا وفاقی مقننہ کے ایک سے زیادہ ایوان ہوں گے؟

۲۳ دسمبر ۱۹۳۰ء

(وفاقی ڈھانچے سے متعلق ذیلی کمیٹی نے ۲۲ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اس سوال پر غور کیا کہ وفاقی مقننہ کے اراکین کی تعداد کتنی ہوگی اور اگر مقننہ ایک سے زیادہ ایوانوں پر مشتمل ہوا تو ہر ایوان کے ارکان کی تعداد کتنی ہوگی اور اسے وفاقی وحدتوں میں کس طرح سے تقسیم کیا جائے گا؟ بحث و تمحیص کے دوران ہندی ریاستوں کے مندوبین نے اس نکتے پر زور دیا کہ وہ اپنے کچھ اختیارات سے دستبردار ہو کر ایثار کر رہے ہیں۔ اس نکتے کی مخالفت کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا:)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں صورت حال کو نہایت صاف طریقے سے دیکھتا ہوں۔ ہندی ریاستوں نے یہاں بار بار اس بات پر زور دیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ واقعتاً حسن و قبح پر کسی استدلال کی گنجائش ہے۔ حسن و قبح کے بارے میں صرف ایک بات کہنا چاہوں گا اور وہ یہ ہے۔ ہندی ریاستوں نے یہاں بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ اس وفاق کی اسکیم میں اپنے اقتدار اعلیٰ کا ایک حصہ پیش کر رہے ہیں۔ جناب والا! کیا میں ان سے دریافت کر سکتا ہوں کہ کیا وفاقی کی اسکیم میں صوبے

اپنے اقتدار اعلیٰ کا حصہ پیش نہیں کر رہے؟"

مسٹر گاون جونز: "نہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "کیا نہیں"

سر محمد شفیع: "یہ کر رہے ہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: پھر آپ اب کیا کر رہے ہیں؟ کیا وفاقی حکومت میں برطانوی ہند کے معاملات میں ہندی ریاستوں کی آواز براہ راست شامل نہیں ہوگی؟ کیا یہ دو طرفی بات نہیں ہے؟ آپ بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا اقتدار اعلیٰ وہائیٹ ہال میں ہے اور آپ کا اقتدار اعلیٰ بیکانیر یا بھوپال میں ہے۔ لیکن یقیناً" جب وفاق معرض وجود میں آجاتا ہے تو برطانوی ہند کے معاملات میں آپ کی آواز اور ووٹوں کے ذریعہ سے آپ کا حصہ ہوگا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ دلیل جو بار بار پیش کی گئی کہ آپ اپنے اقتدار اعلیٰ کا کچھ حصہ پیش کرکے ایثار کر رہے ہیں گمراہ کن ہے۔ برطانوی ہند بھی اپنے اقتدار اعلیٰ کا حصہ پیش کر رہا ہے۔ کس کو پیش کر رہا ہے' کس کی تحویل میں دے رہا ہے؟ وفاقی حکومت کو جسے آپ تشکیل دیں گے' جس میں آپ ایک فریق ہوں گے' جس میں آپ کی آواز ہوگی اور ووٹ ہوگا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ دلیل کلیتاً" گمراہ کن دلیل ہے کہ آپ تو ایثار کر رہے ہیں اور برطانوی ہند نہیں کر رہا۔ موجودہ صورت میں' جناب والا! میں اتفاق کرتا ہوں کہ یہ اسکیم' جس پر ہم نے اب تک کام کیا ہے' ایسی ہے جس کی کوئی مثال موجود نہیں اور میں نے ہمیشہ یہ بات کہی اور جب تک میں پوری تصویر نہ دیکھ لوں میں اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں۔ لیکن' جناب والا! میں راہ میں کوئی دشواری حائل کرنی نہیں چاہتا اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے۔ فی الوقت میں لارڈ ریڈنگ کی جانب سے پیش کی ہوئی دلیل کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا: "ہندی ریاستیں جو کچھ طلب کریں یا تجویز کریں دے دیجئے کیونکہ ان کی رضامندی حاصل کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے"۔ پس' جناب والا! اگر ہمارے پاس کوئی چارہ کار نہیں ہے اور اگر کسی نہ کسی طرح کا وفاق قائم کرنے کی غرض سے جو کچھ ہندی ریاستیں کہیں ہم اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں' اور اگر یہی

مصلحت ہے جس کی لارڈ ریڈنگ ہم سے سفارش کر رہے ہیں تو میں کوئی دلیل نہیں دے سکتا' میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ تب مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ یہ ہے۔۔۔ میں ہندی ریاستوں کے فرمانرواؤں سے دست بستہ یہ عرض کروں "اچھا" کسی طرح کا بھی وفاق حاصل کرنے کے لئے آپ جو شرائط مجھ سے منوانا چاہیں میں حاضر ہوں' وگرنہ' جناب والا! مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ ہم برطانوی ہند کو اس کی آبادی' اس کی دولت اور عظیم ترقیوں سمیت ایک ایسے ادارے کو پیش کر رہے ہیں جس میں نصف ارکان ہندی ریاستوں کے ہوں گے اور وہ بھی ہندی ریاستوں کی جانب سے نامزد کئے جائیں گے اور وہ نہ صرف ہندی ریاستوں کے ان امور کی نگرانی کریں گے جن کے بارے میں ہندی ریاستوں نے رضامندی ظاہر کی ہو لیکن برطانوی ہند کے جملہ امور میں دخیل ہوں گے میرے نزدیک یہ کتنا بڑی سنگین بات ہے میں یہی کچھ کہہ سکتا ہوں"۔

(۲۲ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہ کابینہ کے جو ارکان مقننہ کے سامنے جواب دہ نہ ہوں انہیں بھی رائے دہی کا اختیار ہونا چاہئے۔ مسٹر ایم۔اے جناح نے کہا:)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "اگر مثال کے طور پر ایک وزیر دفاع کے نگران ہیں۔ اگر ہر اعتبار سے وہ کابینہ کے رکن ہیں اور اگر اس کابینہ کو متحدہ کابینہ ہونا ہے' دفاع ایسی شے ہے جس کے لئے مقننہ ذمہ دار نہیں ہوگی بلکہ یہ ذمہ داری کہیں اور ہوگی' یہ گورنر جنرل ہوں یا کوئی اور یہ وزیر دفاع گورنر جنرل کے سامنے جواب دہ ہوں گے مقننہ کے سامنے نہیں ہوں گے۔ اگر وہ کابینہ کے رکن ہیں اور وہ اس کابینہ میں شامل ہیں لیکن وہ کسی حکمت عملی کے مخصوص مسئلہ پر اپنے باقی ماندہ رفقائے کار کی بات نہیں سنتے تو کیا آپ کابینہ کے باقی ارکان سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ پر جس کے بارے میں وہ اپنے رفیق کار سے اتفاق نہیں کرتے مقننہ کے روبرو وہ اس کی مدافعت کریں گے؟ فرض کیجئے کہ ایوان اس کابینہ سے مطمئن نہیں ہے کیا آپ یہ توقع کرتے ہیں کہ باقی ماندہ کابینہ جو اس حکمت عملی کی مدافعت کرتی ہے جس سے وہ

اتفاق نہیں کرتی اسے نکال باہر کیا جائے۔ چونکہ کسی امر کے بارے میں انہیں اس حکمت عملی کو بروئے کار لانا پڑ رہا ہے جس سے وہ اتفاق نہیں کرتی اور جس کے لئے مقننہ بھی ذمہ دار نہیں ہے؟ کوئی اور زمہ دار ہے۔ کیا آپ کی وہ کابینہ بہت عرصہ چل سکے گی؟ کیا آپ ایوان کے تناظر میں اس کابینہ کے دیگر ارکان کو سخت مشکل میں مبتلا نہیں کر رہے ہیں؟ لہٰذا میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر کوئی مخصوص شعبہ کا وزیر ہے وہ مقننہ کے سامنے جواب دہ نہیں ہے بلکہ وہ کسی اور کے سامنے جواب دہ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مقننہ اس حکمت عملی پر آزادی سے بحث و تمحیص کر سکتی ہے قطع نظر اس سے کہ اس وزیر یا گورنر جنرل کا فیصلہ کیا ہے اور اپنی رائے کا اظہار کر سکتی ہے۔ لیکن اس پر آپ اپنی حکومت یا اپنی انتظامیہ کی جان تو نہیں لے سکتے"

چئیرمین: "نہیں۔ میں آپ کا نکتہ بخوبی سمجھتا ہوں۔ آیئے ہم لمحہ بھر کے لئے رائے دہی کے سوال کو چھوڑ دیں کیا آپ سرے سے ان کی موجودگی کے بھی خلاف ہیں؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں انہیں وہاں چاہتا ہوں۔ اب بھی بعض امور کے معاملے میں بعینہ یہی کچھ ہو رہا ہے۔"

چئیرمین: "مجھے اس کا علم ہے۔ کیا میں آپ پر تھوڑی سی جرح کر سکتا ہوں؟ کیا آپ ازراہ عنایت مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ پہلے نکتے کے بارے میں آپ کے ذہن میں کیا ہے' فرض کیجئے وہ رائے نہیں دیتے' ان کی تعداد کے بارے میں؟

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں کہتا ہوں کہ اس شعبہ کے انچارج کے علاوہ کوئی اور نہیں ہونا چاہئے"

چئیرمین: "آپ جو کچھ کہتے ہیں میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ ہے کہ جو شخص پورے طور پر باخبر ہو (میں کسی کی اہانت کے طور پر یہ بات نہیں کہتا) تاکہ وہ وضاحت وغیرہ کر سکے لیکن محض وضاحت کے لئے اور رائے دینے کے لئے نہیں اور کوئی اور نہ ہو"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "وضاحت کرنے کی غرض سے مباحثہ میں حصہ لینے

کے لئے اور مقننہ میں اپنی حکمت عملی کی مدافعت کے لئے۔ وہ اسی طرح کا کردار ادا کرے گا جیسے دیگر وزراء کریں گے لیکن وہ ووٹ نہیں دے گا کیونکہ وہ مقننہ کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور مقننہ جس فیصلے پر بھی پہنچے اسے وزیر کے خلاف یا گورنر جنرل کے خلاف' جس کے سامنے وہ جواب دہ استعمال نہیں کیا جائے گا"۔

چیئرمین: "میں آپ کی دلیل سمجھ گیا ہوں اور میں اس کے لئے آپ کا بہت ممنون ہوں۔ یہ بہت وزنی دلیل ہے۔ سرتیج بہادر سپرو نے تفہیم کی جو راہ تجویز کی تھی اس کے مطابق بہر نوع ہر وزیر کو حق رائے دہی ملنا چاہئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس کے خلاف ہیں"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں اس کے خلاف ہوں"۔

مسٹر شاستری: "اس سوال پر کہ کتنی تعداد میں نامزدگیاں کی جائیں گی سرتیج بہادر سپرو اور میرے دوست مسٹر جناح دونوں گفتگو کر چکے ہیں اب یہ حقیقت غور طلب رہ گئی ہے کہ اگر دو ایوان ہوں اور دونوں کا اجلاس بیک وقت ہو رہا ہو اور دفاع اور امور خارجہ کے وزراء کا تعلق ایک ہی ایوان سے ہو تو دوسرے ایوان کا کیا بنے گا جس میں انہی امور پر بحث و تمحیص ہو رہی ہو؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "کیا میں مداخلت کر سکتا ہوں؟ عینہٖ یہی کچھ آج کل ہو رہا ہے۔ سر باسل بلیکیٹ یا سر جارج شسٹر ایوان زیریں کے رکن ہیں اور ایوان بالا کے نہیں ہیں"

مسٹر شاستری: "لیکن ان کے سیکرٹری ہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جی ہاں۔ اسی طرح اب سیکرٹری ایوان بالا کے رکن ہیں لیکن وہ ایوان زیریں کے رکن نہیں ہیں۔ جب کسی ایوان میں کسی امر پر بحث ہو رہی ہو تو ایسا انتظام کر دیا جاتا ہے کہ ان میں کوئی ایک ایوان بالا میں چلا جاتا ہے۔ مزید میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ فرض کیجئے کہ آپ ایک ایوان میں وزیر رکھتے ہیں اور دوسرے ایوان میں ان کے سیکرٹری کو تعینات کر دیتے ہیں یہ محض سہولت کی بات ہے اور میں اس پر کوئی اعتراض نہیں کروں گا"۔

وفاقی مقنّنہ کی ہیئت ترکیبی

کسی بھی ایوان میں نامزدگی اور ایوان زیریں میں بالواسطہ انتخاب کی مخالفت

۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء

(پہلی گول میز کانفرنس نے اس معاملہ کو وفاقی ڈھانچے سے متعلق ذیلی کمیٹی کے سپرد کر دیا کہ وفاقی مقننہ کی ہیئت ترکیبی کیا ہو؟ اور اگر مقننہ ایک سے زیادہ ایوانوں پر مشتمل ہو تو ہر ایوان کو ارکان کی تعداد کو وفاقی وحدتوں کے درمیان کس طرح سے تقسیم کیا جائے؟ اس موضوع پر ذیلی کمیٹی میں ۳۱ دسمبر کو دوبارہ بحث شروع ہوئی تو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے تقریر کرتے ہوئے کسی کی جانب سے بھی کسی کی نامزدگی اور وفاقی مقننہ کے ایوان زیریں کے لئے بالواسطہ انتخاب کی مخالفت کی)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں اس صورت حال سے دوچار ہوں۔ یہ بہت ہی دشوار امر ہے کہ کوئی ان دو نکتوں پر اظہار خیال کرے جب تک کہ اولاً" اسے یہ معلوم نہ ہو کہ زیرغور وفاقی ڈھانچے کے لئے صوبوں کی جانب سے کتنے اختیارات منتقل کئے جائیں گے۔ میری دوسری مشکل یہ ہے کہ جب تک کہ مجھے اس کا علم نہ ہو کہ دونوں ایوانوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کے پس منظر میں اختیارات اور

احاطہ کار کیا ہوں گے؟ ان دو نکتوں پر جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں اظہار رائے کرنا ایک دشوار امر ہے۔ اس لئے، جناب والا! میں جو کچھ عرض کروں گا اسے آپ محض تجاویز تصور کریں جو فوری طور پر میرے ذہن میں آگئی ہیں۔

اولاً" تو میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کسی جانب سے بھی کوئی نامزدگی کی جائے اگر ضرورت ہوتی تو میں تفصیل کے ساتھ بیان کرتا کہ میں نامزدگی کی کیوں اس شدت سے مخالفت کرتا ہوں۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میرے لئے اس تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ میرا تجربہ یہ رہا ہے کہ لوگوں کے کسی ادارے کے لئے نمایندہ نامزد کرنا بے حد خبیث اور ضرر رساں نظام ہے خواہ یہ نامزدگی بڑے سے بڑے حاکم کی طرف سے ہو جیسے گورنر جنرل اپنی کونسل کے مشورے سے کریں۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں اور بالخصوص سر سیموئیل ہور کے ارشاد کے حوالے سے کہ ہند میں کوئی فرقہ یا کوئی طبقہ ایسا نہیں جو اپنے نمایندہ کو گورنر جنرل بشمول کونسل سے نامزدگی کو ترجیح دے۔ اس بے حد خبیث نظام کے لئے جو واحد جواز پیش کیا گیا ہے یہ ہے کہ بعض فرقے اور طبقے امکانی طور پر مناسب حلقہ انتخاب تشکیل نہیں دے سکتے اور یہ نامزدگیوں کا جواز رہا ہے۔ اب اگر آپ ان چھوٹے فرقوں کو ایک نمایندہ عطا کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ آپ انہیں ایک حلقہ انتخاب دے دیجئے اور انہیں اپنے لوگوں میں سے ایک نمایندہ چن لینے دیجئے۔ یا تو وہ نمایندگی کے مستحق ہیں یا نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو انہیں خود اپنا نمایندہ چن لینے دیجئے۔

"پھر جناب والا! براہ راست یا بالواسطہ انتخابات کے تعلق میں ....."

چئیرمین: "کیا آپ میری مدد فرمائیں گے مسٹر جناح —— آپ ہمیشہ میری مدد کرتے آئے ہیں صرف آخری نکتے کے بارے میں جسے میں نے نوٹ کر لیا ہے:"اگر چھوٹی اقلیتوں کو نمایندگی دینی ہے تو انہیں حلقہ انتخاب دیجئے"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "انہیں حلقہ انتخاب دے دیجئے، جی ہاں"

چئیرمین: "میں یہ نکتہ بالکل سمجھ گیا ہوں لیکن کیا آپ اس بارے میں میری مدد کریں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ میں تو آپ

سے اتفاق کرتا ہوں' لیکن فرض کیجئے کہ آپ ہند کے سارے مزدوروں کو ایک نمایندہ دیتے ہیں آپ اسے کس طرح منتخب کرائیں گے؟"

مسٹر۔ ایم۔ اے۔ جناح: "میں جرح کے لئے بالکل تیار ہوں' جناب والا! کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جرح کے ذریعہ سے ہی آپ اور یہ کمیٹی کچھ اور حقائق حاصل کر سکتے ہیں۔ اب حلقہ انتخاب تشکیل دینے کے مختلف طریقے ہیں۔ مزدوروں کے تعلق میں میں سمجھتا ہوں کہ مزدوروں کی متعدد یونینیں ہیں آپ نہایت آسانی سے مزدوروں کی مختلف وحدتوں کو حلقہ انتخاب بنا سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ یونینیں یا ان یونینوں کی کونسلیں خود اپنے لوگوں کو منتخب کر سکتی ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آج کل وہ جمعیت اقوام میں اپنا نمایندہ منتخب کرتے ہیں"۔

دیوان بہادر مدالیار: "حکومت محض منتخب شخص کو قبول کرلیتی ہے"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "شاید جس کی یونینوں نے سفارش کی ہو۔ لیکن میرے خیال میں نامزدگی سے ان لوگوں کی نیابت نہیں ہوتی جنہیں آپ نمایندگی دینا چاہتے ہیں۔ جس شخص کو نامزد کیا وہ محض کسی کی تخلیق ہوتا ہے وہ اسے آگے بڑھاتا ہے' تھوڑا سا مقام اور مرتبہ عطا کرتا ہے' وہ صرف نامزد کرنے والے حاکم کی تخلیق ہوتا ہے۔

مسٹر گاون جونز: "کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر نامزدگیاں مناسب طریقے سے کی جائیں تب وہ حقیقی نمایندہ ہوتا ہے۔ مسٹر جناح میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں برطانوی تجار کا معاملہ آج کل کونسل آف اسٹیٹ میں برطانوی تجار کا نمایندہ ایک نامزد کردہ رکن ہے لیکن قدرتی طور پر حکومت ایوان ہائے تجارت کی رائے دریافت کرتی ہے۔ یہ صرف سہولت کی بات ہے۔

مسٹر جناح: "مجھے حیرت ہے کہ ایسی ترقی یافتہ اور روشن خیال جماعت اپنے نمایندے کے بارے میں اظہار رائے کرتی ہے اسے منتخب نہیں کرتی۔ مجھے حیرت ہے۔ میں تو یقیناً" ایسا نہیں کروں گا میں تو اپنا نمایندہ منتخب کروں گا لیکن ایک ایوان تجارت کی صورت حال بالکل مختلف ہوتی ہے۔ آپ اپنے نامزد آدمی پیش کرتے ہیں۔

پس آپ کو معلوم ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ رائے ان لوگوں کی رائے ہوتی ہے جو اس کی نامزدگی کرتے ہیں یا جن کے ذریعہ سے اس کی نامزدگی کی سفارش کی جاتی ہے۔ وہ رائے ان لوگوں کی رائے نہیں ہوتی جن کی اسے نمایندگی کرنی ہوتی ہے یا کسی اور کی۔

پھر میں آ رہا تھا بلاواسطہ یا بالواسطہ انتخابات کی طرف۔ اب جناب والا! میں ان دلائل کو بخوبی سمجھتا ہوں جو دونوں جانب سے پیش کئے گئے۔ لیکن میں یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ سر سیموئل ہور کا مطلب کیا ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ایوان بالا میں صوبائی حکومتیں یا وحدتیں یا ان وحدتوں کی حکومتیں نمایندے بھیجیں گی"۔

سر سیموئل ہور: "میرے ذہن میں جو کچھ تھا' اگر آپ مجھے ابھی جواب دینے کی اجازت دیں' تو وہ طریقہ کار تھا جو آج کل جمعیتہ اقوام میں مستعمل ہے یعنی حکومتیں معینہ تعداد کے مطابق نامزدگیاں کر دیتی ہیں"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "لہٰذا جہاں تک ایوان بالا کا تعلق ہے کسی طرح کے کوئی انتخابات نہیں ہوں گے"۔

سر سیموئل ہور: "نہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "بالواسطہ انتخابات بھی نہیں"

سر سیموئل ہور: "جی ہاں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں بھی یہی سمجھا تھا۔ اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ناممکن العمل اسکیم ہے۔ اصلاً" اس کے معنی یہ ہیں کہ جو پارٹی اقتدار میں ہوگی' جو صوبوں میں وزارتیں تشکیل دے گی وہی اس وحدت سے ایوان بالا میں نمایندے بھیجے گی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے' جناب والا! کہ یہ ایک ناممکن صورت حال ہے کیونکہ اس صورت میں جو نمایندے ایوان بالا میں کل ہند مسائل کو نمٹائیں گے وہ محض اس پارٹی کے خیالات کے ترجمان ہوں گے اور کسی کے نہیں۔ بہر نوع وہ زیادہ تر اس پارٹی کے خیالات کی عکاسی کریں گے جو اس وحدت میں برسراقتدار ہوگی۔ لہٰذا میں فی الوقت یہ سمجھتا ہوں کہ یہ یقیناً" کام نہیں کرے گی۔ مجھے بے حد مسرت ہے

کہ سر سیموئل ہور نے جو چند باتیں کہی ہیں ان میں یہ کہہ دیا ہے کہ وہ حقائق سے نبرد آزما ہیں۔ آیئے ہم بھی مناسب طریقے سے حقائق کا سامنا کریں۔ جہاں تک ایوان بالا کا تعلق ہے یہ بات زور دے کر کہی گئی ہے کہ ہم ایوان بالا میں بھی بلا واسطہ انتخابات کے عادی ہیں چنانچہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ ایوان بالا میں ہی بالواسطہ انتخابات کو قبول کرلیں ایک دشوار امر ہوگا۔ اس بات میں بہت زور ہے لیکن، جناب والا! میں اس رائے کا حامی ہوں کہ اب تک ایوان بالا میں یا ایوان زیریں میں یا مرکزی مقننہ میں من حیث المجموع ہمارے پاس کوئی ذمہ داری نہیں تھی لیکن اب ہم اس پر غور کر رہے ہیں ـــــ اور بلا شبہ میں اسی تاثر کے تحت گفتگو کر رہا ہوں کہ مرکزی حکومت پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہو جائے گی۔ میں فی الحال یہی ترکیب استعمال کروں گا کہ مرکزی حکومت پر بہت بڑی ذمہ داری عاید ہوجائے گی۔ ایسی صورت میں ہمیں اپنے پرانے تصور پر کاربند نہیں رہنا چاہئے۔ حتیٰ کہ حکومت ہند کے مراسلے کو بھی دھیان میں نہیں رکھنا چاہئے جو ذمہ داری کے تصور سے عاری ہے اور یقینی طور پر وفاقی نظام حکومت تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ ہم مزید دو باتوں پر غور کر رہے ہیں۔ مرکزی حکومت کی بہت سی ذمہ داری اور وفاقی نظام حکومت۔ جب یہ صورت حال ہو تو میں اس خیال کو اپنانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ایوان بالا کا تعلق ہے ہمارے نمایندوں کا انتخاب صوبائی مجالس قانون ساز سے کرایا جائے اور میں سمجھتا ہوں، جناب والا! اگر اسے ان کی نمائندہ حیثیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تب بھی یہ بہتر ہی ہوگا۔ فی الوقت چھوٹے سے انتخابی حلقے کی اہلیت کی بنیاد بہت سی جائیداد کی ملکیت ہے۔ میں بمبئی کی بات کرتا ہوں کوئی شخص جو تیس ہزار روپیہ یعنی دو ہزار پونڈ یا اس سے زیادہ رقم پر ٹیکس نہ دیتا ہو وہ ووٹ دینے کا اہل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ میرے دوست سر سی۔ پی راما سوامی آئیر نے کہا کہ اگرچہ مجلس قانون ساز کے ووٹروں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے لیکن ایوان بالا کے ووٹر ساری پریذیڈ ینسی میں صرف چار ہزار ہیں۔ ساری پریذیڈ ینسی میں صرف چار ہزار ووٹر اور ان کے مختلف انتخابی حلقے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے میں بمبئی کی بات کرتا ہوں

چونکہ میں مدراس کے مقابلے میں بمبئی کے بارے میں زیادہ جانتا ہوں۔ رائے دہندگان کی تھوڑی سی تعداد ہے اور وہ بھی سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ رائے دہی کا نظام ڈاک کے ذریعہ سے چلتا ہے آپ اپنی ووٹ پولنگ بوتھ پر بھیج دیجئے اور اس طرح آپ کو آپ کا نمایندہ مل جائے گا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا اور اس طرح آپ کو پریذیڈنسی کا بہتر نمایندہ نہ مل جائے گا اگر وہ آپ کی وحدت کی مقننہ یا مجلس قانون ساز کے اراکین کی کڑی آزمائش کی کٹھالی سے گذر کر آئے گا۔ جو خود پریذیڈ ینسی کے جملہ علاقوں کے بڑے انتخابی حلقوں سے منتخب ہو کر آئیں گے؟ کیا اس طریقے کے مقابلے میں اس طریقے سے بہتر نمایندہ میسر نہ آ جائے گا اور کیا اور طریقے پر محض اس لئے مہر تصدیق ثبت کی جائے کہ ہمیں یہ اطمینان ہو جائے کہ ہمیں براہ راست انتخاب کا موقعہ میسر آگیا۔ حقیقتاً اس سے یہی مطلب نکلتا ہے لہٰذا' جناب والا! میں یقیناً یہ سوچنے پر مائل ہوں کہ ایسا فرد میسر آ جائے گا جو زیادہ موثر طریقے سے صوبے کی نیابت کر سکے گا اور یقینی طور پر ہمیں بہتر نوعیت کا ایوان مل جائے گا جسے ذمہ دار' متین اور تجربہ کار کہا جا سکے گا۔ اور جو کاروبار شہریاری سے زیادہ باخبر ہوگا۔ ایوان بالا کے بارے میں فی الحال مجھے یہی کچھ کہنا ہے۔

جہاں تک ایوان زیریں کا تعلق ہے مجھے یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ بالواسطہ طریقہ انتخاب اپنانے سے نہ تو ایوان زیریں زیادہ نمایندہ بن سکے گا نہ زیادہ متین یا نہ ہی زیادہ ذمہ دار۔ اور کون سا بالواسطہ طریقہ انتخاب آپ اختیار کریں گے؟ بالواسطہ طریقے سے انہیں کون لوگ منتخب کریں گے۔ پھر صوبائی مجلس قانون ساز اور بالواسطہ طریقے سے انہیں کون منتخب کرے گا؟ میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ یہ تو وہی رائے دہندگان ہوں گے جو آپ کا ایوان زیریں اور ایوان بالا تخلیق کریں گے۔ پھر آپ امتیاز کیسے قائم کریں گے فرق کس طرح کریں گے؟ اس وقت میرے ذہن میں تو کوئی اسکیم نہیں آتی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کچھ عرصہ ہوا کسی نے اشارتاً" یہ کہا تھا کہ یہ بلدیاتی اداروں جیسی کوئی چیز ہوگی۔ ہند میں ہم اس تجربے سے گذر چکے ہیں۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں' جناب والا! کہ میں سر تیج بہادر سے کلیتاً" متفق ہوں

جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہند کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ میں یہ بات اپنے تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کیونکہ جہاں تک مجھے علم ہے انہوں نے کبھی انتخاب نہیں لڑا۔ میں نے لڑا ہے۔ میں نے گذشتہ بیس سال کے دوران انتخابات لڑے ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج آپ ان رائے دہندگان کو پہچان نہیں سکتے جو دس برس پہلے تھے۔ دس برس کے عرصے میں زبردست تبدیلی واقع ہوئی ہے اب بڑی سے بڑی تعداد میں لوگ اپنے نمایندوں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔اور اس بات میں بھی کہ ان کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے؟ میں لحہ بھر کے لئے بھی یہ بات نہیں کہتا کہ رائے دہندگان ان پیچیدہ مسائل کو سمجھتے ہیں۔ امرواقعہ یہ ہے کہ یہ تو اس ملک میں بھی نہیں سمجھتے۔ میرا خیال نہیں کہ مثلاً" لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ امپیریل کونسل میں کن سوالات پر بحث ہو رہی ہے اور ان کے مضمرات کیا ہیں؟ لیکن وہ عام مسائل کو سمجھتے ہیں اور اس بارے میں کہ کیا چیز کیا ہے ان کے بڑے واضح خیالات ہیں۔ اور اس لئے میں کہتا ہوں کہ موجودہ حالات میں میں ایوان زیریں کے لئے بالواسطہ طریقہ انتخاب اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہند میں عام طور پر رائے عامہ بھی اسے قبول نہیں کرے گی اور اگر ہم اس حقیقت کو نظرانداز بھی کردیں تب بھی مجھے یقین نہیں کہ بالواسطہ طریقہ انتخاب میں کوئی فائدہ ہے۔ اگر مجھے اس بات پر قائل کیا جاسکے کہ ہند کی رائے عامہ کو' جو اس کی سخت مخالف ہوگی' نظرانداز کرکے کچھ فوائد حاصل ہوسکتے ہیں تو بھی میں یقیناً" اس پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤں گا۔ لیکن برطانوی ہند میں گذشتہ ربع صدی کے دوران جو کچھ ہوا ہے محض ایک نظریئے کی خاطر—— اور اس وقت استدلال اس نظریہ پر استوار کیا جا رہا ہے کہ ہمیں زیادہ متین اور زیادہ ذمہ دار ایوان میسر آجائے گا اور یہ کہ مقننہ میں یہ زیادہ استحکام کا ضامن ہوگا ایسی بات ہے جسے میں اس وقت نظریئے کے طور پر قبول نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ مجھے حقائق کے ذریعے قائل نہ کر لیا جائے میں نہایت مضبوطی سے اس رائے پر قائم ہوں کہ جہاں تک ایوان زیریں کا تعلق ہے ہمیں بالواسطہ طریقہ انتخاب کو نہیں اپنانا چاہیئے۔

بالواسطہ انتخابات اور وفاقی مقنّنہ

ایوان زیریں کے لئے بالواسطہ طریقہ انتخاب کی مخالفت

۲ جنوری ۱۹۳۱ء

(وفاقی مقننہ کے لئے کون سا طریقہ انتخاب اختیار کرنا چاہئے؟ اس سوال پر ۲ جنوری ۱۹۳۱ء کے مباحث کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے وفاقی مقننہ کے لئے بالواسطہ طریقہ انتخاب اختیار کرنے اور اس معاملے کو کسی اور کمیٹی یا کمیشن کے حوالے کرنے کی مخالفت کی۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "لارڈ لوتھین نے ابھی ابھی جو نکتہ ہمارے سامنے رکھا ہے میں اسے شروع سے سمجھ رہا ہوں۔ میں اس بات کو سراہتا ہوں کہ ایوان زیریں کے لئے بالواسطہ طریقہ انتخاب کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں کہ وہ عوام یا قوم کے نمایندہ نہیں ہوں گے۔

ہند میں ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج رہا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ پرانے زمانے میں صوبائی مجالس کے تعلق میں یہی نظام رائج تھا اور پس ہم نے اسے آزمایا ہے اور ہمیں اس کا تجربہ ہے اور یہ محض میری ہی نہیں بلکہ یہ عام رائے ہے کہ اس میں تشنگی پائی گئی"۔

لارڈ لوتھین: "کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ رائے دہندگان کا حلقہ کتنا بڑا تھا؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "ہمارے ہاں حلقہ ہائے انتخاب تھے"

لارڈ لو تھین: "جی ہاں، لیکن رائے دہندگان کی تعداد کتنی تھی؟"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔"

لارڈ لو تھین: "لیکن یقیناً" یہی تو نکتہ ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "یہ ہمارے لئے اطمینان بخش نہیں تھا۔ ہمیں اپنے نمائندوں کے طور پر صحیح لوگ میسر نہ آسکے۔ اس میں تشنگی کا احساس ہوا اور اسی لئے ہمیں مقامی مجالس قانون ساز کے ضمن میں بھی اس نظام کو تبدیل کرنا پڑا۔

یہ واحد طریقہ ہے--- ممکن ہے کہ کوئی اور طریقہ بھی ہو جو سوچا جاسکے، لیکن فی الوقت میری سمجھ میں کوئی اور طریقہ نہیں آتا جسے آپ اختیار کرسکیں۔ یا تو آپ کے پاس انتخابی حلقے ہوں یا صوبائی مجالس قانون ساز جو ایوان زیریں کے لئے آپ کے نمائندے منتخب کریں۔ تیسرا کوئی ایسا طریقہ نہیں جو اس وقت میرے خیال میں آئے، اگرچہ کوئی طریقہ تجویز کیا جاسکتا ہے۔

اصل نکتہ جو میں اس ذیلی کمیٹی کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ لارڈ ریڈنگ نے یہ تجویز کیا ہے کہ اس سوال پر، کہ ایوان زیریں کے نمائندوں کا انتخاب بلاواسطہ کیا جائے یا بالواسطہ فیصلہ نہ کیا جائے اور اس معاملہ کو بعد میں مقرر کئے جانے والے کمیشن کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اب، جناب والا! لارڈ ریڈنگ کی شان میں کوئی گستاخی کئے بغیر، جب کبھی ہم اپنی راہ میں کوئی دشواری حائل دیکھتے ہیں تو ہم نے معاملہ کو ایک کمیشن کے حوالے کرنے کی عادت بنا لی ہے۔ اگر میں یہ خیال کرتا کہ کمیشن کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ وہ اس معاملہ پر نئی روشنی ڈال سکے گا تو مجھے اس تجویز کو قبول کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے لیکن یہ کمیشن یا کمیٹی کیا کرے گی؟ آپ کو اس موضوع پر کسی مزید روشنی کی ضرورت ہے۔ اب ہمیں اپنے نمائندے بلاواسطہ منتخب کرنے کا دس سالہ تجربہ ہے اور جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ان رائے دہندگان کی اہلیت کا معیار واقعتاً" بہت بلند ہے۔ آج مقننہ کے ارکان--- ایوان زیریں کے نمائندے انکم ٹیکس ادا کرنے والے لوگ منتخب کرتے ہیں۔ ایوان بالا، کونسل آف

اسٹیٹ کے اراکین کو منتخب کرنے والے رائے دہندگان کم سے کم انکم ٹیکس دینے والے لوگ نہیں بلکہ تیس ہزار روپے پر ٹیکس دینے والے ہوتے ہیں جو دو ہزار پونڈ سے زیادہ رقم بنتی ہے۔

لارڈ ریڈنگ نے انتخابی سب کمیٹی کی رپورٹ کا حوالہ دیا ہے۔ یہ کمیٹی ابھی کام کر رہی ہے۔ وہ کمیٹی کی اس تجویز پر چونک پڑے ہیں کہ رائے دہی میں توسیع کی جائے یا رائے دہی کی اہلیت کو گھٹا دیا جائے۔ لیکن اس کا اطلاق مرکزی مقننہ پر نہیں ہوتا۔ اس کا صراحتاً" تعین ہو چکا ہے۔ ہم اس سوال پر غور کر سکتے ہیں کہ کیا رائے دہی کا جو نظام ایوان زیریں کے لئے اس وقت رائج ہے اس میں کسی طرح کی تبدیلی لانی چاہئے۔ یہ سوال ہے جس پر میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس پر غور ہو رہا ہے ـــــ آیا اسے جوں کا توں برقرار رکھا جائے اور معیار اہلیت کو کم نہ کیا جائے۔ یہ ایک نکتہ ہے جسے آپ کسی کمیٹی کے سپرد کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں نمایندے بلاواسطہ منتخب ہونے چاہئیں۔

اس وقت صورت یہ ہے کہ معیار رائے دہی بہت بلند ہے اور رائے دہندگان کی تعداد بہت محدود ہے اور اس لئے، جناب والا! میں مطمئن نہیں ہوں کہ لارڈ ریڈنگ کی تجویز کو قبول کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا کہ اس معاملہ کو ایک کمیشن کے سپرد کر دیا جائے اور میں لارڈ پیل سے کلیتاً" متفق ہوں کہ یہ اصول کا سوال ہے یا بہرکیف ایسا سوال ہے جس کا فیصلہ اسی ذیلی کمیٹی اور جلسہ عام کو کرنا چاہئے میں ان سے اس امر پر اتفاق کرتا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو اس پر مزید غور کر سکتے ہیں اور اس پر مزید روشنی ڈلوا سکتے ہیں اگر آپ کو میسر آ سکتی ہو۔ لیکن یہ زبردست اہمیت کا سوال ہے اور اس کا یہیں فیصلہ ہونا چاہئے۔

لیکن جہاں میں اس نکتہ پر لارڈ پیل سے اتفاق کرتا ہوں وہاں میں ان کے اخذ کردہ دیگر نتائج سے کلیتاً" اختلاف کرتا ہوں۔ ان کے نہایت قوی دلائل کو بغور سننے کے بعد میں بالکل مطمئن نہیں ہوں کہ وہ ایک مضبوط موقف پیش کر سکے کہ بلاواسطہ انتخابات کے طریقہ میں ایسا کوئی خطرہ پیدا ہو سکتا ہے جس کا انہیں خدشہ ہے۔ میں

سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ قدامت پسند ذہن کا خوف ہے جو قدرتی طور پر جمہوریت سے
ڈرتا ہے۔"

وفاقی انتظامیہ

۱۹۲۱ء سے دستوری ارتقاء پر تبصرہ

۷ جنوری ۱۹۳۱ء

(وفاقی ڈھانچے سے متعلق ذیلی کمیٹی نے ۲، ۵، ۶، ۷ اور ۸ جنوری ۱۹۳۱ء کو وفاقی انتظامیہ کی ہیئت، کردار، اختیارات اور ذمہ داری پر بحث و تمحیص کی۔ ۷ جنوری ۱۹۳۱ء کو اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ۱۹۲۱ء سے لے کر اب تک کے دستوری ارتقاء پر تبصرہ کیا۔ انہوں نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ہند کے آئندہ دستور کے بارے میں فیصلہ کردے اس امر کے باوصف کہ ہندیوں کے ایک طبقہ نے تعاون نہیں کیا۔ انہوں نے مالیات، امن عامہ، تجارت، کرنسی اور دفاع سے متعلق حکمت عملی کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں سمجھتا ہوں کہ مجھے سب سے پہلے یہ کہنا چاہئے کہ مجھے اپنے دوست مسٹر گاون جونز کی تقریر بہت دلچسپ لگی انہوں نے اپنے قدامت پسند ذہن اور اپنی زبردست احتیاط کے باوصف (کھل کر) ان نکات پر گفتگو کی۔ جنہیں اس ذیلی کمیٹی کی بہترین توجہ کی ضرورت ہے۔

اب جناب والا! میں لمحہ بھر کے لئے اس کمیٹی کے امور مفوضہ سے رجوع کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے امور مفوضہ میں ان امور پر غور کرنا ہے جن کا واسطہ ہندی ریاستوں اور برطانوی ہند کے باہمی تعلقات اور برطانوی ہند کے صوبوں اور مرکز کے مابین تعلق کے تناظر میں جن میں مرکز میں ذمہ داری شامل ہے ہند میں نظام حکومت کے ڈھانچے سے ہے اور ان بنیادی اصولوں کے بارے میں سفارش کرنا ہے جن کا اطلاق ہوتا ہے۔ جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے متعدد مقرر اور سب سے آخر میں میرے دوست گاون جونز آپ کو یہ بتا چکے ہیں کہ مرکز حکومت سے متعلق دستور کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ اسے روبہ عمل لانا ممکن نہیں ہے۔

میں مختصراً" ان دشواریوں کا ذکر کرنا چاہوں گا جو پیدا ہوتی ہیں۔ آپ کے پاس ۱۰۵ منتخب اراکین ہیں جنہیں ہند کے مختلف علاقوں سے لا کر جمع کر دیا جاتا ہے۔ جنہیں مختلف بلاواسطہ حلقہ ہائے انتخابات اور خصوصی رائے دہندگان سے منتخب کرایا جاتا ہے۔ جب یہ ۱۰۵ نمائندے ملک کے مختلف علاقوں سے جمع ہو جاتے ہیں تو نہ ان کی قانون سازی پر کوئی نگرانی ہوتی ہے اور نہ اس کے ضمن میں کوئی ذمہ داری۔ انتظامیہ کا نوکر شاہی نظام ہے جسے تصدیق کرنے' بحال کرنے اور ہنگامی قوانین جاری کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔

آیئے ہم ایک لمحہ کے لئے تصور کریں کہ ہوتا کیا ہے؟ میں اپنے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا' جناب والا! لیکن اتنا کہوں گا کہ مجھے ان مجالس قانون ساز کا بیس سالہ تجربہ حاصل ہے۔ منٹو مارلے کونسل سے آغاز ہوتا ہے اور میں ایک احمق شخص کی طرح ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ اس کو خیرباد کہہ دوں۔ اس کے برعکس میرے دوست گاون جونز جو تھک گئے اور تھوڑے عرصے بعد رخصت ہوگئے۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ ہوتا کیا ہے اور میں زیادہ پیچھے بھی نہیں جاؤں گا۔ آیئے ہم گذشتہ دس برسوں کو لے لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں کہتا ہوں لارڈ ریڈنگ جو ہند کے وائسرائے اور گورنر جنرل رہ چکے ہیں اس کی تصدیق کریں گے۔ جب سے مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کا نفاذ ہوا ہے ہمارے سامنے صرف ایک ہی مسئلہ رہا ہے جسے

دستوری مسئلہ کہا جاتا ہے' وہ تھا کہ یہ اصلاحات ناکافی' غیر تسلی بخش اور ناقابل عمل ہیں۔ نہایت قلیل مدت کے دوران ہی--- میں سمجھتا ہوں کہ یہ سال ۱۹۲۱ء تھا--- کہ مجلس قانون ساز نے ایک قرار داد منظور کی اور نوکر شاہی کی حکومت نے اس سے اتفاق کیا....."

لارڈ ریڈنگ: "یہ بالکل درست نہیں ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "اگر آپ مجھے اجازت دیں گے لارڈ ریڈنگ' تو میں اس کا پورا حوالہ پیش کردوں گا۔ اس میں سفارش کی گئی تھی کہ اس مدت کو گھٹا دیا جائے جو دستوری کمیشن کے تعین نہ کرنے کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ اور وہ سفارش وزیر ہند کو ارسال کر دی گئی جب لارڈ پیل اس عہدے پر فائز تھے۔

لارڈ ریڈنگ: "اگر آپ مجھے معاف کردیں' مسٹر جناح' تو میں اس پر ایک بات کہنا چاہوں گا چونکہ میں نے بارہا اس کا ذکر سنا ہے۔ جہاں تک اس بیان کی ہیئت کا تعلق ہے یہ درست ہے۔ یعنی سر ولیم ونسنٹ نے یہ ترمیم پیش کی تھی لیکن سر ونسنٹ نے یہ ترمیم مجلس قانون ساز کی مدد کے لئے پیش کی تھی اور ان کا مقصد حکومت کی انتظامیہ کو پابند کرنا نہیں تھا۔ یقینی طور پر انہیں مجھے پابند کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا' اور میں اپنے آپ پر کوئی پابندی ہرگز قبول نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تھی صورت حال۔"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میرا وقت بہت محدود ہے' مجھے علم نہیں کہ آپ کی اندرونی مفاہمت کیا تھی۔ یہ مختلف ہو سکتی ہے۔ میں اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دے سکتا کہ آیا حکومت اس سے اتفاق کرتی ہے یا اس سے اتفاق نہیں کرتی۔ میرے خیال میں اس کی بہت کم اہمیت ہے۔ میں اس کا سہرا نوکر شاہی حکومت کے سر باندھ رہا تھا لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا تو میں اسے واپس لے لوں گا"۔

لارڈ ریڈنگ: "ہم اس کے مستحق نہیں ہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔جناح: اس کا میرے استدلال پر ذرا سا بھی اثر نہیں پڑتا۔

میری دلیل یہ ہے کہ اس وقت سے لے کر مقننہ کے سامنے ایک ہی دستوری مسئلہ تھا۔ یہ مختلف شکل اور صورت میں مقننہ کے سامنے آتا رہا اور اس دستوری مسئلے کی بنیاد پر سال بہ سال انتظامیہ کے لئے مطالبہ زر نامنظور کیا جاتا رہا اور وائسرائے اسے بحال کرتے رہے۔ مقننہ کے منتخب اراکین کی بیشتر توانائیاں اس پر مرکوز رہیں اور صرف اس نکتہ کے لئے ہم سارا وقت جدوجہد کرتے رہے۔ اگر مجھے اجازت ہو تو میں لارڈ ریڈنگ اور لیبر حکومت کو جس کے نمایندے یہاں موجود ہیں' یہ یاد دلانا چاہوں گا کہ جب سے وہ برسراقتدار آئے ہیں وہ اس معاملے میں کوئی نہ کوئی اقدام کرنے کی جانب راغب تھے۔ مجھے اس کی اندرونی تاریخ کا علم نہیں کیونکہ مجھے کبھی کسی عہدے پر متمکن ہونے کا اعزاز حاصل نہیں رہا' اور اس لئے مجھے علم نہیں کہ پس منظر میں کیا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن بہرنوع ہماری پوزیشن یہ تھی۔ یہ کہ پھر لارڈ ریڈنگ کی حکومت کے تحت مڈیمین کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا۔ اگر مجھے درست طور پر یاد پڑتا ہے تو لارڈ ریڈنگ اس میں ایک فریق تھے۔ اس کمیٹی کے امور مفوضہ میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ کمیٹی کے لئے یہ راہ کھلی تھی کہ اگر وہ اس نتیجے پر پہنچیں کہ قانون حکومت ہند کے ڈھانچے اور حکمت عملی کے تحت حقیقی پیش رفت ممکن نہیں تو وہ یہ سفارش کر سکتی ہے کہ پورے دستور کو تبدیل کر دیا جائے۔ مجھے اس کمیٹی کی رکنیت کا اعزاز حاصل ہے لیکن میرے کچھ ہم وطنوں نے جو اس اقدام کے قائل نہیں تھے اس میں شمولیت سے انکار کر دیا تھا۔ آٹھ ماہ کی محنت شاقہ کے بعد اپنے دوستوں سر تیج بہادر سپرو اور سر محمد شفیع کی معیت میں جو اس کمیٹی کے رکن تھے' ہم نے ایک رپورٹ تیار کی۔ بلاشبہ یہ ایک اقلیتی رپورٹ تھی کیونکہ کمیٹی کو اس ڈھب سے تشکیل دیا گیا تھا کہ ہماری کبھی اکثریت ہو ہی نہیں سکتی تھی' اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ بعد میں ہمیں ایک طرح کی اکثریت بھی حاصل ہوگئی تھی۔ اس اقلیتی رپورٹ میں ہم نے پر زور سفارش کی کہ قانون حکومت ہند کو یکسر تبدیل کر دیا جائے اور اس وقت سے صرف ایک مسئلہ جذبات کا مرکز رہا اور جس نے بہت سی تلخیوں کو جنم دیا' وہ تھا کہ کمیشن کا تقرر کیا جائے یا گول میز کانفرنس طلب کی جانی چاہئے۔ ہم مسلسل اور

پیہم کوشش کرتے رہے' پھر کیا ہوا اس کے بارے میں میں اور کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ آپ سب لوگ اس سے آشنا ہیں۔

اب آپ مقننہ میں ہمارا دوسرا کردار لے لیجئے۔ میں یہاں لارڈ ریڈنگ سے اظہار خیال کی درخواست کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس امر کا اعتراف کریں گے کہ معمول کیمطابق عام قانون سازی میں' جس کی ملک کے عام انتظام و انصرام کے تعلق میں ضرورت ہوتی ہے--- قوانین میں ترمیم' قوانین میں رد و بدل' نئے قوانین کا نفاذ' اس مقننہ نے ہمیشہ تعاون کیا اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کانگرس پارٹی نے بھی وقتاً" فوقتاً" تعاون کیا اور ان امور کے ضمن میں اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ حکومت کی استعانت کی۔ جب تصادم ہوا--- لازماً" اور بجا طور پر' جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ جب میں اپنے دلائل پیش کروں گا تو آپ مجھ سے اتفاق کریں گے--- جب کبھی بھی حکومت انتظامی نوعیت کے غیر معمولی اختیارات طلب کرنے کے لئے مقننہ کے پاس آئی ایسے اختیارات جو عدالتی تجزیئے یا عدالتی مقدمے سے ماوراء تھے اور جو رعیت کی املاک یا اس کی آزادی یا اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتے تھے تو مقننہ نے پوری دلیری کے ساتھ وہ اختیارات عطا کرنے سے انکار کر دیا۔

اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہم امن و امان برقرار رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ یہ بات نہیں تھی کہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ حکومت ایک مستحکم حکومت ہو' بلکہ ہمیں اس معاملے میں کچھ پچھلا تجربہ تھا۔ میں آپ سے کہوں گا کہ آپ یہ یاد رکھیئے کہ جب انتظامیہ مقننہ کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے اس وقت بھی اسے انتظامی نوعیت کے ایسے اختیارات دے دینا جو ایک فرد کی جان ومال اور آزادی پر اثر انداز ہوتا ہے کلیتاً" نامناسب بات ہوتی ہے' لیکن جب آپ کے پاس ایسی انتظامیہ ہو جو مقننہ کے سامنے جواب دہ بھی نہ ہو تو کیا آپ کسی مقننہ سے یہ کہنے کی توقع کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کو یہ اختیارات دے دیں گے؟

یہ اصل وجہ تھی جس کی بنا پر اس حکومت کے لئے یہ اختیارات حاصل کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اگر ہمارے پاس ایسی انتظامیہ

ہوتی جو مقننہ کے سامنے جواب دہ ہوتی' ایسی انتظامیہ جس کا ہم جواب طلب کر سکتے۔ ایسی انتظامیہ ہوتی جسے ہم ان غیر معمولی اختیارات کے غلط استعمال پر برطرف کر سکتے جو اس نے ہنگامی صورت حال کی بنا پر ہم سے حاصل کئے ہوتے تو پھر کوئی تامل نہ ہوتا۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ اکثر یہ کہا گیا ہے کہ مقننہ حکومت کی حمایت کرنے میں ناکام رہی ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ جناب والا! یہ ہیں وہ اہم مسائل جن میں موجودہ مرکزی مجلس قانون ساز کی تمام توانائیاں کھپ گئیں۔

اب ہمارے سامنے حقیقتاً جو سوال ہے وہ یہ ہے کہ ہم اسی طرح چلتے جائیں۔ یہ ہے وہ سوال جو ہمارے سامنے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر گاون جونز نے اس سوال کا بڑا مسکت جواب دیا ہے۔ چونکہ یہ ان کی طرف سے آیا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں وزن بھی زیادہ ہونا چاہئے بمقابلہ اس کے کہ یہ میرے جیسے شورشی کی جانب سے آتا' جو انتہا پسندانہ خیالات رکھتا ہے جیسے کہ مختلف مسائل کے بارے میں رکھتا ہو۔

اگر یہ ناممکن ہے تب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ مجھے مسرت ہے کہ لارڈ ریڈنگ نے' اپنے ذاتی وسیع تجربے اور ان امور پر ہمارے ساتھ تبادلہ خیال کے بعد یہ محسوس کیا ہے کہ مرکز کو ذمہ داری سے محروم رکھنا ممکن نہیں ہوگا۔ میں اس فیصلہ کو سراہتا ہوں جس پر وہ پہنچے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے نقطہ نظر سے یہ ایک بہت بڑی رعایت ہو۔ خود کو لارڈ ریڈنگ کی جگہ رکھتا ہوں تو میں ان کے احساسات کو بخوبی سمجھ سکتا ہوں کہ انہوں نے بہت بڑی رعایت دی ہے' انہوں نے زبردست پیش رفت کی ہے' لیکن جب میں اسے اپنے نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ لارڈ ریڈنگ محض اس فیصلہ پر پہنچے ہیں جس پر عرصہ دراز اور مدت مدید قبل پہنچ گئے تھے یعنی کہ مرکزی حکومت کو ذمہ داری عطا نہ کرنا ناممکن ہوگا۔ میں آپ کو بتا دوں' جناب وزیر خزانہ! کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہیں۔ مجھے علم ہے کہ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ یا تو ہم ہند پر حکمرانی کریں یا باہر نکل جائیں۔ لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ نہ آپ ہند پر حکمرانی کر سکتے ہیں اور نہ ہی باہر نکل سکتے ہیں۔

آپ باہر نہیں نکل سکتے۔ آپ باہر نہیں جا سکتے۔

لہٰذا ہمیں صورت حال کا بہ کمال احتیاط جائزہ لینا چاہئے۔ میں جب یہاں آیا تو میں نے سوچا تھا کہ ان ہفتوں کی بحث و تمحیص اور اس گہرے رابطے اور ان ذاتی مذاکرات کے بعد میں سر سیموئل ہور سے بھی کوئی مختلف بات سنوں گا۔ سر سیموئل ہور نے یہ موقف پیش کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور جیسا کہ ہر وہ شخص جو ہند سے واقف ہے جانتا ہے--- کہ یہ فرقہ وارانہ مسئلہ ہے اور یہ کہ یہ دفاع کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے نہایت فصیح و بلیغ انداز سے کہا کہ ذیلی کمیٹی میں کسی نے بھی یہ تجویز نہیں کیا کہ دفاع کو منتقل کرنا یا حوالہ کر دینا ممکن ہوگا اور انہوں نے درست کہا۔ انہوں نے یہ بھی کہا--- اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا--- کہ فرقہ وارانہ اختلافات موجود ہیں۔ وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے' جیسا کہ یہ پہلے کہا جا چکا ہے' کہ ہندی ریاستوں کے فرمانروا بھی ہیں' لیکن وہ یہ نہ کہہ سکے کیونکہ وہ (والیان ریاست) یہاں بیٹھے ہیں اور وہ اس وفاق میں شرکت کے لئے آمادہ ہیں اور اس لئے ہمارے پاس کم سے کم ایک بہت بڑا مسئلہ موجود ہے جسے وہ ممکنہ طور پر چھیڑ نہیں سکتے۔

لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس وفاق کے ضمن میں بہت سے اہم نکات ہیں جن کی ابھی تک چھان بین نہیں کی گئی اور بہت سی عملی دشواریاں ہیں اور ہمارے پاس بہت سے ناہموار سرے ہیں۔ وہ بالکل درست کہتے ہیں۔ میں ان سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ہم اس مفروضہ پر کام کر رہے ہیں کہ وفاق کل ہند کا وفاق ہوگا اور یہ کہ ایسی کوئی اسکیم مرتب ہو جائے گی کہ یہ ایک حقیقت کا روپ دھار لے۔ اپنی طرف سے بات کرتے ہوئے' جب برنس کمیٹی میں یہ حوالہ ضبط تحریر میں لایا جا رہا تھا--- اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اسے پڑھا--- میں نے یہ بات بالکل واضح کر دی تھی کہ دراں حالیکہ میں کل ہند وفاق کے تصور کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اگر یہ حقیقت کا جامہ پہن لے تو مجھ سے زیادہ اور کسی کو خوشی نہیں ہوگی' میں اتفاق کرتا ہوں کہ ہم نے ابھی تک بہت سے اہم نوعیت کے سوالات چھوڑ رکھے ہیں۔ میں متفق ہوں کہ ہم نے وہ فیصلے نہیں

کئے اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ان چند ہفتوں کے دوران جو ہمارے پاس موجود ہیں یہ ممکن نہیں یا اس کمیٹی کے لئے جس طرح وہ مصروف ہے' ممکن ہے کہ ہم وفاقی دستور کی ایک مکمل اسکیم مرتب کردیں۔ ہم نے بعض نکات کو چھیڑا ہے' ہم نے ایک دوسرے کے ذہنوں میں جھانکا ہے اور ہمیں علم ہے کہ بہت سے ایسے امکانات ہیں کہ یہ کل ہند وفاق ایک حقیقت کی شکل اختیار کرلے۔ اس وقت ہم صرف یہی کچھ محسوس کر سکتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ حقیقت بن جائے گی یا نہیں بنے گی اس بارے میں میں خود کو کسی شکل میں بھی پابند نہیں کروں گا۔

لیکن سر سیموئل ہور' ان کی طرف رجوع کرتے ہوئے' کہتے ہیں کہ وہ مثبت اور حتمی رویہ اختیار نہیں کریں گے بلکہ ایک غیر قطعی رویہ اپنائیں گے۔ وہ مثبت اور حتمی رویہ کے بارے میں بھی غیر قطعیت کے قائل ہیں اور محض یہی کردار ہے جو وہ اس کمیٹی کے مباحث میں ادا کر سکتے ہیں' اور پھر اپنی تقریر کے اختتام پر جو کچھ کہا' جو میرے خیال میں حقیقتاً" بہت مایوس کن تھا' عملاً" اس کا یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ہمیں ہند واپس جانا ہوگا اور اگر ہم ایسی اسکیم حاصل کرلیں جو قابل عمل ہو اور اگر ہند اس اسکیم کو برضا و رغبت قبول کرلے تو ہم اس پر غور کرلیں گے۔ عملاً" انہوں نے یہی کچھ کہا۔

اب میں یہاں اس کمیٹی کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں۔ آیئے ہم ایک لمحہ کے لئے اس بات کا تجزیہ کریں کہ یہاں ہماری پوزیشن کیا ہے۔ کیا آپ اس وقت تک انتظار کریں گے جب تک کہ رضامند ہند' ہند کے آئندہ دستور کے ضمن میں ایک متفقہ اسکیم آپ کے سامنے پیش نہ کردے؟ جب آپ مجھ سے یہ بات کہتے ہیں' تو میں کہتا ہوں' کہ اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو یہاں میری کوئی جگہ نہیں بہتر ہوگا کہ آپ مجھ سے کہیں کہ واپس چلے جاؤ۔ از راہ عنایت آپ مجھے غلط نہ سمجھیں پھر تو آپ ہند میں کوئی کولنز یا کوئی کوس گیریو پیدا ہوجانے دیں جو ایک دستور مرتب کردے جس کے تحت آپ ہند کے ساتھ ایک معاہدہ استوار کرلیں۔ میں تو یہ نہیں کر سکتا' اور میں یہ

کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اس وقت ہند میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو رضامند ہند کی جانب سے کوئی متفقہ اسکیم پیش کر سکے جس کے تحت آپ معاہدہ کر لیں۔ کوئی شخص بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اس کا انتظار کرنا چاہتے ہیں اور اس کے نتائج و عواقب کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہیں تو بصد شوق ایسا کیجئے۔ یہاں ہماری پوزیشن یہ ہے۔ ہم اپنے ہم وطنوں کے ایک نہایت طاقتور طبقے کی مخالفت کے علی الرغم یہاں آئے ہیں جس کا برطانوی اعلانات اور حکمت عملی پر سے اعتقاد اٹھ چکا ہے اور جو مکمل آزادی کا قائل ہے۔ آیئے اس بارے میں ہم باتیں چبا چبا کر نہ کریں ــــ اور جو اس تعلق میں بہت مخلص ہیں' ان میں بعض' اور ایک اور طبقہ ہے جو برطانوی ہند کے لئے فی الفور حقیقی مرتبہ قلمرو کے علاوہ کچھ اور قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اب آپ کے اپنے انتہا پسند ہیں اور ہمارے اپنے انتہا پسند۔ ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ آپ نے ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی۔ ان افراد کو آپ نے منتخب کیا۔ آپ نے انہیں کیوں منتخب کیا؟ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم واپس جائیں اور رضامند ہند کی ایک متفقہ اسکیم کے بارے میں رضامندی حاصل کریں تو پھر آپ نے ہمیں یہاں آنے کی دعوت کیوں دی؟ ہم یہاں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے یہ سمجھا تھا کہ اس کانفرنس کی نوعیت' اس کانفرنس کا کام اس صورت حال کا سامنا کرنا تھا جو ہند میں پیدا ہو گئی ہے۔

اب آپ اس صورت حال کا جو ہند میں پیدا ہو گئی ہے سامنا کریں گے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ اگر ہماری واپسی سے قبل اس صورت حال کا سامنا نہیں کرتے تو یہ برطانوی تدبر کے مکمل دیوالیہ پن کا اظہار ہو گا۔ کیا آپ اس کا سامنا کریں گے؟ مجھے بتایا گیا اور مجھے بار بار بتایا جاتا رہا ہے کہ ایک فرقہ وارانہ مسئلہ بھی موجود ہے۔ جناب والا! میں نے برس ہا برس ان دو عظیم فرقوں "ہندوؤں اور مسلمانوں" کے مابین مفاہمت اور مصالحت کرانے کے لئے کام کیا ہے' اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ ابھی بھی کچھ اختلافات باقی ہیں اور تصفیہ ممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سمجھوتہ ممکن نہیں تو کیا آپ ہم سے یہ کہہ دیں گے کہ جب تک آپ میں

باہمی اتفاق رائے نہیں ہو جاتا ہم کچھ نہیں کر سکتے؟ میں اس دلیل کو بخوبی سمجھتا ہوں' اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ ہند کو ذمہ دار حکومت کا کوئی دستور نہیں دے سکتے جب تک کہ آپ اس میں مسلمانوں اور دیگر فرقوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ کا کوئی اہتمام نہ کریں۔ چونکہ اگر کسی دستور کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے تو آپ ایک (فرقے) کو دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے لئے تحفظات کا اہتمام نہ کریں۔

اب فرض کیجئے کہ کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں اور ایسے مسائل بھی ہیں جن پر اتفاق رائے ہونا ممکن نہیں ہے۔ یہ کن لوگوں کے لئے اتفاق رائے ممکن نہیں؟ کچھ لوگوں کے لئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نمایندہ آراء کے حامل ہوں۔ بہر کیف' آپ یاد رکھیں کہ آپ ہند میں اپنی ذمہ داریوں کو خیرباد نہیں کہہ سکتے۔ مجھے ایسی کوئی غلط فہمی نہیں کہ آپ ہند کو مرتبۂ قلمرو عطا کر رہے ہیں۔ مجھے ایسا کوئی گمان نہیں کہ آپ ہند کو ایک مکمل ذمہ دار حکومت دے رہے ہیں۔ مجھے اس ضمن میں کوئی خوش فہمی نہیں۔ آخر کار آپ یہ فیصلہ کر رہے ہیں کہ آپ ہند کو کیا دیں گے؟ مرکزی حکومت کو کس حد تک ذمہ داری تفویض کریں گے؟ یہ وہ بات ہے جس کا آپ فیصلہ کر رہے ہیں۔ تب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذمہ داری کی نوعیت یا اس کی مقدار کے بارے میں آپ کا فیصلہ ایسا ہوگا کہ اسے ہند کے سمجھدار یا سیاسی ذہن رکھنے والے لوگوں کی عظیم اکثریت کی حمایت حاصل ہو جائے گی۔ یہ آپ کا نصب العین ہے اور کوئی شخص آپ کو کوئی اور نصب العین نہیں دے سکتا۔ نصب العین جو میں آپ کو دے سکتا ہوں یہ ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں: آپ کے لئے میرا حقیر مشورہ یہ ہے کہ ایک ہند کی صورت حال ہے ایک مضبوط اور مستحکم جماعت مکمل آزادی کی قائل ہے۔ ایک اور مضبوط جماعت ہے جو مکمل مرتبۂ قلمرو کی حامی ہے۔ بہت اچھا۔ اب ہم آپ کے پاس آ گئے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں: آپ اس حد تک اور اس قدر ذمہ داری عطا کرنے پر اتفاق کر لیجئے جو ان دو بڑی جماعتوں کی سیاسی ذہن رکھنے والوں کی بڑی اکثریت کو آپ کے فیصلے کی ہمنوا بنا دے تاکہ وہ یہ کہیں اب ہمیں ایک چیز مل گئی

ہے جس کی کچھ قدر و قیمت ہے ایسی وقیع چیز جس کے لئے کام کیا جاسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب آپ اس فیصلے پر پہنچ جائیں گے تو آج آپ کو حمایت حاصل ہو جائے گی۔

اگر میں اس کی ذرا سی وضاحت کرسکوں۔ جب لارڈ مورلے نے اپنی اصلاحات نافذ کرائیں۔ کیا میں آپ کو یاد دلا سکتا ہوں کہ ۱۹۰۶ء میں کانگرس نے صوبوں کے لئے مکمل خود مختاری اور مرکز میں ذمہ دار حکومت کے قیام کا مطالبہ کر رکھا تھا۔ کیا میں آپ کو یاد دلاؤں کہ ۱۹۰۷ء سورت کے مقام پر کانگرس کے انتہا پسند حلقے نے کانگرس کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ کانگرس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں شورش انتہا کو پہنچ گئی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب پہلی مرتبہ بم چلے۔ لارڈ مورلے نے اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا کہ یہ علامت ہے کہ سلطنت ڈنمارک میں کچھ گڑ بڑ ہے۔ لیکن ایک مدبر کی حیثیت سے انہوں نے ایک قانون نافذ کرا دیا جیسا کہ انہوں نے خود اپنی زبان میں کہا "کوئی اقدام کیجئے تاکہ اعتدال پسند لوگ مجتمع ہوجائیں"۔ اس میں وہ کامیاب رہے۔ وہ ایک کامیاب اقدام تھا۔ اسی طرح مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کے وقت ہوا۔ کیا کانگرس اس رپورٹ سے مطمئن تھا؟ مانٹیگو چیمسفورڈ پر کانگرسی رہنماؤں نے تنقید کی اور اسے ہند کی اہانت کا نام دیا۔ لیکن اس عظیم انگریز میں، جس کے لئے میرے دل میں نہایت درجہ انسیت ہے اتنی جرات تھی یا اتنا عزم تھا کہ ان اصلاحات کو نافذ کر دیں جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ سمجھدار لوگوں کی اکثریت کو اپنے گرد جمع کر سکیں گے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

مسٹر گاون جونز: "وہ ایسا کرنے میں ناکام ہوگئیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "نہیں، آپ کو ہند کی تاریخ پڑھنی چاہئے۔ انڈین کانگرس نے قرار داد منظور کی جس میں اسے قبول کرتے ہوئے مسٹر مانٹیگو کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہند کی زبردست خدمت کی ہے۔ پھر جلیانوالہ باغ کا واقعہ ہوا اور رولیٹ ایکٹ آیا جسے آپ کی نوکر شاہی حکومت نے منظور کرایا اس امر کے باوصف کہ یہ غیر سرکاری رکن اس کا مخالف تھا۔ جناب والا! میں صرف تصویر پیش کر رہا

ہوں۔ لہٰذا میں آپ سے کہتا ہوں کہ ذمہ دار حکومت کی جہت میں ہند کی ترقی اور ارتقا کا ایک اور زمانہ آیا ہے۔ کیا آپ ایسا فیصلہ کر سکیں گے جو سمجھدار لوگوں کو اکٹھا کردے؟ باور کیجئے آج انڈین نیشنل کانگرس کے زبردست حامی نا عاقبت اندیش اور غیر ذمہ دار لوگ نہیں ہیں اور یہ کہ ان لوگوں میں مضبوط اور مستحکم عنصر اور تاجر طبقہ ہے۔ اب آپ نے گذشتہ چند برسوں کے دوران مجلس قانون ساز میں کیا ہے۔ آپ نے جو بھی اقدام کیا ہے' آپ کی اقتصادی حکمت عملی اور آپ کی تجارتی حکمت عملی نے ہند کی تاجر برادری کے اعتماد کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

لارڈ ریڈنگ نے ریزرو بینک کا حوالہ دیا ہے۔ جناب والا! مجھے اس مسودہ قانون کے بارے میں کچھ علم ہے' یہ عہد شکنی ہے اور میں یہ الفاظ سوچ سمجھ کر استعمال کر رہا ہوں۔ آپ کے شاہی کمیشن نے ایک سفارش کی اور وہ سفارش یہ تھی' انہوں نے ایک شلنگ چھ پنس کے تناسب کی سفارش کی اور اس کے ساتھ ہی ریزرو بینک کے قیام کی بات کی اور انہوں نے کہا کہ ان سفارشات کا ایک دوسرے پر انحصار ہوگا۔ ہمیں تناسب تو مل گیا لیکن ریزرو بینک نہ ملا' کیوں؟ میں آپ کو بتاؤں کہ بہت سی غلط بیانیاں کی گئیں کہ اس بینک کو سیاسی مفادات چلائیں گے' یہ درست نہیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ کچھ لوگ تھے جو چاہتے تھے کہ ایک مخصوص تعداد میں بینک کے ڈائریکٹر مجلس قانون ساز کے ذریعہ منتخب کرائے جائیں اس کی دیگر ممالک میں مثالیں موجود ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ اگر ریزرو بینک کے تعلق میں صرف یہی ایک مسئلہ ہوتا تو حکومت کو ایوان میں عظیم اکثریت کی حمایت حاصل ہوتی۔ یہاں میں مسٹر جیکار سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ فرمائیں کہ کیا میں اس حقیقت کو درست طور پر بیان نہیں کر رہا ہوں۔ لیکن جب ہم حکومت کے ساتھ مذاکرات میں مصروف تھے سر بارسل بلیکیٹ' ممبر خزانہ نے اچانک ایک اعلان کیا جس نے ہم سب کو ششدر کردیا۔ دفعتاً" احکام موصول ہوئے' کیا میں کہہ سکتا ہوں' مغل اعظم کی جانب سے کہ مسودہ قانون کو واپس لے لیا جائے اور ہمیں بتایا گیا کہ مسودہ قانون واپس لے لیا گیا۔ افواہ یہ ہے کہ سر بارسل بلیکیٹ نے استعفا دے دیا اور یہ کہ وائسرائے کو

انہیں راضی کرنا پڑا اور یہاں بھیجنا پڑا تاکہ وہ اس معاملہ پر عظیم حاکم وزیر ہند اور ان کی کونسل کے ساتھ گفت و شنید کر سکیں۔

لہٰذا جناب والا! میں محض اس نکتے کی وضاحت کر رہا ہوں آپ کو یہ اطمینان دلانے اور اس بات پر قائل کرنے کے لئے کہ یہ اب آپ کی ذمہ داری ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جیسے آپ کو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے کہ ہند کو کس قدر ذمہ داری سونپی جائے' ایسے ہی میں یہ کہتا ہوں کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ دستور میں مسلمانوں اور اقلیتوں کے لئے تحفظات کا کیا اہتمام کیا جائے۔ اس ضمن میں بھی آپ کو ایسا فیصلہ کرنا ہے جو اطمینان بخش ہو۔ میں اس تعلق میں مزید اور کچھ نہیں کہوں گا۔

جناب والا! یہ عمومی باتیں کہہ چکنے کے بعد آیئے ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ اس ذمہ داری کی مقدار کتنی ہونی چاہئے؟ جب ہم مرکزی حکومت کی ذمہ داری کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ درحقیقت بات یہاں پہنچتی ہے کہ صرف دو اہم معاملے ہیں ایک ہے مالیات اور دوسرے امن و امان' تیسرا معاملہ آپ کی مالیات سے کسی حد تک متعلق ہے یعنی آپ کی تجارتی اور اقتصادی حکمت عملی۔ جہاں تک تیسرے معاملے کا تعلق ہے میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو کوئی بہت زیادہ تشویش ہوئی ہے اور یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یہ شعبہ ایک وزیر کی نگرانی میں ہوگا اور کسی نے تحفظات کی تجویز بھی پیش نہیں کی۔ اس لئے اس وقت جن تحفظات کی تجویز پیش کی جا رہی ہے ان کا تعلق مالیات اور امن و امان سے ہے۔ جہاں تک مالیات کا تعلق ہے میں مالیات کے بارے میں سند کا درجہ رکھنے کا دعویدار نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے اس ضمن میں اتنی معلومات حاصل ہیں کہ میں اس موضوع پر ایسی بات کر سکوں جو آپ کے لئے متاثر کن ہو۔ لیکن اگر میں ایک بات سمجھتا ہوں تو جناب والا! وہ یہ ہے کہ کیا آپ کا وزیر مالیات ایک ذمہ دار شخص ہوگا یا نہیں؟ کیا آپ کی کابینہ ذمہ دار افراد پر مشتمل ہوگی یا نہیں؟ کیا آپ کی مقننہ بھی ذمہ دار افراد سے تشکیل پائے گی یا نہیں قطع نظر بلا واسطہ طریقہ انتخاب کے؟ بلا واسطہ طریقہ انتخاب کی اساس کس اعلیٰ

اہلیت رائے دہی پر استوار ہوگی الا اہلیت رائے دہی کا معیار' جیسا کہ تجویز کیا گیا ہے' گھٹا دیا جائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا۔ اجازت دیجئے کہ میں آپ کو بتا دوں ان لوگوں کے بارے میں جو مجلس قانون ساز کے رکن رہے ہیں اور جو کانگرس پارٹی کے نام سے موسوم رہے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ لارڈ ریڈنگ میری تصدیق کریں گے کہ تمام اہم امور کے بارے میں' جن سے کوئی سیاسی نوعیت کا اختلاف وابستہ نہیں تھا' جب ہم عام قوانین سے نمٹ رہے ہوتے تھے' میں سمجھتا ہوں کہ آپ یہ تسلیم کریں گے کہ یہ وہ لوگ تھے جو بہت قابل تھے اور جنہوں نے مقننہ کی زبردست خدمت سرانجام دی چونکہ اس وقت ان کا ذہن اس اصول پر کام کر رہا ہوتا تھا کہ ہمارے ملک کے لئے بہترین قوانین ہونے چاہئیں۔ خواہ وہ انتقال املاک کا قانون تھا یا وہ ضابطہ دیوانی میں ترمیم کا قانون یا وہ ضابطہ فوجداری میں ترمیم کا قانون' میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ان کے ذہن اس شعور ذمہ داری اور اس احساس کے ساتھ کام کر رہے ہوتے تھے کہ یہ ایک قانون ہے جو ہمارے ملک کا قانون بننے والا ہے جو ہمارے عوام پر اثر انداز ہوگا۔ لہذا انہوں نے عظیم ترین استعانت بہم پہنچائی۔ ریلوے کی مالیات کو علیحدہ کرنے کے سوال کو ہی لے لیجئے۔ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ عام افادیت کا کون سا قانون تھا جسے ایوان سے منظور کرانے میں حکومت ناکام رہی؟ ریکارڈ پر نظر ڈال لیجئے جب آپ کو غیر معمولی اختیارات کی طلب ہوئی اسی وقت انہوں نے آپ کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کی وگرنہ اس خود سر ایوان نے بھی جس سے آپ خوفزدہ ہیں' اکثریت کے ساتھ حکومت کی حمایت کی۔ آپ کے ۲۶ سرکاری اراکین سمیت ۱۰۵ ارکان تھے اگر وہ غیرذمہ دار لوگ ہوتے تو آپ ایک قانون بھی منظور نہ کرا سکتے اور آپ کی مجلس قانون ساز ایک مہینے کے اندر اندر معطل ہو جاتی۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ وہ بات کہنا درست نہیں۔

پھر میں کہتا ہوں' آیئے ہم اس بات پر غور کرلیں کہ آپ اپنے وزیر مالیات کو کون سے تحفظات عطا کرنا چاہتے ہیں۔ جناب والا! کیا ہم ایسی انتظامیہ تشکیل دینا چاہتے ہیں جو مقننہ کے سامنے جواب دہ ہو اور مقننہ کو ہند کے عوام کا اعتماد حاصل ہو یا اسے

انگلستان کے عوام کا اعتماد حاصل ہو یا برطانوی پارلیمان کا؟ میں آپ کو بتا دوں کہ اگر آپ یہ انتظامی حکومت اور یہ مقننہ برطانوی پارلیمان یا برطانوی عوام کے اعتماد پر تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو یہ نہیں چلے گی۔ آپ کا عظیم ترین تحفظ یہ ہے کہ ہند کے عوام کو اس پر بھروسا ہو۔ دیکھئے آپ اس نقطہ نگاہ سے ذمہ داری کے سوال کو حل کرنا چاہتے ہیں--- کہ آپ کو اس مقننہ پر اعتماد ہو آپ کو اس انتظامیہ پر بھروسا ہو۔ آپ کا عظیم ترین تحفظ یہ نہیں ہے۔ آپ کا سب سے بڑا تحفظ اس امر پر مبنی ہے۔ کیا اس مقننہ اور اس انتظامیہ کو ہند کے لوگوں کا اعتماد حاصل ہوگا؟ کیونکہ یہی آپ کے تحفظ کی ضمانت ہے اگر آپ نے کوئی اور تحفظ پیش نظر رکھا تو اسے بے حد شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ میں کہتا ہوں' آپ اپنے ممبر مالیات کو قلمدان سونپ دیجئے۔ میں کہتا ہوں اس پر بھروسا کیجئے اور اسے وہ حقیقی ذمہ داری عطا کر دیجئے۔ میں سرتیج بہادر سپرو سے متفق ہوں' میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایک بھی حقیقتاً سمجھدار ہندی ایسا ہوگا کوئی ایک بھی ذمہ دار ہندی ایسا ہوگا اور ہمارے انداز سے کہیں زیادہ ایسے لوگ ہوں گے جو کبھی بھی کوئی دشواری کھڑی کر دیں گے' خواہ ہم موجودہ حکومت کی ذمہ داریوں کو وراثتاً" حاصل کرنے میں' اگر میں سرتیج بہادر سپرو کی ترکیب استعمال کرسکوں' اس سے کتنے بھی غیر مطمئن کیوں نہ ہوں۔ میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں کہتا کہ ابتدا" آپ اس کا اہتمام نہ کیجئے آپ ایک ایک پائی کو محفوظ کیجئے۔

میں نہیں جانتا اور میں اسے باور نہیں کرتا کہ ہند کا کوئی بھی ذمہ دار شخص ایسا ہوگا جو یہ دیکھنے میں ناکام رہ جائے کہ اس ملک کی مالیات مستحکم ہونی چاہیئے۔ آپ یہ کیوں فرض کرلیتے ہیں' آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ آپ کے ممبر مالیات کا میزانیہ غیر متوازن ہوگا؟ آپ اس طرح کیوں سوچتے ہیں؟ ایسا کیوں ہونا چاہیئے؟ اس سے اسے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اپنے ملک کی ساکھ بگاڑ کر مقننہ کس طرح صورت حال کو بہتر بنا سکتی ہے؟ ممبر مالیات خود اپنے لئے کیوں دشواری پیدا کرے گا؟ یہ ممکن ہے--- میں خود یہ نہیں کہتا کہ اغلباً ایسا ہوگا--- لیکن یہ ممکن ہے--- کہ آپ کو ایک خود سر ایوان مل جائے جو بپھر جائے۔ اگر یہ وفاق حقیقت کا جامہ پہن لیتا ہے تو اس ایوان

میں کم سے کم چوبیس یا پچیس فی صد والیان ریاست کے نمایندے ہوں گے۔ آپ کے پاس توازن ہوگا اور چھوٹا توازن نہیں۔ میں اس ضمن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ ایسا بہت قدامت پسند عنصر ہوگا اور وہ بھی اس بات کی بہت احتیاط کرے گا کہ کوئی سارے کئے دھرے پر پانی نہ پھیر سکے۔ یہ توازن دستیاب ہونے کے بعد آپ انہیں ایک انتظامیہ دے دیجئے اور آپ کے پاس ایک مقننہ ہوگی' جیسا کہ میں کہتا ہوں' جسے رائے دہندگان منتخب کریں گے' جو محدود رائے دہندگان ہوں گے۔ اور آپ کو کیا چاہئے؟ جناب والا! میرا خیال ہے کہ کرنسی اور زرمبادلہ کے ضمن میں ممبرمالیات کے کام میں مداخلت نہ کی جائے۔ اور جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں یہی ایک حقیقی نکتہ ہے۔ دیگر نکات کے بارے میں جو تحفظات لارڈ ریڈنگ نے تجویز کئے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان کی کوئی حقیقی اہمیت ہے۔ آپ محض شبہات کو جنم دیں گے اور وہ حقیقی تحفظات نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ واحد سوال جس کی کوئی اہمیت ہے وہ کرنسی اور زر مبادلہ کا سوال ہے۔ اب جہاں تک کرنسی اور زرمبادلہ کے اس سوال کا تعلق ہے مجھے کسی قدر حیرت ہوئی بھوپندر ناتھ مترا نے' میں قطعی طور پر سمجھتا ہوں' لارڈ ریڈنگ کے استدلال کا جواب دیا اور جب انہوں نے کہا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کا وزیر کون ہے وہ ان قوانین' اس انتظام و انصرام اور اس حکمت عملی پر عمل درآمد کرنے کا پابند ہوگا جو اس وقت نافذالعمل ہیں لیکن--- آیئے ہم اس پر ذرا صاف گوئی سے بات کریں--- مقننہ تناسب کو تبدیل کر سکتی ہے' یہی ایک خدشہ ہے' اس کے علاوہ اور کچھ میرے ذہن میں نہیں آتا۔ اگر آپ کی مقننہ تناسب کو تبدیل کرنا چاہتی ہے' اچھا تو پھر میں دوبارہ یہ کہتا ہوں۔ آپ نے ابھی مسٹر گاون جونز کی تقریر سنی آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ مسٹر گاون جونز اس انداز سے گفتگو کر سکتے ہیں اور ہند کا ایک فرد بھی اپنے ملک کے مفاد میں آواز بلند نہیں کرے گا؟ مسٹر گاون جونز نے ابھی آپ کے سامنے کہا ہے کہ یہ سب سے بڑی غلطی تھی۔ وہ اس تناسب کے سخت خلاف تھے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ کام کیا ہے۔ چونکہ یہ مقبول حکومت تھی ہم ایک ساتھ لابی میں گئے ہیں۔ ہم ہار گئے۔ اب یہ ایک انگریز

ہے جو آپ کے سامنے کہتا ہے اب میں اس تناسب کو تبدیل کرانا نہیں چاہوں گا اس لئے نہیں کہ یہ تناسب درست ہے بلکہ اس لئے کہ اس کو تبدیل کرنے سے فائدے کے مقابلے میں نقصان زیادہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہے مسٹر گاوان جونز کا رویہ۔

مسٹر گاوان جونز: "یہ درست ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "اب آپ یہ کیوں فرض کر لیتے ہیں کہ ایسا ایک بھی ہندی نہیں ہوگا جو اس رائے کا حامی نہیں ہوگا اور ان سے یہ نہیں پوچھے گا "کیا اب ہم اسے اپنے ملک کے مفاد میں تبدیل نہیں کر سکتے؟" آپ دیکھتے ہیں کہ آپ آغاز اس مفروضے سے کرتے ہیں کہ ہند کی مقننہ ایک غیر ذمہ داری مجلس ہوگی"۔

لارڈ ریڈنگ: "میں نے جو دلیل پیش کی ہے آپ اسے "کلیتاً" غلط سمجھ رہے ہیں لیکن میرا اسے دہرانا بے سود ہوگا کیونکہ میں یہ بات دوبارہ کہہ چکا ہوں اور مجھے خدشہ ہے کہ میں کامیاب نہیں ہوسکا پس میں اسے چھوڑتا ہوں اور میں آپ کی تقریر میں مداخلت بھی کرنی نہیں چاہتا چونکہ آپ کی باری پوری نہیں ہوئی"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں اس کے سوا مزید کچھ نہیں کہوں گا کہ میں سمجھتا ہوں کہ سر بی۔ این مترا کا جواب ایک مکمل جواب ہے اور جب اس کے جواب میں لارڈ ریڈنگ نے کہا کہ آپ وائسرائے کو مشکل صورت حال میں ڈال دیں گے کیونکہ آپ ان کا ان کی اپنی مقننہ سے تصادم کرا دیں گے' کیا میں لارڈ ریڈنگ کو یاد دلا سکتا ہوں کہ جب ویٹو کے سوال پر بحث ہو رہی تھی تو لارڈ ریڈنگ نے کہا تھا "میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ گورنر جنرل اس اختیار کو آئینی گورنر جنرل کی حیثیت سے استعمال نہیں کریں گے بلکہ یہ ایک زندہ شے ہوگی اور اس کا مقصد استعمال کرنا ہوگا"۔ پس اگر اسے استعمال کرنے کا ارادہ ہے تو کیا ان کا مقننہ سے تصادم نہیں ہوگا؟ انہیں استعمال کر لینے دیجئے اس نکتے کا یہ واحد جواب ہے جو میں دے سکتا ہوں۔

دیگر امور کے بارے میں مجھے مزید کچھ نہیں کہنا کیونکہ یہ میری پختہ رائے ہے کہ کسی کو بھی وزیر مالیات کے کام میں کسی طرح کی بھی مداخلت کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا جانا چاہئے۔ اور خطرہ بھی بہت تھوڑا ہے کہ اس کے پاس چند کروڑ روپے

سے زیادہ لگانے کے لئے کچھ نہیں۔

میں دفاع کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک دفاع کا تعلق ہے اسے چند جملوں میں بھگتا دیا گیا اور یہ فرض کر لیا گیا کہ دفاع مخصوص موضوع پر ہوگا۔ میں اس کے بارے میں اپنے خیالات کمیٹی کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں تک دفاع کا تعلق ہے یہ ایک مرکزی موضوع ہونا چاہئے میں "مرکزی" کا لفظ سوچ سمجھ کر استعمال کر رہا ہوں۔ میں "مرکزی" کا لفظ اس وجہ سے استعمال کر رہا ہوں کہ وفاق حقیقت کا روپ دھارے یا نہ دھارے میں اس کا قائل ہوں کہ اگر وفاق حقیقت کا جامہ نہ پہن سکے تب بھی جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے ہمیں پھر بھی پیش رفت کرنی چاہئے۔ یہ ہے میری پوزیشن۔ پھر میں کہتا ہوں کہ دفاع مرکزی موضوع پر ہونا چاہئے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کابینہ سے کون کون سے اختیارات واپس لینا چاہتے ہیں اور خصوصیت سے کسی اور کی تحویل میں دینا چاہتے ہیں؟

مثلاً" حکمت عملی کا سوال لے لیجئے۔ اب پورے دفاع —— بری فوج' بحریہ اور فضائیہ' کے بارے میں حکمت عملی پر مقننہ پر بحث ہونی چاہئے' ہم اس پر بحث کر سکتے ہیں لیکن ہم ممکنہ طور پر محکمے کو یہ حکم نہیں دے سکتے کہ وہ ہمارے احکام کی تعمیل کرے۔ لیکن اب بھی ہمیں اس پر بحث و تمحیص کا استحقاق حاصل ہے جہاں تک حکمت عملی کا تعلق ہے ہم اس کے ہر پہلو پر بحث کر سکتے ہیں۔ پھر ہم دوسری شاخ قانون سازی کی طرف آتے ہیں—— اب جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے دفاع پر اثر انداز ہونے والے ہر امر کے بارے میں مرکزی مجلس قانون ساز کو قانون سازی کا حق حاصل ہے لیکن موجودہ حالات میں اگر گورنر جنرل پسند نہ کریں تو کسی مسودہ قانون کو زیادہ آگے نہیں بڑھایا جاسکتا اور بلا شبہ اسے مسترد کیا جاسکتا ہے کوئی مسودہ قانون جسے گورنر جنرل اپنی خواہشات کے مطابق چاہتے ہوں اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور اسے منظوری کے مرحلے سے گذارا جا سکتا ہے۔ اور یہ کام کرنے کے متعدد راستے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہماری فوج کے شعبے پر نہ کوئی ذمہ داری ہے نہ کوئی نگرانی لیکن ہمیں اس وقت قانون سازی کا اختیار ہے اور مقننہ سے یہ اختیار واپس نہ لیا

جائے۔ پھر اگلا سوال جس پر آج ہمیں بحث کرنے کا پورا حق ہے اور جو ہمارے احاطہ کار میں شامل ہے وہ ہے ہند کی فوج کو ہندیانے کا سوال۔ ہم نے متعدد دیگر امور پر بھی بحث کی ہے وہ سب کچھ مقننہ سے واپس نہ لیا جائے۔ لیکن جہاں تک انتظامیہ کا تعلق ہے میں یہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ دفاع کا پورا قلمدان اس وزیر کی تحویل میں نہ ہو جو گورنر جنرل کے سامنے جواب دہ ہو کیونکہ فوج کو ہندیانے کے سوال کو ہی لے لیجئے کیا یہ وزیر کی تحویل میں رہے گا؟

سینڈ ہرسٹ کے قیام کے سوال کو لے لیجئے"۔

مسٹر ٹامس: "کیا میں مداخلت کر سکتا ہوں؟ یقینی طور پر یہ دونوں مسائل فوج کو ہندیانا اور سینڈ ہرسٹ کا ممکنہ قیام---- اس وقت اس کے حسن قبح میں جائے بغیر---- وہ واضح امور ہیں جن کو غور و خوض کے لئے اس کمیٹی کو تفویض کیا جاچکا ہے جس کا اجلاس اس کمیٹی کے بعد ہوگا۔ یہ وہ بات نہیں جسے آپ ایک عام اصول کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ تفصیل کی بات ہے جو کسی مرکزی تنظیم کے حوالے کیا جاسکتا ہے۔ فوج کو ہندیانا اور ہند میں سینڈ ہرسٹ کا ممکنہ قیام ایک اور کمیٹی کا خصوصی معاملہ ہے۔"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جی ہاں مجھے علم ہے لیکن یہ آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو گئے ہیں"

مسٹر ٹامس: "جی مجھے اتفاق ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "مجھے اس کی نشاندہی کر دینی چاہیے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ کہا جاسکے کہ اس بارے میں کچھ کہا ہی نہیں گیا۔

پھر اگلا نکتہ یہ ہے: میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ میری رائے میں ہمیں ایک اسکیم وضع کر لینی چاہیے ایک قطعی اسکیم' کہ اس شعبہ کا جسے ہم دفاع کہتے ہیں کون سا جزو کابینہ کے ایک رکن کی تحویل میں رہنا چاہیے کیونکہ اسے کلیتاً" فوجی حکام کے حوالے نہیں کہا جاسکتا۔ ہمیں ایک اسکیم وضع کرنی ہوگی۔ ہمیں پہلے برطانوی سپاہ کی تعداد کرم کرنے کے سوال پر غور کرنا ہوگا کیونکہ تب برطانوی سپاہ کو بتدریج کم کرنے

کی اسکیم کے بغیر دفاع کو منتقل کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کے پاس ساٹھ ہزار برطانوی سپاہ ہے۔ پھر اگر آپ برطانوی سپاہ کی تعداد کم کرتے ہیں تو آپ کے پاس ایک اسکیم ہونی چاہئے جس کے مطابق برطانوی سپاہ کی تعداد میں کمی کے باوجود فوج کی تعداد پوری رہے اور اس کا مطلب ہے جوں جوں ہم آگے بڑھتے ہیں فوج کی تنظیم نو اور تشکیل نو ہوتی رہے۔ پھر آپ کو فوج کو ہندیانا ہے۔ افسروں کے عہدوں پر۔ پھر آپ کو اپنے دفاع کی دوسری صف کے بارے میں سوچنا ہوگا یعنی آپ کی علاقائی فوج اور آپ کی امدادی افواج۔ اس کی نگرانی کون کرے گا۔ جہاں تک فوج کی تکنیک اور اصل فوج کا تعلق ہے میں اس بات کے لئے بالکل تیار ہوں کہ کچھ عرصے کے لئے یہ مخصوص موضوع رہے۔ پھر اخراجات یا لاگت کی بات ہے۔ پھر میرے پاس ایک قطعی اسکیم ہونی چاہئے کیونکہ یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ دفاع ایک مخصوص موضوع ہے اور معاملہ ختم ہوگیا۔ ہمارے پاس ایک قطعی اسکیم ہونی چاہئے۔ اس وقت حکومت ہند ایک معاہدے پر کام کر رہی ہے اور وہ معاہدہ یہ ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو فوج کے اخراجات کو گھٹا کر پچاس کروڑ تک لے آئیں۔ یہ کمی کی جائے فوج کی اہلیت اور ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈالے بغیر۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ آپ کو ایک اسکیم وضع کرنا ہوگی اور پھر یہ تقسیم کرنا ہوگی کہ مخصوص شعبے کی نگرانی ایک وزیر کے سپرد ہوگی اور کیا چیز منتقل شدہ شعبے میں ایک وزیر کی تحویل میں ہوگی۔ مجھے صرف اتنا کچھ ہی کہنا تھا"۔

آئندہ دستور اور مسلم اقلیت

دستور سازی سے قبل ہندو۔ مسلم تصفیہ ناگزیر شرط ہے

۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء

(وفاقی ڈھانچے سے متعلق ذیلی کمیٹی کے اراکین سے ۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء کو کہا گیا کہ وہ رپورٹ پر اپنے خیالات کا اظہار عمومی انداز میں کریں۔ مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مستقبل کے لئے کسی دستور کو وضع کرنے سے پہلے ہند۔ مسلم تصفیہ ایک ناگزیر شرط ہے۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "پہلے نکتے کے بارے میں لارڈ ریڈنگ نے ذیلی کمیٹی کو یہ بتایا ہے کہ انہوں نے لبرل پارٹی کی جانب سے جس خیال کا اظہار کیا ہے وہ اس امر سے مشروط ہے کہ ہندو۔ مسلم تصفیہ ہو چکا ہے۔ جناب والا! جہاں تک میرا تعلق ہے یہاں اس کمیٹی میں میں نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ خالصتاً" دستوری مسئلہ پر غور و خوض اور مباحث کے دوران غیر ضروری طور پر فرقہ وارانہ سوال کو شامل کر کے اسے رنگ آمیزی اور تعصب کی شکل نہ دی جائے"۔

چیئرمین: "کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔ آپ نے اسے کلیتاً" باہر رکھا ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: ”اور اس لئے جناب والا! میں نے اپنا ذہن اس مسئلہ پر، فرقہ وارانہ سوال کے رنگ اور تعصب سے ہٹا کر لگایا۔۔۔۔ اس لئے نہیں کہ یہ مسئلہ پورے طور پر اور مسلسل میرے ذہن میں موجود نہیں تھا اور اس لئے نہیں کہ میں نے اسے زبردست اہمیت نہیں دی۔

تاہم اب وہ مرحلہ آگیا ہے کہ اگر میں اس ذیلی کمیٹی کو یہ نہ بتا دوں کہ مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہے تو میں اپنے فرض کی ادائیگی میں ناکام رہوں گا۔

جناب والا! میں اس بات کا حامی ہوں کہ ہندو۔ مسلم تصفیہ ایک ناگزیر پیشگی شرط ہے۔۔۔ بلکہ یہ تو ایک شرط اولین ہے۔۔ اس سے قبل کہ حکومت ہند کے لئے کوئی دستور مرتب کیا جائے اور میں اس بات کا قائل ہوں کہ جب تک آپ مسلمانوں کو ایسے تحفظات فراہم نہیں کریں گے جو انہیں تحفظ کا مکمل شعور نہ عطا کردیں اور جو انہیں ہند کے آیندہ دستور کے بارے میں احساس اعتماد نہ بخش دے اور جب تک کہ آپ ان کا تعاون اور رضاکارانہ رضامندی حاصل نہیں کرلیں گے کوئی دستور جو آپ مرتب کریں گے چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں چل سکے گا۔

اس لئے جناب والا! میں مسلمانوں کی متحدہ رائے پر زور دوں گا کہ ہند کے مسلمانوں کے لئے ایسا کوئی دستور قابل قبول نہ ہوگا جس میں ان کے حقوق اور مفادات کا ایسا اہتمام موجودہ نہ ہو جو انہیں آیندہ دستور پر مکمل شعور تحفظ عطا نہ کر دے۔ اس نکتے پر میں یہی کچھ کہنا چاہتا تھا۔

پھر جناب والا! اگلا سوال یہ ہے۔ لارڈ ریڈنگ نے کہا کہ ان کا بیان اس دوسری بات سے بھی مشروط ہے کہ مجوزہ کل ہند وفاق کا خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے گا۔ اس کانفرنس میں اور کانفرنس سے ذرا قبل میری پوزیشن قدرے مختلف رہی ہے۔ میں اس بات کا قائل رہا ہوں اور اس لمحے تک اس کا قائل ہوں کہ اگر یہ وفاق بن جاتا ہے تو میں اسے خوش آمدید کہوں گا لیکن اگر یہ نہیں بنتا تو میں یہ نہیں چاہتا کہ حکومت برطانیہ بھاگ کھڑی ہو اور کہے ہم نے ایک کل ہند وفاق کا ڈھانچہ تعمیر کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں بنا یا نہیں بن سکتا۔ میں آپ کو یہ بتانے میں کوئی مضائقہ

نہیں سمجھتا کہ مجھے یہ کل ہند وفاق کی تشکیل کے بارے میں سنگین قسم کے شبہات ہیں اگرچہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کے امکانات موجود ہیں۔ اور اگر ہم خلوص نیت کے ساتھ اس مسئلہ سے نمٹنے کی کوشش کریں اور جملہ وسائل اور ذرائع کو بروئے کار لے آئیں تو امکانات ہیں۔ تاہم مجھے سنجیدہ نوعیت کے شکوک ہیں کہ یہ کل ہند وفاق منصہ شہود پر جلوہ گر ہو سکے گا اور حقیقت کا روپ دھار سکے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے شبہات درست ثابت نہ ہوں لیکن میں نے ہمیشہ یہ کہا ہے اور آج بھی یہ کہتا ہوں کہ یہ کل ہند وفاق بنے یا نہ بنے آپ کو برطانوی ہند یعنی صوبوں کا وفاق تشکیل دینے کی راہ پر یقیناً" گامزن رہنا چاہئے۔ میں نے یہ بھی کہا ہے اور آج بھی کہتا ہوں کہ آپ کو چاہئے کہ مرکز کو ذمہ داری عطا کریں۔۔۔ بلاشبہ یہ بات بھی میری پہلی شرط سے مشروط ہے میں بلا شبہ اس شرط کے تحت ہی گفتگو کر رہا ہوں"۔

چیئرمین: "یقیناً" یہ پیشگی شرط ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "جی ہاں۔ اب میں رپورٹ کے دیگر نکات کی طرف آتے ہوئے نہایت مختصرا" یہ کہوں گا کہ میں متفق نہیں ہوں' سب سے پہلے تو موضوعات کی تقسیم سے جنہیں میں فہرست الف اور ب کہوں گا۔ میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔

تا حال مجھے اس کا علم نہیں ہوسکا کہ دونوں ایوانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ کیا تعلق ہوگا اور ان کے اختیارات کیا ہوں گے۔

انتظامیہ کے ضمن میں میں مجوزہ مالی تحفظات اور گورنر جنرل کے خصوصی اختیارات سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں صرف اس سے اتفاق کر سکتا ہوں کہ گورنر جنرل کے پاس صرف ایک معاملے کے ضمن میں خصوصی اختیارات ہوں اور وہ صرف اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے کہ جب مکمل تعطل کا سامنا ہو یا شدید ہنگامی صورت حال ہو جب ملک کی امن و سلامتی کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ اس وقت میں انہیں محض انتظامی اختیارات دوں گا لیکن میں ہنگامی قوانین کے ذریعے ان کی قانون سازی سے اتفاق نہیں کروں گا۔

میں اتفاق نہیں کرتا جناب والا! مخصوص موضوعات سے متعلق وزیر کی کابینہ میں رائے ہو یا مقننہ میں رائے ہو۔ انہیں صرف اتنا حق ہونا چاہئے کہ وہ مختلف امور پر بحث کر سکیں اور کابینہ میں موجود رہیں اور انہیں مقننہ میں باریابی کا حق ہو۔

دفاع کے تعلق میں' میں کہتا ہوں کہ یہ مرکزی موضوع ہونا چاہئے۔ میں نے "مرکزی" کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں یہ ایسا ہی ہونا چاہئے خواہ ہمیں وفاقی دستور ملے یا نہ ملے۔ دفاع مرکزی موضوع ہونا چاہئے لیکن اس بات سے مشروط ہونا چاہئے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور جس کا رپورٹ میں کوئی حوالہ نہیں۔ دفاع کا ایک دستوری پہلو ہے اور میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میرا تصور یہ ہے کہ دفاع مخصوص موضوع ہونا چاہئے عبوری دور کے لئے لیکن جب آپ نے کہا کہ یہ کافی نہیں ہے تو میری رائے یہ ہے کہ ایک قطعی اسکیم مرتب کی جانی چاہئے جو فوج کی تشکیل نو اور تنظیم نو' افسروں کے عہدوں کو ہندیانے' مالی تصفیہ' فوج کے استعمال اور مختلف دیگر امور کو نمٹائے۔ ان تمام امور کا فیصلہ ایک اسکیم کے ذریعہ کر لیا جائے جہاں آپ کے پاس متعدد حکام اکٹھے کام کر رہے ہوں۔ ایک حصہ سے متعلق شاہ برطانیہ ہوگا۔ شاہ کی ذمہ داریاں ہوں گی اور شاہ کے اختیارات ہوں گے' اور پھر مقننہ ہوگی جسے بحث کرنے کا حق ہوگا' تنقید کرنے کا حق ہوگا اور اظہار رائے کا حق ہوگا۔ جب آپ میری تجویز کے مطابق اسکیم بنانے بیٹھیں گے تو اصلاً" دفاع متعدد ہاتھوں میں پھیلا ہوا ہوگا لیکن پھر بھی مربوط ہوگا۔ شاہ برطانیہ ہوگا' کابینہ ہوگی اور مقننہ ہوگی اور اس لئے میں کہتا ہوں کہ ایک اسکیم مرتب کرنا ہوگی جس کے ذریعہ شعبہ دفاع کے مختلف حصوں کو پھیلا سکیں اور پھر بھی انہیں باہم مربوط رکھ سکیں۔

پھر جناب والا! میں اس امر سے اتفاق نہیں کرتا کہ انتظامیہ کو متعینہ اکثریت کے ذریعہ ہی شکست دی جاسکے میں اس سے بالکل متفق نہیں ہوں' میں کہتا ہوں کہ انتظامیہ کو معمولی اکثریت کی رائے سے ہٹایا جاسکے۔

میں اس سے اتفاق نہیں کرتا' جناب والا! کہ انتظامیہ کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک میں والیان ریاست کی بھی کوئی آواز ہونی چاہئے۔ میں اس سلسلے میں تفصیل

میں جانا نہیں چاہتا لیکن جہاں تک ہم تفصیل سے بات کر چکے ہیں میں کہوں گا کہ اگر انتظامیہ برطانوی ہند کے نمایندوں کا اعتماد کھو چکی ہے تو والیان ریاست انتظامیہ کو ہٹانے کے معاملے کو برطانوی ہند کے نمایندوں کے محفوظ ہاتھ میں ہی چھوڑ دے۔

میں اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ کسی بھی صورت میں کسی ایسے امر کے بارے میں جو قطعی طور پر وفاقی نہ ہو اور جس کے متعلق والیان ریاست نے شمولیت اختیار نہ کی ہو والیان ریاست کو رائے دہی کا حق حاصل ہو۔

جناب والا! میں پیراگراف نمبر۳۶ سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس پیرے گراف کے آخری حصے میں کہا گیا ہے کہ ' لیکن یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ ایسے امور میں جن کا برطانوی ہند کے ایک سے زیادہ صوبوں سے متعلق ہوگا' حتیٰ کہ اس صورت میں بھی جس میں اس معاملے کا تعلق ان امور سے ہو جنہیں صوبائی قرار دیا جا چکا ہو' ایسا کوئی بااختیار ادارہ ہونا چاہئے جو تنازعوں کا تصفیہ کر سکے اور جہاں من حیث المجموع ہند کے مفاد میں یکساں حکمت عملی کی ضرورت ہو تو وہ مربوط حکمت عملی تیار کر سکے۔ ذیلی کمیٹی اس امر پر غور کرے کہ دستور اس بات کو تسلیم کرے کہ یہ اختیار وفاقی حکومت کی تحویل میں ہو اور اس کے استعمال کے لئے دستور میں ضروری اہتمام کر لیا جائے۔ میں اس سے متفق نہیں ہوں۔

پھر ایک اور معاملہ ہے اور وہ ہے ریلوے سے متعلق پیراگراف۔ میں نہیں سمجھتا کہ' جناب والا! کہ اس موضوع پر سرے سے کوئی بحث و تمحیص ہوئی لیکن یہ بات رپورٹ میں موجود ہے"

مسٹر گاون جونز: "میں نے اسے دو یا تین بار چھیڑا تھا"

چیئرمین: "یہ رپورٹ نہایت احتیاط کے ساتھ تیار کی گئی ہے۔ اس موضوع پر بحث ہوئی تھی۔ ہزہائی نیس مہاراجہ بیکانیر نے ایک موقعہ پر اس پر کافی گفتگو کی اور آئین میں بورڈ کی تشکیل کے اہتمام پر بحث کی اور اپنی ریلوں کے بارے میں تفصیلی بیان دیا"۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: ایسا ہو سکتا ہے لیکن پوزیشن یہ ہے ہم قطعی طور پر

کوئی سفارش کرتے ہیں اور مجھے شبہ ہے کہ ہم نے اس بات پر بحث کی ہو کہ اس نوع کی سفارش کی جائے۔"

چیئرمین: "بہت اچھا میں اس بات کو نوٹ کرلوں گا"

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: "اس ضمن میں ذیلی کمیٹی اس تجویز کو ملحوظ خاطر رکھتی ہے کہ ریلوے کے لئے ایک بااختیار ادارہ قائم کیا جائے جس کا دستور میں اہتمام کیا جائے۔ اگر ماہرانہ تجزیئے کے بعد یہ طریقہ کار پسندیدہ نظر آئے' میں اس سے اتفاق نہیں کرتا"۔

چیئرمین: "آپ ماہرانہ تجزیہ نہیں چاہتے"

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: "نہیں۔ نہیں' میں خود کو اس رائے کا پابند کرنے سے اتفاق نہیں کرتا"۔

چیئرمین: "جی' میں سمجھا"

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: "یہ کہتی ہے کہ اس ضمن میں ذیلی کمیٹی اس تجویز کو ملحوظ خاطر رکھتی ہے کہ ریلوے کے لئے ایک بااختیار ادارہ قائم کیا جائے جس کا دستور میں اہتمام کیا جائے' میں کہتا ہوں نہیں۔ میں آپ کے اس معاملہ کا تجزیہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ لیکن نہ میں متفق ہوں اور نہ اس رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ اس کی تشکیل کا دستور میں اہتمام کیا جائے۔

اس وقت ریلوے بورڈ کے قیام کا دستور میں اہتمام نہیں ہے اور کیا ریلوے بورڈ یا ریلوے اتھارٹی کی تشکیل کا دستور میں اہتمام کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ وہ سوال ہے جس پر میں اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں۔ میں کسی تفتیش پر اعتراض نہیں کرتا۔ مجھے علم کو مقفل نہیں کرنا چاہئے۔

مجھے ایک بات اور کہنی ہے اور پھر میری گفتگو مکمل ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ بات اس ذیلی کمیٹی' والیان ریاست اور ہندی ریاستوں کے نمائندوں کے عمومی علم میں آجائے' جیسا کہ میں اس بات پر زور دیتا چلا آ رہا ہوں کہ خواہ وفاق حقیقت کا روپ دھارے یا نہ دھارے جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے ہمیں پیش رفت کرنی

چاہئے۔ یاد رکھیئے کہ کل ہند وفاق کے تحت ریاستوں کے داخلی معاملات میں مداخلت کا سوال اور جانشینی سے متعلق تنازعات کل ہند وفاق کے احاطہ کار سے باہر ہوں گے اور تاج (ملک معظم) کے ساتھ آپ کے روابط جاری رہیں گے۔

لہٰذا صرف ایک معاملہ ایسا ہے جس کے بارے میں' میں سمجھتا ہوں کہ' ہندی والیان ریاست کو بجا طور پر سروکار ہوگا وہ یہ ہے کہ اگر وفاق کی بیل منڈھے نہ چڑھے تو جو امور ہندی ریاستوں اور برطانوی ہند کی حکومت کے مابین پیدا ہوں گے ان کا کیا بنے گا۔ وقتاً" فوقتاً" مختلف محکموں کے ضمن میں یہ سوال اٹھیں گے بالخصوص کسٹم اور دیگر معاملات کے بارے میں آپ کی شکایات۔ محض یہ سوالات ہیں جن سے والیان ریاست کو بجا طور پر سروکار ہوگا اگر برطانوی ہند ان کے بغیر آگے بڑھتا ہے۔ جہاں تک فی نفسہ میری ذات کا تعلق ہے میں یہ بیان دینے پر آمادہ ہوں۔۔۔ کہ ہم والیان ریاست کے ساتھ اس حد تک تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں جسے وہ خود معقول قرار دیں۔ میں ان سے تعاون کے لئے تیار ہوں اور اس لئے از راہ عنایت مجھے غلط نہ سمجھا جائے جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں"۔

فوج کو ہندیانے کے بارے میں

ذیلی کمیٹی کو رفتار متعین کرنی چاہیئے

۷ جنوری ۱۹۳۱ء

(پہلی گول میز کانفرنس کی دفاع سے متعلق ذیلی کمیٹی نے ۷ جنوری ۱۹۳۱ء کو ان اقدامات سے بحث کی جو فوج کو ہندیانے کے ضمن میں کیئے جانے چاہئیں۔ مسٹرایم۔ اے۔ جناح نے اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ذیلی کمیٹی کو ہندیانے کی رفتار کا تعین کرنا چاہیئے اور فوج کی اہلیت کار برقرار رکھنے کے لئے رنگروٹوں کا مکمل امتحان چاہیئے)۔

مسٹرایم۔ اے۔ جناح: "آیئے ہم فوراً" موضوع زیر بحث پر آ جائیں۔ میں اپنے دوست ڈاکٹر مونجے سے اختلاف کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کیونکہ وہ ایک مختلف نکتہ ہے۔ اصل نکتہ یہ ہے، جس اصول پر ہم متفق ہو چکے ہیں یعنی ہندیانا، اگر آپ پسند کریں تو جس قدر سرعت کے ساتھ ممکن ہو۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا ہونا چاہیئے۔ اصل ہندی فوج کے تعلق میں--- میں اس وقت حافظے کی مدد سے بات کر رہا ہوں اور اصلاح کے لئے تیار ہوں--- ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہر سال کتنی آسامیاں خالی ہوں گی؟ یہ پہلی بات ہے۔ جو لوگ پہلے سے موجود ہیں ممکنہ طور پر آپ انہیں نکال نہیں سکتے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے یہ کہا ہے"۔

سر بی۔ این۔ مترا: "نہیں"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "ہمارے پاس اصل ہندی فوج میں کم و بیش تین ہزار افسر ہیں جن میں صرف ستر ہندی ہیں جن کے پاس کنگ کمیشن ہے ---- ستر یا اکہتر۔ تین ہزار میں سے باقی انگریز ہیں۔ جملہ افسروں میں سے ہر سال کچھ آسامیاں خالی ہوتی ہیں اور ان آسامیوں کے لئے ہمیں بھرتی کرنی ہوتی ہے۔ ہم اس سے تجاوز نہیں کر سکتے"۔

ڈاکٹر مونجے: "یہ درست ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "یہ آپ کی زیادہ سے زیادہ حد ہے۔ یہ تعداد متعین ہو جانے کے بعد ---- میں پھر حافظے کی مدد سے گفتگو کر رہا ہوں کیونکہ اصلاً" میرا ذہن دوسری کمیٹی کے معاملات میں لگا ہوا ہے اور میرے کاغذات بھی میرے پاس نہیں ہیں ---- میں باور کرتا ہوں کہ اندازاً" فی سال سو آسامیاں خالی ہوتی ہیں"۔

ڈاکٹر مونجے: "ایک سو پچاس"

چیئرمین: "فی الوقت اس کی پروا نہ کیجئے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "ہو سکتا ہے کہ چند زیادہ ہوں یا کم ہوں لیکن مجھے تقریباً" یقین ہے کہ ہندی فوج میں یہ تعداد ایک سو ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسکین کمیٹی میں ہم نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ ہر سال سو میں سے کتنے ہندی ہونے چاہئیں؟ یہ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی کہ ۱۹۱۸ء میں پہلی بار ایک ہندی کو کنگ کمیشن کے حصول کا اہل گردانا گیا۔ پھر حکومت ہند یا حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا کہ ہر سال سینڈ ہرسٹ میں دس اسامیاں ہندیوں کے لئے ہونی چاہئیں۔ وہ مخصوص کر دی گئیں ---- اور اسکین کمیٹی کی موجودہ اسکیم کے تحت تجویز یہ ہے کہ وقتاً" فوقتاً" اس تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ ہم نے آغاز کیا تھا دوگنا تعداد سے یعنی بیس لیکن اس سے بھی پھر تعداد یہ رہ جاتی ہے بیس ہندیوں کے مقابلے میں اٹھارہ انگریز بھرتی کئے جائیں۔ ہندیانے کی رفتار کو تیز کرنے کے سوال کا انحصار اس سوال پر ہوگا کہ آپ اس امر سے اتفاق کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ہندیوں کی تعداد کتنی ہونی چاہئے؟

ڈاکٹر مونجے: "یہ درست ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "یہ ہے پہلی تجویز۔ سو میں سے یا جو بھی تعداد ہو ہندی کتنے ہوں؟

چیئرمین: "پچانوے اصل تعداد ہے"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "بہت بہتر۔ اس لئے پہلا سوال یہ ہے کہ ہندیوں کی تعداد کتنی ہونی چاہیئے؟ اپنی جانب سے گفتگو کرتے ہوئے' اور میں باور کرتا ہوں کہ میرے رفقائے کار میرے ساتھ متفق ہیں کہ تعداد متعین کر دی جائے' اور میں کسی قسم کی کوئی پابندی عائد کرنا نہیں چاہتا۔ ان کا مکمل امتحان لیجئے۔ میں نہیں چاہتا کہ فوج کی حسن کارکردگی کو ذرا سا بھی ضعف پہنچے کیونکہ ہم لگ بھگ تیس کروڑ انسانوں کی جان اور مال ان کے ہاتھوں میں دے دیں گے۔ لہٰذا میری پختہ رائے یہ ہے کہ ان کی کڑی آزمائش کی جائے اور' اگر آپ پسند کریں' ان کی اہلیت کا سخت امتحان لیا جائے۔ اس کمیٹی کے سامنے اصل سوال یہ ہے کہ پچانوے کی اس تعداد میں سے آپ ہمیں کتنی آسامیاں دینے کے آمادہ ہیں؟ یہ ہے سارا مسئلہ"۔

فوج کے ہندیانے کے بارے میں

دفاع کے تعلق میں سیاسی اصول پر بحث

۹ جنوری ۱۹۳۱ء

(دفاع سے متعلق ذیلی کمیٹی نے ۹ جنوری ۱۹۳۱ء کو دفاع سے متعلق سیاسی اصول کے سوال پر بحث کی یعنی ہند کو اپنا دفاع جس قدر جلد ممکن ہو اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہئے۔ اور اس کا دستوری پہلو یعنی عبوری دور میں اس ضمن میں ہیئت مقتدرہ کون ہو اور اس کا شاہ کے ساتھ تعلق' ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اس امر پر بہت زور دیا کہ ہندی فوج کے ہندیانے کی رفتار کے بارے میں اس کمیٹی کو قطعی رائے کا اظہار کر دینا چاہے۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: ''میں اپنی گفتگو کو آپ کی رولنگ کی روشنی میں امور مفوضہ تک محدود رکھوں گا' جناب والا! اب جو پہلی تجویز میں اس کمیٹی کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اب ہمیں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہئے' جہاں تک اس کمیٹی میں اتفاق رائے ممکن ہے۔ خواہ متفقہ طور پر ہو یا جتنا اتفاق رائے میسر

آ سکے' اور جس پہلی تجویز پر ہمیں اظہار رائے کرنا ہے وہ ہے دفاع سے متعلق سیاسی اصول۔

اب دفاع سے متعلق وہ سیاسی اصول کیا ہے جس پر ہمیں اپنی رائے کا اظہار کرنا ہے؟ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں سیاسی اصول یہ ہے کہ ہند کو اس پوزیشن میں ہونا چاہیے کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہ اپنا دفاع خود سنبھال لے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہے سیاسی اصول۔ کس مدت کے دوران' کن طریقوں سے؟ یہ مختلف سوال ہے لیکن ان اصول کو ہمیں پیش نظر رکھنا ہوگا۔۔۔ ہند کو جس قدر جلد ممکن ہو اپنا دفاع خود سنبھال لینا چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں کس اسکیم کو اپنانے پر غور کرنا چاہیے۔ تجویز نمبر۲: کہ عبوری دور میں (جسے قطعی طور پر دستوری پہلو کہا جاتا ہے) ہیئت مقتدرہ کون ہوگا؟ اس کا فیصلہ وفاقی کمیٹی کو کرنا ہوگا۔ عبوری دور میں دفاع کا قطعی دستوری پہلو اصلاً وفاقی کمیٹی کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔

پھر ہمارے سامنے تیسری بات ہے اور وہ ہے اس کا شاہ سے تعلق اور میں یہ سوال آپ کے سامنے رکھتا ہوں' جناب والا! اگر آپ روئیداد پر نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ میں نے کہا تھا' پھر شاہ کے ساتھ تعلقات کا سوال۔ یہ کب زیر بحث آئے گا؟ اور جناب والا! آپ نے از راہ عنایت فرمایا تھا: میں پھر ادعا کے طور پر نہیں کہتا' لیکن میں نے اس پر سوچا ہے اور اپنے دل میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان دونوں کو علاحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً جب گفتگو مرتبہ قلمرو کی ہو تو آپ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کمیشن کی ایک نوع ہے جو لازماً قلمرو کی کمیشن ہوتی ہے اور جسے شاہی کمیشن سے بالکل ممیز کیا جاسکتا ہے۔ میں نے امپیریل کونسل سے یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں رکھی کہ میں علاحدگی سے نفرت کرتا ہوں لیکن یہ بات آپ کے کہنے کی ہے لہٰذا یہ متحدہ نظام کے سوال میں شامل ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ عملاً اس پر ایک ساتھ ہی بحث ہونا چاہیے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ علاحدہ سفارشات پیش کریں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام مباحثہ کے دوران ان پر اکٹھی بحث ہو جائے۔

لہٰذا یہ سوال بھی کمیٹی کے سامنے ہے اور اس کے ساتھ ہی برطانوی سپاہ میں

فوج کے ہندیانے کے بارے میں

دفاع کے تعلق میں سیاسی اصول پر بحث

۹ جنوری ۱۹۳۱ء

(دفاع سے متعلق ذیلی کمیٹی نے ۹ جنوری ۱۹۳۱ء کو دفاع سے متعلق سیاسی اصول کے سوال پر بحث کی یعنی ہند کو اپنا دفاع جس قدر جلد ممکن ہو اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہیے۔ اور اس کا دستوری پہلو یعنی عبوری دور میں اس ضمن میں ہیئت مقتدرہ کون ہو اور اس کا شاہ کے ساتھ تعلق، ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اس امر پر بہت زور دیا کہ ہندی فوج کے ہندیانے کی رفتار کے بارے میں اس کمیٹی کو قطعی رائے کا اظہار کر دینا چاہیے۔)

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح: "میں اپنی گفتگو کو آپ کی رولنگ کی روشنی میں امور مفوضہ تک محدود رکھوں گا، جناب والا! اب جو پہلی تجویز میں اس کمیٹی کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اب ہمیں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیے، جہاں تک اس کمیٹی میں اتفاق رائے ممکن ہے۔ خواہ متفقہ طور پر ہو یا جتنا اتفاق رائے میسر

کے اندر اندر ہندیا لیا جائے گا۔ یہ بالکل درست نہیں ہے۔ اب اگر آپ اس پیرا گراف کو احتیاط سے پڑھیں تو پیراگراف ۲۱ صفحہ ۲۴ یعنی صفحہ ۲۴ پر دوسرا پیراگراف میں یہ کہا گیا ہے۔ میں اس کمیٹی کے اراکین کی توجہ خاص طور پر اس پیراگراف کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ۱۹۴۴ء تک کنگ کمیشن کے ہندی افسر جواب فوج میں ہیں۔ چھبیس سال کی ملازمت مکمل کرچکے ہوں گے اور رجمنٹوں کی کمان سنبھالنے کے اہل ہونے کے لئے زیر غور آجائیں گے۔ یہ ایک نہایت اہم آزمائش ہوگی اور اس وجہ سے (اسکیم مذکورہ ضمیمہ نمبر ۲ میں) یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جن ہندیوں کو کمیشن عطا گئی ہے۔ ان کی تعداد پچاس فی صد تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ جب تک کہ یہ مرحلہ گزر نہ جائے' اب یہ رائے تھی۔ جس کا کچھ اراکین نے اظہار کیا تھا۔ ہمارے رفقائے کار آنریبل سرفیروز سیٹھنا' مسٹرایم' اے' جناح' دیوان بہادر رام چندر راؤ' میجر زور آور سنگھ اور میجر بالا صاحب ڈ-فل ان اصولوں سے اتفاق کرتے ہوئے جن پر ہندیانے کی مجوزہ اسکیم کی اساس استوار کی گئی۔ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسکیم کا نقطہ اختتام یعنی ہندی فوج میں پچاس فی صد عہدوں کو ہندیانے کا ہدف قدرے پہلے پورا ہونا چاہئے۔ یعنی پندرہ برس کی ملازمت کے بعد' اگر آپ ازراہ عنایت مجھے اجازت دیں گے تو میں اس سارے کو پڑھنا چاہتا' کیونکہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ میں آپ کے سامنے پورے صبر و تحمل کے ساتھ اس امر کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی عادت نہیں۔ اگر آپ ذرا صبر سے کام لیں گے تو مجھے یہ بخوبی معلوم ہے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ لہذا میں کہتا ہوں کہ ہم میں سے بعض نے پچیس برس کی منظوری نہیں دی تھی' اور اب میں اسے پڑھتا ہوں:۔ مسٹر جناح' دیوان بہادر رام چندر راؤ اور میجر زور آور سنگھ کی رائے میں (پندرہ برس کی ملازمت کے بعد) اور بیس برس بعد آنریبل سرفیروز سیٹھنا اور میجر بالا صاحب ڈ-فل کی رائے میں اور ہندی سینڈہرسٹ کے قیام کے درمیانی مراحل کی رفتار کو بھی ساتھ ساتھ سرعت دی جائے۔ لہذا ہماری پوزیشن۔ ہم میں سے بعض کی پوزیشن یہ تھی کہ ہندی سینڈہرسٹ کے قیام کے بعد دورانیہ کو بڑھا کر پندرہ برس کردیا جائے۔ پھر ہم

اس متفقہ رائے پر پہنچے: تاہم متفقہ طور پر اس امر سے اتفاق کیا جاتا ہے کہ آخر کار ترقی کی رفتار خواہ سست ہو یا تیز اصلاً اس زیر عمل اسکیم پر ۱۹۳۸ء میں نظرثانی کی جائے۔ یعنی ہندی سینڈہرسٹ کے افتتاح کے پانچ برس بعد' اس خیال کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ جو کامیابی حاصل کی گئی ہے۔ وہ اتنی کافی اور مستحکم ہے کہ وہ ترقی کی رفتار کو مزید تیز تر کرنے کی متقاضی ہے' لہٰذا متفقہ سفارش یہ ہے کہ دس برس بعد اسکیم پر نظرثانی کی جائے اور ہم پچیس برس کی مدت کے پابند نہیں تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اسکین کمیٹی متفقہ طور پر پچیس برس کی مدت کی پابند تھی۔ بالکل غلط ہے۔

سرتیج بہادر سپرو: "میں نے یہ نہیں کہا تھا۔ آپ مجھ سے کمیٹی کی سفارش کی غلط تعبیر منسوب کر رہے ہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "سرتیج اب بھی اس نکتے کو نہیں سراہ رہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ ہے کہ ہر شخص یہ بات سمجھتا ہے کہ عہدوں کی نصف تعداد پچیس برس کے اندر بغیر کسی استثناء کے حاصل کرلی جائے گی۔ یہ صورت حال نہیں ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہم نے نظام الاوقات دیا۔ لیکن یہ نظام الاوقات مشروط تھا۔ اس بات سے کہ جائزے کے بعد رفتار تیز تر کی جائے' سینڈہرسٹ کے قیام کے پانچ برس بعد۔ لہٰذا ہماری رائے یہ تھی۔۔ کم سے کم ہم میں سے بعض کی رائے یہ تھی کہ یہ پندرہ برس کے اندر ہوجانا چاہیے۔"

مسٹر جیکار: "نصف تعداد"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نصف تعداد' میں متفق ہوں۔ میں صرف اس تاثر کو زائل کرنا چاہتا تھا کہ کسی بھی حال میں رفتار کو تیز تر نہیں کیا جاسکتا۔ فقط۔"

چیئرمین: "مجھے افسوس ہے کہ مسٹر جناح کہ میں آپ کی تقریر میں مداخلت کر رہا ہوں۔ جو کچھ میں سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس طرح کے استدلال سے اس سیدھے سادے اور عملی نکتے کو کس طرح آگے بڑھایا جارہا ہے؟ اگر آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہر شخص اس ترکیب' فوج کو ہندیانا سے اتفاق کرتا ہے

تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ انگریزوں کی بجائے ہندی آجائیں۔ عناصر جو کارفرما ہوں گے۔ ایسے عناصر نہیں ہیں۔ جنہیں کوئی بھی شخص صفحہ قرطاس پر منتقل کرسکتا ہو۔ حتی کہ فوجی حکام بھی ایسا نہیں کرسکتے۔ عملاً آپ کو طلباء کی تعداد دیکھنی ہوگی' مشین کس طرح کام کرتی ہے' وہ تناسب جس میں کامیاب امیدوار سامنے آتے ہیں۔ میرے پاس ایک مثال ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ سینڈ ہرسٹ میں ۱۳۴ ہندی داخل کئے گئے۔ ان میں سے انہتر اس وقت کام کر رہے ہیں اور باقی ماندہ مختلف وجوہ کی بناء پر جن کا ذکر ضروری نہیں رہ گئے۔ اگر میں یہ ترکیب استعمال کرسکوں' اور اس لئے جو نکتہ میرے لئے تشویش کا باعث بنا ہوا ہے کہ ہمیں یہاں یہ کہنے سے کہ یہ سارا کام پچیس یا پندرہ یا تیس یا چالیس برس میں مکمل ہوجائے گا۔ کیا فائدہ' جب کہ بے شمار عناصر ایسے ہو سکتے ہیں۔ جنہیں اس وقت یہاں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جو کاغذ پر مرقوم پوری اسکیم کو تلپٹ کرسکتے ہیں۔ کیا ہم عملی انسانوں کی طرح آخر میں یہ کہنے پر مجبور نہیں ہیں کہ اگر ہم اس اصول سے اتفاق کرتے ہیں۔ تو ہم قریب ترین فرصت میں اس کو روبہ عمل لانے کے لئے ضروری اقدام کریں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جناب والا!! آپ کیا تجویز کرتے ہیں؟"

چیئرمین: "میں تجویز کرتا ہوں کہ اگر ہم اصول سے متفق ہیں۔ جس کی ہم نے ابھی نشاندہی کی ہے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "وہ اصول کیا ہے؟"

چیئرمین: "اصول ہے ہند کی فوج کو ہندیانا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اس سے تو ہم گزشتہ ربع صدی سے متفق چلے آرہے ہیں۔

چیئرمین: "پس آپ کے پاس اور بہت سی قراردادیں ہیں۔ جنہیں آپ پیش کریں گے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں کہتا ہوں کہ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔"

چیئرمین: "پس آپ کے پاس بہت سی قراردادیں ہیں۔ جنہیں آپ آج پیش کریں گے اور میری طرح انہیں پیش کرتے رہیں گے۔"

مسٹرایم' اے' جناح: مجھے موقع دیجئے کہ میں آپ کو بخوبی سمجھ لوں۔ میں اس کمیٹی کا لمحہ برابر وقت بھی غیر ضروری طور پر لینا نہیں چاہتا۔ مجھے سمجھ لینے دیجئے۔ ہم سب ہندیانے کے اصول سے متفق ہیں۔"

چیئرمین: تب کیا میں نے جو تجویز کیا ہے۔ اس کا خلاصہ بیان کردوں؟

مسٹرایم' اے' جناح: "نہیں جناب والا! یکے بعد دیگرے' کیونکہ میں حتمی بات چاہتا ہوں۔ میرا ذہن ایک قانونی ذہن ہے۔ ہم ہندیانے کے اصول سے متفق ہیں۔ اس کے بعد؟

چیئرمین: "اس کے بعد ہم آگے بڑھیں گے اور سفارش کریں گے کہ اسے جامہ عملی پہنانے کے لئے ہند میں ایک سینڈہرسٹ قائم کردیا جائے۔"

مسٹرایم' اے' جناح: "متفق ہوں۔"

چیئرمین: "بہت اچھا ہند میں سینڈہرسٹ کا قیام کوئی رکاوٹ نہیں ہوگا اور طلباء کے ہمارے سینڈہرسٹ میں آنے کے کام موجودہ انتظام میں کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔

مسٹرایم' اے' جناح: "اتفاق ہے۔"

چیئرمین: "بہت اچھا۔ پھر آگے بڑھیئے ہم ایک کمیٹی کی حیثیت سے مطالبہ کریں گے کہ ہند میں سینڈہرسٹ کے قیام کو روبہ عمل لانے کے لئے ضروری قدم اٹھائے جائیں۔"

مسٹرایم' اے' جناح: "اتفاق ہے۔"

چیئرمین: "بہت اچھا اگر یہ ایسا ہے تو ہم یہ استدلال کرکے کہ سینڈہرسٹ

میں تربیت کا دورانیہ کتنا ہو' وغیرہ وغیرہ۔ ماہرین کو اس کا تعین کرلینے دیجئے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ہم اصولاً اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ فوج کو ہندیا لیا جائے۔ اس اصول پر گزشتہ ربع صدی سے اتفاق ہے۔ سینڈہرسٹ کے تعلق میں حکومت اور ہمارے درمیان اتفاق نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ حکومت نے ابھی تک یہ فیصلہ ہی نہیں کیا تھا کہ سینڈہرسٹ قائم کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اگر یہ کمیٹی یہ سفارش کرنے والی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ سینڈہرسٹ قائم کردیا جائے تو ہم اس مسئلہ کو اپنی بحث سے خارج کئے دیتے ہیں۔

"پھر اگلا سوال یہ ہے کہ ہندیانے کی شرح یا رفتار کا کس طرح تعین کیا جائے۔ یہ وہ سوال ہے جس پر اس کمیٹی کو بحث کرنی چاہئے اور کسی نہ کسی اصول کو ضبط تحریر میں لے آنا چاہئے۔

"میں یہ بات نہیں کرتا کہ یہ پانچ برس میں ہونا چاہئے یا دس برس میں یا بیس برس میں۔ میں اس بات کو بخوبی سمجھتا ہوں کہ آپ دورانیہ کے بارے میں حتمی قرارداد کا اعلان کردیں اور یہ کہ آپ اسے پورا نہ کرسکیں۔ میں اسے پوری طرح سمجھتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ اسے کس طرح روبہ عمل لایا جائے۔"

چیئرمین: "میں کوشش کروں گا کہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے اپنا ذہن کھپاؤں۔ میرے لئے کوئی طریقہ کار تجویز کردینا تو کوئی سود مند بات نہ ہوگی۔ الا یہ کہ یہ ہمیں قطعی نتائج تک نہ پہنچادے۔ اب آخری سوال کے لئے جو ایک بنیادی سوال ہے۔ میرا جواب یہ ہے۔ سفارش کے نتیجے یا اس کے ماحصل کے طور پر ماہرین کی ایک کمیٹی کا تقرر ہوجائے جو اسے فوری طور پر روبہ عمل لے آئے۔ اب میں یہ بات آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ اس میز کے گرد موجود لوگوں میں ایک بھی ایسا نہیں۔ اور میں ایک فوجی کی حیثیت سے بالکل بات نہیں کرتا: بلکہ عام سوجھ بوجھ یہ بتاتی ہے کہ پہلا کام جو کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ عمارت کے لئے جگہ حاصل کی جائے۔ ان لوگوں کی تعداد جنہیں تربیت دینے کے لئے آپ تیار ہیں' جائے قیام وغیرہ وغیرہ۔ مدت کا انحصار اس پر ہوگا۔

لارڈ ریڈنگ: "جی ہاں۔"

چیئرمین: "کیونکہ کوئی بھی مدت جس کا آپ تعین کریں گے' اس کا دارومدار ان عوامل پر ہوگا۔ میں جو کچھ دیکھنا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کے لئے عملی قدم اٹھا لئے جائیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: میں کمیٹی میں تقریر کر رہا تھا اور نہ میں نے ابھی تک آپ کے ضمن میں بات ختم کی ہے' جناب والا! اور نہ اس کمیٹی کے تعلق میں۔ اجازت دیجئے کہ مجھے اس کمیٹی میں جو کچھ کہنا ہے۔ میں اسے مکمل کرلوں۔

"اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ ایک خصوصی کمیٹی مقرر کردی جائے' جو ہندیانے کی رفتار اور ان دیگر سوالات پر غور کرے جو یہاں اٹھائے گئے۔ اگر خیال یہ ہے کہ ماہرین کی ایک خصوصی کمیٹی مقرر کردی جائے' کیا آپ اسے کوئی رہنمائی فراہم کریں گے' کیا آپ اس کمیٹی کے لئے کوئی اصول منضبط کریں گے یا اسے ایک کورا چیک تھما دیں گے اور کہہ دیں گے کہ آپ جو مناسب سمجھیں فیصلہ کرلیں۔ یہ اگلا سوال ہے جو میں اٹھانا چاہتا ہوں۔ میرا تجربہ یہ ہے' جناب والا! کہ جب تک کہ یہ کمیٹی کچھ ایسے حتمی اصول مرتب نہیں کردیتی کہ وہ کمیٹی ان اصولوں کی روشنی میں پوری صورت حال کا جائزہ لے سکے۔ کمیٹی (ماہرین کی خصوصی کمیٹی) کا تقرر بے سود ہوگا۔ پھر وہ کون سے اصول ہیں؟ کیا آپ محض اس نیک رائے کا اظہار ہی کریں گے کہ ہندیانا چاہئے؟ اب یہ حکمت عملی حکومت کی حکمت عملی رہی ہے۔ گزشتہ ربع صدی سے' آپ کوئی نیا کام نہیں کر رہے ہیں۔ اگر آپ یہیں رک جاتے ہیں۔ اگر کمیٹی یہ فیصلہ کرتی ہے تو مجھے کچھ اور نہیں کہنا۔ پھر تو اس کے معنی ہیں کہ آپ سارے معاملے کو ماہرین کے ایک کمیشن یا ماہرین کی ایک کمیٹی کی صوابدید پر چھوڑ رہے ہیں کہ وہ جو مناسب خیال کریں۔ فیصلہ کردیں میں کہتا ہوں کہ ہندیانے کے متعلق کوئی قطعی اصول طے کردیں۔ وگرنہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

سر محمد شفیع: "جو کچھ مسٹر جناح نے کہا ہے۔ میں اس کی حمایت کرتا

ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ایک منٹ' میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں۔ جناب والا! کیا ہم کوئی قطعی فارمولہ' کوئی حتمی اصول ضبط تحریر میں لائیں گے یا نہیں' جو اس کمیٹی کے حوالے کے لئے رہنماء اصول ہوگا' تاکہ وہ تفصیل کے ساتھ جامہ عمل پہنا سکے؟"

لارڈ ریڈنگ: "میں تجویز کرتا ہوں کہ رولنگ کا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس کمیٹی کا معاملہ ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' لیکن چیئرمین مجھ سے یہ دریافت کر رہے ہیں کہ ان باتوں میں پڑنے کا کیا فائدہ ہے۔ اگر یہ رولنگ ہو تو ان باتوں میں پڑنے کی میری تو کوئی تمنا نہیں۔ اگر آپ مجھ سے یہ کہتے ہیں۔ اس کمیٹی کو اس بارے میں تشویش کی چنداں ضرورت نہیں اور یہ کہ یہ ایک خالی حوالہ ہوگا تو مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا کہ اس سے کام نہیں چلے گا۔"

چیئرمین: مجھے آپ کے سوال کا جواب دے لینے دیجئے۔ تاکہ ہم اس معاملہ کو اسی جگہ اور فی الفور طے کر سکیں۔ کیونکہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم کہیں بھی نہ پہنچ سکیں گے۔ اولاً میں جواب دیتا ہوں کہ یہ رولنگ کا سوال نہیں۔ یہ سوال ہے اس کمیٹی کے لئے کہ وہ عملی دشواری کو حل کرنے پر اپنی توانائی لگا دے۔ میں آپ کو اس طور پر جواب دیتا ہوں۔ جب میں نے آج صبح سینڈہرسٹ کے حق میں اعلان کیا تھا تو میرا مقصد ایک نیک اعلان کرنا نہیں تھا اور ماضی میں خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوا ہو اس وقت ہم یہاں بڑی اور وسیع تر اسکیم کے تناظر میں بات کر رہے ہیں۔"

لارڈ ریڈنگ: "آفریں' آفریں۔"

چیئرمین: "ہر شخص یہ فرض کرتا ہے۔۔ کم سے کم میں تو کرتا ہوں' اور میں اپنی جانب سے ہی گفتگو کر رہا ہوں۔۔ کہ جب یہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچے۔ یہ الفاظ اور قراردادوں پر ختم نہ ہو۔ بلکہ ایسے عملی اقدام کئے جائیں کہ تمام اصول کل

کا جزو بن جائیں۔ اس سب کی منطق یہ ہوگی کہ اگر آپ اس نوع کی قرارداد منظور کرلیں۔ جس کی میں نے نشاندہی کی ہے اور ہم سب جس کی موافقت میں ہیں' ہندیانا اور ایک سینڈ ہرسٹ وغیرہ وغیرہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے اور میں اس کو بالکل واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک میرا حکومت کی طرف سے بات کرنے کا تعلق ہے۔ یہ محض طاق نسیاں کی زینت بنانے کا ایک طریقہ نہیں ہے۔ ادھر حکومت بھی حماقت کا ارتکاب کرے گی۔ اگر وہ کہے کہ اس اصول سے اتفاق کرلینے کے بعد اب یہ اسکیم اتنے برسوں میں پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ اگر ایسے عناصر موجود ہیں جو تمام اندازوں کو "تلپٹ کرکے رکھ دیں۔"

لارڈ ریڈنگ: "آفریں' آفریں۔"

چیئرمین: "میں صرف اس امکان کے خلاف تحفظ کی بات کر رہا ہوں' اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ باور کریں کہ حکومت فوج کو ہندیانا چاہتی ہے' ایک سینڈ ہرسٹ قائم کرنا چاہتی ہے اور وہ اسے جامہ عمل پہنانا چاہتی ہے۔ اگر کمیٹی قائم کی جاتی ہے تو اس میں ہندی بھی شامل ہونے چاہئیں اور اس کمیٹی میں عملی ماہرین ہونے چاہئیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں نے آپ کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔ لیکن ایک بہت بڑا عامل ہے' جسے آپ ابھی تک سراہ نہیں سکے' جو میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں اور جو میں آپ کے جناب والا! اور اس کمیٹی کے دل نشیں کرنا چاہتا ہوں کہ آپ رفتار کے بارے میں کسی قطعی رائے کا اظہار کردیجئے۔ جب تک آپ یہ نہیں کریں گے میں کمیٹی کی تجویز سے اتفاق نہیں کروں گا۔ یہ ہے میرا نکتہ۔"

چیئرمین: "میں یہ سمجھتا ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ رفتار کے بارے میں یہاں فیصلہ کردیجئے۔ پھر اسے جامہ عمل کیسے پہنایا جائے۔ کس طریقے کس' کس ذریعہ سے یا کس آلہ سے یہ بالکل مختلف سوال ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ کمیٹی رفتار کے بارے میں اپنی

رائے کا اظہار کردے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں' یہ سارا معاملہ کوزے میں بند ہوسکتا ہے۔ اگر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں' اگر ہمیں صرف ایک نکتہ پر صحیح معلومات فراہم ہو سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کمیٹی اس معاملے کو نمٹا سکے گی اور یہ سوال ضیاع کا ہے ضیاع کس قدر ہے۔"

سردار اجل سنگھ: "ایک عدد ایک سو بیس کا دیا گیا ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مجھے اس کا پورا علم ہے۔ ماضی میں ہمیں ضیاع کی تعداد معلوم کرنے میں بہت دشواری پیش آئی۔ میں اس کمیٹی سے یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ تیز ترین رفتار جو ہم حاصل کرسکتے ہیں وہ ہے' جیسا کہ میں نے اس سے قبل کہا۔ ہم اسے کہیں گے' ضیاع کی تعداد مساوی ہے لا۔ تیز ترین رفتار جو آپ حاصل کرسکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۱ء سے یا جو آپ پسند کریں۔ انگریزوں کی بھرتی نہیں ہوگی یہ تیز ترین رفتار ہے جو آپ حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ کمیٹی زیادہ سے زیادہ جو سفارش کرسکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آئندہ انگریزوں کی بھرتی نہیں ہوگی۔ اس رفتار سے آگے آپ نہیں جاسکتے۔ یہ ناممکن ہے۔ بہت اچھا! اب یہ سمجھنے کے لئے کہ ہم کس قدر تیز جاسکتے ہیں۔ ہماری رفتار کی شرح کیا ہوگی؟ ہمیں قطعی طور پر یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فی سال ضیاع کی تعداد کتنی ہے؟ اس نکتے پر' ہمیں قطعی تعداد معلوم کرنے میں بڑی دشواری ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ سرکاری طور پر ہمیں ایک سو اسی کی تعداد بتائی گئی۔ میں چاہتا ہوں کہ کمیٹی میری بات تنقیدی نقطہ نظر سے سنے۔ ایک مرتبہ ہمیں بتایا گیا۔ ایک سو اسی' بعد میں بتایا گیا' ایک سو ساٹھ' جب ہم کمیٹی میں تحقیق کے کام میں مصروف تھے' اور آخر کار ہم نے ایک سو ساٹھ کا عدد قبول کرلیا۔ جو ہمیں سرکاری طور پر دیا گیا تھا اور ہم نے رفتار یا رفتا کی شرح کا تعین کرنے کے لئے اس بنیاد پر کام کرنا شروع کردیا۔ اب یہی سوال آج آپ کے سامنے ہے اور آج مجھے بتایا جاتا ہے کہ ضیاع ایک سو بیس ہے۔"

دیوان بہادر رام چندر راؤ: "ہمیں کل نوے بتائی گئی تھی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں سمجھتا ہوں کہ کل ہمیں پچانوے بتائی گئی تھی۔"

مسٹر جیکار: "کل ہمیں جو یادداشتیں فراہم کی گئیں ان میں ایک سو بیس بتائی گئی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: سب سے پہلے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمیں بتایا جائے کہ ضیاع کی قطعی تعداد کیا ہے۔

چیئرمین: "مجھے بتایا گیا ہے کہ ضیاع کے بارے میں معلومات اس دستاویز میں موجود ہیں۔ جو آج صبح آپ کو فراہم کی گئی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "وہ ایک سو بیس ہے۔"

چیئرمین: "جی ہاں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "بہت اچھا۔"

دیوان بہادر رام چندر راؤ: "کیا اس میں متعینہ انگریز افسر شامل ہیں؟"

چیئرمین: "میں دریافت کروں گا۔ یہ ہند کی فوج کی موجودہ پوری نفری کا کل میزان ہے۔"

دیوان بہادر رام چندر راؤ: "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ تمام دشواریاں مختلف حساب کتاب کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ کچھ حساب کتاب میں بعض کو شامل کرلیا جاتا ہے اور دیگر حساب کتاب میں سے بعض کو خارج کردیا جاتا ہے۔"

مسٹر جیکار: گزشتہ شب ہمیں جو یادداشتیں فراہم کی گئیں۔ ان میں افسروں کی کل تعداد ۳۱۴۱ ہے۔"

چیئرمین: "مجھے بتایا گیا ہے کہ اس میں سب شامل ہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ ابھی میں نے مکمل نہیں

کیا۔"

دیوان بہادر رام چندر راؤ: "میں نہیں سمجھتا کہ اس میں رسالے اور پیدل فوج کے علاوہ فوج کے دیگر اعضاء شامل ہیں۔"

چیئرمین: "مجھے بتایا گیا ہے کہ اس میں ہر ایک شامل ہے۔ مجھے علم نہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔

چیئرمین: جو اعداد و شمار فراہم کئے گئے۔ یہ ان (کی صحت) کے بارے میں چیلنج ہے اور ہم اس وقت تک آگے نہیں بڑھیں گے' جب تک کہ یہ معاملہ بالکل واضح نہ ہو جائے۔ اب میں ان سے سوال کرتا ہوں جو ذمہ دار ہیں۔ یہ اطلاع فراہم کرنے کے کیا یہ بالکل دست حقائق ہیں' جو مبنی ہیں۔ ہند کی پوری فوج کے افسروں پر؟ مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ اندازے ہیں۔ ہند کی فوج کے کنگ کمیشن کے حامل افسروں کی موجودہ نفری کے بارے میں معمول کے سالانہ ضیاع کے متعلق۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جملہ بازوؤں سے متعلق۔"

چیئرمین: "جی ہاں' ہمیں اس کی صحت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہئے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "کیا میں یہ سمجھوں۔۔ میں ان اعداد و شمار کو قبول کرتے ہوئے سخت مضطرب ہوں۔۔ اب یہ آپ کی طرف سے ہے کہ یہ ہند کی اصل فوج کے جملہ بازوؤں سے متعلق کل ضیاع ہے۔ یہ بات میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

چیئرمین: "اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں یہی مجھے بتایا گیا ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "بہت اچھا۔"

چیئرمین: "ہند کی فوج کے بارے میں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ہند کی اصل فوج۔"

چیئرمین: "جی ہاں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جملہ بازو۔"

چیئرمین: ہند کی فوج کے جملہ کنگ کمیشن کے حامل جملہ افسر۔ یہ بالکل واضح کردیا گیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں اس معاملے میں مزید آگے جانا نہیں چاہتا۔ میں اسے یہیں چھوڑتا ہوں۔ ہم یہ سمجھیں گے کہ ایک سو بیس ضیاع ہے۔

"اب میں چاہتا ہوں کہ یہ کمیٹی اپنی رائے کا اظہار کردے۔ اور میں اس کمیٹی سے جس رائے کا اظہار چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اس امر کا جائزہ لینا چاہئے کہ سال بہ سال ہندیوں کو کتنی تعداد میں بھرتی کیا جانا چاہئے۔ ہم اس جانب اس بات کے حامی ہیں۔۔ کم سے کم میں اس کا حامی ہوں۔۔ کہ آپ کو سارے ایک سو بیس دستیاب ہوسکتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں۔"

ڈاکٹر مونجے: "جی ہاں بالکل درست۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ہمارے پاس کافی مواد موجود ہے۔ تصور کیجئے بتیس کروڑ جن کے پیچھے ایک تاریخ ہے۔ کیا معمولی سوجھ بوجھ کا کوئی فرد۔ یہ باور کرسکتا ہے کہ ہم ہر سال ایسے ایک سو بیس لڑکے فراہم نہیں کرسکتے۔ جو اہلیت کی بے حد کڑی اور سخت ترین آزمائش سے گزر کر کنگ کمیشن حاصل کرلیں؟ یہ ہے۔ سوال نمبر ایک۔ ہم آپ کو پوری تعداد فی الفور فراہم کرسکتے ہیں۔ کیا آپ اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر آپ فوج کو ہندیانا چاہتے ہیں' اگر آپ حقیقتاً" مخلص ہیں' اگر آپ ہند کا دفاع جس قدر جلد ممکن ہے۔ ہند کے حوالے کردینا چاہتے ہیں تو آپ یہ کہہ کر ایسا کرسکتے ہیں کہ آئندہ ضیاع کی کل تعداد کی بھرتی ہندیوں میں سے کی جائے گی اور اس طرح آپ کو پینتیس برس کا عرصہ درکار ہوگا۔"

مسٹر جیکار: "چھبیس برس۔"

ڈاکٹر مونجے: "تیس برس۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اس میں پینتیس برس درکار ہوں گے۔ آخری جرنیل انگریز ہو۔ اس میں پینتیس لگیں گے۔ اگر آپ تمام بھرتی آج بند کر دیں۔ میں اس کا پورے خلوص کے ساتھ خیر مقدم کروں گا۔ اگر آپ یہ اٹھائیس برس میں یا پچیس میں کر سکیں۔ میں اس کے خلاف نہیں ہوں۔ لیکن یہ نتیجہ حاصل کرنے کے لئے اس کمیٹی کو اس رائے کا اظہار کرنا چاہئے کہ آئندہ انگریزوں کی کوئی بھرتی نہیں ہونی چاہئے۔

ڈاکٹر مونجے: "یہ ہے نکتہ۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ ہے وہ نکتہ جس پر میں اس کمیٹی کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ آپ ہندیانے کی رفتار کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔"

"اب جناب والا! مجھے یہ کہنا ہے۔ ایک اور دشواری جس پر میں اس کمیٹی کی رائے کا اظہار چاہتا ہوں یہ ہے۔ ہمیں اکثر و بیشتر یہ بتایا جاتا ہے کہ بہرنوع ہند کا دفاع برطانوی حکومت کے پاس رہنا چاہئے اور جب تک یہ صورت حال ہے۔ جس قدر ذمہ داری منتقل کی جائے' وہ محدود رہنی چاہئے۔

میں پرانی تاریخ کا ذکر کرنا نہیں چاہتا' لیکن میں سمجھتا ہوں اس اسکیم کا جس پر ہم آج کل عمل پیرا ہیں۔ جس میں ہر سال بیس کا اہتمام کیا گیا ہے' مطلب ہے اصل ہندی فوج کو ہندیانے میں متعدد صدیاں درکار ہونگی۔ پھر سوال یہ ہے کہ ہم کب تک ہند کی اصل فوج کو ہندیانے کا کام مکمل کریں گے یا ہند کی اصل فوج کو ہندیانے کا عمل کب تک جاری رہے گا' اور اس کے ساتھ ساتھ انگریز سپاہ کی تخفیف کا عمل بھی چلے گا۔ یہ پھر رفتار کا سوال ہے۔

"جوں جوں آپ انگریز سپاہ کو کم کرتے جائیں گے۔ یہ ہند کے دونوں داخلی اور

خارجی تحفظ کے لئے ضروری ہوگا کہ مستقل فوج کے ہندی سپاہ کی' جو اس وقت ایک لاکھ ستر ہزار ہے' موجودہ تعداد میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔ یہ بھی یاد رکھیۓ کہ اگر اس تعداد میں اضافہ کرنا ہے جو تخفیف شدہ انگریز سپاہ کی جگہ لے تو آپ کو زیادہ افسروں کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا جب آپ اصل ہندی فوج کے افسروں کے عہدے ہندیاتے چلے جائیں گے آپ کو سپاہیوں کی تعداد میں اضافے اور زائد افسروں کا اہتمام کرنا ہوگا اور کم و بیش تین ہزار افسر ہیں۔ برطانوی فوج میں مجھے تعداد کا پورا یقین نہیں۔

لہٰذا میں کہتا ہوں کہ اس ذیلی کمیٹی کو برطانوی سپاہ کی بتدریج تخفیف کے اصول پر بھی اپنی عام رائے کا اظہار کرنا چاہیۓ۔ تخفیف کا عمل ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس پر اس کے بعد غور ہونا چاہیۓ۔ لیکن میں اس ذیلی کمیٹی سے درخواست کروں گا کہ وہ اس اصول پر بھی اپنی رائے کا اظہار کردے اور یہ بات طے کردے کہ ہماری رائے میں انگریز سپاہ میں بتدریج تخفیف کی جائے اور اگر ضروری ہو تو اس کی جگہ ہندی سپاہ کو دی جائے۔

("ہند میں متعین برطانوی فوج کو) ہندیانے کے ضمن میں مجھے یہی کچھ کہنا تھا۔ اگلا سوال علاحدہ فوج کا سوال ہے۔ جیسا کہ سائمن کمیشن نے تجویز کیا ہے اور جس کا حکومت ہند کے مراسلے میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ میں سائمن کمیشن کی اس سفارش کے خلاف ہوں۔"

لارڈ ریڈنگ: "میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ کس سفارش کا حوالہ دے رہے ہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "وہ سفارش جس کا چیئرمین نے ان موضوعات میں تذکرہ کیا۔ جو ہمیں دیئے گئے۔

لارڈ ریڈنگ: "قلمرو کی فوج کے لئے؟"

متعدد اراکین: "ایک علاحدہ قلمرو فوج کے لئے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں اس کے خلاف ہوں۔ میں اس وقت اس ضمن میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا' الا کوئی اس کی حمایت میں بولے' کیونکہ میں غیر ضروری طور پر آپ کا وقت لینا نہیں چاہتا' لیکن اگر کسی نے اس کی حمایت کی تو میں اس کا جواب دوں گا۔

اگلا سوال جو ہمارے سامنے ہے۔ وہ فوجی کونسل کے بارے میں ہے۔ اس پر میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح یہاں آپ کے مقاصد کے لئے امپیریل ڈیفنس کونسل ہے' اسی طرح ہند میں فوجی کونسل ہونی چاہئے۔ میں چاہوں گا کہ اس میں ہندی والیان ریاست اور ریاستوں کی بھی نمائندگی ہو۔ کیونکہ یہ سوال ہوگا' کل ہند کے دفاع کا اور کل ہند دفاع کی ترقی کا اور اس لئے میں پسند کروں گا کہ ہندی والیان ریاست کی اس کونسل میں نمائندگی ہونی چاہئے اور میں اس پختہ رائے کا حامی ہوں کہ یہ ضروری ہوگا۔

"جب کہ ہم ہند کی اصل فوج کو ہندیانے اور برطانوی سپاہ کی جگہ متبادل اہتمام کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ جیسے جیسے برطانوی سپاہ کی جگہ لی جائے ہمیں ایک اور سوال پر غور کرنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ ہم یہ طے کریں کہ برطانوی سپاہ میں تخفیف کے پیش نظر اپنی موجودہ فوج میں کس قدر اضافہ کریں۔ ہمیں کرنا پڑے یا مناسب اضافہ نہ کرنا پڑے' لیکن ہمیں دفاع کی دوسری صف کے بارے میں غور کرنا ہوگا۔ اس وقت ہمارے دفاع کی دوسری صف بہت ہی غیر واضح حالت میں ہے۔ یہ امدادی فوج اور علاقائی فوج پر مشتمل ہے۔ جس کا تذکرہ اس یادداشت میں موجود ہے۔ جو اس ذیلی کمیٹی کو مہیا کی گئی۔ اس سوال پر ہند میں بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ان ممالک میں دی گئی جو محل وقوع کے اعتبار سے ہند سے مماثلت رکھتے ہیں۔ آپ ایک زبردست مستقل فوج کے بوجھ کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

پرانے زمانے میں جب ملکوں کو اپنی بری سرحدوں پر خطرہ محسوس ہوتا تھا تو ہوتا یہ تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو دو فوجیں لڑتی تھیں۔ عوام کو اس سے کوئی زیادہ سروکار نہیں ہوتا تھا۔ دو فوجوں کا آپس میں تصادم ہوتا تھا۔ ایک نے دوسری کو ہرا دیا اور

فاتح مفتوح ملک کا حکمران بن جاتا' لیکن لوگ اپنی زندگی حسب سابق بسر کرتے رہتے کہ اچانک ایک شخص کو کھیت میں ہل چلاتے ہوئے یہ معلوم ہوجاتا کہ الف کی بجائے (ب) ملک کا حاکم ہے۔ اسے بہت زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ ماسوا اس کے کہ فرمانرواؤں میں ایک تبدیلی واقع ہوگئی۔

"لیکن وہ دن ہوا ہوئے۔ آج کل ممکنہ طور پر آپ محض ایک مستقل فوج پر تکیہ نہیں کرسکتے۔ آپ کے پاس آپ کی قومی فوج بھی ہونی چاہئے۔ آپ کے ساتھ جنگ کے زمانے میں اس ملک میں جو کچھ ہوا اس سے یہ بات ظاہر ہوئی۔ آپ کی مستقل فوج کفایت نہ کرتی' اگر آپ اس پر کلیتاً" انحصار کر رہے ہوتے اور آپ کے پاس قومی نوعیت کا ایسا مواد موجود نہ ہوتا۔ جسے آپ فوجی حکومت کے لئے طلب نہ کرسکتے۔ بصورت دیگر صورت حال سنگین ہوجاتی۔"

راجہ شیر محمد خاں: "لیکن ہند میں بھی تو علاقائی فوج ہے۔"

ڈاکٹر مونجے: "محض برائے نام۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "کاش ہند میں ایک حقیقی علاقائی فوج ہوتی' کیونکہ اس صورت میں ہم اپنی مستقل فوج میں بہت حد تک کمی کرسکتے اور اس رقم کو جو اب ہم فوج پر خرچ کر رہے ہیں۔ اپنے ملک کی کسی ضروری قومی ضرورت پر صرف کرسکتے۔"

لارڈ ریڈنگ: "میں باور کرتا ہوں کہ بیس ہزار کی ایک علاقائی فوج ہے اور پینتیس ہزار کی ایک امدادی فوج ہے؟"

متعدد اراکین: "جی ہاں۔"

راجہ شیر محمد خان!: "اور چونتیس ہزار کی ایک محفوظ فوج۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں آپ کو بتاؤں۔ لارڈ ریڈنگ! کہ امریکہ میں علاقائی فوج تقریباً دس لاکھ پر مشتمل ہے۔"

لارڈ ریڈنگ: "ان کے پاس کوئی مستقل فوج نہیں ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: امریکہ میں ان کے پاس ایک لاکھ سے زیادہ مستقل فوج ہے اور ان کے پاس جسے شہریوں کی* فوج کہا جاتا ہے یا دفاع کی دوسری صف یہ بھی دس لاکھ کے قریب ہے۔ ہمارے پاس اعداد و شمار ہیں اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی ان پر نظر ڈالیں اور میرے رفقائے کار کو بھی دیکھنے دیں۔ اسکین کمیٹی کی ایک ذیلی کمیٹی کی رپورٹ' جسے اب تک وزیر ہند نے دبا رکھا تھا اور پھر آپ کو حقائق کا علم ہوجائے گا۔ میں مواد کا مطالبہ کرتا ہوں اور میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ وزیر ہند کو ترغیب دیں کہ وہ اس ذیلی کمیٹی کی رپورٹ جاری کریں۔

مسٹر جیکار: "مسٹر جناح جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ میں اس سے ذرا کچھ زیادہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس ذیلی کمیٹی کی رپورٹ کیا ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اسکین کمیٹی نے جو ذیلی کمیٹی مقرر کی تھی۔ اسے انگلستان' فرانس' امریکہ اور کینیڈا آ کر ان چار ملکوں میں رائج مختلف نظاموں کے بارے مواد اکٹھا کرنا تھا۔ ہم نے تقریباً ساڑھے تین مہینے صرف کیے۔ ان ملکوں کے سفر اور مواد اکٹھا کرنے پر۔ اور اس مواد سے آپ کو یہ اندازہ ہوجائے گا۔ ہمارے جیسے ملکوں مثلاً امریکہ میں کیا ہو رہا ہے۔

چیئرمین: "لیکن یقینی طور پر ہمیں اس سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔ امریکہ کا دشمن سرحدی ملک کون سا ہے۔ میں فوجی ماہر تو نہیں ہوں' لیکن امریکہ سے واقف ہوں۔ امریکہ سے لگنے والی دشمن بری سرحد کون سی ہے؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں یہ تو نہیں کہہ رہا تھا۔"

چیئرمین: "اچھا' امریکہ کا ذکر کیا گیا تھا۔"

مسٹر جیکار: "میرا مسٹر جناح سے سوال یہ تھا کہ میں اس رپورٹ کی تفصیل

جاننا چاہتا ہوں۔"

سرفیروز سٹیھنا: "حکومت سے کہو کہ وہ اراکین کو اس رپورٹ کی نقل مہیا کردے۔"

سر محمد شفیع: "یہ دیکھتے ہوئے کہ ہند کی زمینی سرحدیں کسی اور ملک کی زمینی سرحدوں سے کہیں زیادہ بڑی ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان ملکوں کے مقابلے میں ہند کے دفاع کی دوسری صف ان ملکوں سے بڑی ہونی چاہئے۔"

مسٹر جیکار: "میرا سوال مسٹر جناح سے یہ تھا کہ میں اس ذیلی کمیٹی کی اس رپورٹ کی تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔"

مسٹرایم' اے' جناح: "میں کہتا ہوں کہ ذیلی کمیٹی نے ایک رپورٹ مرتب کی جس میں ان چار ملکوں فرانس' انگلستان' کینیڈا اور امریکہ کی صورت حال کے بارے میں مختلف حقائق اور اعداد و شمار دیئے گئے تھے۔ اس میں سارا مواد دے دیا گیا تھا۔ وہ سارا مواد' میں کہتا ہوں کہ اگر وہ سارا مواد آپ کے سامنے رکھ دیا جائے تو آپ کو بہت سی معلومات حاصل ہوجائیں گی۔ جن سے آپ کو اس سارے مسئلے کو سمجھنے میں مدد ملے گی' دفاع کی دوسری صف کے بارے میں جس کی میں بات کر رہا ہوں۔

"اب جناب چیئرمین آپ کے ارشاد کے حوالے سے میں آپ کا یہ کہنے پر بہت ممنون ہوں کہ جہاں تک آپ کے علم کا تعلق ہے امریکہ کو اس کی زمینی سرحدوں پر کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ میں آپ سے متفق ہوں اور پھر بھی امریکہ کے پاس لگ بھگ ایک لاکھ مستقل فوج ہے۔"

چیئرمین: "وہ چوری چھپے شراب فروشوں سے نمٹنے کے لئے ہے۔"

مسٹرایم' اے' جناح: "پس' خفیہ شراب فروش خواہ آپ کے احاطہ کار میں ہوں یا یہ چوری چھپے سے شراب فروشی کرنے والے آپ کی سرحدوں پر پلیں' یہ اسلحہ از بس ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ آپ یہ

کبھی نہیں کرسکتے۔۔ میں آپ کو بتادوں آپ کبھی نہیں کرسکیں گے۔ ہند میں فوجی اخراجات میں کوئی قابل ذکر تخفیف جب تک کہ آپ دفاع کی دوسری صف تعمیر نہیں کرلیں گے۔ تمام ملکوں کو جن کا محل وقوع ہند جیسا ہوگا۔ یہ کرنا ہی پڑے گا۔

"اب جناب والا! میں نے اس سوال کو نمٹا دیا اور میں یہ کہتے ہوئے بات کو ختم کرتا ہوں کہ اس کمیٹی کو حقیقتاً" یہ ضرور کرنا ہوگا۔ اگر آپ سیاسی اصول دفاع کے ضمن میں کوئی مفید اعانت کرنا چاہتے ہیں' اگر آپ کوئی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو جتنی سفارشات کرنا ہوں گی۔ مجھے یہی کچھ کہنا ہے۔"

فوج کے ہندیانے کے بارے میں

مسودے میں ہندیانے کی شرح رفتار کی بنیاد کا ذکر کیا جائے

۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء

۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء کو چیئرمین نے دفاع سے متعلق ذیلی کمیٹی میں بحث و تمحیص کی غرض سے چند حتمی قراردادوں کا مسودہ پیش کیا۔ مسٹر ایم' اے' جناح نے مطالبہ کیا کہ فوج کو ہندیانے کی شرح رفتار کی بنیاد کا بھی اس میں ذکر کیا جائے۔ . .

مسٹر ایم' اے' جناح: "کیا میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں' جناب والا! آپ نے جو مسودہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ میں اسے سراہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت عمدہ بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اب میں خارج از بحث امور میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن جو واحد نکتہ اس مسودہ میں شامل نہیں کیا گیا وہ شرح رفتار کی بنیاد ہے' اضافے کی شرح۔ اس کا اس میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اب کیا یہ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم اس جانب تشریف فرما رہتے۔ دوستوں' برطانوی مندوبین کے نمائندوں سے اپیل کریں اور کیا ہم سر جوڑ کر نہیں بیٹھ سکتے۔ تاکہ ہم آپ کے مسودے میں اس خیال کا اظہار کر سکیں؟ خیال یہ ہے کہ اسکین کمیٹی سے بھی ہم نے اس رفتار کا تعین کرالیا تھا۔۔ ہم سب کو اس کا علم ہے۔ اور وہ رفتار ہے' نصف عہدے پچیس برس میں اور ایک

کبھی نہیں کر سکتے۔۔ میں آپ کو بتادوں آپ کبھی نہیں کر سکیں گے۔ ہند میں فوجی اخراجات میں کوئی قابل ذکر تخفیف جب تک کہ آپ دفاع کی دوسری صف تعمیر نہیں کرلیں گے۔ تمام ملکوں کو جن کا محل وقوع ہند جیسا ہوگا۔ یہ کرنا ہی پڑے گا۔

"اب جناب والا! میں نے اس سوال کو نمٹا دیا اور میں یہ کہتے ہوئے بات کو ختم کرتا ہوں کہ اس کمیٹی کو حقیقتاً" یہ ضرور کرنا ہوگا۔ اگر آپ سیاسی اصول دفاع کے ضمن میں کوئی مفید اعانت کرنا چاہتے ہیں' اگر آپ کوئی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو جتنی سفارشات کرنا ہوں گی۔ مجھے یہی کچھ کہنا ہے۔"

فوج کے ہندیانے کے بارے میں

مسودے میں ہندیانے کی شرح رفتار کی بنیاد کا ذکر کیا جائے

۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء

۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء کو چیئرمین نے دفاع سے متعلق ذیلی کمیٹی میں بحث و تمحیص کی غرض سے چند حتمی قراردادوں کا مسودہ پیش کیا۔ مسٹر ایم' اے' جناح نے مطالبہ کیا کہ فوج کو ہندیانے کی شرح رفتار کی بنیاد کا بھی اس میں ذکر کیا جائے۔ . . .

مسٹر ایم' اے' جناح: "کیا میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں' جناب والا! آپ نے جو مسودہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ میں اسے سراہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت عمدہ بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اب میں خارج از بحث امور میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن جو واحد نکتہ اس مسودہ میں شامل نہیں کیا گیا وہ شرح رفتار کی بنیاد ہے' اضافے کی شرح۔ اس کا اس میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اب کیا یہ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم اس جانب تشریف فرما رہتے۔ دوستوں' برطانوی مندوبین کے نمائندوں سے اپیل کریں اور کیا ہم سر جوڑ کر نہیں بیٹھ سکتے۔ تاکہ ہم آپ کے مسودے میں اس خیال کا اظہار کر سکیں؟ خیال یہ ہے کہ اسکین کمیٹی سے بھی ہم نے اس رفتار کا تعین کرالیا تھا۔۔ ہم سب کو اس کا علم ہے۔۔ اور وہ رفتار ہے' نصف عہدے پچیس برس میں اور ایک

خاص تعداد میں ہندیوں کی بھرتی میں سال بہ سال اضافہ۔ ہمارے پاس ایک اور اسکیم بھی ہے' جو بلاشبہ ہمارے سامنے نہیں تھی۔ معزز ممبران جو حکومت ہند کے اراکین تھے۔ غالباً سرکاری رازوں کے رفقا کے قانون کی زد میں نہیں آتے کہ انہوں نے یہاں اس امر کا تذکرہ کیا۔ جو ہمارے علم میں بھی آگیا۔ نہایت صاف گوئی سے آپ کو بتاؤں کہ (فراہم کردہ) یادداشت کی مدد سے میں اس اسکیم کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

سر محمد شفیع: "کیونکہ وہ اسکیم آپ کے سامنے موجود نہیں ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "چونکہ اسکیم ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ صرف ایک مختصر سی یادداشت ہے جو فراہم کی گئی ہے۔ اور پہلی بات جو میری سمجھ میں نہیں آئی' وہ یہ ہے کہ اس میں چھ ہزار افسروں کے ہندیانے کی بات کی گئی ہے۔ مجھے علم نہیں کہ آپ نے یہ بات نوٹ کی یا نہیں۔ ہند کی اصل فوج میں تو چھ ہزار افسر نہیں ہیں۔ الا یہ کہ ان کی مراد برطانوی سپاہ اور ہند کی اصل فوج دونوں سے ہو' پس مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے چھ ہزار کی تعداد کیسے نکال لی۔ لیکن اسکیم ابھی تک ہمارے سامنے نہیں ہے۔ لیکن یہ اسکیم خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو' میں برطانوی مندوبین سے اپیل کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے اس خیال کا اظہار کر دینا چاہیے کہ اس مرتبہ' اس کا مطلب یہ ہے کہ کام ہو جانا چاہئے کہ رفتار حقیقتاً" ہو گی اور یہ اسکین کمیٹی کی سفارشات سے کہیں زیادہ ہو گی۔ اب یہ خیال ہے' جو میں چاہتا ہوں کہ ظاہر ہو جائے۔ کس زبان میں' کن الفاظ میں۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ اگر آپ ہمیں وقت دیں تو غالباً ہم اسے اس میں سمو سکیں گے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اگر آپ اس خیال کو اس میں نہیں سموئیں گے' اور نئے سرے سے ماہرین کی ایک اور کمیٹی مقرر کردیں گے تو ہمیں دوبارہ کام کرنا ہو گا۔ اسکین کمیٹی نے چودہ ماہ کام کیا اور ہند میں ان نکات پر چار سو سے پانچ سو تک گواہوں کی شہادتیں قلمبند کی تھیں۔ اس کا مطلب ہے اس چیز کو دوبارہ شروع کر دینا۔ ایک تنازعہ جو چلتا رہے گا' اور یہ وہ بات ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس فیصلے کو زبردست اہمیت دیتا ہوں' جو متفقہ طور پر کیا جائے۔۔ میں واقعی بہت اہمیت دیتا ہوں۔ اور میں نے اسے اتنی

اہمیت دی کہ اسکین کمیٹی میں اپنی پختہ رائے کے باوصف، میں اتفاق رائے کے لئے اس قدر مضطرب تھا کہ میں دس برس کے بعد نظرثانی کی شرط کے ساتھ پچیس برس کی اسکیم سے متفق ہوگیا۔

"اس اتفاق رائے کا نتیجہ کیا نکلا؟ ہم نے ۱۹۲۶ء میں رپورٹ دی اور حکومت ہند، اور اگر میں یہ کہہ سکوں، برطانوی حکومت نے، اس وقت تک جب ہم اس کمیٹی میں شریک ہوئے، اس (اسکین) کمیٹی کی اہم سفارشات کو متفقہ طور پر منظور نہیں کیا۔ اب آپ اس طرح سے مجھ سے اپیل کر رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ آیئے ہم متفق ہوجائیں، میں اسے اہمیت دیتا ہوں، آپ کہتے ہیں: جب آپ کے ماہرین کی کمیٹی بیٹھے گی تو سارا معاملہ کھلا چھوڑ دیا جائے گا اور اگر یہ کمیٹی کسی سیاسی اصول کے ضمن میں کوئی قابل قدر اعانت کرتی ہے تو آپ ہند کی فوج کے افسروں کے عہدوں کو جس قدر جلد ممکن ہو، ہندیا لیجئے۔ تب آپ کسی بھی زبان میں اس بات کا اشارہ کردیجئے۔ جو قطعی طور پر یہ کہہ دے کہ یہی ہمارا مطلب ہے۔"

چیئرمین: "مجھے علم ہے کہ آپ صاف گوئی کو سراہتے ہیں۔ کیونکہ میں ہمیشہ صاف بات کرتا ہوں۔ میں کسی طرح بھی اپنے احساسات کو چھپانا نہیں چاہتا۔ اگر میں یہ سمجھتا کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ اس گول میز کانفرنس کے شرکاء کی ترجمانی کرتی ہے تو میں اس کے نتیجہ سے مایوس ہوجاتا۔ میری مراد یہ ہے کہ اگر آپ اس کانفرنس کے فیصلوں کو لغزشوں اور کوتاہیوں کے گناہ کے پرانے تجربہ پر مبنی سمجھتے ہیں تو یہ نہایت مایوس کن ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ایسا ہے۔ میرا جواب یہ ہے کہ کوئی کمیٹی جو ان وسیع اور عام اعلانات کی روشنی میں جو اتنے واضح اور قطعی طریقے سے کئے گئے۔ مجبور ہوگی کہ وہ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ فیصلے کرے گی، گویا کہ اسکین کمیٹی یا کسی اور ــــ

مسٹر ایم، اے، جناح: "میں اس کا ذکر نہیں کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعلان رفتار کے بارے میں واضح اشارہ نہیں کرتا۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ الفاظ ہوں اس قدر حتمی کہ آپ کے ماہرین کی کمیٹی کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ کانفرنس کا مدعا

تھا۔ یہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

چیئرمین: مجھے یقین ہے' مسٹر جناح' اگر آپ کی اور بہت سی حیثیتیں ہوتیں تو آپ بھی اب وہی بات کہتے جو میں کہنے والا ہوں کہ اگر کوئی فنی معاملہ ہو۔ جسے میں جانتا ہوں کہ دوسرے لوگ میرے مقابلہ میں بہتر سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں تو میرا ان لوگوں کو ہدایات دینا ایک احمقانہ بات ہوگی۔ جو اس معاملے سے مجھ سے زیادہ واقف ہیں' ہمیشہ اس امر کا اہتمام کرنا کہ انہیں اصول کو جامہ عملی پہنانا ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اس میں کوئی فنی بات بالکل نہیں۔"

چیئرمین: "اوہو' لیکن وہ تو ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ یہیں میں بنیادی طور پر اختلاف کرتا ہوں۔ اس معاملہ میں کوئی فنی بات نہیں ہے۔ جس کے بارے میں اب میں آپ سے مخاطب ہوں۔ یہ بہت سادہ سا سوال ہے۔ واقعتاً۔"

چیئرمین: "یہ دونوں ہے فنی بھی اور عملی بھی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' ہمیں اصل نکتے سے دور نہیں جانا چاہئے۔ یہ نہ فنی سوال ہے اور نہ ہی مشکل سوال۔ یہ عملی سوال ہے۔"

ڈاکٹر مونجے: "بالکل درست۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ ایک بہت عملی سوال ہے۔ جیسا کہ ایک وکیل جیوری سے کہے کہ آپ اس نکتے پر اپنی رائے کا اظہار کر دیجئے اور وہ نکتہ بہت آسان ہے۔ آپ کے آج کے بیان کے مطابق ایک سو بیس آسامیاں ہر سال نکلیں گی۔ اسکین کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ہم بیس آسامیوں سے آغاز کریں اور آہستہ آہستہ آگے بڑھیں۔ اس حساب سے نصف عہدوں کے حصول میں پچیس برس لگ جائیں گے۔ اب ہم امید کرتے ہیں کہ سارے عہدے جس قدر جلد ممکن ہو گا مل جائیں

گے۔ آپ کو کسی رائے کا اظہار تو کرنا چاہئے۔ جو ہند کے ہر فرد تک بات پہنچا دے۔ میں ڈاکٹر مونجے کی اس رائے کی تائید کرتا ہوں۔ جو انہوں نے ہند کے بارے میں کہی۔ میں آپ کی نیت پر شبہ نہیں کرتا جناب والا! نہ ہی آپ کے خلوص پر۔ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں میں اس کے ایک لفظ کو بھی چیلنج نہیں کرتا۔ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں' آپ اس کا اظہار کر دیجئے۔ تاکہ ہند کو معلوم ہو جائے کہ ہمیں کچھ ملا ہے' واضح الفاظ میں۔ میں اس جانب اپنے دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس پر غور کریں۔ ہمیں بھی اس پر سوچنا چاہئے۔ کیا ہم ایسا کوئی فارمولا دریافت نہیں کر سکتے جو اس خیال کا اظہار کر سکے۔ یقیناً ہم کر سکتے ہیں۔"

سر سیموئیل ہور: "ہمارے پاس وہ فارمولا ہے۔ پیرا گراف (الف) کہ ہندیانے کی رفتار میں اضافے کے لئے فی الفور قدم اٹھائے جائیں جو پیش نظر اصل مقصد سے ہم آہنگ کر دے۔ میں اس سے اتفاق کرنے پر آمادہ ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "شرح بڑھانے کے لئے۔"

سر سیموئیل ہور: "لیکن جب بات یہ واضح کرنے پر پہنچتی ہے کہ شرح کیا ہونی چاہئے۔ میں اتفاق کرنے پر تیار نہیں ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "موجودہ شرح یہ ہے کہ ہمارے پاس بیس آسامیاں ہیں۔"

سر سیموئیل ہور: "مجھے علم ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ایک کمیٹی کے لئے یہ راہ کھلی ہے کہ وہ یہ کہہ دے یہ تیس کہنا کافی ہو گا۔"

سر سیموئیل ہور: "میں بذات خود کسی تعداد کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اگر کمیٹی کوئی تعداد مقرر کرتی ہے تو مجھے اپنے اختلاف کا اعلان کرنا ہو گا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: آپ نے میری بات نہیں سنی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ

آپ کو کوئی تعداد مقرر کردینی چاہیے۔ آپ ان الفاظ کے ساتھ کہ شرح میں اضافہ کردیجیے۔ معاملہ کمیٹی پر چھوڑ دیجیے۔ کمیٹی اپنی وجوہ کی بناء پر اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ تیس ایک اضافہ ہے، یا پینتیس ایک اضافہ ہے یا چالیس ایک اضافہ ہے۔ جس بات پر میں زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان تک یہ بات پہنچا دی جائے کہ اضافہ معتدبہ ہونا چاہیے۔"

مسئلہ سندھ کی علاحدگی کا

علاحدگی فی الفور اور نہایت اہم ضرورت ہے

۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء

پہلی گول میز کانفرنس کی سندھ ذیلی کمیٹی نے ۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء کو اس سوال پر بحث کی کہ کیا سندھ کی علاحدگی پسندیدہ فعل ہوگا۔ سندھ کی علاحدگی کو اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے مسٹر ایم' اے' جناح نے کہا۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "کیا میں چند لفظ کہہ سکتا ہوں؟ جناب والا! جب آپ حکومت ہند کا مراسلہ پڑھ رہے تھے تو جو چند کلمات آپ کی زبان سے نکلے میں ان سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ یعنی یہ کہ کسی بااختیار حاکم کو مالی تصفیہ کرانا ہوگا۔ اس حد تک میں آپ سے کلیتاً" متفق ہوں۔"

چیئرمین: "یا اس پر بھی غور کرلیا جائے کہ کیا صوبے کے لئے خود کفیل ہونا ممکن ہوگا؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: نہیں جناب والا! اگر آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں' صورت حال یہ ہے۔ ہمیں ایک تجویز کے بعد دوسری لینی چاہئے۔ پہلی بات یہ

ہے کہ سندھ کا انتظام و انصرام' عمومیت کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے' بمبئی کے انتظام سے بالکل علاحدہ ہے۔"

چیئرمین: "بڑی حد تک علاحدہ ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "عملاً یہ الگ ہے۔ ماسوا اس کے کہ وہ اپنے نمائندے بمبئی کی مجلس قانون ساز میں بھیجتے ہیں اور کبھی کبھار کوئی مسئلہ سندھ سے متعلق اٹھتا ہے اور اس پر مقننہ میں غور یا بحث مباحثہ ہوجاتا ہے۔ کوئی مسئلہ عام اہمیت کا لیکن عملاً سندھ کا انتظام و انصرام بالکل الگ ہے۔ جیسا کہ سر غلام حسین ہدایت اللہ نے خود' جو برسوں وزیر رہے اور اب حکومت بمبئی کے ایک ایگزی کیوٹو ممبر ہیں' اشارہ کیا۔ جہاں تک عدالتی انتظام کا تعلق ہے۔ سندھ مکمل طور پر آزاد ہے۔ میں عملاً آزاد نہیں کہتا۔ بلکہ مکمل طور پر آزاد' اس کی چیف کورٹ ہے اور جوڈیشل کمشنر کی عدالت اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ جس کے فیصلوں کے خلاف اپیل براہ راست پریوی کونسل میں دائر کی جاتی ہے۔"

چیئرمین: "میں اتفاق کرتا ہوں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت نمایاں واقعہ ہے کہ یہ بمبئی ہائی کورٹ کے ماتحت نہیں ہے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "لہٰذا یہ دو باتیں نہایت واضح طریقے سے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ واحد سوال یہ ہے کہ کیا علاحدگی روبہ عمل آنے اور مالی تصفیوں کے تعین کے بعد سندھ خود کفیل ہوسکے گا۔ یہ ہے وہ سوال جس پر میں دوچار باتیں کہنی چاہوں گا۔

"اب سر غلام حسین ہدایت اللہ نے آپ سے یہ کہا ہے کہ یہ کیسے ہوا کہ سندھ کو خسارہ کا صوبہ ظاہر کیا گیا۔ ہم میں سے بعض لوگ اس کی تاریخ سے کافی کچھ واقف ہیں اور اس کا بہت کچھ علم رکھتے ہیں اور آپ کو نہایت طریقے سے بتایا کہ ان اعداد و شمار میں کس طرح جوڑ توڑ کیا جاسکتا ہے اور کیا گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بددیانتی سے کیا گیا' لیکن مختلف وجوہ کی بناء پر کچھ رقوم ادھر سے ادھر کی گئیں۔ جو

کھلم کھلا سندھ کے ناموافق ہیں۔ کھلم کھلا ناموافق۔ اس طرح سے کاغذ پر سندھ کو خسارے کا صوبہ دکھا دیا گیا۔ لیکن درحقیقت وہ خسارے کا صوبہ نہیں ہے۔ اگر میں لمحہ بھر کے لئے بمبئی کی جانب سے بات کرسکوں' اگر سندھ مستقل طور پر خسارے کا صوبہ ہے تو کیا میں یہ معلوم کرسکتا ہوں کہ حکومت ہند کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم پر ہی نظر عنات کیوں کہ اسے مستقل طور پر ہم پر مسلط کردیا جائے۔ اگر یہ درست ہے تو ہم نے اسے بہت دن برداشت کیا۔ یہ درست نہیں ہے۔ میں اسے باور نہیں کرتا' لیکن اگر یہ درست ہے تو آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ بوجھ اٹھانے کے لئے بمبئی کا ہی کیوں انتاب کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ وقت آگیا ہے کہ کوئی اور بمبئی کو اس سفید ہاتھی سے چھٹکارا دلا دے۔

"لیکن یہ ایسا نہیں ہے' اور میں چاہتا ہوں کہ یہ ذیلی کمیٹی اس بات کو محسوس کرلے۔ لہٰذا میں اس کمیٹی کے سامنے ایک فارمولہ پیش کرتا ہوں اور اس فارمولے پر ہمارے ملک کے معزز افراد نے تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ نہرو (کمیٹی) رپورٹ نے بھی جس نے سندھ کے مسئلہ پر کمال احتیاط کے ساتھ غور کیا۔ یہ سفارش کی کہ سندھ کو علاحدہ کردینا چاہئے۔ انڈین نیشنل کانگریس کے بارے میں اپنی برسہا برس پر محیط معلومات کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ اب میں کانگریس کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا اور میں ۱۹۱۹ء سے کانگریس کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا' لیکن اس سے قبل میں اس عظیم تنظیم کا ایک سرگرم رکن تھا اور میں اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر بتا سکتا ہوں کہ ان کی رائے کیا ہے' اور میں آپ کو خصوصیت کے ساتھ مسٹر ہری چندرائے کے بیان کا حوالہ دوں گا۔ جس کا سر غلام حسین ہدایت اللہ نے تذکرہ کیا ہے۔ مسٹر ہری چندر رائے سالہا سال سندھ کے ممتاز ہندو رہنماء رہے' اور وہ ایک ممتاز کانگریسی تھے اور حقیقتاً ایک قابل رہنماء تھے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے سب سے پہلے ہندوؤں نے اس مسئلہ کی اہمیت کو محسوس کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ سندھ بمبئی پریذیڈنسی کے لئے سنڈریلا کے سوا کچھ نہیں اور انہوں نے سندھ کے سنڈریلا کے سے کردار کے خلاف احتجاج کیا۔ جب ضرورت ہوتی تو لمحہ بھر کے لئے اسے

سامنے لایا جاتا اور پھر اسے بمبئی پریذیڈ ینسی کی تصویر سے حذف کر دیا جاتا۔

"انہوں نے بار بار انڈین نیشنل کانگریس کی منظور کردہ قراردادوں میں اس پر احتجاج کیا اور حکومت پر زور دیا کہ وہ سندھ کو علاحدہ کردے۔"

مسٹر چنتا منی: "کہاں؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نیشنل کانگریس میں۔"

مسٹر چنتا منی: "سندھ پر ایک قرارداد میں۔"

سر ایس' این بھٹو: "جی ہاں' کراچی میں ۱۹۱۳ء میں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں مسٹر ہری چند رائے وشن داس کے زمانے کی بات کر رہا ہوں۔ جب مسٹر ہری چند رائے وشن داس نے کراچی میں قرارداد پیش کی۔ لیکن میں اس سے بھی کچھ زیادہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ انڈین نیشنل کانگریس کے دستور کے ضمن میں سندھ کے نمائندوں نے اصرار کیا کہ سندھ کو ایک آزاد اور علاحدہ صوبہ تصور کیا جائے۔ بمبئی پریذیڈ ینسی کے ایک حصے کے طور پر نہیں۔ اگر آپ انڈین نیشنل کانگریس کے دستور پر نظر ڈالیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ سندھ کے ساتھ ایک علاحدہ صوبے کا سلوک کیا گیا ہے۔"

مسٹر چنتا منی: "نیشنل کانگریس صوبوں کو لسانی بنیاد پر تسلیم کرتی تھی اور اس لئے اس نے مختلف علاقوں کو الگ الگ تسلیم کیا۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' میں آپ سے معذرت خواہ ہوں' اگر آپ مجھے اجازت دیں۔ رائے دہی کے لئے' تعلیم پر رائے دینے کے جتنے نمائندوں کو اجازت دی گئی' بمبئی پریذیڈ ینسی کو ایک شق سمجھا گیا اور سندھ کو دوسری' رائے دہی کے مقصد کے لئے۔"

ڈاکٹر مونجے: "یہ کب ہوا' مسٹر جناح۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: بہت برس پہلے۔"

ڈاکٹر مونجے: "مجھے ضرورت ہوگی کہ اس کی یاد دہانی کرادی جائے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مجھے معلوم ہے' کیونکہ آپ کو سندھ کا کچھ پتہ نہیں۔ یہ آپ نے خود کہا ہے۔"

ڈاکٹر مونجے: "میں نے کہا تھا کہ مجھے تفصیلات سے آگاہی نہیں' لیکن کانگریس وہ معاملہ ہے جس سے میں بخوبی آشنا ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ میرا یقین کرسکتے ہیں' ڈاکٹر مونجے' کہ میں جو بیان دے رہا ہوں وہ بالکل درست ہے اور اگر آپ چاہیں تو میں نہایت آسانی سے اس کی تصدیق کراسکتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں' جناب والا! کہ خود آپ کے دفتر میں غالباً کانگریس کے پرانے دستور کی ایک نقل موجود ہوگی اور اگر آپ اپنے دفتر سے کہیں گے کہ وہ اس بارے میں تحقیقات کرلے تو آپ دیکھیں گے کہ میرا بیان بالکل درست ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کے دستور میں سندھ کو بمبئی پریذیڈ ینسی سے الگ رکھا گیا ہے۔ لیکن بلاشبہ یہ تو اس موضوع پر حرفِ آخر نہیں ہے۔ یہ تو حرف استدلال کا معاملہ ہے۔ لہٰذا میں قطعی طور پر یہ فارمولا پیش کروں گا کہ سندھ کو بمبئی پریذیڈ ینسی سے الگ کردیا جائے اور ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو سندھ کی ایک الگ صوبے کی حیثیت سے علاحدگی کو جامہ عمل پہنائے۔ نئے دستور کے نفاذ کے ساتھ۔ سندھ علاحدگی کے بعد اپنے انتظام و انصرام کے اخراجات خود برداشت کرے۔ یعنی علاحدہ ہوجانے کے بعد۔ سندھ کمیٹی اس امر کا تعین بھی کرے گی کہ علاحدگی کے نتیجے میں کونسے مالی اور انتظامی تصفیے ضروری اور منصفانہ ہوں گے۔ لہٰذا کمیٹی کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ مالی تصفیے کا سوال بشمول سکھر بیراج کی اسکیم پر اخراجات کا سوال۔ ایک بار کسی کمیٹی نے یہ تصفیہ کردیا' سندھ اور بمبئی دونوں کے لئے منصفانہ خطوط پر۔ کیونکہ اگرچہ میں سندھ کی علاحدگی کی زور شور کے ساتھ حمایت کر رہا ہوں۔ لیکن میں بمبئی کے مفادات کو بھی فراموش نہیں کر رہا ہوں اور اس لئے یہ تصفیہ منصفانہ بنیاد پر ہونا چاہئے۔ اس سے مشروط جب سندھ علاحدہ ہوجائے تب اسے اپنے انتظام و

انصرام کے اخراجات خود برداشت کرنا چاہئیں۔ میں اس ذیلی کمیٹی کا مزید وقت نہیں لینا چاہتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سر غلام حسین ہدایت اللہ نے ہر معقول شخص کو یہ اطمینان دلا دیا ہے کہ اگر سندھ کو علاحدہ کردیا جائے اور اسے اپنا انتظام و انصرام کرنے کا موقعہ دیا جائے تو سندھ خسارہ کا صوبہ نہیں ہوگا۔ بلکہ مستقبل میں اپنے انتظامی اخراجات نہایت آسانی سے اٹھا سکے گا۔ بس مجھے یہی کچھ کہنا ہے۔"

چیئرمین: "کیا آپ اس میں کوئی مضائقہ محسوس کریں گے، مسٹر جناح اگر آپ ایک الجھن دور کردیں۔ جس نے میرے ذہن کو ماؤف کررکھا ہے۔ ہمارے پاس ایک اہم سند ہے۔ سائمن کمیشن کی علاحدگی کے خلاف مالی وجوہ کی بنیاد پر اور ہمارے پاس حکومت بمبئی کی بڑی پختہ رائے ہے کہ یہ یقیناً گھاٹے کا صوبہ ہے اور گھاٹا ساٹھ لاکھ روپے کے لگ بھگ ہوگا۔ اب کیا یہ ہمارے لئے ایک دشوار امر نہیں ہوگا کہ ہم محض ایک بیان پر۔۔ خواہ کتنا ہی معقول کیوں نہ ہو اور وہ بہت معقول معلوم ہوتا ہے۔ جو سر غلام حسین نے ابھی دیا ہے اور اس سب کچھ کو نظرانداز کردیں اور کہہ دیں کہ ہم باور نہیں کرتے اور یقین ہے کہ سندھ خسارے کا صوبہ نہیں ہوگا اور اگر ہمیں یہ اطمینان نہیں ہے کہ یہ خسارے کا صوبہ نہیں ہوگا تو کیا یہ معقول بات ہوگی۔ ہند کی مرکزی حکومت پر ساٹھ لاکھ روپے کا بوجھ ڈال دیں؟ یہ الجھن ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اسے سراہیں گے۔"

مسٹر ایم، اے، جناح: "جناب والا! میں آپ کی بات کو بخوبی سمجھتا ہوں، لیکن میں نے اس کا جواب پہلے ہی دے دیا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ حقیقتاً کافی اعداد و شمار فراہم نہیں کئے گئے۔ اگر آپ حکومت بمبئی کے اعداد و شمار کا تجزیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان کے پیر نہیں ہیں اور یہ ہیں اعداد و شمار۔ آخرکار اعداد و شمار ہیں کیا شے۔ یہ کہہ دینا بہت آسان بات ہے کہ سندھ ساٹھ لاکھ روپے کے بقدر خسارے کا صوبہ ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ یہ اگلا سوال ہے اور اگر آپ اعداد و شمار کا تجزیہ کریں تو یہ غائب ہوجاتا ہے۔ اس سے سوا آپ کو کیا چاہئے، کوئی اور کمیشن آپ کو کیوں مطلوب ہے؟ میرا جواب یہ ہے، میں اس سے

ذرا اور آگے جاتا ہوں۔ اگر میں آپ کو قائل نہیں کرسکتا اور اگر آپ اب بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ یہ خسارے کا صوبہ ہوگا' اس امر کے باوصف کہ ہمارے سامنے یہ تمام اعداد و شمار ہیں' یہ تمام حقائق ہمارے سامنے ہیں۔ کیونکہ کسی نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ خسارے کا صوبہ ہوگا۔ لہٰذا میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا' پھر تو میں اس کے سوا اس بات کو مزید آگے نہیں بڑھا سکتا۔

چیئرمین: "میں یہ نہیں کہتا کہ یہ خسارے کا صوبہ ہوگا۔ لیکن آپ کو اور مجھے' غالباً دونوں کو اعداد و شمار کے متعلق بحث و تمحیص کا کافی تجربہ ہے۔ یہ جاننے کے لئے کہ واقعتاً نتیجہ کیا ہوگا۔ جب تک کہ کوئی مالی کمیٹی جسے مالی امور کی سدبد ہو اور اس کے سامنے کافی تفصیلات ہوں۔ اس معاملے پر غور نہ کرے۔ یہ بہت دشوار امر ہوگا کہ ہم ایک جانب کے یا دوسری جانب کے عام بیانات پر کوئی فیصلہ کرسکیں' اعداد و شمار کے سوال پر

مسٹر ایم' اے' جناح: "اس وقت تو میں مطمئن نہیں ہوں۔۔ میں صاف طریقے سے یہ کہتا ہوں کہ میں حقیقتاً یہ کہتا ہوں کہ میں مطمئن نہیں ہوں۔ کسی اعداد و شمار سے اور ان کی قابل اعتماد نوعیت سے جو مجھ سے یہ کہلوا سکے کہ علاحدگی کے بعد یہ خسارے کا صوبہ ہوگا۔ میں مطمئن نہیں ہوں' بلکہ اس کے برعکس۔۔ میری مراد یہ ہے کہ۔۔ میں بالکل مطمئن ہوں' ان اعداد و شمار کے بارے میں اپنی معلومات کی بناء پر اور طریقے کی وجہ سے جس طریقے سے یہ پیش کی جاتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ کہ سندھ خود کفیل ہوگا۔ یہ میری رائے ہے۔

چیئرمین: "جی ہاں' آپ مجھ سے بہت زیادہ جانتے ہیں۔ لیکن کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ میں حکومت بمبئی کے ان اعداد و شمار کو یکسر نظرانداز کرتا ہوں؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں جناب والا! میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں نظر انداز کردیجئے۔ میں کہتا ہوں کہ آیئے ہم ان کا جائزہ لے لیں۔ یقیناً اگر اس ذیلی کمیٹی

کو کوئی اہم کام سرانجام دینا ہے تو آپ کو اپنے ذہن کو قطعی طور پر اس سے زیادہ اس پر لگانا ہو گا کہ آپ محض یہ کہہ دیں کہ فلاں فلاں نے نہیں کہا ہے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

چیئرمین: "میں اپنا ذہن تو لگانے کے لئے تیار ہوں' لیکن کیا یہاں ہمارے پاس ایسی معلومات ہیں۔ جن کی بناء پر ہم کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔؟"

سر ایس' این' بھٹو: "ہم نے گزشتہ دس برس کے دوران مسلسل حکومت بمبئی سے درست اعداد و شمار حاصل کرنے کے لئے اپنی بہترین کوشش صرف کی۔ لیکن ہم ناکام رہے اور حاصل نہ کرپائے۔ یا تو واقعتاً حکومت بمبئی کی راہ میں کچھ حقیقی دشواریاں حائل ہیں یا پھر وہ حتمی اور درست اعداد و شمار فراہم کرنے کے لئے آمادہ ہی نہیں' مجھے علم نہیں۔ لیکن ہم غیر سرکاری لوگوں کے سرکاری ریکارڈ تک رسائی کے بغیر علاحدہ اعداد و شمار کا نکالنا بہت دشوار بات ہے۔"

مسٹر چنتا منی: "پھر وہ اس نتیجہ پر کیسے پہنچے؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں نے جو کچھ کہا ہے۔ اگر آپ اس میں اضافہ کرنا نہیں چاہتے تو پھر مجھے اپنی بات مکمل کرلینے دیجئے۔ ابھی تک میں نے آپ کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں اپنا جواب مکمل کرلینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا تھا' اس لئے' فرض کیجئے کہ میں اس کمیٹی کو اپنا ہم خیال نہیں بناسکا اور فرض کیجئے کہ یہ نکتہ ابھی تک موجود ہے کہ ہوسکتا ہے کہ پچاس یا ساٹھ لاکھ روپیہ کا خسارہ ہو۔۔ پس اس کے لئے میرا جواب یہ ہوگا کہ میں اس کمیٹی سے یہ التجاء کروں گا کہ وہ یہ خطرہ بھی مول لے لے' تب میں بمبئی کی نیابت کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ ازراہ کرم اس ساٹھ لاکھ روپے سے ہمارا پیچھا چھڑا دیجئے اور مرکزی حکومت اسے اس وقت تک برداشت کرے تاآنکہ اس کی مزید ضرورت باقی نہ رہے"

چیئرمین: "میں اس نہج پر غور کرنے کے لئے پوری طرح آمادہ ہوں۔ لیکن آپ اور میں وکیل ہونے کے ناطے یہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اس پر غور کریں تو

حکومت بمبئی کے اکاؤنٹنٹ کو ہمارے روبرو موجود ہونا چاہئے۔ تاکہ ہم اس کا بیان لے سکیں اور اس پر جرح کر سکیں۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "پھر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب والا! آپ کو یہ یاد رکھنے کے لئے دنیا اور زندگی کا کافی تجربہ ہے کہ اس طرح کے امور میں کچھ فریق ہوتے ہیں۔ جنہیں کچھ دلچسپی ہوتی ہے۔ کچھ مفادات ہوتے ہیں۔ کچھ تجارتی اغراض بھی ہو سکتی ہیں۔ ساری دنیا میں ایسا ہوتا ہے۔ قدرتی طور پر وہ اس معالے کو ایک طبقے کی حیثیت سے اپنے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک تجارتی طبقہ ہو سکتا ہے' ملازموں کا ایک طبقہ ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو یہ سوچیں کہ اگر دستور میں کوئی تبدیلی آگئی تو انہیں اپنی ملازمتوں کے تعلق میں کوئی نقصان پہنچے یا ملازمتوں سے ہاتھ دھونا پڑ جائیں۔ اس دنیا میں ہمیشہ ایسے مفاد پرست لوگ ہوتے ہیں جو صرف اپنے ہی لئے سوچتے ہیں اور کسی کے لئے نہیں۔ آخر کار انہیں فوری طور پر صرف اپنی ہی ذات سے سروکار ہوتا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ سندھ میں انہیں جو آرام دہ پوزیشن حاصل ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی آئے۔ لیکن میں اس کمیٹی سے التجاء کروں گا کہ وہ اس معاملہ پر کسی خاص جماعت یا طبقے یا مفاد کے نقطہ نظر سے غور نہ کرے۔ میں اس ذیلی کمیٹی سے التجاء کروں گا کہ وہ اس معاملہ پر سندھ کے عوام کی بھلائی ان کی مسرت اور مفادات کے نقطہ نظر سے غور کریں۔"

وفاقی عدالت کی ہیئت ترکیبی اور حیطہ کار

اپیلوں کی سماعت کے لیے سپریم کورٹ کے نام سے علاحدہ عدالت تشکیل دی جائے

۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۱ء

دوسری گول میز کانفرنس کی وفاقی ڈھانچے کی ذیلی کمیٹی میں ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مستقبل کی وفاقی عدالت کی ہیئت ترکیبی' اس کے احاطہ کار اور اس سے متعلق دیگر امور کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم' اے' جناح نے کہا کہ وفاقی عدالت کو صرف دستور کے متعلق یا اس سے پیدا ہونے والے امور سے ضمن ابتدائی سماعت کا اختیار ہونا چاہئے۔ وفاقی قوانین اور صوبوں کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کے لئے سپریم کورٹ کے نام سے علاحدہ عدالت تشکیل دی جائے۔ انہوں نے مزید تجویز کیا کہ فوجداری مقدمات کی اپیلوں کی سماعت کے لئے الگ عدالت ہونی چاہئے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: جناب والا! جس مسئلہ سے ہمیں نمٹنا ہے' اس سے مختلف انداز سے نمٹنا چاہئے۔ جس انداز میں اس سے ماضی میں نمٹا گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ماضی میں جو مختلف تحقیقات ہوئی ہیں۔ اگر ان کی روشنی میں اس سے نمٹا گیا

تو یہ ہمارے لئے سود مند ہو سکتا ہے اور اس کی سیدھی سادی وجہ یہ ہے کہ اب ہم کل ہند وفاق کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ہم اب تک جتنا آگے بڑھے ہیں' وہ بھی ابھی تک مجمل سا خاکہ نظر آتا ہے اور یہ جامہ عمل پہن سکے گا یا نہیں۔ یہ بھی اس وقت تک ایک کھلا سوال ہے۔ لیکن اگر آپ اس پر کل ہند وفاق کے مفروضے کے زاویہ سے نظرڈالیں تو جہاں تک ہم پہنچے ہیں۔ ہم تین مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ اول ہے کہ جہاں تک وفاقی امور کا تعلق ہے۔ کیا وہ وفاقی عدالت کے احاطہ کار میں آنے چاہئیں؟ اب میں اس مسئلہ کے ضمن میں' اس کمیٹی کا کوئی وقت نہیں لوں گا۔۔ یعنی کوئی سوال جس کا وفاقی دستور سے تعلق ہو یا جو وفاقی دستور کی وجہ سے پیدا ہو۔ وہ وفاقی عدالت کے احاطہ کار میں ہونا چاہئے اور ان نکات پر سوالنامے کا دو ٹوک جواب دے دوں گا۔ لیکن اس وقت ایک مشکل میرے سامنے آتی ہے۔ جب آپ وفاقی قوانین کے تعلق میں وفاقی عدالت کو اختیارات سونپنے پر غور کریں گے۔ جب ہم وفاقی قوانین کی بات کرتے ہیں تو یہ سمجھنا قدرے دشوار ہوتا ہے کہ وفاقی قوانین ہیں کیا کہ جہاں تک وفاقی موضوعات کے ضمن میں ابھی ہم پہنچے ہیں۔ میرے سامنے ایک فہرست ہے۔ یہ ایک خاصی طویل فہرست ہے۔۔ جہاں مقدمات کھڑے ہوں گے۔ مثال کے طور پر ریلوں کو لے لیجئے۔ کوئی قانون جو ریلوں پر اثر انداز ہوتا ہو' یا کوئی جرم یا کوئی دیوانی مقدمہ نقل و حمل کے نظام کے تعلق میں پیدا ہو اور وغیرہ وغیرہ۔۔ میرے سامنے ایک بہت طویل فہرست ہے۔۔ کیا یہ تمام مقدمات وفاقی قوانین کے ذیل میں آئیں گے یا نہیں؟

چیئرمین: "کیا میں آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟ ہند میں آپ کا کیا طریقہ کار ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ریل کے کرایہ کے ضمن میں مثال کے طور پر ایک تاجر ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا کرایہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ میں ہند کی ریلوں سے اتنا واقف نہیں ہوں جتنا کہ میں انگلستان کی ریلوں سے آشنا ہوں۔۔ ایک سرے سے دوسرے تک' ہم کہیں گے قصبہ (الف) قصبہ (ب) تک جو ریلوں کے تین مختلف نظاموں پر محیط ہے۔ کیا کوئی ایسی ٹریبونل موجود

ہے جس کے پاس وہ جاسکے اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا کرایہ معلوم کرسکے یا یہ کہلوا سکے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک جو کرایہ اس سے وصول کیا گیا ہے وہ زیادہ ہے؟

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' ایسا کوئی ٹریبونل نہیں جس کے پاس وہ جاسکے۔ یہ خالصتاً ایک انتظامی معاملہ ہے۔"

سر تیج بہادر سپرو: "نہیں' ایک ریلوے ریٹس ٹریبونل ہے۔"

مسٹر آئینگر: "وہ صرف ایک مشاورتی ادارہ ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ بالکل کوئی ٹریبونل نہیں ہے۔ کوئی ٹریبونل موجود نہیں ہے۔ یہ محض ایک انتظامی معاملہ ہے۔ آپ کو ریلوے کمپنیوں سے ہی نمٹنا ہوگا۔ اس کے بارے میں کوئی تحقیقات نہیں' کوئی شہادت نہیں۔ کبھی کوئی کرایہ دریافت نہیں کیا گیا۔ یہ محض ایک کاروباری معاملہ ہے۔ خالص اور سادہ سا۔ عدالتی نوعیت کا کوئی ٹریبونل نہیں ہے۔

"لیکن یہ وہ بات نہیں ہے جو میں سوچ رہا تھا' مثال کے طور پر ریلوے ایکٹ کے تحت سرزد ہونے والے جرائم کو لے لیجئے۔ میں نے کچھ سامان بمبئی سے کلکتہ بھیجا اور میرا سامان ضائع ہوگیا۔ پس میرے پاس ریلوے کمپنی کے خلاف چارہ کار ہے۔ میں ریلوے ایکٹ کے تحت مقدمہ دائر کرتا ہوں۔ پس وہ وفاقی قانون ہے' نہ صرف یہ بلکہ ہم نے ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ دیگر قوانین کا کیا بنے گا۔ جیسے قانون انتقال املاک' ضابطہ دیوانی اور دیگر متعدد قوانین جو کل ہند قوانین ہیں۔ ان قوانین کا کیا بنے گا۔ ان کے تعلق میں مقدمات کے ضمن میں آپ کس دروازے پر دستک دیں گے۔ آپ کس عدالت کے پاس جائیں گے؟ مثال کے طور پر فوجداری قانون لے لیجئے' ضابطہ فوجداری اور فوجداری سے متعلق بہت سے قوانین آپ اپنے کل ہند قوانین کے ذیل میں کہاں جائیں گے؟ اس لئے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے' جناب والا! کہ شروع ہی سے یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ نہ صرف ان امور میں جن کا دستور سے

تعلق ہو گا یا ان تنازعات میں جو دستور سے ابھریں گے بلکہ وفاقی قوانین کے ضمن میں اختیارات وفاقی عدالت کی تحویل میں ہوں گے۔"

سرمانک جی دادا بھائی: "اگر وہ وفاقی قوانین نہیں ہوں گے تو کیا وہ عام عدالتوں کے احاطہ کار میں نہیں آئیں گے؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی ہاں' لیکن یہ فرض کیا گیا ہے۔۔ میں نے یہ سر محمد شفیع کی افتتاحی تقریر سے اخذ کیا ہے اور آپ اسی بنیاد پر آگے بڑھے ہیں۔۔ کہ وفاقی عدالت کو اولاً تو اختیار سماعت ہو' دستور سے متعلق امور سے اور دستور کی وجہ سے پیدا ہونے والے امور سے۔ وفاقی عدالت کو جملہ وفاقی قوانین کے ضمن میں اپیلوں کی سماعت کا تنہاء اختیار ہو۔ مزید وفاقی عدالت پریوی کونسل کی جگہ لے لے۔ ماسوا اس کے کہ پریوی کونسل کو یہ اعزاز حاصل رہے کہ خصوصی اجازت عطاء کردے اور اخیر میں فوجداری امور میں اختیار سماعت حاصل کرے۔ میں جس طرف اشارہ کرنا چاہتا تھا وہ یہ تھا۔ ہمیں ان چار نکتوں کو الگ الگ کردینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مجھے اس جزو کو سمجھنے میں تو مشکل نہیں کہ وفاقی عدالت کو دستور سے متعلق اور دستور سے پیدا ہونے والے امور کی سماعت کا اختیار دے دیا جائے۔ لیکن جب آپ اپنی وفاقی عدالت کو وفاقی قوانین سے متعلق معاملات کی سماعت کا اختیار بھی تفویض کردیتے ہیں تو میرے سامنے دشواری کا پہاڑ آکھڑا ہوتا ہے۔ جس دشواری کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہیں ہند کے راجگان اور ریاستیں جو اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ جہاں تک ان کی ریاستوں کا تعلق ہے۔ وفاقی قوانین سے متعلق جب کوئی معاملہ پیدا ہو تو وفاقی عدالت سپریم کورٹ ہونی چاہئے؟ میں کہتا ہوں کہ آپ کے پاس پچاس فی صد مقدمات ایسے ہوں گے۔ جو وفاقی قوانین سے پیدا ہوں گے۔

"پھر مجھے یہ نظر نہیں آتا کہ آپ دیگر قوانین کے بارے میں کیا کریں گے۔ جہاں تک ہم انہیں مرکزی موضوعات قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کیا معاملہ کریں گے۔ پھر ہم ذرا سا آگے بڑھتے ہیں۔ ایک اور دشواری میرے سامنے آتی ہے۔ یعنی جب آپ کی وفاقی مقننہ تشکیل پاجاتی ہے۔ اور ہم یہ

تصور کرلیتے ہیں کہ ضابطہ دیوانی وفاقی قانون نہیں ہے' جہاں تک ہم موضوعات کی درجہ بندی کرپائے ہیں۔۔ فرض کیجئے آپ کی وفاقی مقننہ' جب وہ معرض وجود میں آجاتی ہے' ضابطہ دیوانی میں ایک ترمیم کرتی ہے۔ کیا وہ وفاقی قانون بن جائے گا؟

سرتیج بہادر سپرو: "اس کا تمام تر انحصار اس پر ہوگا کہ آپ کا وفاقی قانون سے کیا مطلب ہے۔ آپ کی وفاقی قانون سے کیا مراد ہے؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہی بات تو میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ وفاقی قوانین کے تعلق میں اختیارات سماعت وفاقی عدالت کی تحویل میں ہونے چاہئیں۔"

مسٹر جیکار: "اپیل کی سماعت کا اختیار۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی ہاں' بلاشبہ یہ ابتدائی سماعت کا اختیار تو نہیں ہوسکتا۔ وفاقی قانون سے آپ کی کیا مراد ہے؟ یہ وہ بات ہے جس کا میں جائزہ لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بعض ایسے قوانین ہیں جن کی آپ نے وفاقی موضوعات کے عنوان کے تحت درجہ بندی کی ہے۔ وہ وفاقی قوانین نہیں ہیں۔ یہ سوال ہی نہیں اٹھتا۔ میں یہ دشواری محسوس کرتا ہوں۔ اس وقت کیا ہوگا۔ جب آپ کی وفاقی مقننہ قائم ہوجائے گی اور اس مخصوص قانون میں ترمیم کرنا چاہے گی۔ قانون انتقال املاک لے لیجئے' ضابطہ دیوانی لے لیجئے۔"

سرتیج بہادر سپرو: "وہ وفاقی قانون نہیں ہوگا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ کہاں ہوگا۔"

سرتیج بہادر سپرو: "مرکزی موضوع کے تحت الا یہ کہ آپ مرکزی اور وفاقی کے درمیان تمیز ختم کردیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ ان موضوعات کو اس قدر دشوار بنا دیں گے۔ یہ کہ آپ بہت سے مقدمات کو نظر انداز کر رہے

ہیں۔ جو ان مختلف قوانین سے ابھریں گے۔ جنہیں آپ نے مرکزی قوانین مرکزی موضوعات کا نام دیا ہے اور جن کے ضمن میں ہند میں آخری اپیل کی سماعت ہائی کورٹ یا ہائی کورٹوں میں ہوسکے گی اور ان عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت پریوی کونسل میں ہوگی۔"

سرتیج بہادر سپرو: "نہیں، نہیں۔"

مسٹر ایم، اے، جناح: "پھر یہ کہاں جائے گی۔"

سرتیج بہادر سپرو: "یہ سپریم کورٹ میں جائے گی، جس کا اختیار سماعت غیر وفاقی امور سے ہوگا۔"

مسٹر ایم، اے، جناح: "میں غیر وفاقی امور کی بات کر رہا ہوں۔"

سرتیج بہادر سپرو: "میں بھی تو۔"

مسٹر ایم، اے، جناح: "یہ کہاں جائے گی۔"

سرتیج بہادر سپرو: "اسی عدالت میں اس کی سپریم کورٹ کی حیثیت میں۔ غیر وفاقی حیثیت۔"

مسٹر ایم، اے، جناح: "اس صورت میں آپ اپنی وفاقی عدالت کو دستور، وفاقی قوانین اور ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف پریوی کونسل کی جگہ اپیلوں کی سماعت کا اختیار تفویض کرنا چاہتے ہیں۔"

سرتیج بہادر سپرو: "یہی تجویز تھی۔"

مسٹر ایم، اے، جناح: "اور ضابطہ فوجداری کے ضمن میں اپیلیں؟"

سرتیج بہادر سپرو: "بہت ترمیم شدہ شکل میں۔"

مسٹر ایم، اے، جناح: "پھر تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ فی الفور یہ دشواری کھڑی کردیتے ہیں۔ اخراجات کا کیا ہوگا۔ خرچہ کون برداشت کرے گا؟ کچھ

ایسی وحدتیں ہوں گی۔ مثلاً ہندی ریاستیں۔۔ جو آپ کی وفاقی عدالت کی اپیل کی سماعت کے اختیار کو تسلیم نہیں کریں گی۔ ماسوا ان امور کے جو دستور یا وفاقی قوانین سے پیدا ہوں گے۔ یہ پہلا نکتہ ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اخراجات کو بانٹ لیں گے تو یاد رکھیۓ کہ یہ ایک بہت بڑی عدالت ہوگی۔ یہ کوئی چھوٹی عدالت نہیں ہوگی۔ یہ ایک بہت مہنگی عدالت ہوگی اور اخراجات کا سوال پیدا ہوگا۔"

سرمانک جی دادا بھائی: عدالت کو چلانے کے اخراجات؟"

مسٹرایم' اے' جناح: جی ہاں' اگلا سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کام کرنا دشوار نہیں ہوگا۔ جب کہ آپ کے پاس اپیل کی سماعت کے اختیار کے ساتھ ایک وفاقی عدالت ہوگی۔ جس کا احاطہ کار آپ کی تجویز کے مطابق ہوگا اور جسے ایک تہائی ہند تسلیم نہیں۔۔ کرتا؟ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ یہ مشکلات سے اٹا پڑا ہے۔ ذاتی طور پر مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ میں ہمیشہ سپریم کورٹ کا حامی رہا ہوں اور میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ وقت آگیا ہے۔ جب برطانوی ہند میں ہمارے پاس ایک سپریم کورٹ ہونی چاہئے۔ ۱۹۲۱ء سے لے کر اب تک اس سوال پر ایک سے زیادہ مرتبہ بحث مباحثہ ہوا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے اس پر ایک سے زیادہ بار مقننہ میں بحث و تمحیص ہوئی اور ہم نے زور دیا کہ سپریم کورٹ قائم ہونی چاہئے۔ لیکن اس وقت ہم کسی اور ہی شے کا تصور کر رہے تھے۔ اس وقت ہم نے اپنی توجہ برطانوی ہند تک ہی محدود کر رکھی تھی اور اس وقت مسئلہ کا یہ دشوار پہلو سامنے نہیں آیا تھا۔ جو اس وقت ہے۔

"لہٰذا میری تجویز یہ ہے۔ آپ نے ہمارے سامنے ایک چیستاں رکھ دی ہے اور وہ چیستاں یہ ہے کہ ہم کوشش کریں کہ کل ہند وفاق کو جامہ عمل پہنا دیں۔ یہ اس چیستاں کا منطقی نتیجہ ہے اور اس لئے میری تجویز یہ ہے۔ آپ حیران ہوں گے۔ جب میں یہ کہوں گا کہ آپ کو اس چیز کو تین حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا اور تینوں کو الگ الگ رکھنا ہوگا۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ ہمیں وفاقی عدالت سے آغاز کرنا چاہئے۔ اس مفروضے کے ساتھ کہ ہم نے کل ہند وفاق کی گتھی کو سلجھا لیا ہے اور خود وفاقی

عدالت کو صرف دستور اور دستور کی وجہ سے پیدا ہونے والے امور کی سماعت کا اختیار تفویض کرنے تک محدود رکھنا چاہئے۔ عدالت کا عملہ دستور کے ماہر وکلاء کی طرح دستور کا ماہر ہو۔ کیونکہ وہاں جن مسائل سے نمٹا جائے گا۔ وہ ہمارے تصور کے مطابق وفاق اور وحدتوں کے مابین پیدا ہوں گے۔ مزید میں اس کا قائل ہوں' جناب والا! کہ یہ راہ ہر شہری کے لئے کھلی ہے۔ اگر اس کے کسی حق پر حملہ ہوا ہے۔ یا زد پڑی ہے۔ بلا شبہ دستور کے ضمن میں یا دستور کی وجہ سے۔۔ تو وہ سیدھا وفاقی عدالت میں چلا جائے۔"

چیئرمین: "میں فرض کرتا ہوں کہ آپ اس میں ایسے مقدمے کو بھی شامل کریں گے۔ جس میں کوئی تجارتی یا مذہبی تمیز روا رکھی گئی ہو۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی ہاں' اور یہاں میں یہ کہوں گا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کوئی مفید مطلب برآمد ہوگا کہ ہم اس معاملے کو وفاقی عدالت میں بھیجنے کے لئے کسی ادارے کو درمیان میں لائیں۔ اگر میرے استحقاق پر حملہ ہوا۔ یا زد پڑی ہے تو میں تجویز کروں گا۔۔ تجویز پہلے ہی پیش کی جاچکی اور مجھے اس کے خلاف کوئی خاص اعتراض نہیں ہے۔۔ کہ اگر کسی جماعت یا فرقے یا مفاد کے کل اراکین کی دو تہائی کو کسی اقدام پر اعتراض ہو تو اس اقدام کو فوراً معطل کردیا جائے اور پھر اس جماعت' فرقے یا مفاد کے لئے یہ راستہ کھلا ہے کہ ان میں سے ایک دو شخص فی الفور ایک نمائندہ مقدمہ دائر کردیں اور اس مقصد کے لئے ایک یا دو ماہ کی حد مقرر کردی جائے۔ کوئی بھی شخص جو متاثر ہوا ہے۔ وہ نمائندہ مقدمہ دائر کرسکتا ہے اور پھر فوراً ہی وفاقی عدالت اس کا فیصلہ کردے۔"

مسٹر جیکار: "مسودہ قانون کے قانون بننے سے بھی قبل۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی ہاں۔"

مسٹر آینگر: "آپ مقدمہ دائر کریں گے۔ کس امر کے لئے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "کہ وہ خارج از اختیار ہے۔"

مسٹر آینگر: "یہ خارج از اختیار کس طرح ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ یہ قانون نہ بن جائے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اگر ایک مسودہ قانون پیش کیا گیا ہے اور اگر کسی فرقے کا ایک رکن یہ کہے کہ یہ دستور کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اس لئے اس پر مزید کارروائی نہیں ہونی چاہئے تو صورت حال کیا ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک مسودہ قانون ایک مذہبی عمل یا مذہبی رسم و رواج کے خلاف ہے یا کسی کے مذہب میں خلل اندازی کرتا ہے۔ مسودہ قانون پیش کردیا گیا ہے۔ وہ خاص متاثرہ طبقہ اس مسودہ قانون کے خلاف اس بناء پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ ان کے مذہب یا مذہبی رسم و رواج یا عمل میں خلل ڈالتا ہے اور یہ کہ اس لئے مقننہ کو اسے قانون بنانے کا کوئی اختیار نہیں۔ اب کیا آپ اس وقت تک انتظار کریں گے کہ مسودہ قانون کی شکل اختیار کرے؟ میں کہتا ہوں نہیں' پھر یہ تجویز پیش کی گئی کہ کوئی اور ایسا ادارہ تشکیل دلوائے جو اس معاملہ کو وفاقی ادارے میں بھجوا دے۔ میں کہتا ہوں' نہیں۔ یہ میرا حق ہے اور میرے حق میں خلل پڑنے والا ہے یا اس پر ضرب لگنے والی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مسودہ قانون ابتداء ہی سے ناقص ہے۔ کیونکہ یہ بنیادی حقوق پر ضرب لگاتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس مسودہ قانون کو معطل ہوجانا چاہئے' لیکن یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اعتراض فضول نہیں ہے۔ آپ متاثرہ فرقے کے اراکین کی دو تہائی اکثریت کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔ آپ کو یہ شہادت دے گی کہ اس پر سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہے اور اعتراض محض فضول نہیں ہے۔"

مسٹر آینگر: "لیکن وہ سیاسی رائے ہوسکتی اور حسن و قبح پر رائے نہ ہو۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ کچھ بھی ہو۔ آپ کو بے عیب شے تو کبھی نہیں ملے گی اور آپ اب بے عیب شے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔" میں کہتا ہوں کہ اگر مقننہ میں کسی فرقے کے اراکین کی دوتہائی تعداد اپنی نمائندہ حیثیت میں زور دے کر یہ کہتے ہیں کہ یہ مسودہ قانون ان کے مذہب یا مذہبی اعمال میں خلل انداز ہوتا ہے تو یہ

جائز اعتراض ہے' اور میں مطمئن ہوں اور اس صورت میں میں کہتا ہوں کہ مسودہ قانون کو معطل ہوجانا چاہئے۔ تاکہ انہیں اعلیٰ ترین عدالت میں اس سوال کا تجزیہ ہوسکے۔ آپ کہہ سکتے ہیں دو ماہ کے اندر اندر یا تین ماہ میں اگر آپ پسند کریں۔"

مسٹر جیکار: "لیکن یہ زحمت غیر ضروری ہوسکتی۔ کیونکہ مقننہ مسودہ قانون کو منظور ہی نہ کرے۔"

ڈاکٹر امبیدکر: "یا یہ ایسی شکل میں ظاہر ہو کہ اس پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوسکے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: معاف کیجئے۔ مسٹر جیکار اس صورت میں جب اعتراض کیا جائے گا تو حکومت وقت غالباً اعتراض کو دور کرنے کی امکانی کوشش کرے گی۔ یہ اس وقت کے لئے ہے' جب سب کچھ ناکام ہوجائے۔ آپ مقننہ میں رہے ہیں۔ اور ہمیں کچھ نہ کچھ حکومت کے طور طریقوں کا بھی علم ہے۔ حکومت تعطل پیدا نہیں ہونے دیتی' جب تک کہ ان کے پاس کوئی چارہ کار ہی باقی نہ رہے۔ اگر آپ وزیراعظم ہوتے اور وہ اعتراض کیا جاتا تو آپ کی حکومت اعتراض کو رفع کرنے کی کوشش کرتی۔"

سر تیج بہادر سپرو: "لہٰذا' آپ کس مرحلے پر یہ حق قابل اعتراض مسودہ قانون کے خلاف دیں گے؟ حکومت کے جملہ اقدامات کرنے کی کوششوں کے بعد؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: اس مرحلے پر جب حکومت مسودہ قانون کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کرے۔"

مسٹر آینگر: "فرض کیجئے ایک فرقے کی دو تہائی اکثریت' دراں حالیکہ وہ اقلیتی فرقہ ہے' یہ عزم کرلے کہ حکومت کے تمام اقدامات کی راہ میں رکاوٹ ڈالے گی اور اس طرح سے ہر مسودہ قانون کی مزاحمت کرتی ہے۔ یہ الزام لگا کر وہ فرقہ وارانہ اور مذہبی مسائل کھڑے کرتے ہیں' پھر کیا ہوگا؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ لوگوں پر اتہام لگا رہے ہیں....."

مسٹر آینگر: "میں سمجھتا ہوں کہ میں سیاسی حربہ کی طرف اشارہ کر رہا ہوں؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ اتنے ہی برے ہیں تو بہتر ہوگا کہ آپ دستور بنانے سے سبکدوش ہوجائیں۔

مسٹر آینگر: "آپ نے اور میں نے مالیات سے متعلق قانون کے مسودوں (میزانئے) کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ آپ کو علم ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "معاف کیجئے۔ میں نے نہیں کیں' آپ نے کیں۔"

مسٹر آینگر: "آپ نے مطالبات زر کے خلاف رائے دی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں نے نہیں دی۔"

مسٹر آینگر: "آپ نے دی۔"

چیئرمین: "ماضی میں جو کچھ ہوا اسے جانے دیں۔" اب ہم مستقبل کے لئے قانون سازی کر رہے ہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر آینگر بھیانک خواب دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مقننہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا۔۔ اور انہوں نے ہمیشہ یہی کچھ کیا۔ کیونکہ یہ ان کی حکمت عملی تھی۔ لہٰذا وہ اس خیال سے پیچھا ہی نہیں چھڑا سکتے اور لوگ بھی وہی کچھ کریں گے۔ ہمیں امید کرنی چاہئے کہ آپ کے نئے دستور میں لوگ ذمہ دار لوگ ہوں گے اور یہ کہ لوگ محض مخالفت کی خاطر دشواریاں پیدا نہیں کریں گے۔ اگر آپ اس جذبے کے ساتھ کام کریں گے' تب تو بلا شبہ کوئی بھی دستور نہیں چل پائے گا۔ آپ اسے خواہ کتنا ہی مکمل کیوں نہ بنادیں۔"

سرتیج بہادر سپرو: "مسٹر جناح' کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ کی

توجہ ایک امر کی جانب مبذول کراسکوں؟ شاید آپ اس طریقہ کار پر اظہار رائے کرنا چاہیں۔ جو خود ہند میں رائج تھا۔ جب سپریم کورٹ موجود تھی۔ جب گورنر جنرل کے جاری کردہ قوانین کا اندراج کیا جاتا تھا۔ کیا وہ عمل بہتر نہ ہوگا؟ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں جب سپریم کورٹ قائم تھی۔ گورنر جنرل کے منظور کردہ قوانین کا اندراج کیا جاتا تھا۔"

مسٹر آئینگر: "چند برسوں تک۔"

سرتیج بہادر سپرو: "ان کا سپریم کورٹ میں اندراج ہوتا اور جب تک اندراج نہ ہوتا وہ نافذ نہ ہوتے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں یہ فرض کر رہا ہوں کہ وہ فرقہ وارانہ اور بے وقعت اعتراضات نہیں اٹھائیں گے۔ میں اب یہ فرض کر رہا ہوں۔ آپ کے پاس کسی فرقے یا جماعت کے اراکین کی دو تہائی اکثریت موجود ہے۔ جو واقعی یہ محسوس کرتی ہے کہ کوئی مخصوص مسودہ قانون ان کے حقوق کو پامال کرتا ہے۔ جب میں حقوق کی بات کرتا ہوں تو میری مراد ہوتی ہے محدود نوعیت کے حقوق سے۔۔ میری مراد ہر حق سے نہیں ہے اور میری مراد ہر مسودہ قانون سے نہیں۔ اگر کوئی فضول اعتراض ہوتا ہے' مسٹر آئینگر فرض کیجئے کہ آپ قانون انتقال املاک میں ترمیم لاتے ہیں اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہندو ایک جسد واحد کی طرح اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہتے ہیں کہ یہ ان کے مذہب پر اثر انداز ہوگا۔ جیسا کہ انہوں نے پچھلی مقننہ میں کیا......"

مسٹر آئینگر: "پچھلی مقننہ میں بہت سے قوانین کو فرقہ وارانہ سمجھا گیا۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں صرف آپ کو جواب دے رہا ہوں۔ فرض کیجئے' ہندو ایک جمعیت کے طور پر۔۔ دو تہائی کے بقدر۔۔ کہتے ہیں کہ یہ ان کے مذہب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ میں آمادہ ہوں' اگر مجھے اس سے کوئی سروکار ہو تو میں ان سے کہوں گا کہ بہت خوب' میں آپ کی دو تہائی اکثریت کو قبول کرتا ہوں' میرے

لئے یہ کافی ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ قانون کے تحت آپ کے پاس ایک مہینہ ہے۔ جس کے دوران آپ مقدمہ دائر کرسکتے ہیں اور عدالت کا فیصلہ لے سکتے ہیں۔ جو بھی فیصلہ ہوگا اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ فرض کیجئے کہ چند ماہ ضائع ہوجاتے ہیں تو یہ صرف چند ماہ کا سوال ہوگا' برسوں اور صدیوں کا سوال نہیں ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کافی کم عمر ہیں اور اگر آپ وہاں ہوئے تو آپ بہت سے قوانین منظور کراسکیں گے۔ آپ مسودہ قانون کو آگے کیوں چلنے دیتے ہیں کہ وہ قانون بنے اور پر آپ اپنی کارروائی شروع کریں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کارروائی بعد میں کرنا چاہتے ہیں یا پہلے؟ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں کافی وقت ضائع ہوجائے گا۔ کیونکہ جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ آپ کو حد مقرر کردینی چاہیے۔ آخر کار آپ کی سپریم کورٹ کے پاس (وفاقی عدالت) اگر آپ میری تجویز قبول کرتے ہیں' محض ان امور کی ابتدائی سماعت کا اختیار ہوگا۔ جو دستور سے پیدا ہوں گے یا جن کا دستور کے ساتھ تعلق ہوگا۔ اس کے پاس زیادہ کام نہیں ہوگا۔ چنانچہ مقدمات تیز رفتاری کے ساتھ نمٹائے جاسکیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے تو یہی واحد اطمینان بخش طریقہ نظر آتا ہے۔ میں یہ بات یہاں ختم کرتا ہوں۔ میں اور زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔"

مسٹر جوشی: "آپ دو تہائی اراکین کو اپیل کا حق دینا چاہتے ہیں؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "یہ اپیل کا حق نہیں ہے۔ یہ خصوصی اختیار سماعت کا حق ہے۔"

مسٹر جوشی: "فرقے کے اراکین کی دو تہائی؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ حق مذہبی فرقوں تک محدود ہے یا آپ اسے اقتصادی گروہوں تک بھی بڑھا دیں گے؟

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی ایسا اقدام ہے۔ جس کی دستور کی کسی دفعہ پر زد پڑتی ہے۔ جس میں بنیادی حقوق اور بہت سی دیگر چیزیں شامل ہیں۔۔ اگر اس کی دستور کی کسی دفعہ پر زد پڑتی ہے' جو کسی فرد یا کسی فرقے یا کسی جماعت یا طبقے کو متاثر کرتی ہے اور اگر کم از کم دو تہائی کی اکثریت سے اعتراض کیا

جاتا ہے کہ دستور کے تحت ان کے کسی حق پر اثر انداز ہوتا ہے تو اس اقدام کو معطل ہوجانا چاہئے اور ایک مہینے کے اندر اندر اس جماعت یا اس جماعت کے یا فرقے کے ایک رکن کو یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ مقدمہ دائر کردے۔"

مسٹر جوشی: "اب میں آپ کو ایک مثال دوں گا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں کیا نکتہ پیش کر رہا ہوں۔ فرض کیجئے کہ بنیادی حقوق یہ تصریح کرتے ہیں کہ طبقات کے مابین امتیاز نہیں ہوگا۔ اور یہ کہ ایسا کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا۔ جو طبقات کے مابین امتیاز روا رکھتا ہو۔ اب اگر ایک مسودہ قانون میں ایسی کوئی دفعہ ہے۔ جس میں جنسوں میں تمیز کی گئی ہے یا اقتصادی طبقوں میں' اور ان طبقوں کی مقننہ میں نمائندگی نہیں ہے۔ ان حالات میں کیا آپ کوئی چارہ کار تجویز کرتے ہیں؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں نے کہا تھا' جی ہاں۔ اس صورت میں جب مسودہ قانون منظور ہو جائے۔"

مسٹر جوشی: "نہیں' مسودہ قانون کی شکل میں' جب وہ اقدام مسودہ قانون کی شکل میں ہو۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "اگر اعتراض کرنے کے لئے کوئی موجود نہ ہو تو آپ اس کا فیصلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟"

مسٹر جوشی: "جی ہاں' لیکن آپ انہیں کیا تحفظ دینے کی تجویز کرتے ہیں؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں جو تحفظ دینے کی تجویز کرتا ہوں' ان لوگوں کو جو اعتراض اٹھانے کے لئے وہاں موجود نہیں ہیں۔ یہ ہے کہ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کسی عدالت میں یہ مقدمہ دائر کردیں کہ اس قانون سے میرے حقوق میں خلل واقع ہوتا ہے۔"

سرمانک جی دادا بھائی: "لیکن امتیازی قانون سازی کی صورت میں کیا آپ یہ حق دیگر اراکین کو تفویض نہیں کردیں گے جن کا اس طبقے سے کوئی تعلق نہ ہو"

مسٹر جوشی: "کیوں نہیں؟ کسی بھی متاثرہ شخص کو یہ حق دے دیجئے' خواتین کے خلاف امتیازی سلوک ہو سکتا ہے اور وہاں خواتین رکن موجود نہ ہوں۔ کیوں نہیں' لہٰذا یہ حق کسی کو بھی دے دیجئے۔ جن کے مفادات متاثر ہوتے ہوں؟"

مسٹر جیکار: "اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک شخص قانون سازی کے کام میں رکاوٹ کھڑی کر سکے گا۔"

مسٹر جوشی: "نہیں' اگر متاثرہ طبقے کی مقننہ میں نمائندگی نہیں تو آپ کو ان کے تحفظ کا بھی انتظام کرنا چاہئے۔"

مسٹر جیکار: "اس کے قانون ب بہ عضہ کے بعد۔"

مسٹر جوشی: "ان طبقوں کو زیادہ سہولتیں دں دیتے ہو۔ جنہیں مقننہ میں نمائندگی حاصل ہے۔"

ڈاکٹر امید کر: "ان کے پاس دہرا درمان ہو گا۔ کیونکہ ایک علاج ان کے پاس مسودہ قانون کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرنا ہو گا۔

مسٹر جوشی: "ان کے پاس ایک علاج تو ہو گا۔ مقننہ میں نمائندگی اور مسودہ قانون کو روکنے کا اور آپ انہیں مزید ایک حق عطاء کرتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو جن کی مقننہ میں نمائندگی نہیں ہے۔ انہیں آپ عملاً کوئی علاج فراہم نہیں کرتے۔"

مسٹر جیکار: "دو تہائی اکثریت ہونی ضروری ہے' لیکن مفروضے کے طور پر بھی اس کا اطلاق صرف انہیں مفادات پر ہو سکتا ہے۔ جن کا مقننہ میں کوئی گروہ موجود ہے۔"

مسٹر جوشی: میرا نکتہ یہ ہے کہ جیسے مسٹر جناح ان طبقوں کو تحفظ دینے کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔ جن کی مقننہ میں نمائندگی ہو گی۔ کیا وہ ان طبقات کو بھی جنہیں زیادہ تحفظ کی ضرورت ہے' اسی نوعیت کا اختیار فراہم کریں گے کہ جب ان کے مفادات متاثر ہوں تو وہ بھی مسودہ قانون کی راہ میں دیوار کھڑی کر سکیں؟"

مسٹر جیکار: "اگر آپ اسی نوعیت کا تحفظ ان طبقات کو بھی دینا چاہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مقننہ کے ایک یا دو رکن ایک مسودہ قانون کو روک سکیں گے۔

مسٹر جوشی: "میں ایک یا دو رکن کی بات نہیں سوچ رہا ہوں۔ کوئی طبقہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا کوئی رکن نہ ہو اور پھر بھی کوئی فرد کارروائی کر سکے۔"

سردار اجل سنگھ: "آپ کے ذہن میں کون سے طبقات ہیں؟"

مسٹر جوشی: میرے ذہن میں خواتین اور کارکن ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ منتخب نہ ہو سکیں اور آپ کسی کارکن کی تعریف کس طرح کر سکتے ہیں؟ آپ کسی کارکن کے بارے میں کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس کا تعلق کارکنوں کے طبقے سے ہے۔ جب تک کہ کارکنوں کے لئے ایک مخصوص حلقہ انتخاب نہ ہو؟ جو رکن عام انتخابی حلقے سے منتخب ہوتا ہے۔ اسے کارکن نہیں کہا جاسکتا۔ ایک رکن کو آپ اس کے مذہب کے لحاظ سے ایک ہندو، ایک مسلمان وغیرہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن آپ ایک رکن کو کارکنوں کے طبقے کا رکن نہیں کہہ سکتے۔ جب تک کہ کارکنوں کی خصوصی نیابت کے لئے اہتمام نہ ہو۔"

سردار اجل سنگھ: "مزدوروں کی نیابت تو ہر حلقہ انتخاب میں ہوگی۔"

مسٹر جوشی: "عام حلقہ انتخاب میں مزدوروں کی نمائندگی ہو جائے گی۔ لیکن ایسے رکن کے لئے یہ ضروری تو نہیں کہ وہ لازمی طور پر ایک کارکن بھی ہو۔ اس لئے میں یہ مطالبہ کر رہا ہوں کہ جن لوگوں کو زیادہ تحفظ کی ضرورت ہے۔ ان کو بھی مسودہ قانون کو روکنے کا وہی اختیار کیوں نہ حاصل ہو۔ جو لوگوں کے ان طبقات کو حاصل ہوگا۔ جن کی بہتر نمائندگی ہوگی۔ میری رائے میں ان طبقات کو بہتر تحفظ کی ضرورت ہے۔"

چیئرمین: "کیا آپ یہ تجویز کر رہے ہیں کہ ایک ٹریڈ یونین کو یہ حق حاصل

ہو کہ وہ کسی مسودہ قانون کو روک سکے؟"

مسٹر جوشی: "جی جناب والا! میرا نکتہ یہ ہے کہ جن طبقات کو زیادہ تحفظ کی ضرورت ہے۔ انہیں یہ حقوق ان طبقات سے پہلے ملنے چاہئیں۔ جن کے مقننہ میں نمائندے موجود ہیں۔"

ڈاکٹر امیدکر: "صرف ایک بات اور ہے جو میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ جب یہ عمل ختم ہوجائے۔۔ میرا مطلب ہے' دو تہائی اکثریت کا اعتراض کرنا اور ایک یا دو ارکان کا کسی عدالت میں جانا۔ یہ دریافت کرنے کے لئے کہ کیا اس سے کوئی مذہبی رسم تو مجروح نہیں ہوتی اور ہائی کورٹ یا وفاقی عدالت یہ فیصلہ کردے کہ نہیں ہوتی اور مسودہ قانون پر مزید کارروائی کے بعد وہ قانون بن جاتا ہے۔۔ کیا آپ اس کے بعد کسی واحد رکن کو جس کے مذہبی معمولات یا آزادی متاثر ہوتی ہو۔ یہ حق دینے سے اتفاق کریں گے کہ اٹھے اور ہمارے قانون کو چیلنج کردے اور کہے کہ یہ خارج از اختیار تھا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' یہ امر فیصل شدہ ہوگا۔ مسئلہ کا فیصلہ ہوگیا ہے۔ یہ عدالت میں گیا اور عدالت نے قرار دیا کہ مسودہ قانون خارج از اختیار نہیں تھا۔ لہٰذا یہ عدالت سے فیصل شدہ امر ہے۔ آپ ساری عمر تو مقدمہ بازی نہیں کرتے رہیں گے۔"

مسٹر جیکار: "نفس مضمون مختلف ہے۔ ایک مسودہ قانون تھا اور دوسرا قانون ہوگا۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مسٹر جیکار" میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ سپریم کورٹ کے جج ہوتے تو آپ پانچ منٹ میں اس مقدمے کو خارج کردیتے۔"

مسٹر جیکار: "مجھے معلوم نہیں۔"

ڈاکٹر امبیدکر: "ارکان اس شکل پر اعتراض کریں گے جس میں وہ ہے۔ کسی ایسے فرقے کے ارکان جو مقننہ میں نہیں تھے۔ کیا انہیں عدالت کے دروازے پر دستک دینے کا حق ہوگا؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی ہاں' اگر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا' اگر وہ سب سو رہے ہیں اور مسودہ قانون' قانون بن جاتا ہے۔ اگر وہ خارج از اختیار ہے تو خارج از اختیار ہے۔ آپ عدالت میں جاسکتے ہیں اور اسے خارج از اختیار قرار دلوا سکتے ہیں۔"

مسٹر جوشی "انہیں کم اختیار سماعت ملتا ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں ڈاکٹر امبیدکر کے سوال کا جواب دے رہا تھا۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے' مسٹر جوشی' میں سمجھتا ہوں' آپ کی فرمائش کو پورا کرنا ناممکن ہے۔ میں یہی کچھ کہہ سکتا ہوں۔"

"پھر' جناب والا! میں نے کہا کہ اس لئے میں وفاقی عدالت کے اختیار سماعت کو ان امور تک محدود رکھوں گا جن کا دستور کے ساتھ تعلق ہے یا جو دستور سے ابھرتے ہیں' لیکن میری آرزو اس سے کہیں سوا ہے۔ میں یہاں رکوں گا نہیں۔ میں نہایت ادب سے اس کمیٹی سے گزارش کروں گا' وہ دیگر دو مسئلوں پر الگ سے غور کرے۔۔ یعنی دیوانی مقدمات کی اپیلوں کی سماعت اور فوجداری اپیلوں کی سماعت کے اختیارات میں نے کہا تھا کہ اگر آپ اپنی وفاقی عدالت کو علاحدہ رکھیں اور اگر آپ عملے کے تقرر کے وقت ایسے افراد کا انتخاب کریں۔ جو خصوصیت کے ساتھ دستور سے ابھرنے والے امور کے ماہر ہوں' تب آپ ایسی عدالت تشکیل دے دیں گے۔ جو بے حد پسندیدہ عدالت ہوگی۔ ہم جانتے ہیں جناب والا! کہ یہ عہد ماہرین کا عہد ہے۔ ہند میں ابھی ہم اس بلندی پر تو نہیں پہنچے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی۔۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہاں میرے دوست میری تصدیق کریں گے کہ ہند میں آپ صبح کو ہندولا کے

ایک پیچیدہ مسئلہ پر دلائل پیش کر رہے ہیں' سہ پہر کو آپ روشنی اور ہوا کے اخراج اور حق آسائش کے مقدمے کو نمٹا رہے ہیں اور شاید اگلے روز آپ کا واسطہ ایک تجارتی نوعیت کے مقدمے سے ہے اور پرسوں آپ کا سروکار طلاق کے مقدمے سے ہے اور چوتھے روز آپ بحریہ کی کارروائی سے نمٹ رہے ہیں۔"

چیئرمین: "کیا آپ کے پاس بحریہ کے کام کے لئے خاص لوگ اور طلاق کے لئے خاص لوگ نہیں ہیں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "نہیں' بلا شبہ ہمارا نظام مختلف ہے۔ آپ کے پاس یہاں اس ملک میں ایسے لوگ ہیں جو مخصوص مضامین میں مہارت حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے یہاں لارڈ چانسلر کی عدالت ہے' کنگز بنچ ڈویژن ہے' امیر البحر کی عدالت ہے' طلاق کے لئے الگ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ آپ کے ہاں خصوصی قوانین کے لئے وکلاء کی خصوصی بار ہیں۔

چیئرمین: "جی ہاں' پیٹنٹ' ریلوے وغیرہ۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "پیٹنٹ اور انکم ٹیکس اور ضابطہ فوجداری۔۔ متعدد امور ہیں۔ جن میں وکلاء خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ لہٰذا میں جو تجویز پیش کر رہا تھا' وہ یہ تھی کہ ہم اس حقیقت کو بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں کہ ہند میں یہ احساس بھی بہت شدید ہے کہ اپیلوں کی سماعت کی مجاز عدالت ہونی چاہئے۔ جو پریوی کونسل کی جگہ لے لے۔ یہ احساس بہت شدید ہے۔۔ وہ عدالت ضرور معرض وجود میں آنی چاہئے اور ضرور تشکیل دی جانی چاہئے۔ لیکن اس عدالت کو تشکیل دیجئے۔ مہارت کے خطوط پر گامزن ہو کر ہم چاہتے ہیں کہ وہاں ایسے لوگ ہوں جو ضابطہ دیوانی سے پوری طرح واقف ہوں۔۔ عام دیوانی قوانین۔۔ آپ کو وہ عدالت تشکیل دینی ہوگی' اس کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر میں تجویز کروں گا کہ آپ سپریم کورٹ قائم کریں۔ جسے صوبائی عدالت عالیہ کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں سماعت کرنے کا اختیار ہو۔ دوسرے لفظوں میں ایک حد تک میں' میں یہ کہوں گا کہ وہ عدالت پریوی کونسل کی

جگہ لے لے۔ یعنی انہیں شرائط کے تحت اس عدالت میں اپیل دائر کی جاسکے۔ جن کے تحت ہند کی مختلف ہائی کورٹوں کے فیصلوں کے خلاف اب پریوی کونسل میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔ تعداد اور اخراجات کے اعتبار سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ اگر آپ ایک ہی عدالت میں ہر چیز کو اکٹھا کردیں گے تو کم تو کرنا ہوگا۔ یہی اور آپ کو کام کرنے والوں کی معینہ تعداد کی ضرورت ہوگی۔ پس آپ الگ رکھیں یا ایک ٹیلہ جمگھٹا کردیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ اخراجات یا ججوں کی تعداد کے اعتبار سے بچت کفایت کرسکیں گے۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ہمیں علاحدہ سپریم کورٹ کے تخیل کو پروان چڑھانا چاہئے۔ جس کا وہی اختیار اور وہی احاطہ کار ہو جو اب پریوی کونسل کا ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جائے گا' وہ سپریم کورٹ ہندی ریاستوں کی توجہ بھی اپنی جانب منعطف کرانے میں کامیاب ہوجائے اور اس اثناء میں۔۔ میں امید کرتا ہوں جتنا لوگ سوچتے ہیں۔ اس سے جلدتر بہت سی ہند ریاستیں بھی اسے پسندیدہ فعل تصور کریں کہ ان کو ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں اس سپریم کورٹ میں دائر کرنے کی اجازت دیدی جائے۔ فی الحال اسے صرف برطانوی ہند تک محدود رکھا جائے۔ الا یہ کہ ہندی ریاستیں ازخود آنے پر رضامند ہوں۔ ذاتی طور پر میں ان کا خیر مقدم کروں گا۔ اگر وہ آنے کے لئے رضامند ہوں' لیکن جہاں تک میں ان کی تقریروں سے اندازہ لگا سکتا ہوں۔ جو ہندی ریاستوں کی جانب سے کی گئیں۔ وہ وفاقی دستور اور وفاقی قوانین کے علاوہ دیگر امور میں اپنی عدالتوں کی اپیلوں کی سماعت کے لئے کسی اور عدالت کے سپرد کرنے پر آمادہ نہیں۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ اگر آپ سپریم کورٹ تشکیل دیتے ہیں تو اسے وفاقی قوانین سے نمٹنے کا اختیار دیجئے۔ دستور نہیں بلکہ وفاقی قوانین۔ اور برطانوی ہند کی ہائی کورٹ کے دیوانی مقدمات کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار دے دیجئے۔"

سرمانک جی دادا بھائی: "مسٹر جیکار کی اس دلیل کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جو انہوں نے کل پیش کی تھی کہ آپ کسی فرد سے اس کا پریوی کونسل میں اپیل دائر کرنے کا حق نہیں چھین سکتے؟ آپ چاہتے ہیں کہ ایک شخص سپریم کورٹ میں چلا

جائے۔ مسٹر جیکار نے کل یہ دلیل دی تھی کہ پریوی کونسل میں اپیل دائر کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے اور اسے کسی قانون یا کسی اور شے کے ذریعہ اس سے نہیں لیا جاسکتا۔ وہ اس حق کا مالک ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مسٹر جیکار بالکل درست تھے۔"

سرمانک جی دادا بھائی: "لہٰذا میں آپ کے استدلال کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "آپ نے پہل کردی۔ میں اس بات پر آرہا تھا۔ مسٹر جیکار بالکل درست تھے۔ جب آپ نے اپنی سپریم کورٹ قائم کردی۔ اس طرح کی جس طرح کی میں آپ کے سامنے تجویز کر رہا ہوں تو اسے وہی اختیار سماعت ہوگا۔ جو اب پریوی کونسل کو ہے۔ لیکن اسے شاہ کے اختیار خصوصی سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ جسے وہ اب پریوی کونسل یا جوڈیشل کمیٹی کے توسل سے استعمال کرتے ہیں۔ اپیل دائر کرنے کے لئے خصوصی اجازت مرحمت کرنا۔ اس کے معنی ہیں۔ اگر آپ کی سپریم کورٹ نے کسی معاملے کا فیصلہ کردیا۔ اگر آپ آگے جانا چاہتے ہیں تو آپ صرف اس صورت میں ایسا کرسکتے۔ جب سپریم کورٹ آپ کو پریوی کونسل میں جانے کے لئے تصدیق نامہ جاری کردے۔ اگر یہ تصدیق نامہ جاری کرنے سے انکار کردے۔ تاہم آپ شاہ سے کسی مقدمے میں اپیل کی خاص اجازت عطاء کرنے کا خصوصی اختیار تو نہیں چھین سکتے۔"

مسٹر جوشی: "کیا پارلیمان کا منظور کردہ قانون ایسا نہیں کرسکتا؟"

مسٹر ایم' اے' جناح: "جی ہاں' آپ قانون کے ذریعہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ ماسوا اس کے کہ آپ مکمل مساوات نہیں لاسکتے۔ اس لئے میں فی الوقت یہ تجویز نہیں کر رہا ہوں کہ شاہ کا اختیار خصوصی لے لیا جائے۔ اس وقت' میں سمجھتا ہوں کہ یہ پسندیدہ ہے۔

"اب تیسرے نکتے کی طرف بڑھتے ہوئے' یعنی فوجداری مقدمات کی اپیل کی سماعت کا اختیار' میری پختہ رائے ہے کہ ہند میں ہمارے پاس ایک باقاعدہ عدالت ہونی

چاہئے۔ جو فوجداری مقدمات کی اپیلوں کی سماعت کی مجاز ہو۔ جیسی کہ آپ کے پاس انگلستان میں ہے۔ جب تک کہ ہمارے پاس یہ نہیں ہوگی۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہم ہند کی ضرورت کو پورا کر سکیں گے۔ اس طرح کی ایک مصالحتی تجویز۔ یعنی یہ کہ بعض امور میں جب قانون کی کوئی غلطی ہو یا اس طرح کی کوئی چیز ہو تو آپ سپریم کورٹ میں جاسکتے ہیں۔۔ مجھے خدشہ ہے کہ ہمیں اس سے کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جہاں تک فوجداری مقدمات میں میرے تجربے کا تعلق ہے۔ قانون کے سوالات یا غلطی کے معاملات حقیقتاً بہت کم ہوتے ہیں۔ عام طور سے فوجداری مقدمات میں واقعہ کا سوال ہوتا ہے یا شہادت کو سراہنے کا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے بہت سے مقدمات ہیں۔ جن میں ایسی عدالت کی ضرورت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جو فوجداری اپیلوں کی سماعت کی مجاز ہو۔۔ جیسی کہ آپ کے یہاں فوجداری کی اپیلوں کی سماعت کی مجاز عدالت ہے۔ جو امور قانون یا غلطیوں تک یا زبردست بے قاعدگیوں تک محدود نہیں ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہند میں فوجداری اپیلوں کی سماعت کے لئے ایک عدالت ضرور ہونی چاہئے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس پر بہت زیادہ غور و خوض ہونا چاہئے۔ میں مسٹر ظفر اللہ خان سے بالکل متفق ہوں کہ اجلاس متفقہ کے روبرو ہمیشہ اپیل دائر کی جاتی ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ اطمینان بخش نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ فوجداری اپیلوں کی سماعت کی مجاز عدالت ہونی چاہئے۔ جو عوام کو موجودہ صورت کے مقابلے میں زیادہ اعتماد بخشے گی۔ جناب والا! میں آپ کو بتا دوں کہ اگر ہند میں حکومت کا کوئی زبردست قلعہ ہے تو وہ فوجداری اور دیوانی کے شعبوں میں انصاف کا انتظام ہے۔ میں خود سوچتا ہوں کہ یہ ایسا مسئلہ ہے۔ جس میں بہت بہت غور و خوض کی ضرورت ہے۔ لہٰذا میں کہوں گا کہ آپ اپنی وفاقی عدالت تشکیل دے لیجئے۔ لیکن اسے اس احاطہ کار تک محدود رکھئے۔ جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ سپریم کورٹ قائم کر دیجئے اور اسے اپیلوں کی سماعت کا اختیار دے دیجئے اور اسے پریوی کونسل کی جگہ لینے دیجئے اور فوجداری کی اپیلوں کی سماعت کے لئے ایک عدالت بنا دیجئے۔

"یہ کہا گیا ہے کہ مقدمہ بازی بڑھ جائے گی اور یہ دریافت کیا گیا ہے کہ کتنے ججوں کی ضرورت ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ کہا گیا کہ وکلاء گراں قدر فیس طلب کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کمیٹی کے اراکین یہ بالکل محسوس نہیں کرتے کہ وہ آسٹریلیا یا کینیڈا سے نہیں نمٹ رہے ہیں۔ آسٹریلیا میں کل آبادی چالیس لاکھ ہے۔ کینیڈا کی آبادی ایک کروڑ یا ایک کروڑ دس لاکھ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم ہند کی بات کرتے ہیں تو یہ محسوس ہی نہیں کیا جاتا کہ ہم ایک ایسے ملک کی بات کر رہے ہیں۔ جو یورپ جتنا بڑا ہے فرض کیجئے کہ آپ کے پاس سارے یورپ کے لئے ایک وفاقی عدالت ہو جو تمام وفاقی قوانین' جملہ دساتیر' دیوانی اور فوجداری اپیلوں کی سماعت کی مجاز ہوتو آپ کو کتنے ججوں کی ضرورت ہوگی؟ اس لئے یہ کہنا بے سود ہوگا کہ آپ کو اتنے ججوں کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اس کا دار و مدار ملک کے طول و عرض اور ملک کی ضروریات پر ہوگا۔ ہند میں تو ایک وسیع و عریض براعظم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ ہند کے لئے یہ زیادہ ناگزیر۔ جیسا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہے۔ جو قریب ترین مثال ہے۔ جو میں دے سکتا ہوں۔ وہاں وفاقی عدالت کو چند متعینہ امور کے بارے میں اختیار سماعت حاصل ہے۔ بالخصوص دستور اور یہ ریاستوں کی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کی مجاز نہیں۔ ملک بہت ہی بڑا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اخراجات' ججوں کی تعداد میں اضافے' مقدمات کی تعداد دن دونی رات چوگنی ہوجانے کی باتیں قائل نہیں کرتیں۔ جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ عدالت کے قریب تر ہونے سے مقدمات کی تعداد بڑھ جائے گی۔ میں اس سے اتفاق کرنے کی طرف مائل ہوں۔ بلا شبہ اس وقت مقدمات میں ملوث لوگوں کے لئے بے تحاشہ اخراجات اور وقت کی وجہ سے جو وکیل کو ہدایات دینے میں صرف ہوتا ہے اور جو زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ پریوی کونسل تک آنا ایک دشوار امر ہے۔ مثال کے طور پر ایک معاملے پر یہاں غور ہونا تھا۔ کچھ کاغذات یہاں دستیاب نہیں تھے اور یہ بات قطعی طور پر طے نہ کی جاسکی کہ جب تک وہ کاغذات فراہم ہو کیا کارروائی کی جائے۔ ایسی صورت میں کوئی کیا کرسکتا ہے؟ آپ کو ہند کے دور دراز

گوشہ میں اپنے موکلوں کو لکھنا ہوگا۔ مثلاً مدراس۔"

ایک رکن: "مدراس ہند کا کوئی دور دراز گوشہ تو نہیں ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "میں نے مدراس کا نام اس لئے لیا کہ بمبئی سے مدراس کے بعض علاقوں کا چار روز کا سفر ہے۔ لندن سے بمبئی چودہ روز جس کا مطلب ہے۔ کل اٹھارہ روز۔ پھر جب کسی کو خط ملے گا تو ہمیں جواب کے لئے اسے بھی کچھ وقت دینا چاہئے اور جس وقت آپ کو کاغذات موصول ہوئے دو ڈھائی ماہ یا تین ماہ بیت گئے۔ اس لئے یہ صرف اخراجات کا ہی معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ وقت' تاخیر اور زحمت کی بات بھی ہے۔ اس باب میں ذرا سے بھی شک و شبہ کی بات نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے جناب والا! کہ میں نہیں سمجھتا کہ ہند اپنی سپریم کورٹ کی تمنا کیوں نہ کرے۔ ہند ہی کیوں واحد استثناء جو مستقل طور پر یہاں پریوی کونسل سے منسلک رہے؟ دوسری قلمروؤں کو یہ میسر ہے۔ اس کی ضرورت اور اس کے مبنی برانصاف ہونے کے ضمن میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اسی اعتبار سے میں کہتا ہوں کہ ہمارے پاس بھی ایک سپریم کورٹ ہونی چاہئے۔ میں صرف علاحدگی کی تجویز سے اتفاق کرنے کے لئے صرف اس کل ہند وفاق کے تخیل کی وجہ سے آمادہ ہوں' اس کے بغیر ہمارا کام بہت سہل ہوجاتا۔

"میں سمجھتا ہوں جناب والا! کہ جہاں تک آپ کے سوال نامے کا تعلق ہے۔ میں نے وفاقی عدالت کے ضمن میں اپنی بات مکمل کرلی ہے اور اب میں' اگر اجازت ہوتو' سوالنامے کے قطعی جواب دے سکتا ہوں:

"پہلا سوال ہے: کیا وفاقی عدالت کے ارکان کا تقرر شاہ کی جانب سے کیا جائے اور کتنی مدت کے لئے؟

میرا جواب ہے جی ہاں' تقرری شاہ کی جانب سے اور مدت ملازمین خوش اطواری کے دوران لیکن یہ مشروط ہو۔ دونوں ایوانوں کی رائے سے مجھے یہ پتہ نہیں کہ ثابت شدہ بد اطواری کے ایک مقدمہ' کے ٹھیک کیا معنی ہیں۔ کیا میں اسے سمجھ ہی نہ سکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب مقننہ اپنی رائے کا اظہار کرتی ہے۔۔ دونوں ایوان۔۔

وہ وجوہات بیان نہیں کرے گی۔ جن کی بناء پر وہ بد اطواری کی قائل ہوگئی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ رائے یہ ہوگی کہ وہ غیر مطمئن ہیں' اور میں کہتا ہوں کہ دونوں ایوانوں کے اظہار رائے کے بعد ججوں کی برطرفی عمل میں آجانی چاہئے۔

دوسرا سوال یہ ہے:

کیا عدالت کو ابتدائی اپیل کی سماعت کا اختیار ہونا چاہئے یا صرف اپیل کا؟

میری تجویز یہ ہے کہ اس وفاقی عدالت کو صرف ابتدائی سماعت کا اختیار ہونا چاہئے۔ دستور سے متعلق اور دستور سے پیدا ہونے والے امور کے ضمن میں اور سپریم کورٹ کے نام سے ایک علاحدہ عدالت ہونی چاہئے۔ جسے وفاقی قوانین کے ضمن میں اپیلوں کی سماعت کا اختیار ہو اور جو صوبوں کی ہائی کورٹوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کی مجاز ہو۔ امید کی جاسکتی ہے کہ اگر فوری طور پر نہیں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہند کی ریاستیں بھی صوبوں کے جلو میں آجائیں۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ فوجداری کے مقدمات کی اپیلیں سننے کے لئے بھی ایک علاحدہ عدالت ہونی چاہئے۔ میں اپنے بیان کو اس حد تک مشروط کرسکتا ہوں کہ وفاقی عدالت دستور کے متعلق اور دستور سے پیدا ہونے والے امور کی سماعت کے علاوہ ان امور کی بھی سماعت کرے۔ جن کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ جدول میں موجود ہو۔ میری مراد یہ ہے کہ ایسے امور میں جن کا ذکر' جناب والا! آپ نے اپنی یادداشت میں کیا ہے۔

تیسرا سوال ہے:

کیا عدالت کو خصوصی ابتدائی سماعت کا مجاز ہونا چاہئے' مثلاً حسب ذیل امور میں؟" میں نے اسے نمٹا دیا ہے' میری تجویز اس پر محیط ہے۔

چوتھا سوال:

میں سمجھتا ہوں کہ میری تجویز میں اس کا جواب آگیا ہے۔

پانچواں سوال ہے:

کیا اس امر کا اہتمام کیا جائے کہ گورنر جنرل معاملات کو خاص طور پر عدالت کو بھیجیں جیسے کہ قانون عدالتی کمیٹی مجریہ ۱۸۳۳ء کی دفعہ ۴ کے تحت کیا جاتا ہے؟

میں اس کی موافقت میں نہیں ہوں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ عدالتیں ہمیشہ قیاسی مسائل کو بھگتانے میں پس و پیش کرتی ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ سود مند ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنر جنرل اس مشورہ پر ہی اکتفا کریں۔ جو انہیں اپنے قانونی مشیروں سے ملے' اور اپنے ان اختیارات کو استعمال میں لائیں جو انہیں حاصل ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ وقتاً" فوقتاً" قیاسی سوالات عدالت کو بھیجیں۔ آپ میری اصلاح کردیجئے' جناب والا! اگر میں غلط ہوں' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں شاہ کی جانب سے یہ اختیار شاذ و نادر ہی استعمال ہوا ہوگا۔"

چیئرمین: "یہ درست ہے۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "ہوسکتا ہے کہ یہ ان دنوں میں استعمال کیا گیا ہو' خاص وجوہ کی بناء پر' اور میں اس کی تاریخ سے نابلد ہوں کہ یہ کس طرح اور کیوں ضروری سمجھا گیا۔ لیکن میں مطمئن نہیں ہوں کہ ہمیں اس کا تتبع کرنا چاہئے۔

چھٹا سوال ہے:

> کیا وفاقی عدالت کے فیصلے کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل دائر کرنے کا حق ہونا چاہئے۔ بحیثیت حق کے یا عدالت کی اجازت سے؟

میں کہتا ہوں کہ صرف عدالت کی اجازت سے اور اپیل کے لئے شاہ کی خصوصی اجازت عطاء کرنے کا اختیار تمام مقدمات میں محفوظ رہنا چاہئے۔

آخری سوال ہے:

> ریاستوں اور صوبوں میں علی الترتیب عدالتوں کے فیصلوں کے نفاذ کے ضمن میں کیا اہتمام کیا جائے؟

"اس سوال پر میں یہ کہوں گا کہ جملہ تنازعات میں' جہاں تک وفاقی حکومت کا تعلق ہے اور جہاں تک وحدتوں کا تعلق ہے 'خواہ وہ ریاستیں ہوں یا وہ صوبے ہوں' ہم صرف یہ بھروسا کرسکتے ہیں' کہ چونکہ تمام وحدتیں وفاقی عدالت کے قیام کے بارے میں متفق ہیں۔ معمول کے مطابق اس کے فیصلوں کا احترام کیا جائے گا اور ان پر عمل

در آمد ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقار کی خاطر وہ ان کے احترام اور ان کے نفاذ کے پابند ہوں گے۔ اور اگر بعض معاملات میں تاہم یہ ممکن نہ ہوا اور اگر جیسا کہ ڈاکٹر امید کرنے اشارہ کیا ہے' کوئی سنگین نوعیت کا تنازعہ کھڑا ہوگیا' جس کی انہوں نے اس خوبی سے عکاسی کی ہے' تب میں کہتا ہوں کہ جب تک کہ ہم مفروضے کی بنیاد پر بات کر رہے ہیں تو' شاہ کی دعیت کا دفاع آخر کار شاہ کے ہی ہاتھ میں ہی ہے۔ شاہ کو اس پوزیشن میں ہونا چاہئے کہ وہ وفاقی عدالت کی ڈگری یا وارنٹ کو نافذ کر سکے۔

"میں نے سوالات کو جو زیادہ معینہ شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ نمٹانے کا کام ختم کرلیا۔ لیکن بہت سی تفصیلات بیان کی گئیں اور خارج از بحث امور شامل کردیئے گئے۔ پہلی تجویز یہ ہے کہ ہائی کورٹوں کو مرکز کے تابع کردیا جائے اور یہ کہ مرکزی حکومت کو ہائی کورٹوں کے داخلی انتظام و انصرام پر قدرت حاصل ہو۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مرکز سے گریز کی بات کرتا ہے' جب کوئی اس رائے پر زور دیتا ہے کہ صوبوں کو خود مختار ہونا چاہئے تو فوراً یہ کہہ دیا جاتا ہے یا یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی فرقہ وارانہ حربہ چھپا ہے۔ میری یہ پختہ رائے ہے' ان دوستوں کے لئے زبردست احترام کے ساتھ جو میرے ساتھ متفق نہیں ہیں' کہ اگر آپ بات کرتے ہیں وفاق کی' اور اپنے صوبوں کو حقیقتاً خود مختار اور خود کفیل بنانے کی اور اگر آپ اس اصول پر گامزن ہوں گے تو میں کہتا ہوں کہ یہ تمام دلائل کہ اگر ہائی کورٹ صوبائی حکومت کے قریب ہوگی تو اس پر اثر ڈالا جائے گا اور یہ متاثر ہوگی اور مقننہ میں مباحث ہوں گے۔ یہ تمام بے کار ہے۔ کیا آپ کے صوبے خود مختار ہوں گے؟ کیا آپ کے صوبے ذمہ دار حکومت کے اہل ہیں؟ کیا آپ کے صوبے حکومتوں کا کاروبار چلائیں گے اور کیا وہ حکومتیں چلانے کے اہل ہیں؟ کیا آپ ایسے افراد پیدا نہیں کرسکیں گے جو اس سے بہتر کردار کا مظاہرہ کریں گے۔ جس کا آپ یہاں اظہار کر رہے ہیں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ یہ ہوجائے گا' وہ ہوجائے گا۔ جب آپ اس طرح کی بات کرتے ہیں تو کیا آپ اپنے ہی موقف کے خلاف استدلال نہیں کرتے؟ میں کہتا ہوں کہ میں ہائی کورٹ کو اپنی صوبائی حکومت کی تحویل میں چھوڑتا

ہوں۔ جو نے نواز کو پیسے دیتا ہے۔ وہی راگ بھی تجویز کرے۔ آپ کی صوبائی حکومت اخراجات برداشت کرے گی اور کوئی رکن جو دہلی یا شملہ میں بیٹھا ہے یا جہاں کہیں بھی ہے' مرکزی حکومت کا ایک رکن وہ اندرونی انتظام کے بارے میں حکم چلائے۔ جناب والا! مجھے علم ہے کہ ماضی میں بہت سی تجاویز پیش کی گئیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست مرکزیت کی پرانی ڈگر کو چھوڑ دیں۔ مرکزیت حکمت عملی رہی ہے۔ یہ حکومت ہند کا ایک قطعی طریقہ رہا ہے۔۔ بہت مختلف وجوہ کی بناء پر بہت مختلف مقاصد کے لئے' اس غلطی کا ارتکاب نہ کیجئے۔ اس مرکزیت سے الگ ہوجایئے۔ مجھے معلوم ہے کہ متعدد کمیٹیوں نے رپورٹیں کس طرح تیار کی ہیں۔ اس استدلال کی اعانت کے لئے سائمن کمیشن کی رپورٹ طلب کی گئی۔ سائمن کمیشن رپورٹ کیا کہتی ہے"کیا یہ مرکز میں آپ کو کوئی ذمہ داری دیتی ہے؟ یہ کس نوعیت کا دستور تجویز کرتی ہے؟ اس ڈگر سے باہر نکل جایئے۔ اگر آپ وفاقی دستور کے تحت اپنی وفاقی حکومت کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ خود مختار صوبوں کے ساتھ مرکز میں ذمہ داری۔۔ تب میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کے سوا کوئی اور دلیل سنی ہی نہیں کہ ہمارے لوگ اتنے برے ہیں کہ اگر ہائی کورٹ صوبائی حکومت کے سامنے جواب دہ ہوئی تو اس قدر فرقہ وارانہ بغض و عناد چلے گا' اتنی ریشہ دوانیاں اور اس قدر بدی ہوگی کہ یہ بہتر ہے کہ ہائی کورٹ کو اس ماحول سے نکال کر ایک اور ماحول میں مرکز سے ذرا سا زیادہ خالص ماحول میں رکھ دیا جائے۔ یہ واحد دلیل ہے۔

"پھر جناب اپیل بہ اختیار شاہی اور اضافی ججوں کی تقرری اور قانون حکومت ہند میں سول سروس کے اراکین میں سے لئے جانے والوں کے کوٹے کے تعین کا معاملہ۔ یہ تمام امور دراصل اس سوال سے پیدا نہیں ہوتے' جس پر ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں۔ لیکن میں عمومی طریقے سے سرتیج بہادر سپرو سے متفق ہوں۔ میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ اضافی ججوں کی تقرری کا طریقہ پسندیدہ نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میری ہائی کورٹ میں حال ہی میں کچھ نہیں تو چھ ججوں سے مڈبھیڑ ہوئی جو کبھی ہائی کورٹ کی بنچ پر تھے۔ جو اپنے ہاتھوں میں مقدمات کی مثلیں اٹھائے ہائی کورٹ کی راہ

داریوں میں گھوم رہے تھے۔"

سرتیج بہادر سپرو: یا ممکن ہے کہ مقدمات کی مثلوں سے بھی تہی دست ہوں۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: یہ بیچ کے لئے حوصلہ شکن ہے۔ یہ پیشہ کے لئے حوصلہ شکن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ ایک بار آپ جج مقرر کرتے ہیں تو اسے وہاں رہنے دیں۔ کفایت کے نقطہ نظر سے اس بات پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آخر کار یہ زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اس سے کچھ پیسے تو بچا سکتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ادھر ادھر کرکے خوش اسلوبی کے ساتھ کام چلانا زیادہ بہتر ہوگا۔ ہند میں ہمارے جج اکثر رخصت پر جاتے رہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اضافی جج رکھنے کی بجائے ایک یا دو مستقل جج رکھ سکتے ہیں۔ جو ہمیشہ وہاں رہیں۔ کیونکہ کوئی نہ کوئی رخصت پر جاتا رہتا ہے۔

"پھر جہاں [illegible] کی اہلیت کا تعلق ہے۔ میں سول سروس کے خلاف نہیں ہوں اور نہ ہی میں جذبات کی رو میں بہہ رہا ہوں۔ میرے پیش نظر صرف ایک بات ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری ہائی کورٹ کے جج' اعلیٰ ترین صلاحیت' وقار اور دیانت کے مالک ہوں۔ یہ سول سروس کا قصور نہیں ہے' یہ لوگوں کا قصور نہیں' یہ نظام کا نقص ہے۔ اس کرہ ارض پر ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس پوزیشن میں رکھا جائے جس میں سول سروس کے رکن ہوتے ہیں اور وہ خود کو اہل ثابت کرسکے' الا یہ کہ وہ کوئی غیر معمولی طور پر عالی دماغ ہو اور ہم نے بلاشبہ سول سروس سے ہائی کورٹ کی بیچ پر آنے والے چند ہی عالی دماغ دیکھے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جب تک کوئی شخص واقعی عالی دماغ نہ ہو۔ آپ اسے خود کو اس منصب اور اس کام کے' جو اسے کرنا ہوگا' اہل ثابت کرنے کا موقعہ نہ دیں۔ ایک نوجوان سول افسر آتا ہے تو اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع بھیجا جاتا ہے' وہ انتظامیہ میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق نظم و نسق سے ہوتا ہے اور کچھ برس ادھر ادھر گھومتا ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سول سروس کا کوئی بھی رکن میری تصدیق کردے گا۔ کہ

جب یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ انتظام و انصرام کے کام کے لئے کچھ زیادہ اچھا نہیں تو اسے عدالتی شعبہ کی طرف چلتا کردیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا آسان ترین کام ہے۔ آپ کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ آپ اس کا کیا کریں۔ پس آپ اسے عدالت میں بٹھا دیتے ہیں' آپ اسے ڈسٹرکٹ جج بنادیتے ہیں یا اسے فاضل سیشن جج تعینات کردیتے ہیں۔ اگر وہ وہاں فاضل سیشن جج ہوتا ہے یا ڈسٹرکٹ جج۔۔ پھر بھی یہ اس کا تو تصور نہیں ہوتا۔۔ وہ وہاں کیا کرتا ہے۔ اس کے پاس کس قسم کے مقدمات آتے ہیں؟ پھر آپ کو قانون کے تقاضے پورا کرنے ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو ایک معینہ تعداد میں سول سروس کے لوگوں کو ہائی کورٹ میں لانا ہوتا ہے۔ پس پھر آپ کو ان ڈسٹرکٹ ججوں میں سے انتخاب کرنا ہوتا ہے اور آپ انہیں ہائی کورٹ کے جج بنادیتے ہیں۔ جب وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں تو ان میں سے اکثریت کی مثال ماہی بے آب کی سی ہوتی ے اور آپ ان سے کسی چیز کی توقع نہیں کرسکتے۔ لہٰذا یہ نہیں کہ میرے دل میں سول سروس کے خلاف کوئی عناد یا کوئی تعصب یا کوئی خاص قسم کا بغض ہے' لیکن میں کہتا ہوں کہ نہیں۔۔ ہائی کورٹ کے ججوں کی بھرتی پیشہ میں سے کیجئے۔ کیونکہ یہاں آپ کے پاس ایسے بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔ جو برسوں کی وکالت کے بعد آزمائش کی بھٹی میں سے گزرے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنی محنت اور اہلیت کی بناء پر اپنے پیشہ میں آگے بڑھتے ہیں اور پوری طرح اہل ہوتے ہیں اور اس لئے آپ کو اپنی ہائی کورٹ کی ججی کے لئے بہتر مواد ملتا ہے۔

"پس جناب والا! کچھ دیگر معاملات ہیں۔ جو خالصتاً تفصیل کے امور ہیں' اور میں کمیٹی کا وقت لینا نہیں چاہتا۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ ان تفصیلات پر بعدازاں وہ لوگ غور کریں گے جو ان سے نمٹنے کی بہتر اہلیت رکھتے ہیں۔"

وفاقی دستور اور مسلمان

اقلیتی مسئلہ کو حل کئے بنا کوئی دستور مرتب نہیں کیا جاسکتا

۲۶ر نومبر ۱۹۳۱ء

جیسے جیسے دوسری ہندی گول میز کانفرنس کی وفاقی ڈھانچے کی ذیلی کمیٹی میں بحث اس نکتے کے گرد مرکوز ہوتی گئی کہ مرکز میں دستوری ذمہ داری اور صوبوں میں خود مختاری بیک وقت آنی چاہئے۔ مسٹر ایم' اے' جناح نے مسلم وفد کی جانب سے غیر مبہم انداز میں یہ بات کہی کہ جب تک اقلیتی مسئلہ حل نہیں ہوجاتا کوئی دستور مرتب نہیں کیا جاسکتا:

مسٹر ایم' اے' جناح: "جناب لارڈ چانسلر! اس مسئلہ کے بارے میں جس پر اتنے اراکین نے بحث کی۔ ہماری پوزیشن کیا ہے' اس ضمن میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں' مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں اپنی آراء کے اظہار کے ذریعہ حکومت پر یہ جتا دیں کہ مرکز میں ذمہ داری اور صوبوں میں خود مختاری بیک وقت آنی چاہئے۔ یہ مسئلہ ہو تو میں چاہتا ہوں کہ کم سے کم ہماری صورت حال واضح ہوجانی چاہئے۔ سب سے پہلے میں اس کمیٹی کے سامنے یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی صورت حال کیا ہے۔ ہم نے اس کانفرنس کے آغاز سے لے کر اب تک اس امر کی وضاحت کی ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ ہم ہند کی دستوری

ترقی کی راہ میں مزاحم نہیں ہوں گے۔ گزشتہ سال میں نے یہ کہا تھا۔ اگر آپ مجھے معاف کریں گے کہ میں خود اپنی ہی تقریر کا حوالہ دے رہا ہوں۔"

چیئرمین: "بلا تکلف۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "کیونکہ یہ بہتر ہوگا کہ مختلف الفاظ کے مقابلے میں انہیں الفاظ میں کہا جائے' میں نے یہ کہا تھا۔ تاہم اب ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں کہ اگر میں اس کمیٹی کو یہ نہ بتاؤں کہ مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہے تو میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کروں گا۔ جناب والا! میری یہ رائے ہے کہ ہندو مسلم تصفیہ شرط اول ہے نہیں' بلکہ ایک ناگزیر پیشگی شرط ہے۔ اس سے قبل کہ آپ کوئی دستور ترتیب دیں' اور میں کہتا ہوں کہ جب تک مسلمانوں کے لئے تحفظات کا وہ اہتمام نہیں کریں گے۔ جو انہیں مکمل تحفظ کا شعور عطاء کرے اور حکومت ہند کے آئندہ دستور میں ایک احساس اعتماد اور جب تک کہ آپ ان کا تعاون اور رضاکارانہ رضامندی حاصل نہ کریں کوئی دستور جو آپ ہند کے لئے وضع کریں گے۔ چوبیس گھنٹے بھی نہ چل سکے گا۔

یہ صورت حال ہے۔ آج اور ہم نے اپنی پوری کوشش کرلی ہے۔ میں کسی بحث مباحثہ میں پڑنا نہیں چاہتا۔"

چیئرمین: "میں آپ سے کلی اتفاق کرتا ہوں کہ آپ نے اپنی پوری پوری کوشش کی۔"

مسٹر ایم' اے' جناح: "مجھے بہت دکھ اور نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب تک ہم اقلیتوں کے اس مسئلہ کا تصفیہ کرانے میں ناکام رہے۔

اب جناب چانسلر! جب ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے تو ہمیں یہ احساس ہوا کہ اگر ہم نے مرکز میں ذمہ داری سے متعلق بہت اہم مسائل پر بحث و تمحیص کی تو ان مباحث میں کوئی حقیقت نہ ہوگی۔ میرے دوست سرتیج بہادر سپرو نے بھی کل اسی احساس کا اظہار کیا تھا۔ جسے انہوں نے کسی اور وجہ کی بناء پر یہ محسوس کیا تھا کہ ان

مباحث میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور انہوں نے بے حد دوستانہ' مستحکم ترین اور سادہ ترین زبان میں آپ کو انتباہ کیا کہ ان کی رائے کیا ہے۔ اسی طرح جب ہم نے ان اہم مسائل کے بارے میں اپنی رائے محفوظ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہمارا مقصد بے حد دوستانہ' مستحکم ترین سادہ ترین طریقے سے یہ تنبیہہ کرنا تھا کہ آپ دستور ترتیب دینے کا کام اس وقت تک مکمل نہیں کرسکتے۔ جب تک کہ اقلیتوں کے مسئلہ کا تصفیہ نہ ہوجائے۔

"مجھے اس کا بخوبی علم ہے کہ یہ کہا جارہا ہے کہ اس کی پروا نہ کیجئے۔ آیئے ہم اپنا کام جاری رکھیں۔ یقیناً ہم دیگر مسائل پر بحث کرسکتے ہیں' لیکن میں اپنے دوستوں سے یہاں اور برطانوی مندوبین سے وہاں کہتا ہوں کہ مسلم مندوبین کے ذہنوں میں یہاں اور ہند میں حقیقی' سنجیدہ اور سنگین نوعیت کے خدشات ہیں کہ اگر آپ ڈھانچے کی چھت تک تعمیر میں حصہ لیتے چلے گئے اور جب سب کچھ تیار ہوجائے گا تو تسلسل کے ساتھ یہ یقین دہانی کہ بلاشبہ' فرقہ وارانہ مسئلے کا تصفیہ ہونا چاہئے کہ یہ ناگزیر ہے کہ یہ مسئلہ اس حد تک پس منظر میں چلا جائے کہ ہمیں ایک فیصلہ سنا دیا جائے' ایک فیصلہ جو تقریباً ہمارے خلاف ہو اور یک طرفہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے وہ راہ اختیار کی جسے اختیار کرنے پر ہمیں مجبور کردیا گیا۔

"میں نے یہ کہا ہے اور یہ بات دوبارہ کہتا ہوں۔ میں یہ مسلمانوں کی جانب سے کہتا ہوں اور آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہند میں آج کیا احساس ہے۔ آپ کو ان اخباری اطلاعات سے ہلکا سا اندازہ ہوگیا ہوگا' جو روز بروز برقی تاروں کے ذریعہ یہاں ارسال کی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے پیچھے جو حقیقی احساس ہے اس کا ابھی آپ کو علم نہیں۔ میں آپ کو بتادوں کہ ہم یہاں سخت مشکل میں ہیں۔ بایں ہمہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں کسی طرح سے بھی غلط سمجھا جائے۔ جناب والا! مسلمان ہند کی دستوری ترقی کی راہ میں کوئی دشواری حائل کرنا نہیں چاہتے' مسلمان یہ بھی محسوس کرتے ہیں۔۔ اور مجھے نہایت صاف گوئی کے ساتھ آپ کے سامنے یہ بیان کرتے ہوئے بھی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی کہ محض صوبائی خود مختاری کے معرض وجود میں لائے

جانے سے ہند کے بہتر ذہن کی حمایت حاصل نہ ہوسکے گی۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ کوئی بھی دستور جو آپ مرتب کریں مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہ ہوگا۔ جب تک کہ ان کے مطالبات تسلیم نہیں کرلئے جاتے حضور والا! دستور شکنی آسان ہے' دستور کو چلانا کہیں زیادہ مشکل ہے۔ میں یہاں موجود اپنے دوستوں سے ملتجی ہوں' کیا وہ حکومت ہند کے لئے کسی ایسے دستور کا تصور کرسکتے ہیں جو اقلیتوں کے مسئلہ کے تصفیے سے تہی دامن ہو؟ کیا آپ اسے مکمل کرسکتے ہیں؟ اگر آپ پسند کریں تو آپ اس پر بحث مباحثہ کرسکتے ہیں۔ لہٰذا' میں کہتا ہوں کہ بنیادی فرق جو اس کی جڑ بنیاد تک پہنچتا ہے' وہ ہے اقلیتوں کا مسئلہ۔

"میں اس میں کوئی اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ ماسوا یہ کہنے کے کہ مسٹر لیز سمتھ نے جنہوں نے یہ سوال اٹھایا ہے' ہم سے کہا ہے کہ اس میں تین برس لگ جائیں گے۔ مجھے یقین نہیں۔ اندازے لگا رہے ہیں۔ رجائیت پسند ہمارے دوست اور بہی خواہ کہ یہ تین برس میں حاصل ہوجائے گا۔ جیسا کہ میں نے کہا مجھے یقین نہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کچھ دوست یہاں ایک تجویز پیش کر رہے ہیں۔ جسے قبول کرلینا چاہئے۔ لیکن ایک خطرہ بھی ہے اور میں اپنے دوستوں کو اس خطرے کا انتباہ کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ آغاز میں صوبائی خود مختاری نہیں ہوگی' آپ کہتے ہیں کہ صوبائی خود مختاری اور مرکز میں ذمہ داری بیک وقت آنی چاہئے۔ اس تجویز میں میں آپ کے ساتھ ہوں۔

"مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہند کا بہتر ذہن اس سے کم تر کچھ قبول کرے گا۔ لیکن بھول بھلیوں میں نہ پھنسئے۔ سرتیج بہادر سپرو نے خود یہ کہا ہے کہ اس میں تین برس سے کم لگ سکتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی رائے بھی تبدیل کرسکتے ہیں۔ لیکن اگر یہ بات انہیں سمجھا دی جائے کہ یہ مدت از بس ضروری ہے تو وہ اس میں چنداں مضائقہ بھی محسوس نہ کریں گے۔ میں تصور نہیں کرسکتا کہ آپ کل ہند وفاق کی بنیاد پر کس طرح اتنی مدت میں وفاقی ڈھانچہ مکمل کرلیں گے۔ جس کے دوران آپ معقول طریقہ پر ہند سے انتظار کی توقع کرسکتے ہیں' اور میں کہتا

ہوں' حضور والا! اور میں یہ بات ان لوگوں سے بصد ادب و احترام کہتا ہوں' جنہوں نے اٹل طریقے سے خود کو کل ہند وفاق کی اسکیم کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ ذرا برطانوی ہند پر نظر ڈالئے۔ ابھی زیادہ تاخیر نہیں ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کل ہند وفاق کے دھوکے اور سراب کے ساتھ چمٹنے اور وابستہ رہنے کے مقابلے میں جلد تر ترقی کر سکیں گے۔

لارڈ ریڈنگ: "کیا مجھے مسٹر جناح سے ایک سوال کرنے کی اجازت مل سکتی ہے؟ انہوں نے جو کچھ کہا ہے۔ اسے میں نے بے حد دلچسپی کے ساتھ سنا ہے۔ لیکن میں ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ سوال جو میں کرنا چاہتا ہوں' اگر وہ مجھے جواب دے سکیں' بلاشبہ میں اس پر زور نہیں دے سکتا' اگر انہیں جواب دینے میں سہولت نہ ہو' ہے: اتفاق رائے فرقہ وارانہ مسئلہ کے تصفیہ کی عدم موجودگی کی صورت میں' جو اس وقت صورت حال ہے' وہ کیا متبادل ہے۔ جو مسٹر جناح تجویز کریں گے؟ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں' وہ کہتے ہیں کہ آپ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔۔ میں اس سلسلے میں کوئی حجت نہیں کرنی چاہتا۔۔ جب تک کہ بہر نوع مسلمانوں کے نقطہ نظر کے مطابق کوئی تصفیہ نہ ہوجائے۔ مجھ پر جو بات واضح نہیں ہے۔ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے مسٹر جناح کیا تجویز کرتے ہیں کہ فرقہ وارانہ مسئلہ پر سمجھوتے کی عدم موجودگی میں رائے دہندگان وغیرہ کے ضمن میں کیا ہونا چاہئے۔

مسٹر ایم' اے' جناح: "اچھا' لارڈ ریڈنگ! میں اپنی ذاتی ذمہ داری پر اس سوال کا جواب دینے پر پوری طرح آمادہ ہوں۔ حقیقتاً جواب یہ ہے' لارڈ ریڈنگ! کہ آپ ممکنہ طور پر ہندو مسلم تصفیے کی عدم موجودگی میں کوئی دستور وضع نہیں کر سکتے۔ لیکن جب آپ ایک سمجھوتے یا تصفیئے کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ تمام اہم امور پر مختلف مفادات کے مابین تصفیہ ہوجانا چاہئے۔ اس سے قبل کہ آپ کل ہند وفاق کے لئے دستور مرتب کریں۔

"یہ محض فرقہ وارانہ تصفیئے کا سوال نہیں ہے' اور ٹھیک یہی وجہ تھی' لارڈ ریڈنگ کہ میں نے کیوں یہ کہا تھا کہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو میری رائے میں کسی

معینہ مدت کے دوران پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا' اور میں کہتا ہوں کہ آج ہند میں جو ذمہ داری ہے وہ برطانوی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لارڈ ریڈنگ! آپ ہند میں اپنی ذمہ داری ترک نہیں کرسکتے' آپ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جہاں تک آپ کی حکومت کا تعلق ہے آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ آپ محدود نوع کی ذمہ دار حکومت کی شکل میں ترقی کا ایک وقیع قانون عطاء کردیں۔ اگر آپ کی حکمت عملی یہ ہے تو گزشتہ برس اتنے مہینے اور اس برس اتنے مہینے لگانے کے بعد اس فریضے کو ادا کردیجئے۔ ہند کے ضمن میں یہ آپ کا فریضہ ہے۔ ایک طبقہ کی رائے کے احترام یہاں یا ایک جماعت کا وہاں' کی وجہ سے نہیں۔ آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آپ ہند میں کرنا کیا چاہتے ہیں۔ یہ آپ کا فرض ہے' یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

"میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ یہاں کوئی بھی اختلاف کیوں نہ ہو' ایک بات یقینی ہے کہ آپ اس انداز سے کاروبار مملکت نہ چلا سکیں گے۔ جس انداز سے آج کل چلا رہے ہیں۔ فیصلہ کرلیجئے' اور آپ کے اس فیصلے کے ساتھ تعاون اور اس کی حمایت کا انحصار آپ کے فیصلے کی نوعیت اور اس کے مبنی بر انصاف ہونے پر ہوگا۔ اگر ہند میں بہتر ذہن موجود ہے اور میں کہتا ہوں کہ ہے' اور اگر آپ کا فیصلہ ایسا ہے جو معقول ہے' جو منصفانہ ہے' اور جو ہند کے بہتر ذہن کو اپنی طرف متوجہ کرے گا۔ اسے ہند کی اعانت اور تعاون حاصل ہوجائے گا۔ پھر آپ ہند کو خوشحالی' مسرت اور امن کی راہ پر گامزن کرسکیں گے۔"

ISBN NO.8042-74-5